جلد دوم

سیرت و شخصیت

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

سابق مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

مؤلف

مولانا محمد اسامہ صدیقی نانوتوی



ناشر

حجۃ الاسلام اکیڈمی

دارالعلوم وقف دیوبند



بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

قال اللّٰہ تعالیٰ:

﴿قل إنی لن یجیرنی من اللہ أحد ولن أجد من دونہ ملتحداً، الا بلٰغا من اللہ ورسالاتہ﴾

(سورۃ الجن: ۲۳)

سیرت و شخصیت

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

سابق مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

جلد دوم

مؤلف

مولانا محمد اسامہ صدیقی نانوتوی

ناشر

حجۃ الاسلام اکیڈمی

دار العلوم وقف دیوبند

سیرت و شخصیت

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

سابق مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

جلد دوم

تالیف: مولانا محمد اسامہ صدیقی نانوتوی

طبع اول: ۱۴۳۹ھ-۲۰۱۸ء

ISBN:978-93-84775-09-4

باهتمام: حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند، سہارنپور، یوپی، الہند

Composed by: Mansor Azim Usmani

Hujjat al-Islam Academy
Aljamia Al-Islamia Darululoom Waqf Deoband
Eidgah road, P.O. 247554, Deoband
Distt. Saharanpur U.P. INDIA
Tel: +91-1336-222352, Mob: +91-9897076726
Email: hujjatulislamacademy2013@gmail.com
hujjatulislamacademy@dud.edu.in
Website: http://www.dud.edu.in
Pritnted at: Al Huda Printer, Delhi

فہرست......جلد دوم

باب پنجم

باب ششم

باب ہفتم

باب پنجم

قال اللّٰه تعالیٰ:

﴿یَاأَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَأَنْذِرْ. وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ. وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ﴾

(سورۃ المدثر: ۱ تا ۴)

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:

"لیبلغن هذا الأمر مابلغ اللیل والنهار، ولا یترک اللّٰه بیت مدر ولا وبر إلا أدخله اللّٰه هذا الدین بعز عزیز أو بذل ذلیل عزاً یعز اللّٰه به الإسلام وأهله، وذلاً یذل اللّٰه به الکفر."

(رواه أحمد)

شعر

وہ جس نے علم کی مشعل سے ہر سو روشنی کردی
وہ جس نے سینۂ ظلمت کے اندر بھی ضیاء بھر دی
کیا جس نے چراغِ دانش و فہم و ذکاء روشن
جسے کہنا پڑا سارے جہاں کو علم کا مخزن

باب پنجم کے مشمولات

حضرت خطیب الاسلام نور اللہ مرقدہ کی حیات مبارکہ مسعودہ سے متعلق کتاب کا یہ باب نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے اور نہایت ہی اہم حصہ ہے۔ جس میں حضرت خطیب الاسلام کے علمی، دینی ہمہ گیر دعوتی اور ادبی کارہائے نمایاں کو۔ بقدر استطاعت لکھنے کی کوشش کی گئی ہے، اگر چہ مؤلف کتاب کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت خطیب الاسلام جیسی ستودہ صفات، گوناگوں خصوصیات اور موسوعی وعبقری شخصیت کے تمام کارناموں کو بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں، کیونکہ حضرت خطیب الاسلام کی دلآویز شخصیت اپنے اندر ایسی کشش اور جاذبت رکھتی تھی کہ جس جگہ تشریف لے جاتے وہاں ایک انجمن قائم ہو جاتی۔

ہر کجا من نگرمی انجمنے ساختہ اند

برصغیر کے جو بھی مشہور شہر اور قصبات ہیں ان میں اور گاؤں دیہات میں حضرت اصلاح معاشرہ، دعوت دین اور تعلیمی مراکز کے قیام کے لئے تشریف لے گئے، اس لئے ہر شہر اور قصبہ کے لوگوں کی الگ الگ یادیں حضرت کی حیات مبارکہ وابستہ ہیں، ہندوستان کے بڑے بڑے دینی و عصری اداروں کے سابق وموجودہ ذمہ داران کے حضرت رحمۃ اللہ کی ذات بابرکات سے الگ الگ یادیں اور داستانیں ہیں، کہ ان تمام جگہوں پر آپ نے علم کے موتی بکھیر رہے ہیں، اور نصف صدی سے زائد مدت میں نہ صرف تشنگان علوم نبوت کو اپنے علمی فیوض سے مستفید فرماتے رہے اور میراث نبوت تقسیم کرتے رہے، بلکہ ان کی فکر کو صحیح کرتے رہے، اور ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کی تعمیر کرتے رہے، فکر قاسمی اور دارالعلوم کے دینی، دعوتی، علمی اور تہذیبی منہج کو لوگوں، بلکہ علماء کو بتلاتے اور واضح کرتے رہے، اور دارالعلوم دیوبند کے اکابرین نے دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے جس مخصوص منہج کو پسند فرمایا جس کا بنیادی عنصر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی صحیح تعلیم اور اتباع سنت ہے، اس کی ترجمانی برصغیر میں نہیں بلکہ پورے عالم میں فرماتے رہے، اکابرین دیوبند، خاص کر حضرت نانوتوی اور والد گرامی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر دنیا بھر میں مدارس اور مکاتب قائم فرماتے رہے، جس کے ذریعہ دین کی صحیح تعلیم عام ہونے کا جگہ جگہ انتظام ہوا، اس لئے ان تمام کارناموں اور دینی ودعوتی اسفار کے دوران پیش آنے والے اہم دینی، دعوتی، تربیتی، تہذیبی اور معاشرتی واقعات اور تجربات کا ایک اتھاہ سمندر ہے، ان سب کا احاطہ ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں البتہ حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے میدان دعوت، میدان تعلیم اور اسلامی

تہذیب کو عام کرنے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، ان کا چنداں چنداں تذکرہ کیا جارہا ہے۔اس موقعہ پر تعارف نامہ دارالعلوم وقف میں جو کلمات حضرت خطیب الاسلام کے بارے میں لکھے گئے ہیں وہ یہاں قابل ذکر ہیں۔

''سینکڑوں نظریاتی اوراختلافات کے باوجود اگر کوئی شخصیت علماء کے درمیان مقبول اور مسلم نظر آئے اور ہر صاحب شعور اور شریف انسان ہر حالت میں اس کے احترام کو لازم ادب وتہذیب اور جزو اخلاق ومروت سمجھے تو یقین کیجئے کہ وہ شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہیں ہوتی، اس میں کچھ ایسے امتیازی واقعات اور اعلیٰ صفات ضرور ہوں گی جو ہر انسان کو اخلاقی طور پر اس کیے ان میں ایک شخصیت حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی کی ہے، جماعت علماء میں راسخ فی العلم، زمرۂ اساتذہ میں مخصوص صلاحیتوں کے حامل، خطابت میں حکیمانہ اسلوب سے متعارف رہی دانش میں بصیرت کے جوہر سے آراستہ، ارباب نظر میں وسعت نظر سے مزین، اہل قلم میں اپنے انداز کی ایک البیلی شخصیت، سنجیدگی کا مرقع، متانت کا پیکر، ذہانت کا آئینہ، فراست کا سرمایہ، احتیاط کامل کی تفسیر، شرافت کی تصویر، لفظ لفظ علم وبصیرت کا ترجمان، جملہ جملہ حکمت ومعرفت کا دیوان، گفتگو میں آبشاروں کی روانی، اصول کے پکے، قول کے سچے، وقت کے پابند، معمولات پر کاربند، مؤمنانہ سیرت کردار کے مالک، سفر میں ہوں تو رفقائے سفر کے لئے بہترین مربی، حضر میں تو اپنے خوردوں کے لئے راحت جان، مجالس درس میں ہیں تو طلبا کے لئے ابر رحمت، مجلس وعظ میں ہیں تو سننے والوں کے لئے سرمایہ یقین وایمان کسی بھی رخ سے دیکھیں ایک معیاری مثال اور قاعدے وضابطے کے انسان، آیئے ان کے کارہائے نمایاں کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

تاسیس دارالعلوم وقف دیوبند

سقوط دارالعلوم کے بعد حکیم الاسلامؒ کے ساتھ طلبہ کی ایک بڑی تعداد اور قدیم ترین دارالعلوم کے مدرسین اور ملازمین جنہوں نے جوانی کے بہترین لمحات، جسمانی قوتیں اور ذہنی صلاحیتیں دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں صرف کی تھیں دارالعلوم سے اس قضیہ نامرضیہ کے بعد رسمی طور پر الگ ہوگئیں، قدرت کو منظور تھا کہ دیوبند کی قدیم مرکزی جامع مسجد سے بھی قاسمیت کا علمی فیضان جاری ہو جس کی حفاظت وصیانت کے لئے حکیم الاسلامؒ جاں گسل حوادث سے گذرے۔ دارالعلوم کے ابتدائی زمانے میں چھتہ مسجد کے بعد دارالعلوم جامع مسجد دیوبند میں دس سال چلا۔ حکیم الاسلامؒ کی ایماء پر ۱۹۸۳ء میں از اول تا دورۂ حدیث شریف کی باضابطہ تعلیم کا آغاز ہوا اور ملازمین جامع مسجد کے حجروں میں بیٹھ کر دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف ہوئے۔ خدائے علیم وخبیر ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ مرحلہ کتنا کٹھن اور مشکلات سے پر تھا۔ قدم قدم پر مسائل، وسائل ناپید، نہ درس گاہیں، نہ کتابیں، نہ چٹائیاں، دفاتر کے لئے کاغذ نہ قلم، کوئی بھی چیز میسر نہ تھی۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ، حضرت مولانا نعیم صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا خورشید عالم صاحب دیوبندیؒ جیسے فخر روزگار اساتذہ جن کی تدریس دارالعلوم دیوبند کا طرۂ امتیاز، علمی کمالات ضرب المثل اور شہرت و نیک نامی ہندوستان ہی میں نہیں پوری دنیا میں تھی اور دیوبندی مکتبہ فکر کے بیشتر نامور علماء مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران اور ملی تنظیموں کے سربراہان کو جن سے شرف تلمذ پر ناز اور ان کی شخصیات پر ہمیشہ فخر رہا۔

دارالعلوم دیوبند کے ایسے قدیم الخدمت، مخلص اور تجربہ کار اساتذہ بے سروسامانی کے عالم میں دیوبند کی مرکزی جامع مسجد کے کھلے فرش پر بیٹھ کر خلوص وللّٰہیت اور شوق وذوق سے درس دیتے جو دارالعلوم دیوبند میں طلبہ کے جم غفیر کے درمیان ان کی پہچان بنا ہوا تھا۔ ان حضرات کے دل ودماغ میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ وہ طلبہ کی ایک کثیر تعداد کے درمیان علم وحکمت کے موتی

بکھیرنے والے چند لٹے پٹے غریب الوطن طلبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، جنہیں نہ ایک وقت کا کھانا نصیب، نہ سر چھپانے کی جگہ میسر، نہ کتابوں کی سہولت، حتی کہ زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی کلیتا محروم۔ ایک طویل عرصہ تک ایک کتاب میں کئی کئی طلبہ شریک ہوتے اور ہر قسم کی بے سرو مانی اور مشکلات کے باوجود اپنا سارا وقت تعلیم ومطالعہ میں صرف کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان طلبہ اور ان بے یارومددگار ملازمین کے دل میں اخلاص نیت حکیم الاسلامؒ کے موقف اور شخصیت سے گہری محبت اور تعلق نہ ہوتا تو ایک لمحہ کے لئے بھی مشکلات کے اس طوفان کا مقابلہ نہ کرپاتے۔ شہر دیوبند میں طلبہ کی رہائش کے لئے کرائے کے مکانات حاصل کئے گئے اور دیوبند کے تجارتی کتب خانوں کی اعانت سے درسی کتابوں کی فراہمی بھی ہوئی۔

مولانا اسحاق صاحب مرحوم مالک کتب خانہ رحیمیہ اور مولانا شوکت صاحب مالک کتب خانہ ہاشمیہ نے درسی کتابوں کی فراہمی کے ساتھ ہر بار انعامیہ جلسوں کے موقع پر اچھے نمبرات حاصل کرنے والے طلبہ کی نقد انعامات سے حوصلہ افزائی فرمائی اور گراں قدر کتابوں کی فراہمی میں مخلصانہ تعاون دیا، اس طرح دارالعلوم وقف دیوبند جیسے عظیم الشان علمی ودعوتی اسلامی جامعہ کا قیام نہایت متواضعانہ انداز پر عمل میں آیا۔

دارالعلوم وقف دیوبند کے قیام کے بعد متفقہ طور پر خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، مہتمم، فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ، صدرالمدرسین وناظم مجلس تعلیمی، حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندیؒ شیخ الحدیث اور حضرت مولانا خالد حسین بلیاوی، حضرت مولانا فیض الحسن صاحب کشمیری، مولانا محمد حسن باندوی، قاری سعید عالم صاحب تدریس کے کاموں میں باضابطہ مصروف ہوگئے۔ مولانا مفتی شکیل احمد صاحب سیتاپوری، حضرت مولانا خالد حسین بلیاوی، حضرت مولانا فیض الحسن صاحب کشمیری، مولانا محمد حسن باندوی، قاری سعید عالم صاحب تدریس کے کاموں میں مصروف رہے۔ مولانا مفتی شکیل احمد صاحب کچھ عرصہ کے بعد اپنے وطن میں کسی بڑے مدرسہ کے مہتمم ہوئے اور دارالعلوم وقف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔ مولانا خالد حسین بلیاوی پاکستان ہجرت کرگئے۔ اس کے بعد مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں بحیثیت شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور تاحیات وہیں پر تدریس حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔ مولانا فیض الحسن کشمیری قیام دارالعلوم وقف کے بعد دوسرے سال اپنے وطن میں انتقال کرگئے۔ اس طرح تین فائق الاستعداد

اساتذہ کے چلے جانے سے ایک خلا پیدا ہوا مگر اللہ کی ذات بڑی کارساز ہے۔ اس کے بعد حضرت مولانا علامہ رفیق احمد سابق شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد، حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی، مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی، مولانا قمر عثمانی، مولانا محمد حنیف صاحب مظفرنگری، مولانا مفتی محمد واصف صاحب عثمانی سابق مبلغ دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی محمد عمران صاحب دیوبندی، مولانا محمد اسماعیل صاحب مدنی، مولانا اسماعیل خان دیوبندی، مفتی الیاس صاحب گونڈوی سابق رکن افتاء دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد سفیان قاسمی، مولانا سید احمد خضر شاہ کشمیری، ڈاکٹر مولانا انیس الاسلام قاسمی، مولانا غلام رسول کشمیری تدریسی خدمت کے لئے مقرر ہوئے۔ اس کے بعد مولانا غلام نبی صاحب کشمیری، مفتی انوار الحق صاحب دربھنگویؒ و دیگر نوجوان فضلاء دارالعلوم وقف دیوبند کے تدریسی قافلہ میں شامل ہوئے۔

بخاری شریف کے اسباق حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ، حضرت مولانا نعیم صاحب دیوبندیؒ سے متعلق رہے جبکہ کچھ اسباق محدود وقت کے لئے حضرت مولانا رفیق احمد صاحبؒ سے بھی متعلق رہے۔ دارالافتاء کا شعبہ دارالعلوم دیوبند کے تجربہ کار مفتی حضرت مولانا سید احمد علی سعید صاحب کی سربراہی میں سرگرم عمل رہا۔ تکمیل ادب کے شعبہ کو مولانا محمد اسلام صاحب، شعبہ تجوید قاری سعید عالم صاحب، شعبۂ حفظ و ناظرہ جناب حافظ محمد انوار صاحب دیوبندی، شعبۂ دینیات جناب ماسٹر موسیٰ صاحب، شعبہ خوش خطی کو جناب منشی امتیاز صاحب کی نگرانی اور خدمات حاصل رہیں اور ان حضرات نے پوری لگن کے ساتھ دارالعلوم وقف کا معیار تعلیم بلند کیا۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ انتظامی اور تدریسی خدمات کے ساتھ فراہمی سرمایہ اور دارالعلوم وقف دیوبند کے مالی استحکام کے لئے بھی سرگرم عمل رہے۔ حکیم الاسلامؒ اور ان کی جماعت کے ساتھ ملک و بیرون ملک جو غلط فہمیاں پائی جارہی تھیں اور جس انداز سے پروپیگنڈہ کیا گیا تھا اس کی وجہ سے ابتداء ان حضرات کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا رہا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی مسلسل محنت، اخلاص نیت اور دین کی حفاظت کے تئیں کمر بستہ رہنے کی وجہ سے ان مشکلات جو قیام و استحکام دارالعلوم وقف کے سلسلے میں فرمائی تھیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، کو سہولیات میں تبدیل فرما دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان

دونوں حضرات نے حضرت حکیم الاسلامؒ کے بعد جو مشکلات اٹھائیں، جن سختیوں کا سامنا کیا اور جو بے بنیاد تہمتیں اور الزامات اپنے سر لے کر دارالعلوم وقف کی نشو ونما، استحکام اور ترقی کے لئے حوصلہ دکھایا وہ ان حضرات کی اولوالعزمی اور عزیمت کا ایک روشن باب ہے اور انشاء اللہ آخرت میں ان حضرات کی یہ بےلوث خدمات اجر عظیم کا باعث ہوں گی۔

جن طلبہ نے ان روح فرسا ایام میں دارالعلوم وقف دیوبند سے کسب فیض کیا ان کے سامنے وہ تمام واقعات اور حقائق جو طلب علم کی خاطر قدیم کتابوں میں درج ہیں اور انہیں پڑھ کر آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، روز روشن کی طرح عیاں ہوئے اور ان کی صداقت ان کے دلوں میں یقین بن کر اتر گئی۔ اداروں اور تحریکوں کی زندگی میں نشیب وفراز ضرور آتے ہیں مگر وہ ادارے جو ایک مبنی بر حقیقت فکر کی اشاعت کے لئے سرگرم عمل ہوئے ہوں ان کے حصہ میں مشکلات کچھ زیادہ ہی آتی ہیں۔ دارالعلوم وقف دیوبند اس سیاق وسباق میں ایک ادارہ ہی نہیں تھا بلکہ ایک علمی، دینی، دعوتی اور نبوی فکر کا ترجمان بھی ہے تو ظاہر ہے کہ مشکلات اس کا مقدر بنیں جو کار دعوت ورسالت کی انجام دہی میں تاریخ اسلام میں بے شمار دعاۃ پیش آئیں۔ بایں ہمہ ادارہ سے وابستہ جماعت نہ صرف ثابت قدم رہیں بلکہ صبر واستقامات کے تابندہ اور حسین نقوش تاریخ پر رقم کرگئی۔ **فجزاھا اللّٰہ کل خیر**

دارالعلوم وقف دیوبند کی عماراتِ جدیدہ کا سنگ بنیاد

تقریباً چالیس سال قبل جب حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ اور ان کے مخلص ساتھیوں پر دارالعلوم دیوبند میں پرسکون اور باوقار تعلیمی وانتظامی خدمات کا دروازہ بند کر دیا گیا تو حضرتؒ نے اپنے اکابر کے انداز میں دارالعلوم کے ان امتیازات وخصوصیات کو باقی رکھنے کے لئے جس سے دارالعلوم کی شہرت ہے دارالعلوم وقف دیوبند کے نام سے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں کام شروع کیا تھا، قدم قدم پر مشکلات اور ہر ہر مرحلہ پر حوصلہ شکن واقعات کے باوجود یہ کارواں بدستور آگے بڑھتا رہا۔ چند سالوں کے مختصر عرصہ میں یہ بے برگ وبار پودہ اللہ کے فضل وکرم سے ایک شجر سایہ دار بن گیا اور جامع مسجد کی وسعتیں اس ادارہ کی ہمہ جہت رفعتوں کو سمیٹنے سے قاصر ہوگئیں، طلبہ کی رہائش گاہیں منتشر ہونے کی بنا پر ذمہ دارانِ ادارہ اخلاق وتربیت کے وہ پہلو اجاگر

نہیں کر پا رہے تھے جو دینی درسگاہوں کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ بابری مسجد کی شہادت کے موقعہ پر ۱۹۹۲ء کے مسلسل کرفیو نے اپنی عمارت کی ضرورت کو اور زیادہ باور کروایا، چنانچہ اللہ کے فضل وکرم اور مخیرؒ حضرات کی مخلصانہ معاونت اور خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ کی شب وروز محنت سے ایک وسیع قطعۂ اراضی شہر سے باہر مدرسہ کے لئے خرید لی گئی۔

۲۴ر جون ۱۹۹۴ء بروز جمعہ فقیہ الامت حضرت مولانا محمود حسن گنگوہیؒ، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ، حضرت مولانا محمد نعیم صاحبؒ اور سینکڑوں علماء، طلبہ، تشنگان علوم نبوت اور اپنے وقت کے صلحاء ومشائخ کی موجودگی میں اپنے دستِ مبارک سے عمارت کی پہلی اینٹ اس زمین پر رکھی، جس کا نام آج جامعہ ''دارالعلوم وقف دیوبند'' ہے۔

دارالعلوم وقف دیوبند علمی، فکری اور دعوتی امتیازات

علماء دارالعلوم قف دیوبند اپنے مسلک اور دینی رخ کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت ہیں، اور مذہب امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار ہیں، اور مشرب میں دارالعلوم کے بانیین حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم النانوتویؒ ادرامام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کو اپنا مقتدی سمجھتے ہیں۔

دینی رخ

جہاں تک دارالعلوم وقف دیوبند اور اس کے بڑوں کے دینی رخ کا تعلق ہے تو اسے نہایت ہی بلیغ اور جامع انداز میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) نے اپنے رسالہ ''مسلک علماء دیوبند'' میں واضح کر دیا ہے۔ جس کا خلاصہ کم وبیش انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:

> علمی حیثیت سے یہ ولی اللہی جماعت مسلکاً اہل السنۃ والجماعۃ ہے جس کی بنیاد قرآن کریم، سنت، اجماع اور قیاس پر قائم ہے، اس کے نزدیک تمام مسائل میں اولین درجہ نقل وروایات اور آثار سلف کو حاصل ہے جس پر پورے دین کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ اس لئے قرآن وسنت کے حقیقی معانی تک رسائی کے لئے محض قوت مطالعہ کافی نہیں بلکہ اسلاف کے اقوال اور

ان کے متوارث مذاق کے دائرے میں محدود رہ کر نیز اساتذہ وشیوخ کی صحبت وملازمت اور تعلیم وتربیت ہی سے ان کی مرادات متعین ہوسکتی ہیں۔اسی کے ساتھ عقل ودرایت اور تفقہ فی الدین بھی ان کے نزدیک فہم کتاب وسنت کا ایک بڑا اہم جزو ہے، وہ روایات کے مجموعہ سے شارع علیہ السلام کی غرض وغایت کو سامنے رکھ کر تمام روایات کو اسی کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں، اور سب کو درجہ بدرجہ اپنے اپنے محل پر اس طرح چسپاں کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی زنجیر کی کڑیاں دکھائی دیں، اس لئے جمع بین الروایات اور تعارض کے وقت تطبیق احادیث ان کا خاص اصول ہے، جس کا منشاء یہ ہے کہ وہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی چھوڑنا اور ترک کرنا نہیں چاہتے جب تک کہ وہ قابل احتجاج ہو، اسی بناء پر اس جماعت کی نگاہ میں نصوص شرعیہ میں کہیں بھی تعارض اور اختلاف محسوس نہیں ہوتا، بلکہ سارے کا سارا دین تعارض اور اختلاف سے مبرأ رہ کر ایک ایسا گلدستہ دکھائی دیتا ہے جس میں ہر رنگ کے پھول اپنے اپنے موقع پر کھلے ہوئے نظر آتے ہیں۔اسی کے ساتھ بطریق اہل سلوک رسمیات اور رواجوں اور نمائشی حال وقال سے مبرأ اور بری ہے، تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن بھی اس کے مسلک میں ضروری ہے، اس نے اپنے منتسبین کو علم کی رفعتوں سے بھی نوازا اور عبدیت وتواضع جیسے انسانی اخلاق سے بھی مزین کیا۔اس جماعت کے افراد ایک طرف علمی وقار، اور غناء نفس کی بلندیوں پر فائز ہوئے، وہیں فروتنی خاکساری اور ایثار وزہد کے متواضعانہ جذبات سے بھی بھرپور رہے نہ رعونت اور کبر ونخوت کا شکار ہوئے اور نہ ذلت نفس اور مسکنت میں گرفتار، وہ جہاں علم واخلاق کی بلندیوں پر پہنچ کر عوام سے اونچے دکھائی دینے لگے وہیں عجز ونیاز، تواضع وفروتنی اور لا امتیازی کے جوہروں سے مزین ہوکر عوام میں ملے جلے اور ”کاحدمن الناس“ بھی رہے، جہاں وہ مجاہدہ ومراقبہ سے خلوت پسند ہوئے وہیں مجاہدانہ اور غازیانہ اسپرٹ نیز قومی خدمت کے جذبات سے جلوہ آراء بھی ثابت ہوئے، غرض علم واخلاق خلوت وجلوت اور مجاہدہ وجہاد کے مخلوط جذبات ودواعی سے ہر دائرۂ دین میں اعتدال اور میانہ روی ان کے مسلک کی امتیازی شان بن گئی، جوعلوم کی جامعیت اور اخلاق کے اعتدال کا قدرتی ثمرہ ہے، اسی لئے ان کے یہاں محدث ہونے کے معنی فقیہ سے لڑنے یا فقیہ ہونے کے معنیٰ محدث سے بیزار ہو جانے یا نسبت احسانی (تصوف پسندی) کے معنی متکلم دشمنی یا علم کلام کی حذاقت کے معنیٰ

تصوف بیزاری کے نہیں بلکہ اس کے جامع مسلک کے تحت اس تعلیم گاہ کا فاضل درجہ بدرجہ بیک وقت محدث، فقیہ، مفسر، مفتی متکلم، صوفی اور حکیم ومربی ثابت ہوا، جس میں زہد وقناعت کے ساتھ، عدم تقشّف، حیاوانکساری کے ساتھ عدم مداہنت، رافت ورحمت کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر قلبی یکسوئی کے ساتھ قومی خدمت اور خلوت درانجمن کے ملے جلے جذبات راسخ ہوئے، ادھر علم وفن اور تمام ارباب علوم وفنون کے بارے میں اعتدال پسندی، حقوق شناسی اور ادائیگی، حقوق کے جذبات ان میں بطور جوہر نفس پیوست ہوگئے، بنابریں دینی شعبوں کے تمام ارباب فضل وکمال اور راسخین فی العلم خواہ محدثین ہوں یا فقہاء صوفیاء ہوں یا عرفاء، متکلمین ہوں یا اصولیین، امراء اسلام ہوں یا خلفاء ان کے نزدیک سب واجب الاحترام اور واجب العقیدت ہیں، جذباتی رنگ میں کسی طبقہ کو بڑھانا اور کسی کی مدح وذم میں حدود شرعیہ سے بے پرواہوجانا اس جماعت کا مسلک نہیں، اس جامع طریق سے دارالعلوم نے اپنی علمی خدمت سے شمال میں سائبیریا سے لے کر، جنوب میں سماٹرا اور جاوا تک اور مشرق میں برما سے لے کر مغربی سمتوں میں عرب اور افریقہ تک علوم نبویہ کی روشنی پھیلادی جس سے پاکیزہ اخلاق کی شاہراہیں صاف نظر آنے لگیں۔[1]

علم شریعت

اس میں عقائد وایمانیات اور دنیاوی معاملات وغیرہ کے تمام اجزاء شامل ہیں؟ جن کا حاصل ایمان اور اسلام ہے بشرطیکہ یہ علم سلف کے اقوال وتعامل کے دائرے میں محدود رہ کر ان مستند علمائے دین اور مربیان قلوب کی تعلیم وتربیت اور فیضان صحبت ومعیت سے حاصل شدہ ہو جن کے ظاہر باطن، علم اور عمل اور فہم وذوق کا سلسلہ سند متصل کے ساتھ حضرت صاحب شریعت علیہ افضل الصلوات والتسلیم تک تسلسل کے ساتھ پہنچا ہوا ہو۔ خودرائی یا محض کتب بینی یا قوت مطالعہ اور محض عقلی تگ وتاز یا ذہنی کاوش کا نتیجہ نہ ہو، گو وہ عقلی پیرایۂ بیان اور استدلالی حجت وبرہان سے خالی بھی نہ ہو کہ اس علم کے بغیر حق وناحق، حلال وحرام، جائز وناجائز، سنت وبدعت اور مکروہ ومندوب میں امتیاز ممکن نہیں اور نہ ہی اس کے بغیر دین میں خودرو تخیلات، فلسفیانہ نظریات اور بے بصیرانہ توہمات سے نجات ہی ممکن ہے۔

[1] علمائے دیوبندان کا دینی رخ اور مسلکی مزاج

اتباع سنت محمد رسول اللہ علیہ وسلم

زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ کی سنتوں کی پیروی اور ہر حال وقال اور ہر کیفیت ظاہر وباطن میں ادب شریعت برقرار رکھ کر سنت مستمرہ کا غلبہ کہ اس کے بغیر رسوم جہالت، رواجی بدعات ومنکرات اور باوجود احوال باطن کے فقدان کے محض رسمی طور پر اہل حال کے وجدی شطحیات وکلمات کی نقالی یا انہیں شریعت کے متوازی ایک مستقل قانون عام کی صورت دے دیئے جانے کی بلا سے نجات ممکن نہیں۔

پیروئی طریقت

یہ محققین صوفیاء کے سلاسل اوران کے اصول مجربہ کے تحت (جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں) تہذیب اخلاق، تزکیہء نفس اورسلوک باطن کی تکمیل ہے کہ اس کے بغیر اعتدال اخلاق، استقامت ذوق ووجدان، باطنی بصیرت، ذہنی پاکیزگی اور مشاہدۂ حقیقت ممکن نہیں۔ظاہر ہے کہ یہ شعبہ اسلام و ایمان کے ساتھ متعلق ہے۔

فقہ حنفی

اسلامی فرعیات اورقوانین کی اجتہادی تشریحات کا نام فقہ ہے۔چونکہ اکابر دارالعلوم عامتہ فقہ حنفی پر عمل پیرا ہیں اس لئے فقہی حنفیت کے معنی اجتہادی فرعیات میں فقہ حنفی کا اتباع اور مسائل وفتاویٰ کی تخریج اور ترویج مین اسی کے اصول تفقہ کی پیروی کے ہیں کہ اس کے بغیر استنباطی مسائل میں ہوائے نفس سے اور تلفیق کے راستے سے مختلف فقہوں میں تلون کے ساتھ دائر سائر رہ کر عوام کے حسب خواہش، نفس مسائل میں قطع وبرید یا ہنگامی حالات کی مرعوبیت سے ذہنی قیاس آرائی اور لاعلمی کے ساتھ مسائل میں جاہلانہ تصرفات واختراعات سے اجتناب ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ یہ شعبہ اسلام سے متعلق ہے۔

کلامی ماتریدیت

اعتقادات مین فکر صحیح کے ساتھ طریق اہل سنت والجماعت اور اشاعرہ وماتریدیہ کے تنقیح کردہ مفہومات اور مرتب کردہ اصول وقواعد پر عقائد حقہ کا استحکام اور قوت یقین کے برقراری، کہ اس کے

بغیر زائغین کے شک اندازیوں اور فرق باطلہ کے قیاسی اختراعات اوراوہام وشبہات سے بچاؤ ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ یہ شعبہ ایمان سے متعلق ہے۔

دفاع زیغ وضلالت

یعنی متعصب گروہ بندوں اورارباب زیغ کے اٹھائے ہوئے فتنوں کی مدافعت، مگر وقت کی زبان وبیان میں اور ماحول کے نفسیات کے شعور کے ساتھ وقت ہی کے مانوس ومسائل کے ذریعہ جس سے اتمام حجت ہو، نیز مجاہدانہ روح کے ساتھ ان کے استیصال کے مساعی کہ اس کے بغیر ازالہء منکرات اور معاندین کے دست برد سے شریعت کا تحفظ ممکن نہیں، اس میں ردشرک وبدعت، ردالحادودہریت، اصلاح رسوم جاہلیت اور حسب ضرودت تحریری یاتقریری مناظرے، اور تغییر منکرات سب شامل ہیں، ظاہر ہے کہ یہ شعبہ اعلاء کلمۃ اللہ بفحوائے لتکون کلمته الله هی العلیا اوراظہار دین بفحوائے لیظهره علی الدین کله اورعام نظم ملت سے متعلق ہے۔

ذوق قاسمیت ورشیدیت

پھر یہی پورا مسلک اپنی مجموعی شان سے جب دارالعلوم دیوبند کے مربیان اول اورنبض شناسان امت کے روح وقلب سے گزر کر رنمایاں ہوا تو اس نے وقت کے تقاضوں کو اپنے اندرسمیٹ کر ایک خاص ذوق اور خاص رنگ کی صورت اختیار کر لی جسے مشرب کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ دستور اساسی دارالعلوم دیوبند منظور شدہ شعبان ۱۳۶۸ھ میں اس حقیقت کو بایں الفاظ کہا گیا کہ دارالعلوم دیوبند کا مسلک اہل السنّت دالجماعت حنفی مذہب اوراس کے مقدس بانیوں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مشرب کے موافق ہوگا۔

اس لئے مسلک دارالعلوم وقف دیوبند کے اجزاء ترکیبی میں یہ جز ایک اہم عنصر ہے جس پر دارالعلوم کی تعلیم وتربیت کا کارخانہ چل رہا ہے، جو احسان کے تحت آتا ہے، جبکہ اس کا تعلق روحانی تربیت سے ہے پس علم شریعت، پیروی طریقت، اتباع سنت فقہی حنفیت، کلامی ماتریدیت، دفاع زیغ وضلالت اور ذوق قاسمیت ورشیدیت اس مسلک اعتدال کے عناصر ترکیبی ہیں، غور کیا جائے تو یہ مسلک بعینہ حدیث جبرئیل کا خلاصہ ہے، جس میں جبریل علیہ السلام کے سوالات پر آنحضرت ﷺ نے اسلام، ایمان، احسان اور دفاع فتن کی تفصیل ارشاد فرمائی ہے، اوراس کے مجموعہ کو تعلیم دین فرمایا

ہے، اس لئے اگر کہا جائے کہ علماء دیو بند کا مسلک حدیث جبرئیل کا ترجمان ہے تو بے محل نہ ہوگا۔

پھر ان تمام بنیادی عناصر کی بنیاد واساس کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس مجتہد ہے، جن میں سے پہلی دو حجتیں تشریعی ہیں جن سے شریعت بنتی ہے اور آخر کی دو حجتیں تفریعی ہیں جن سے شریعت کھلتی ہے، پہلی دو حجتیں منصوصات کا خزانہ ہیں جو روایتی ہیں، جن کے لئے سند و روایت ناگزیر ہے، اور دوسری دو حجتیں درایتی ہیں جن کے لئے تربیت یافتہ عقل وفہم اور تقوی شعار ذہن وذوق ناگزیر ہے، اس لئے یہ مسلک اعتدال نقلی بھی ہے اور عقلی بھی، روایتی بھی ہے اور درایتی بھی، مگر اس طرح کہ نہ عقل سے خارج ہے نہ عقل پر مبنی، بلکہ عقل ونقل کی متوازن آمیزش سے بایں انداز برپا شدہ ہے کہ نقل اور وحی اس میں اصل ہے اور عقل اس کی ہمہ وقتی خادم اور کارپرداز ہے۔

اس لئے علماء دیو بند کا یہ مسلک نہ تو عقل پرست معتزلہ کا مسلک ہے جس میں عقل کو نقل پر حاکم اور متصرف مان کر عقل کو اصل اور وحی یا اس کے عقیدتمندوں کا کوئی رابطہ دین سے قائم نہیں رہتا، اور نہ یہ مسلک ظاہریہ کا مسلک ہے جس میں الفاظ وحی پر جمود کر کے عقل ودرایت کو معطل کر دیا گیا ہے، اور دین کے باطنی علل واسرار اور اندرونی حکم ومصالح کو خیر باد کہہ کر اجتہاد اور استنباط کی ساری راہیں مسدود کر دی گئی ہیں جس سے دین ایک نئی حقیقت بلکہ بے معنویت غیر معقول اور جامد شیٔ بن کر رہ جاتا ہے اور دانش پسند اور حکومت دوست افراد کا اس سے کوئی علاقہ باقی نہیں رہتا، پس ایک مسلک میں عقل ہی عقل رہ جاتی ہے اور ایک مسلک میں عقل معطل اور بے کار، ظاہر ہے کہ یہ دونوں جہتیں افراط وتفریط اور ''وکان مرہ فرطا'' کی ہیں جن سے یہ متوسط اور جامع ومعتدل دین بری ہے، اس لئے دین کا جامع عقل ونقل مسلک یہی ہے اور یہی ہو بھی سکتا ہے کہ تمام اصول وفروع میں عقل سلیم نقل صحیح کے ساتھ ہمہ وقت وابستہ رہے مگر دین کے ایک مطیع وفرمانبردار اور پیشکار کی طرح کہ اس کی ہر ایک کلی وجزئی کے لئے عقلی براہین، معقول دلائل اور حسی شواہد ونظائر فراہم کرتی رہے، جس سے دین، امت کے ہر طبقہ کے لئے قابل قبول اور ہمہ جہتی دستور حیات ثابت ہو اور یہ امت ''**وجعلنا کم امۃ وسطا**'' کی صحیح مصداق دکھائی دے یہی مسلک اہل السنّت والجماعت کا مسلک کہلاتا ہے، اور علماء دیو بند اس مسلک کے نقیب اور علم بردار ہیں، اسی لئے وہ اس مسلک جامع اور ان تمام دینی علوم کے اجتماع سے بیک وقت مفسر بھی ہیں اور محدث بھی، فقیہ بھی ہیں اور متکلم بھی ہیں، صوفی بھی ہیں اور مجاہد ومفکر بھی اور پھر ان تمام علوم کے امتزاج سے ان کا مزاج معتدل بھی ہے اور متوسط بھی، یہی وجہ ہے

کہ ان کے جماعتی مزاج میں نہ غلو ہے نہ مبالغہ، اور اس وسعت نظری کی بدولت نہ تکفیر بازی ہے نہ دشنام طرازی، نہ کسی کے حق میں سب وشتم ہے نہ بدگوئی، نہ عنادو حسد اور طیش ہے اور نہ غلبہ ٔجاہ ومال اور افراط عیش بلکہ صرف بیان مسئلہ ہے اور اصلاح امت یا احقاق ہے اور ابطال باطل، جس میں نہ شخصیات کی تحقیر اور بدگوئی کا دخل ہے، نہ مغرورانہ طعن واستہزاء کا، ان ہی اوصاف واحوال کے مجموعہ کا نام دارالعلوم دیوبند ہے، اور اسی عملی وعلمی ہمہ گیری سے اس کا دائرہ اثر دنیا کے تمام ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔

دارالعلوم وقف دیوبند اکابر کی نظر میں

☆ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:

''آپ دارالعلوم وقف کو معمولی درسگاہ نہ سمجھئے۔ جس سطح پر ہندوستان و پاکستان کی عظیم درسگاہوں کا عالمی تعارف ہے دارالعلوم وقف بھی اب انہی بلندیوں میں پرواز کررہا ہے۔ میں غیر ملکی سفر سے آرہا ہوں، ہر جگہ میں نے دارالعلوم وقف دیوبند کا ذکر خیر سنا۔ میں دارالعلوم وقف کو ہی اصل دارالعلوم دیوبند باور کرتا ہوں۔ اصل چیز روایات ہیں، عمارات نہیں۔''

☆ فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے فرمایا:

''خدا تعالیٰ آپ کے مدرسہ کا فیض جاری ومستمر فرمائے۔ خدا تعالیٰ درس گاہ کو خصوصی مقبولیت عطا فرمائے، آپ کی درسگاہ دن دونی رات چوگنی ترقیات حاصل کرے، آپ جو دینی وتعلیمی کام کررہے ہیں اس کی تفصیلات سن کر روح کو سکون ملتا ہے۔''

سنگ بنیاد رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''مدرسہ تعمیر کیجئے، مدرسہ کا فیض جاری ہو چکا ہے''

☆ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے فرمایا:

''اللہ دارالعلوم وقف کو بامِ عروج پر پہنچائے، اس کا علمی ودینی فیضان مستمر ہو، اس کی ترقیات کی کوئی انتہا نہ ہو، آسمانِ علم پر آفتاب کی طرح چمکے۔''

☆ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ فرماتے ہیں:

''الحمد اللہ! اللہ آپ کی کوششوں کو کامیاب فرمائے، اسے علم دین کا سب سے بڑا مرکز بنائے۔ آپ سب کو خلوص کی دولتِ بے کراں عنایت فرمائے۔''

ارکان عمل کمیٹی کا عمارات جدیدہ کی تکمیل میں قابل ستائش کردار

دارالعلوم وقف دیوبند کے لئے خرید کردہ زمین پر تعمیر کا سلسلہ ارکانِ عمل کمیٹی کی نگرانی میں دارالاقامہ سے شروع ہوا۔ جس کے روح رواں مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی (موجودہ مہتمم واستاذ حدیث دارالعلوم وقف دیوبند) ومولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی تھے۔ دارالاقامہ کی تعمیر جوں جوں آگے بڑھتی رہی شہر سے کرائے کے مکانات سے طلبہ کو دارالاقامہ میں منتقل کیا جاتا رہا۔ درس گاہوں کے لئے عارضی طور پر ٹین کے شیڈ کا نظم کیا گیا، گرمی کی شدت میں جب یہ ٹین شیڈ گرم ہوجاتا تو طلبہ و اساتذہ پسینے میں شرابور ہوجاتے۔ اسی حالت میں ایک عرصہ تعلیم جاری رہی، اسے اللہ تعالیٰ کی نصرت ہی کہا جاسکتا ہے کہ گرمی کی شدت کے باوجود نہ کوئی بیمار پڑا اور نہ تعلیمی سلسلہ کے انقطاع کی نوبت آئی۔ جب دارالحدیث اور درسگاہوں کی باضابطہ تعمیر ہوگئی تو طلبہ واساتذہ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تعمیرات کی تکمیل میں مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی اور مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی نے بڑی جگرسوزی، محنت اور ذمہ داری سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ وسائل کی قلت کی بنا پر بہت سے کٹھن مرحلے ایسے بھی آئے کہ تعمیری کام موقوف ہوتا رہا مگر ان حضرات نے ہمت نہیں ہاری اور پوری لگن کے ساتھ تعمیری سلسلہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور آج بھی اسی فکرمندی کے ساتھ ادارہ کی تعمیر وترقی، تعلیمی معیار کو بہتر سے بہتر بنانے، طلبہ کی دارالعلوم کے مخصوص نہج پر تربیت اور نیک نامی کے لئے سرگرم عمل ہیں اور ان کی اور ان کے رفقائے کار کی انتھک کوششوں کے نتیجے میں طلبہ واساتذہ اور عملۂ دارالعلوم وقف دیوبند کے لئے یکسوئی اور اطمینان کی فضا میسر آسکی۔ **فجزاهم الله خير الجزاء.**

مذکورہ بالا تفصیلات سے دارالعلوم وقف دیوبند کا ایک خاکہ آپ کے ذہن میں آ گیا ہوگا، اس میں ادارہ چلانے والوں کے لئے یہ عبارت غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کہ: دو اداروں اور تحریکوں کی زندگی میں نشیب وفراز ضرور آئے ہیں، مگر وہ ادارے جو ایک مبنی برحقیقت فکر کی اشاعت کے لئے سرگرم عمل ہوئے ہوں ان کے حصہ میں مشکلات کچھ زیادہ ہی آتی ہیں، دارالعلوم وقف دیوبند اس سیاق وسباق میں ایک ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک اسلامی عالمینی دعوتی وعلمی فکر کا ترجمان بھی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ تمام مشکلات اس کا مقدر بنیں جو انفرادی طور پر تحریکوں کا بنتی ہے، بایں ہمہ ادارہ سے وابستہ جماعت نہ صرف ثابت قدم رہی بلکہ صبر واستقامت کے تابندہ نقوش صفحات دہر پر ثبت کئے۔

دارالعلوم وقف دیوبند کا طرۂ امتیاز

حضرت خطیب الاسلام سے کچھ اخباری نمائندوں نے دارالعلوم وقف دیوبند کے متعلق چند سوالات کئے جس کے جوابات حضرت خطیب الاسلام نے دیئے، جن سے دارالعلوم وقف دیوبند کا طرۂ امتیاز واضح ہوکر سامنے آتا ہے، وہ سوالات وجوابات درج ذیل ہیں۔

حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم سے نمائندہ اخبار ''راشٹریہ سہارا'' نے اہم موضوعات پر چند سوالات اور حضرت والا دامت برکاتہم نے تشفی بخش جوابات مرحمت فرمائے۔

س: دارالعلوم (وقف) دیوبند کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تمام مدارس اسلامیہ میں ممتاز حیثیت کا مالک ہے آپ براہ کرم اس پر روشنی ڈالیں؟

ج: دارالعلوم وقف دیوبند کا امتیاز یہ ہے کہ اس کے بانی حضرت الامام حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے عالمگیر فکر اسلامی نے اس کو عطاء کیا ہے۔ اس کا اجمال یہ ہے کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں مسلمانوں کے اوقاف پر چلنے والے مدارس اسلامیہ کو جب انگریزوں کی مسلم دشمن، غاصب حکومت نے از راہ ظلم وتعصب بہ یک جنبش قلم بحق سرکار ضبط کر کے تمام مدارس اور اسلامی مکاتب فکر کو بند ہونے پر مجبور کردیا۔ اس وقت دشمن مدارس اسلامیہ حکومت کے دور میں حضرت الامام حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے قلب مبارک میں اس تشویش انگیز خیال کا آنا الہام ربانی ہی کہا جاسکتا ہے کہ مسلم اقتدار اگر چہ ختم ہو چکا ہے مگر اس کا دوبارہ حاصل ہونا ناممکن نہیں۔ لیکن سرچشمہائے دین مدارس اسلامیہ کے بند ہونے سے ملت اسلامیہ کا اسلامی وجود ہی خطرہ میں آ گیا ہے اور اس خطرناک صورتحال کی تلافی کسی اعلیٰ تعلیم وتربیت کے جامع الصفات نبوی دعوتی فکر پر مبنی ادارہ کے قیام ہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے۔ حکومت کی معاندانہ پالیسی کے پیش نظر حضرت الامام مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی نگاہ دیوبند کی چھوٹی سی بستی پر پڑی اور آپ نے فراست ایمانی سے چھوٹی سی مسجد میں جو مسجد چھتہ کے نام سے مشہور ہے اعلیٰ تعلیم کے مدرسے اور فن حدیث کے حریت پسند مکتب فکر کی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ اوقاف کی ضبطی کے نتیجے میں ختم شدہ بنیادی مکاتب فکر یعنی دہلی کے ولی اللہی، قرآنی مکتب فکر، لکھنو کے فقہی مکتب فکر اور خیر آباد کے معقولی مکتب فکر اور جن کے مقامات مختلف اور فاصلے پر ہونے کی وجہ سے افادہ پہلے ہی محدود تھا۔ وہ اوقاف کی ضبطی کے نتیجے میں

بالکل ہی ختم ہو چکا تھا۔ حضرت الامام بانی دارالعلوم دیوبند نے ان تینوں مکاتب فکر کو دارالعلوم کی صورت میں ان کی تمام علمی خصوصیات کو یکجا کر کے، استخلاص وطن کے عظیم فکری ذوق کے ساتھ ایک عالم تاب مینارہ نور ملت کو عطاء فرمادیا۔ دارالعلوم (وقف) میں حریت وطن کے جذبہ صادق کے ساتھ تمام حقانی مکاتب فکر کی اس ''قاسمی جامعیت'' کو حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے ساٹھ سالہ دور اہتمام میں بلا شرکت غیرے عالمگیر بنا کر دارالعلوم کی عہد آفریں خدمات کو اسلام کی علمی اور تعلیمی تاریخ کا ایک ایسا تاریخ ساز اور انمٹ باب بنادیا کہ جس کے ذکر کے بغیر برصغیر کی تاریخ بھی مکمل نہیں قرار دی جاسکے گی۔ پھر اس علمی اور دعوتی امتیاز کو برقرار رکھنے کے لئے باوجود انتہائی نامساعد حالات کے دارالعلوم وقف دیوبند کا قیام عمل میں آیا، جس میں اللہ کی مشیت سے عنداللہ وعندالناس مقبول ولی اللہی علمی دعوتی مکتب فکر کی اشاعت کا ازسرنو عزم محکم کیا گیا، جس کا امتیاز امت کا قرآن وحدیث سے زندگی کے ہر پہلو کا رشتہ جوڑنا ہے۔

س: فضلائے دارالعلوم وقف کے معاشی موقف پر بھی براہ کرم کچھ روشنی ڈالیے کیوں کہ اس کو بھی آج کے معاشی نقطہ نظر سے ہدف تنقید واعتراض بنایا جاتا ہے؟

ج: پہلی بات تو یہ ہے کہ معاشی خوشحالی یا بدحالی کا تعلق کسی بھی قسم کی تعلیم سے قطعاً نہیں ہے ورنہ جہلاء میں تو کوئی بھی معاشی لحاظ سے خوشحال نظر نہ آتا۔ جب کہ اس کے برعکس جہلاء میں بھی خوشحال افراد کی کمی نہیں۔

آج کی تعلیم کا مقصد چونکہ معاش ہی قرار دے دیا گیا ہے، اس لئے تعلیم کو معاش کا ذریعہ سمجھنے والے مدارس اسلامیہ کے فضلاء کو معاشی طور پر خالی ہاتھ اگر سمجھتے ہیں تو وہ ناقابل معافی ہیں کیوں کہ وہ تعلیم کے اصل مقصد سے واقف ہی نہیں اور نہ کسی دوسرے معاشی نقطہ فکر کا علم ہی رکھتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ میں دینی احکام و ہدایات ربانی کے تحت فضلا چوں کہ ابتداء ہی سے مخلصانہ خدمت دین پر آخرت کی دائمی راحتوں کا ذریعہ ہونے کا یقین لئے ہوئے ہوتے ہیں، اس لئے معاش کے بارے اس عقیدے کے تحت کہ رزاق مطلق صرف اللہ رب العزت ہے۔ وہ خدمت دین کے ذریعہ حاصل ہوجانے والے بقدر کفاف وسیلہ معاش پر الحمد اللہ پورے طور پر مطمئن رہتے ہیں۔ کیوں کہ عیش وآرام کے ساز وسامان سے بھرپور زندگی کے نہ عادی ہوتے ہیں اور نہ طلبگار، اس لئے الحمد اللہ اس ملک کے باعزت وامن پسند فضلائے مدارس اسلامیہ نہ حکومت پر تعلیمی بوجھ بنتے ہیں اور نہ

مطالبہ معاش میں ہنگامہ بردار ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ جس طرح معاش مقصد زندگی بنانے اور ڈگریاں رکھنے والے سب کے سب مالدار نہیں ہوتے بلکہ ان میں غریبوں کی تعداد بھی کافی ہوتی ہے۔ اسی طرح دین کو مقصد بنانے والے اور معاش کو مقصد نہ بنانے والے فضلائے مدارس بھی تمام کے تمام غریب و نادار ہی نہیں ہوتے بلکہ ان میں بفضل خداوندی اچھی خاصی تعداد خوشحال لوگوں کی بھی ہوتی ہے۔ اس فکر سے ارباب اقتدار واختیار کے صحیح الفکر ہونے کی صورت یہ فضلائے مدارس زیادہ قابل قدر اور قابل اعتماد ہیں۔

س: آپ کے مدارس کے فضلاء کا تعلیم دین کے بعد میدان کیا ہوتا ہے؟

ج: ہر تعلیم اپنا میدان عمل بقدر صلاحیت خود بناتی ہے، ہمارے فضلاء کا بھی اس طبعی اصول کے تحت، میدان عمل ان کی صلاحیت کار کے بقدر ہی ہوتا ہے۔ وہ تدریس وافتاء، تقریر وخطابت، تصنیف وتالیف، تحقیق وتفکیر، سیاست، وراثت، صنعت وتجارت اور حرفت وزراعت وغیرہ کے ہر میدان میں دیانت وامانت کے ساتھ کامیاب ہیں۔ ان فضلاء کی دیانت کے جو دیگر طبقات میں کم سے کم تر ہی نہیں بلکہ اتفاقاً ہی آتی ہے۔ اہل اقتدار اگر عصبیت کی عینک اتار کر انصاف سے ان کو دیکھنا سیکھیں تو ملک کرپشن، بددیانتی، رشوت اور کام چوری وغیرہ کی لعنتوں سے بڑی حد تک نجات پا کر تیز رفتاری سے راہ ترقی پر گامزن ہوسکتا ہے لیکن

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

دارالعلوم وقف دیوبند ایک نظر میں

تاریخ ہند میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہے کہ یہاں کچھ خاندانوں کی تین نسلوں نے علم دین، قوم وملت اور خاص طور پر ملت اسلامیہ کے حق میں شاندار، روشن اور تاریخ ساز خدمات مسلسل انجام دی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے خانوادۂ مقدس نے، اس کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم محدث دہلویؒ کے خاندان گرامی نے اور پھر حجۃ الاسلام الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے خاندان گرامی کی پانچ نسلوں نے ملت اسلامیہ ہند اور قومی سطح پر وطن عزیز کی آزادی کے پروانہ وار پوری پوری ہمت وحوصلہ کے ساتھ شاملی کے میدان جنگ و جہاد میں جو عظیم الشان خدمات انجام دیں وہ تاریخ ہند اور تاریخ عزیمت کا ایسا

زریں، درخشاں اور قابل فخر باب ہے، جس کی روشنی کبھی مدہم نہیں ہوسکتی، اسی طرح ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بظاہر شکست کے بعد انہوں نے تلوار کی جھنکار کے بجائے علم وشعور دیدہ ریزی اور درد مندی کے بے کراں جذبات سے سرشار ہوکر جو علمی اور روحانی خدمات انجام دیں اور جن کا سلسلہ آج تک جاری وساری ہے، سب سے پہلے حضرت نانوتویؒ نے اپنی حیات درخشاں کے آخری دن اور آخری سانس تک جو خدمات انجام دیں ہیں اس کا نقش درخشاں رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

اس کے بعد ان کے صاحبزادۂ گرامی فخر الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور ان کے بعد صاحبزادۂ گرامی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور ان کے وصال کے بعد ان کے متعلق اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ قاسمی کے دور میں دارالعلوم دیوبند جتنا بھی تھا، جیسا بھی تھا اور جس قدر بھی تھا وہ سب حضرت قاری محمد طیب صاحب کے دور میں آپ کی مخلصانہ، دانش مندانہ، تحمل و برداشت سے لبریز طرزِ عمل، بھاگ دوڑ اور شبانہ روز کی خاموش جدوجہد اور جذبۂ بے قرار کی بدولت ہی تھا۔ دارالعلوم دیوبند کی عظمت وشہرت، ناموری اور نیک نامی جو کچھ بھی تھی، وہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ ہی کی بدولت تھی، ان کا ساٹھ سالہ دور اہتمام تاریخ دارالعلوم کا ایک تاریخ ساز، عہد آفریں، پُروقار بلکہ یادگار دور تھا۔

ان کے صاحبزادۂ گرامی، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب روح رواں و مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند نے جس طرح اپنے خانوادۂ گرامی قدر کی عالمگیر پیمانے پر خدمات کے سلسلے کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اس کو مزید وسعتیں دیں، مزید ترقیات عطا کیں اور آج تک اپنی مسلسل علالت و کمزوری اور نقاہت کے باوجود جس طرح آپ کی خدمات جاری وساری ہیں اور جس وسیع وعریض طریقہ پر رواں دواں ہیں اور تاحین حیات جاری ہیں، وہ تاریخ ہند ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم اسلام میں عہد آفریں ہے۔

دارالعلوم وقف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، بانی وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا لگایا ہوا وہ شجرۂ طوبیٰ ہے جس کی بار آور شاخیں پورے عالم اسلام پر سایہ فگن ہیں۔

دارالعلوم وقف دیوبند وہ مؤقر درسگاہ ہے جو خالص دینی و مذہبی اور وقف علی اللہ ہے جسکی بنیاد توکل علی اللہ پر ہے۔

دارالعلوم وقف دیوبند درس حق کا وہ عظیم مرکز ہے جو ہر سال سیکڑوں علماء کی کھیپ تیار کرتا ہے، جن کے قول وعمل میں اتحاد سوچ وفکر میں وسعت اور دل ودماغ علم ومعرفت سے معمور ہوتے ہیں۔

دارالعلوم وقف دیوبند کا یہ امتیاز ہے کہ اس کے اساتذہ صاحب قلم، صاحب زبان، صاحب بصیرت، صاحب الرائے اور صاحب نسبت ہونے کے ساتھ ساتھ باصلاحیت اور باصلاح بھی ہیں۔

دارالعلوم وقف دیوبند کو اس پر فخر ہے کہ نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین حکیم الاسلام خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی کی سیادت، فخر المحدثین حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مسعودی کی قیادت اور صاحبزادۂ حکیم الاسلام متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی اور محدث جلیل حضرت مولانا خورشید عالم صاحب زید مجدہم کی ایک لمبے زمانے تک فراست اور محنت حاصل رہی۔

حجۃ الاسلام اکیڈمی

دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کے انقلابی کارنامے اور برصغیر میں دین کی وقیع اور رفیع خدمات کے حوالہ سے وہ کون شخص ہے جو حجۃ لاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ کے بارِاحسان سے زیر بار اور ان کے دینی وتعلیمی کارناموں کا منت کش نہیں ہے۔ضرورت تھی کہ حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ کے علوم ومعارف اور افکار کو سہل زبان میں پیش کیا جائے، ان کی شخصیت اور انقلابی کارناموں سے دنیا کو متعارف کرایا جائے۔اس لئے اس شعبہ کا قیام عمل میں آیا جس میں:

علوم قاسمیہ کی تسہیل وتشریح کے ساتھ، علوم قاسمیہ کی روشنی میں جدید علم کلام کی تدوین، حجۃ الاسلامؒ کے علوم ومعارف کی درجہ بندی علمی وتحقیقی مناہج پر ہورہی ہے۔آپ کے افکار اور فکر دیوبند کا صحیح تعارف پیش کرانا اکابر علماء دیوبند کی علمی وتحقیقی کتابوں کا بزبان عربی اور انگلش ترجمہ بھی اولین ترجیحات میں سے ہے تاکہ اکابر دارالعلوم دیوبند کی عالمین دعوتی فکر سے دنیا کو واقف کراسکیں، جس کی طرف علمائے دارالعلوم دیوبند کو عالم اسلام کی مشہور شخصیت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے شکایتی انداز میں توجہ دلائی تھی۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی طلباء مدارس اور باحثین کے لئے علمی وتحقیقی مضامین کی اشاعت کو ممکن بناتے ہوئے وحدۃ الامۃ ششماہی عربی مجلّہ محکمہ کا اجراء بھی عمل میں آیا ہے۔جس کو دنیا کے درجنوں علماء کی تائید حاصل ہے۔ جو لوگ مجلّات محکمہ کی اہمیت وافادیت سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں

کہ اس قسم کے مجلّات کا نکالنا کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ اس تحقیقی اور تصنیفی ادارے سے اب تک اردو، عربی اور انگریزی میں چھ کتابیں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حیات طیب (اردو) (۲) عکس احمد (اردو) (۳) فقہ النوازل (عربی) (۴) العلوم والاسلام (عربی) (۵) اجتہاد اور تقلید (۶) Human Being a Distinguish Creature یہ عالمی سطح کا تحقیقی و تصنیفی ادارہ اپنے انتہائی فعال ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر مولانا محمد شکیب قاسمی صاحب کی سرپرستی میں تحقیق وتصنیف اور اکابرین دیوبند کی کتابوں کے عربی اور انگریزی تراجم کے باب میں اہم خدمات انجام دے رہا ہے، اور معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کی سوانح بنام ''حیات طیب'' بھی ترجمہ ہو کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے رفقائے کار کو مزید ہمت، طاقت اور حوصلہ عطا فرمائے، اور اس مبارک دعوتی عظیم اقدام کو اسی طرح مقبولیت اور تلقی بالقبول عطا فرمائے جس طرح ان کے آباء و اجداد کے لگائے ہوئے شجر طوبی دارالعلوم اور پھر دارالعلوم وقف دیوبند کو عطا فرمائے۔[1] **وما ذالک علی اللہ بعزیز**

---

[1] یہ تمام تفصیلات تعارف نامے دارالعلوم وقف دیوبند، حیات طیب اور مجالس خطیب الاسلام کو سامنے رکھ کر لکھی گئیں۔

حضرت خطیب الاسلام فرماتے ہیں:

’’پہلا جزو وہ تھا کہ آپ کے دماغ کو (دلائل نقلیہ وعقلیہ سے مدلل کرکے) مطمئن کیا، اور دوسرا جزیہ کہ آپ کے قلب کو نظام ذکر سے مطمئن کیا، اور تیسرا مطالبہ ہے آپ کے ’’ہاتھ اور پاؤں‘‘ ان کا مطالبہ ہے درحقیقت نظام عمل کا، اللہ نے ان کو کام کرنے والا بنا کر پیدا کیا۔‘‘

(خطبات خطیب الاسلام: ج۱،ص۱۷)

مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام میں حضرت خطیب الاسلام کا تاسیسی کردار

برصغیر ہندو پاک میں خاندان صدیقی نانوتہ کے خانوادہ قاسمی کو حق تعالیٰ شانہ نے یہ امتیاز بخشا کہ پچھلی ایک صدی میں جب بھی یہ امت طرح طرح کے انفرادی یا اجتماعی مسائل سے دوچار ہوئی اور مصائب وآلام کا شکار ہوئی تو حق تعالیٰ شانہ نے اس خانوادہ کے افراد کو ان حالات ومسائل سے نبردآزما ہونے کے لئے اس طرح کھڑا کیا کہ جیسے حق تعالیٰ شانہ نے ان کو اسی کام کے لئے پیدا کیا ہو، جب غیر منقسم ہندو پاک میں امت مسلمہ کے وجود تک کے لالے پڑ گئے تھے اور یہاں کا مسلمان حیران وششدر بغیر قیادت کے بیچ میدان میں کھڑا رہ گیا تھا اس وقت اس خانوادہ کے ایک فرد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امت کی آبیاری کی، اور اس وقت اس مجاہد نے امت مسلمہ کے وجود کی بقاء میں جو بنیادی کردار ادا کیا وہ کسی ذی ہوش سے مخفی نہیں۔

اسی طرح ۱۹۷۲ء میں پرسنل لاء میں تغیر وتبدلی کا مسئلہ بڑے زور شور سے اٹھا تھا اور اسلام کے فقہی اور شرعی مسائل کو زمانہ حال کی ضرورت کے لئے ناکافی ظاہر اور باور کرانے کی ایک نہایت مذموم حرکت اور کوشش حکومت وقت اور ناعاقبت اندیش لوگوں کی طرف سے ہوئی تو ایک مرتبہ پھر اسی خانوادہ کا وہ بطل جلیل ان مسائل سے نبردآزما ہونے کے لئے میدان میں کود پڑا جس کو ہم لوگ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام سے جانتے ہیں، راقم الحروف نے حضرت خطیب الاسلام سے مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تاریخ، قیام اور اس کے پس منظر کے بارے میں سوال کیا تو حضرت نے مفصل اس کی تاریخ راقم الحروف سے طیب منزل ہی میں بیان فرمائی۔

حضرت نے بات یہاں سے شروع فرمائی کہ:

''مسلم پرسنل لاء بورڈ کے بارے میں یہ بات کم ہی لوگوں کو معلوم ہے جب حضرت حکیم الاسلام نے اس سلسلے میں پیش قدمی کا ارادہ فرمایا تو مجھ کو (حضرت خطیب الاسلام کو) طیب

منزل میں اوپر اپنی خاص لائبریری میں اچانک ایک روز بعد نماز عشاء بلایا اور شریعت اسلامیہ کو ہندوستان میں نا قابل عمل گردانننے کے تعلق کے سارے حالات اور دشمنان اسلام کی طرف سے ہونے والی مذموم کوششوں کا تذکرہ فرمایا، اور یہ فرمایا کہ ملکی حالات کو سامنے رکھ کر اور ہندوستانی آئین کے احترام کو باقی رکھتے ہوئے ملکی سطح پر مسلم پرسنل لاء کے نظام کو حکومت سے عملی نفاذ کا مطالبہ کرکے با قاعدہ ایک تحریک کی شکل میں پیش کرنے کی اشد ترین ضرورت ہے، جس کے لئے ایک تفصیلی منصوبہ سازی کی ضرورت ہے تا کہ ہندوستان کا مسلمان اپنے آئین یعنی اسلامی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے پوری آزادی کے ساتھ یہاں زندگی بسر کر سکے وراس کی خیر نہ صرف مسلمان بلکہ برادران وطن تک اسلامی قوانین کی شکل میں ممتد ہو۔ اس کے بعد ابا جان (حضرت حکیم الاسلام) نے مجھ سے فرمایا کہ جتنا جلدی ہوسکے اس کا منصوبہ بنا کر مجھے دکھاؤ تا کہ ملکی سطح پر ایک تحریک چلا کر اس کو نافذ کرایا جاسکے۔''[۱]

یہ بیان کرنے کے بعد حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا کہ:

''یہاں سے ابتداء فرمائی اس تحریک کی، اور حضرت حکیم الاسلام نے سب سے پہلے اپنی اس فکر کو میرے سامنے رکھا، اگر ہندوستان میں رہنا ہے اور اپنے اسلامی تشخص کو اپنے شعائر کو باقی رکھنا ہے تو مسلم پرسنل لاء کے نظام کو نافذ کرنا لازم ہے، ورنہ مستقبل میں اسلامی تشخص، شعائر اور حقوق تو دور کی بات ہے آپ کے وجود کے بھی ہندوستان میں لالے پڑ جائیں گے۔''

سب سے پہلی میٹنگ یہ تھی جو مسلم پرسنل لاء کے سلسلے میں منعقد ہوئی یہاں سے مسلم پرسنل لاء کی عالمینی تحریک کی ابتدائی ہوئی۔ حضرت خطیب الاسلام مزید فرماتے ہیں:

''ابا جان نے مجھ سے فرمایا کہ اس تخطیطی عمل اور خطہ کو کب تک تیار کرکے مجھے دکھادوگے۔ میں نے پندرہ دن کی بات کی تو فرمایا کہ وقت بہت کم ہے کم سے کم وقت میں جتنی جلدی ہوسکے تیار کرکے مجھے دکھاؤ۔''

حضرت خطیب الاسلام کے بقول:

''میں نے ایک ہفتہ میں حضرت کے سامنے اس مسلم پرسنل لاء کے منصوبہ کو اپنے اعتبار سے تیار کرکے حضرت کی خدمت میں اسی مطالعہ گاہ میں پیش کیا، حضرت نے اس پر پہلے سرسری

[۱] یہ تفصیلات حضرت خطیب الاسلام نے راقم سے ۱۲ر فروری ۲۰۱۴ء کو ایک مجلس میں بیان فرمائیں۔

نظر ڈالی اور پھر عشاء کی نماز کے بعد اس کو کئی گھنٹہ بغور پڑھکر خوشی کا اظہار فرمایا اور میری اس کوشش کو بہت سراہا، اس کے بعد اس میں حسب ضرورت اصلاحات فرما کر اس کو اپنے پاس رکھ لیا۔''

اس پیش کردہ نظام کا علمی جائزہ لینے کے بعد حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرات اساتذہ وارباب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند پر مشتمل مسلم پرسنل لاء کمیٹی بنائی تاکہ یہ کمیٹی پیش آمدہ مسائل اور اسلام کے بارے میں پیش کردہ شبہات کے سلسلے میں مدلل دفاع کا فریضہ انجام دے سکے۔

اس سلسلے میں اولاً حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ممتاز فضلاء دیوبند کا ایک اجتماع ۱۴/ مارچ ۱۹۷۲ء کو دارالعلوم میں طلب کیا، جس میں ملک کے دوسرے دانشوروں کو بھی دعوت دی گئی۔

اس سلسلے میں چند انفرادی کوششیں ہوئیں، مضامین مقالات لکھے، مگر ضرورت تھی کہ اجتماعی طور پر اس مسئلے کا شرعی موقف واضح ہو کر سامنے آئے، تاکہ اس پر گورنمنٹ بھی توجہ دے سکے۔

اس نقطہ نظر سے اولاً علماء دیوبند کے منتخب حضرات اور ملک کے دوسرے مشاہیر اہل دانش کو دارالعلوم میں جمع فرمایا اور اس میں متعدد مقامی اور غیر مقامی مفکرین ملت نے شرکت فرمائی۔

ان اجتماعات کا مقصد پرسنل لاء کے بارے میں شرعی موقف متعین کرنا تھا۔

اجتماع میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کنونشن کی تجویز منظور کی گئی۔ اور ۲۷۔۲۸/ دسمبر ۱۹۷۲ء کو عروس البلاد بمبئی میں اس کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔

اس عظیم کنونشن میں ہندوستان کے مختلف مکاتب فکر کے اکابرین اور معروف و مسلم تنظیموں کے سربراہوں کو مدعو کیا گیا۔

یہ عظیم کنونشن غیر معمولی خصوصیات کے ساتھ ممبئی میں منعقد ہوا، جس کی صدارت حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمائی۔ یہ اجلاس عام مسلمانان ہند کے مختلف مکاتب فکر کے اجتماع اور نمائندگی کے لحاظ سے جس قدر غیر معمولی تھا اسی قدر خدا تعالیٰ نے اسے کامیاب بھی فرمایا۔

اسی مضمون کو ذرا قدرے تفصیل سے میرے استاذ محترم حضرت مولانا نور عالم صاحب

خلیل امینی[1] استاذ ادب عربی دارالعلوم دیوبند نے اپنی مشہور کتاب 'پس مرگ زندہ' میں بیان فرمایا۔ وہ لکھتے ہیں:

''آزادی کے بعد ہندوستان میں اسلامی شرائع کی حفاظت کا مسئلہ انگریزوں کے دور سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ثابت ہوا، اس حوالے سے دارالعلوم کے اکابر ومشائخ نے اپنا قائدانہ کردار ادا کیا، جس طرح استعماری عزائم کے خلاف ادا کیا تھا، حالات اور واقعات نے انداز کار کو بدل دینے کی دعوت دی تو وہ نئی صورتحال سے بڑی چابکدستی سے بعجلت تمام ہم آہنگ ہوگئے، اس حوالے سے اپنے اساتذہ واسلاف کے بعد قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کا کردار بڑا نمایاں اور ممتاز رہا۔

اس ملک میں آزادی کے بعد ہندو احیا پرستی، سرکاری وغیر سرکاری تعصب وتنگ نظری کے ہاتھوں مسلمانوں کو اپنی دینی شناخت کے ساتھ جینے کے لئے بڑی قربانیاں دینی پڑی ہیں۔ ان کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں، ہر سمت سے گھڑی جاتی ہی ہیں، جس کا سلسلہ دن گذرنے کے ساتھ اور شدت اختیار کرتا جارہا ہے، اتنے مسائل پیدا کیے جاتے رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنی تعمیر کے لئے موقعہ نہیں ملا، وہ ہمیشہ ان مسائل سے نپٹنے ہی میں اپنی توانائیاں صرف کرتے رہے، بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں بطور خاص مسلمانوں کے پرسنل لاء پر زور وشور سے حملہ کیا گیا۔ ۱۳۹۲ھ، ۱۹۷۲ء میں شاہ بانو کیس کا فتنہ کھڑا کیا گیا، اور مسلمانوں کے نام نہاد مغرب زدہ روشن خیال دانشوروں کے ذریعہ ہی شور مچوایا گیا کہ اسلامی شریعت عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہے، تو اس کا علمی جائزہ لینے اور اس کے بارے میں پیش کردہ شبہات کی جوابدہی کے لئے حضرات اساتذہ وارباب افتاء دارالعلوم دیوبند کی ایک مسلم پرسنل لاء کمیٹی بنائی گئی، تاکہ وہ ان مسائل کے سلسلے میں مدلل دفاع کا فریضہ انجام دے، چنانچہ کمیٹی نے خاطر خواہ طریق پر اپنا کام انجام دیا۔

---

[1] راقم نے حضرت الاستاذ سے سال ششم میں 'دیوان متنبیؔ' اور تکمیل ادب میں 'مختارات' پڑھی ہے، حضرت دوران تدریس جن باتوں کی نشاندہی فرماتے تھے بعد میں میرے بڑے کام آئیں، حضرت مجھ پر بڑی شفقت فرماتے، دوران تعلیم میں اکثر حضرت کے دولت کدہ (جو افریقی منزل میں واقع ہے) پر حاضر ہوتا حضرت اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بطور شفقت مجھ سے گفتگو فرماتے۔ آپ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ میں قلم اٹھانے کی جسارت کرسکا۔

اس سلسلے میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ نے اولاً علماء دیوبند کے منتخب حضرات اور ملک کے دوسرے مشاہیر اہل دانش کو دارالعلوم میں جمع ہونے کی دعوت دی، چنانچہ متعدد مقامی اور غیر مقامی مفکرین ملت شریک ہوئے، تاکہ پرسنل لا کے بارے میں شرعی موقف متعین کیا جائے۔ اس اجتماع میں بحث وتمحیص کے بعد، ایک مشترکہ بیان اور سوال نامہ مرتب کیا گیا، ساتھ ہی اس اجتماع نے ایک آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن کی تجویز منظور کی اور اس کی تیاری کے لئے اجتماع نے ایک تیاری کمیٹی بنائی، جس میں مقامی کمیٹی کے متعدد ممبران، اراکین شوریٰ، ماہرین قانون اور دانش وروں کو بہ حیثیت رکن تیاری کمیٹی میں شامل کیا گیا، اس کمیٹی کے کئی اجلاس دارالعلوم میں ہوئے، تیاری کمیٹی کا ایک اجتماع اوائل مئی ۱۹۷۲ء میں ہوا، جس میں متعلقہ سوال نامہ زیر بحث آیا، جسے طبع کرا کر ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء و مفتیان کرام، مفکرین اور دانشوروں کے پاس بھیجا گیا اور ان سے درخواست کی گئی کہ جولائی تک جوابات روانہ کردیئے جائیں، ان جوابات پر غور کرنے کے لئے مقامی تیاری کمیٹی کا اجلاس دارالعلوم میں ۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ (۱۴/ جولائی ۱۹۷۲ء) کو منعقد ہوا اور اس میں طے کیا گیا کہ ان جوابات پر مزید غور وفکر کرنے اور مجوزہ اجتماع عام کی تاریخیں مقرر کرنے کے لئے تیاری کمیٹی کا اجلاس ۵، ۶/ رجب ۱۳۹۲ھ (۱۵، ۱۶/ اگست ۱۹۷۲ء) کو دارالعلوم دیوبند میں بلایا جائے، چنانچہ مقررہ تاریخوں میں یہ اجلاس منعقد ہوا، اس موقع پر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱-۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲)، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱-۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴) حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷-۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵) حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب (۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳-۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵) حضرت مولانا محمد منظور نعمانی (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵-۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷) جناب ڈاکٹر مصطفیٰ حسن علوی صاحب لکھنویؒ، جناب مولانا عبدالقادر مالیگانوی، حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحب امارت شرعیہ بہار (۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶-۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲) جناب مولانا برہان الدین صاحب مدظلہ استاذ ندوۃ العلماء لکھنو (۱۳۵۶/۱۹۳۸ء) اور اراکین مسلم پرسنل لاء کمیٹی دارالعلوم دیوبند نے شرکت کرکے بحث میں حصہ لیا۔

اس جلسے میں شریک علماء واکابر نے مطبوعہ سوال نامے کے جوابا ت سننے کے بعد جو دارالعلوم

کے استاذ اور فضلا نے مرتب کئے تھے اور جن کے لئے حضرت حکیم الاسلام نے ان کے پاس چند رہنما اصول پہلے ہی سے ارسال کر دیئے تھے، سب نے اس پر اظہار مسرت کیا کہ وقت کے ان اہم ترین مسائل پر علماء کے جوابات محققانہ اور عقلی ونقلی دلائل سے مزین ہیں، جن سے مسائل زیر بحث میں اسلامی موقف پوری طرح کھل کر سامنے آ گیا ہے، اور یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ شریعت اسلامی کے نا قابل تبدیل اصول ہر دور کے مسائل کا خاطر خواہ حل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور انسانیت کی فلاح کے ضامن ہیں۔

تیاری کمیٹی کے فیصلے کے مطابق مجوزہ عام اجتماع کی تاریخ اور مقام طے کرنے کے لئے پانچ افراد کے ایک وفد نے، جو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا سید منت اللہ رحمانی، مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ اور مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہ پر مشتمل تھا، بمبئی کا دورہ کیا، بمبئی کے مخلص اور حوصلہ مند مسلمانوں نے بڑی خوشی اور گرم جوشی سے اس کا ذمہ لیا کہ یہ آل انڈیا کنونشن بمبئی میں منعقد ہو، چنانچہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کنونشن کے لئے ۲۰، ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ (۲۷، ۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء) کی تاریخیں طے ہو گئیں، مقصد کی اہمیت کے پیش نظر یہ مناسب اور مفید سمجھا گیا کہ ہندوستان کے مختلف مکاتب فکر کے اکابر اور معروف و مسلم تنظیموں کے سربراہوں کی طرف سے مشترکہ دعوت نامہ جاری کیا جائے، چنانچہ ۲۷، ۲۸/دسمبر ۲۰۔۲۱ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ کو یہ عظیم کنونشن، اپنی غیر معمولی خصوصیات کے ساتھ، بمبئی میں منعقد ہوا، جس میں ہندوستان کی تمام مسلم جماعتوں نے حصہ لیا۔

مسلمانان ہند کے مختلف مکاتب فکر کے اجتماع اور نمائندگی کے لحاظ سے یہ کنونشن جس قدر غیر معمولی تھا، اسی حد تک خدا تعالیٰ نے اسے کامیاب بھی کیا، کنونشن کے داعیوں اور مندوبین کی متفقہ رائے سے جن میں سنی، شعیہ، مہدوی، بریلوی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی کے علاوہ دوسری سیاسی غیر سیاسی جماعتوں کے رہنما موجود تھے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم کو کنوشن کا صدر منتخب کیا گیا، ہندوستانی مسلمانوں کے مختلف مذہبی مکاتب فکر اور طبقات میں سے کوئی طبقہ بھی ایسا نہیں رہا، جس کے اکابر علما وزعما کنونشن کے پلیٹ فارم پر جمع نہ ہو گئے ہوں، اس کنونشن نے اور دوسرے لفظوں میں ہندوستان کے تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں نے، متحدہ آواز کے ساتھ اپنے ریزولیوشن کے ذریعے اعلان کر دیا

کہ وہ کسی حالت میں بھی مسلم پرسنل لاء میں تغیر وتبدل کو گوارا نہیں کر سکتے، یہ شریعت اسلامی کا ایک حصہ ہے، اس متحدہ آواز کا اثر ملک اور حکومت دونوں پر پڑا اور اس ذریعے سے ہندوستان کے تمام مسلمان وحدت کلمہ کی بنا پر متحد ہو گئے، جو ہندوستان کی تاریخ میں ایک بے مثال صورت حال تھی۔

تحریک خلافت کے بعد، یہ پہلا موقع تھا کہ ہر مکتب فکر کے مسلمانوں نے متحد ہو کر اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلامی اتحاد کا ثبوت دیا، اس کے بعد آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا دوسرا عظیم اجتماع حیدرآباد میں منعقد ہوا، اس جلسے کی ورکنگ کمیٹی نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا صدر حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کو اور جنرل سکریٹری امیر شریعت بہار واڑیسہ مولانا منت اللہ رحمانیؒ کو منتخب کیا۔

بمبئی کے کنونشن کا بنیادی مقصد پرسنل لا کا تحفظ اور ترمیم سے اس کا بچاؤ کرتے ہوئے تمام مکاتب فکر کے اہل علم وفضل اور دانشوروں کو یہ اعلان کرنا تھا کہ مسلمانان ہند خواہ ان کا تعلق کسی مکتب فکر سے ہو، اپنے پرسنل لا کے تعلق سے کسی ایسے قانون کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں جو پرسنل لاء کے کسی ایک شرعی جزیئے پر بھی اثر انداز ہو، بالفاظ دیگر مسلمان اپنی معاشرتی اور ثقافتی خصوصیات اور امتیازات کو فنا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، جن پر ان کے ملی وجود کی عمارت کھڑی ہوئی ہے اور ان کا ممتاز شرعی اور قومی امتیاز قائم ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، اس دورِ آخر میں 'دفاع عن الاسلام' کے حوالے سے آزاد ہندوستان میں پہلا اور سب سے طاقت ور وسیع البنیاد پلیٹ فارم ثابت ہوا اور اپنی تاسیس کے بعد سے اب تک کسی نہ کسی شکل میں یہی اس وقت مسلمانوں کے لئے، اسلامی قوانین پر آنے والی، کسی بھی آنچ سے حفاظت کا طاقت ور اور متحدہ اسٹیج ہے اور اس کی تعمیر کا اصل سہرہ حکیم الاسلامؒ اور دارالعلوم دیوبند کے سر جاتا ہے، جو ہمیشہ ہندی مسلمانوں کا اولین قائد رہا۔ حکیم الاسلامؒ تا حیات اس کے متفقہ صدر، سربراہ اور راہ نما رہے۔''[1]

حضرت استاذ محترم کی مذکورہ بالا عبارت ''اس کی تعمیر کا اصل سہرہ حکیم الاسلامؒ اور دارالعلوم دیوبند کے سر جاتا ہے''، سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام کے بانی مبانی حضرت حکیم

[1] پس مرگ زندہ ص ۱۳۴۔۱۳۹

الاسلام ہیں، اوراس بورڈ کی اولین منصوبہ سازی حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی، ممبئی کے اولین اجلاس میں حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جو دعوتی خطبۂ صدارت پیش فرمایا وہ انہی کی ذات والا صفات ہی کا حصہ ہے، کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس اہم خطبہ صدارت میں اسلامی شریعت کی اصل دعوتی روح کو اجاگر فرمایا اور مثالوں اور دلائل وشواہد سے یہ واضح فرمایا کہ دراصل اسلامی شریعت کے قوانین مسلم پرسنل لا نہیں ہیں بلکہ یہ قوانین تو انسانی عالمی قوانین ہیں جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں، اوران قوانین کو اہل وطن کو بتلا کر ان کی خیرخواہی کی جارہی ہے کہ جن جھوٹے اور خودساختہ قوانین کے تحت تم زندگیاں گذار رہے ہو، وہ قوانین تمہارے لئے اطمینان کا باعث نہیں، بلکہ اصل قوانین فطرت ہی اسلامی قوانین شریعت ہیں، جو انسانی زندگیوں میں خوشیاں لائے اوراطمینان پیدا کرنے کے ضامن ہیں، حضرت رحمۃ اللہ کا وہ خطبۂ صدارت ایسا ہے کہ جس کو الگ سے کتابی صورت میں شائع کیا جائے اور ہر ایک عالم اور ملت اسلامیہ کا ہر وہ فرد جو انسانیت کا درد رکھتا ہواس کو بغور بار بار پڑھے۔

حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے روز اول ہی سے مسلسل رکن رکین رہے، اور پھر تاحیات اس باوقار ادارے کے نائب صدر کے عہدے پر فائز رہے، اور مسلسل اسلامی شریعت کے ہندوستان میں نفاذ کے لئے کوشش فرماتے رہے۔ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام کے ذریعہ اسلامی شریعت کے عائلی قوانین کو نافذ کرنے کے سلسلے میں جناب ڈاکٹر اسرار صاحب مرحوم انتہائی عالی کلمات استعمال فرماتے تھے، ڈاکٹر اسرار صاحب اپنی تقاریر اور درس قرآن کے بہت سے مواقع فرماتے کہ بھارت کے مسلمانوں کو میں سلام کرتا ہوں کہ جنہوں نے مذہب کے نام پر ملک کے تقسیم ہوجانے کے بعد بھی ۱۹۷۲ میں اپنا پرسنل بورڈ حکومت سے منظور کرایا، اور حکومت وقت کو ان کے عزم اور حوصلے کے سامنے جھکنا پڑا، اس کے بالمقابل پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا تھا، وہاں اب تک اسلامی شریعت کا نفاذ نہیں ہوسکا۔ حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ نے ملک کے اس باوقار ادارے کو آگے بڑھانے اور ترقی دینے میں جس اعلیٰ ظرفی اور وسیع المشربی کا ثبوت پیش فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے، چنانچہ جناب حافظ اقبال صاحب، ممبئی نے احقر سے اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ مفکر اسلام سید مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد جب مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت کا مسئلہ سامنے آیا، تو اس پرآشوب دور میں جبکہ مناصب اور عہدوں کی دوڑ میں لوگ تمام اخلاقی قدروں

کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں، اس وقت حضرت خطیب الاسلام سے لوگوں نے صدارت قبول کرنے کے لئے کہا کہ حضرت خطیب الاسلام نے خود ہی اپنے تلمیذ رشید حضرت قاضی مجاہد الاسلام رحمۃ اللہ کا نام پیش فرما دیا، اور فرمایا کہ جو کام مجھے صدر بن کر کرنے ہیں وہ میں بغیر اس کے بھی انجام دے رہا ہوں۔ بقول شاعر

بڑے وہ ہیں جو عزت اپنے چھوٹوں کی بڑھاتے ہیں
کہ دنیا میں مقام ان کا ہی اعلی ہونے والا ہے

حضرت خطیب الاسلام کی وسیع المشربی اور اعلیٰ ظرفی کوئی وقتی چیز نہیں تھی، بلکہ اعلیٰ ظرفی اور وسیع المشربی آپ کی طبیعت سلیمہ کا حصہ اور جزء لایتجزأ تھی، کہ جس کا ظہور وقتاً فوقتاً آپ کے کردار اور گفتار اور حسن اخلاق سے ہوتا رہا تھا، چنانچہ حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کے بعد پھر دوبارہ جب بورڈ کی صدارت کا مسئلہ سامنے آیا تو پھر اسی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت پیش فرمایا، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے موجودہ صدر حضرت مولانا رابع حسنی اور حضرت خطیب الاسلام کے درمیان بورڈ کے ممبران کے درمیان ووٹنگ ہوئی، ووٹنگ میں دونوں حضرات کو برابر ووٹ پڑے، جس کی وجہ سے ممبران کو تشویش ہونے لگی، تو حضرت نے خود اٹھ کر اپنا ووٹ حضرت مولانا رابع حسنی ندوی کے حق میں دے دیا، اور اس طرح حضرت کی اس اعلیٰ ظرفی کی وجہ سے مولانا رابع صاحب مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر منتخب ہوئے۔ ایسی مثالیں علمائے متقدمین میں ہوں تو ہوں لیکن آجکل یہ مثالیں مفقود ہیں کہ آج کل ہر آدمی مناصب اور عہدوں کا بھوکا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کی اصل مقاصد سے نظر ہٹی ہوئی ہے۔

حضرت خطیب الاسلام کے تعلیمی اور دعوتی اسفار

''دعوتی اسفار'' کا، عنوان اس لئے لگایا کہ حضرت خطیب الاسلام بموجب حدیث ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' انبیاء کرام کے وارث اور امین ہیں، اور کوئی بھی شخص کسی کا وارث کہلانے کا مستحق ومجاز اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا مزاج، اس کا نظام، اس کی زندگی، اس کے شب وروز، اس کا اٹھنا بیٹھنا اس کا ملنا جلنا، رہن سہن، اس کا انداز گفتگو اس کے معمولات سفر وحضر بلکہ اس کا ہر قدم تابع نہ ہوجائے اس ذات کے جس کا وہ وارث بنا ہے، بقول علامہ اقبالؔ

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو
پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے سلسلے میں حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قولًا ثَقِیْلًا﴾ (سورۃ المزمل:۵)

ہم ڈالنے والے ہیں آپ پر ایک بھاری وزن دار بات۔

وہ بھاری بات کیا ہے؟ وہ قرآن کریم ہے، جس کے نزول کا مقصد ہدایت انس وجن اور کار دعوت اور پیغام رسالت کی تکمیل ہے، لہٰذا ایک وارث نبی کی اہم ترین ذمہ داری ہے کہ وہ ہدایت انس وجن، کار دعوت اور پیغام رسالت کی تکمیل کے لئے مرحلہ حیات کے ہر ہر گوشے میں اسی سوز دروں، لگن تڑپ کے ساتھ سفر وحضر میں پیغام حق کو پہنچانے کی فکر کرے، جن کیفیات کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرات صحابہ کرام نے پہنچانے کی فکر فرمائی، چنانچہ قرآن کریم نے ایک دوسری آیت میں اسی ذمہ داری کو کچھ مزید وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا: ﴿انّ لَکَ فِیْ النَّھَارِ سَبْحاً طَوِیْلاً﴾ (سورۃ المزمل:۷) کہ آپ کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دن میں لمبا تیرنا ہے، جزیرۃ العرب میں تو پانی نہیں تھا پھر وہاں تیرنے کا کیا مطلب؟ یعنی اے نبی آپ کو اس دعوت کے پیغام کو پہنچانے اور اس کار رسالت کی تکمیل کے لئے بڑی مشقتیں اٹھانی ہیں، بڑی محنت کرنی ہے، ایک ایک انسان کے پاس ستر ستر مرتبہ جا کر پیغام رسالت پہنچانا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی

ایذاؤں اور تکالیف پر صبر کرنا ہے، لہٰذا جو وارث نبی ہوگا اس کے اوپر یہ ذمہ داری لازماً عائد ہوگی کہ وہ پیغام رسالت کو انسانیت تک پہنچانے کی فکر کرے، اس کے لئے علمی وعملی اعتبار سے اپنے کو تیار کرے، وسائل کی فراہمی کی ملک درملک کوشش کرے، اسفار کر کے لوگوں تک پہنچنے کی کوشش کرے، قریہ قریہ شہر درشہر ملک درملک پہنچ کر ابلاغ وتبلیغ کے فریضہ کو انجام دینے کی انتھک کوشش کرے۔

حضرت خطیب الاسلام کی زندگی بھی نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کا ایک عملی نمونہ ہے پیغام کی ایک عملی تفسیر ہے، جنہوں نے اس پیغام کو پہنچانے کے لئے ملک درملک، شہر درشہر اور قریہ قریہ سفر کئے اور اس جذبہ اور فکر کو منتقل کرنے کی (زندگی کے آخری مراحل تک) انتھک کوشش فرماتے رہے، اگر میں یوں کہوں کہ ان کی زندگی کا اکثر حصہ سفر میں گذرا تو ذرا مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل وراثت وہ علم ہے جو انسانیت کے لئے نافع ہو، آپ کی اس وراثت کو لے کر حضرت خطیب الاسلام ملکوں ملکوں پھرے ہندوستان میں تو شاید ہی کوئی بڑا شہر ایسا ہو جہاں اس میراث نبی کو تقسیم کرنے کے لئے نہ پہنچے ہوں۔ بقول شاعر:

کبھی راستوں میں تنہا کبھی ہوں ورودِ صحراء
میں جنوں کا ہمسفر ہوں میرا کوئی گھر نہیں ہے

اور اس سفر میں بھی حالات ایسے کہ بقول

کبھی عرش پر کبھی فرش پر کبھی ان کے گھر کبھی دربدر
غم عاشقی ترا شکریہ میں کہاں کہاں سے گذر گیا

حضرت کے پاس جب بھی میں جاتا اور بتاتا کہ حضرت کا ایک سفر ہے، اجازت بھی مرحمت فرما دیں اور دعا بھی فرما دیں تو بڑی دعائیں دیتے اور یہ جملہ اکثر وبیشتر فرماتے: اللہ دین کا داعی وحامی بنا کر لیجائے اور بسلامت وعافیت گھر لوٹائے۔ اور پھر اپنی مسرت کا اظہار فرما کر گویا ہوتے کہ کہاں کا سفر ہے؟ میں جگہ کا نام بتاتا تو فرماتے کہ ہمارا بھی وہاں کا سفر ہوا تھا۔

سفر حضرت کی زندگی کا مستقل ایک باب ہے، مستقل سفر درسفر کبھی مدارس اسلامیہ کے جلسوں میں، کبھی سیمناروں میں کبھی مسلم پرسنل لاء بورڈ کی پروقار مجالس میں کبھی اصلاحی ودعوتی اجتماعات میں، حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی پوری زندگی اس حدیث ”کن فی الدنیا کأنک غریب أو عابری سبیل“ کی مصداق بنی رہی اور دنیا میں نہ صرف مسافروں کی طرح رہے بلکہ مسافر بن کر

زندگی گذار کر دکھائی، اس ناچیز کو بھی حضرت کی جوتیوں کے طفیل میں یہ سعادت ملی کہ اکثر و بیشتر دعوتی و دینی اسفار میں جانا ہوتا ہے، میں نے ایک بات دینی و دعوتی اسفار میں جانے کے بعد یہ محسوس کی کہ دنیا کے ساتھ اس کا معاملہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر حدیث میں بیان کیا گیا کہ ''**کن فی الدنیا کأنک غریب.**'' کہ دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گذارو کہ جس طرح راستے سے مسافر گذرتا ہے، مجھے ٹرین وغیرہ میں اکثر و بیشتر اس حدیث میں بیان کردہ حقیقت کا بار بار احساس ہوتا رہتا ہے۔ بلکہ اس حدیث کا صحیح مفہوم ہی سفر میں جانے کے بعد سمجھ میں آیا۔ بقول علامہ اقبال

نہیں اس نے دیکھے ہیں پست و بلند
سفر اس کو منزل سے بڑھ کر پسند
سفر زندگی کے لئے برگ و ساز
سفر ہے حقیقت حضر ہے مجاز

جو زندگی بھر سفر میں رہا ہو اور مزید برآں اپنے والد حکیم الاسلام کو بھی بچپن ہی سے سفر میں دیکھا ہو اس کے تجربات و مشاہدات کا کیا عالم ہوگا، اس کا اندازہ حضرت کے بیانوں سے ہوتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أضـــرِبُ فــي طــول البــلادو عَـــرْضِهــــا
أنـــــالُ مـــرادی أو أمُــوُت غـــريبـــــا

میں (مقصد براری) کے لئے ملک کے طول و عرض میں جاؤں گا، گو ہر مقصود پالوں گا یا غربت کی موت مر جاؤں گا۔

فــان تــلِــفَــت نــفســی فــلـلّـــه درهــا
وإن ســلـــمــت كــان الــرجــو ع قــريبــا

اگر میری جان کام آگئی تو زہے نصیب اور اگر محفوظ رہی تو واپسی جلد ہوگی۔

کسی بھی انسان کی زندگی میں سفر کی بڑی اہمیت اس لئے ہے کہ یہ مشاہداتی اور تجرباتی علم کا سب سے بڑا ذریعہ اور اسی کی وجہ سے بے شمار مقامات، وہاں کے باشندگان، ان کے رہن سہن اور ان کے خواص مزید برآں تواریخ کا علم ایسے علماء نے محفوظ کر دیا، جنہوں نے دنیا کی سیاحی کی جن میں چند نام یہ ہیں خطیب بغدادی، ابن خلدون، ابن بطوطہ، شیخ سعدی، البیرونی اور ہماری ولی الٰہی مکتب فکر میں

شدر حال اور دینی ودعوتی اسفار کا جتنا موقع حضرت خطیب الاسلام کے والد مکرم حضرت حکیم الاسلام کو ملا شاید ہی کسی کو ملا ہو اور اس کے بعد جماعت علماء دیو بند میں حضرت خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا طارق جمیل صاحب اور حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی کو ملا، کم ہی لوگ ہیں جن کو سفر کا اتنا موقع ملا۔

حضرت خطیب الاسلام کے غیر ملکی اسفار

۱۴محرم الحرام ۱۴۳۹ھ بروز جمعرات مطابق ۱۵اکتوبر ۲۰۱۷ء عاجز حاضر خدمت ہوا حضرت مولانا شاہد صاحب، خادم خاص خطیب الاسلام وہاں تشریف فرما تھے، میں نے حضرت مولانا شاہد صاحب سے تفصیلات سفر کے متعلق سوال کیا، اس پر حضرت نے اپنے غیر ملکی اسفار کے بارے میں جو اس وقت آپ کے ذہن میں آسکے بتایا کہ میں مندرجہ ذیل ملکوں کے دینی، علمی اور دعوتی اسفار کر چکا ہوں اور ان میں سے بعض ملکوں میں کئی کئی مرتبہ دعوت دین کی نسبت سے حاضری ہوئی:

(۱)سعودی عرب	متعدد مرتبہ
(۲)مصر	متعدد مرتبہ
(۳)مراکش	متعدد مرتبہ
(۴)دبئی	متعدد مرتبہ
(۵)ابوظہبی	متعدد مرتبہ
(۶)پاکستان	متعدد مرتبہ
(۷)بنگلہ دیش	متعدد مرتبہ
(۸)ساؤتھ افریقہ	(مختلف صوبوں)
(۹)لندن	متعدد مرتبہ
(۱۰)امریکہ	متعدد مرتبہ
(۱۱)برما	
(۱۲)نیپال	متعدد مرتبہ

(۱۳) قطر	متعدد مرتبہ
(۱۴) عمان	متعدد مرتبہ
(۱۵) شام، فلسطین، بیت المقدس کا سفر	متعدد مرتبہ
(۱۶) ترکی	متعدد مرتبہ
(۱۷) اسپین	متعدد مرتبہ
(۱۸) فرانس	
(۱۹) جرمنی	
(۲۰) ازبکستان، تاشقند، بخارا سمرقند	
(۲۱) ایران	متعدد مرتبہ
(۲۲) ہونگ کانگ	
(۲۳) ری یونین	
(۲۴) زامبیا	
(۲۵) سرلنکا	
(۲۶) سفرِ افغانستان حضرت حکیم الاسلام کی معیت میں۔	

اس کے بعد حضرت نے ذہن پر دباؤ بھی ڈالا اور فرمایا کہ مزید کچھ یاد نہیں آرہے ہیں، ان میں سے بہت سے سفر غیر ملکی ایسے بھی ہیں جن میں حضرت مولانا شاہد صاحب بطور خادم حضرت کے ہمسفر رہے۔

یہ وہ ملک ہیں جن کے بارے میں خود حضرت نے نشاندہی فرمائی، اس کے علاوہ بھی دیگر ممالک ہیں جہاں حضرت کے اسفار ہوئے اور بہت سے ملکوں میں رفیق سفر حضرت مولانا حافظ اقبال صاحب جوگیشوری ممبئی بھی رہے، جنہوں نے ازراہ کرم وشفقت مجھے حضرت کی معیت میں ہوئے اسفار کے کچھ واقعات سنائے۔[۱]

[۱] یہ عاجز ۷ اربیع الاول ۱۴۳۹ھ میں جناب حافظ اقبال صاحب کے دولت کدہ پر شام بعد نماز عصر غلام مصطفیٰ بھائی کی معیت میں حاضر ہوا آپ نے بڑا پر تکلف ناشتہ کرایا اور حضرت خطیب الاسلام کی معیت میں ہوئے اسفار کی تفصیلات بتائیں۔

سفر میں حضرت کے ساتھ پیش آمدہ واقعات

پہلا سفر مصر کا حضرت کی سرپرستی میں ہوا، وہاں وزارت اوقاف کی طرف سے ہر سال کانفرنس ہوتی تھی اس میں حضرت تشریف لے جاتے تھے۔

(۱) کانفرنس کے دوران نماز ادا فرمائی

محترم جناب حافظ اقبال صاحب مدظلہ العالی نے ایک واقعہ سنایا کہ:

’’جس کانفرنس میں شرکت کے لئے حضرت تشریف لے گئے تھے، اس کی آخری نشست تھی جس میں بڑے بڑے علماء اور دانشور طبقہ، دنیا بھر سے آئے ہوئے مہمانان مزید برآں مصر کے صدر حسنی مبارک موجود تھے، دوران کانفرنس مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، مگر نا معلوم ان میں سے کوئی بھی نماز کے لئے نہیں اٹھا، کانفرنس کی وجہ سے یا پھر صدر کی آمد کی وجہ سے کہ صدر کے سامنے پروگرام کی ترتیب میں خلل واقع نہ ہو، حضرت خطیب الاسلام اسٹیج پر تشریف فرما تھے، اب ذرا دیکھئے حضرت کا اصول شریعت پر اعتماد اور اپنے اسلاف اور اکابرین کے دیئے ہوئے نظام پر بھروسہ، حضرت اسٹیج پر سے اٹھے جب حضرت اسٹیج پر سے اٹھے تو اسٹیج پر موجود لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے، حضرت نیچے اترے اور مغرب کی نماز وہیں کانفرنس ہال میں ایک جگہ پر ادا کرنی شروع کی، حضرت کا کسی لومۃ لائم کی پروا کئے بغیر نماز کا شروع کرنا تھا، لوگوں اور موجود علماء کو ذرا خجالت کے ساتھ تعجب ہوا اور پھر سب نے نماز مغرب حضرت کو دیکھ کر ادا کی، نماز کے بعد کانفرس شروع ہوئی۔‘‘

اس واقعہ سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حضرت خطیب الاسلام کے یہاں اپنے (یعنی شریعت مطہرہ کے) اصولوں پر انتہائی درجہ کی پابندی تھی، ان اصولوں پر حد درجہ مواظبت تھی اور کسی کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں تھا، دوسری بات ان اصولوں پر عمل کرنے میں کسی ’’لومۃ لائم‘‘ کی کوئی پرواہ نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت جہاں جاتے ہزاروں میں ممتاز نظر آتے اور حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے یہ فیصلہ ہوتا کہ حضرت کے وقار میں مزید اضافہ ہو جاتا اور لوگوں کے دلوں میں حضرت سے محبت جاگزیں ہو جاتی۔

حضرت خطیب الاسلام اہرامات مصر میں اور چند سائنسدانوں کے قبول اسلام کا واقعہ

(۲) محترم حافظ اقبال صاحب نے مصر کے سفر کا ایک واقعہ اور بیان فرمایا:

''اہرامات مصر دیکھنے کے لئے گئے تو فرعون کی لاش کو دیکھ کر حضرت نے ایک واقعہ چند سائنسدانوں کے قبول اسلام کا بیان فرمایا، واقعہ یہ ہے کہ فرعون کے چہرہ پر بال اگ آئے تھے، سائنسداں تحقیق کے لئے گئے، ان میں ایک مسلم سائنسدان بھی تھے، وہ اس تحقیق میں تھے کہ یہ اس طرح بالوں کا اگنا بغیر کسی کیمیکل یا دوائی کے ممکن نہیں اور اس طرح کا کوئی بھی کیمیکل اس کے بدن پر استعمال نہیں کیا گیا، پھر یہ بال آخر کیسے اُگے، اس پر اس مسلم سائنسدان نے کہا کہ تم کو تعجب ہے ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں، اس لئے کہ آج سے چودہ صدی قبل قرآن کریم اس کے بارے میں اور اس کے بدن کی حفاظت کے بارے میں دوٹوک اعلان کر چکا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿فَالْيَوْمَ ننجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً وَاِنَّ كَثِيْراً مِنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغَافِلُوْنَ.﴾ (سورہ یونس: ۹۲)

سو آج بچائے دیتے ہیں ہم تیرے بدن کو تاکہ ہووے تو اپنے پچھلوں کے واسطے نشانی اور بے شک بہت لوگ ہماری نشانیوں (قدرتوں) پر توجہ نہیں کرتے۔

وہ سب سائنسداں اس آیت کو اور اس کی تشریح کو سن کر ایمان لے آئے۔

(۳) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے مزارات پر حاضری

محترم جناب حافظ اقبال صاحب جوگیشوری نے مصر کے اس سفر کی جو حضرت کی معیت میں ہوا تھا بتایا کہ:

''ہماری حاضری حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہوئی، وہاں ایصال ثواب کیا، وہاں بعض مصریوں کو دیکھا کہ وہ خرافات و بدعات میں مبتلا ہیں مجھے بڑا تعجب ہوا مگر میں خاموش رہا، اس کے بعد ایک صحابیہؓ (جن کا نام فی الحال میرے ذہن میں نہیں) کے مزار پر حاضری ہوئی، وہاں بھی حضرت نے اور میں نے ایصال ثواب کیا، وہاں بھی دیکھا کہ مصری لوگ ان

کے مزار پر خرافات کر رہے ہیں، وہاں مجھ سے چپ نہ رہا گیا اور میں نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت یہ عرب لوگ بھی بدعات کرتے ہیں؟ (یعنی کہنے کا مقصد یہ تھا کہ چوں کفر از کعبہ می خیزد کجا ماند مسلمانی) حضرت نے برجستہ جواب دیا کہ، کیا بدعت کرنے کا حق صرف تم ہندوستانیوں ہی کو ہے؟ اس جملے پر ساتھ میں موجود حضرات ہنسنے لگے اور حضرت خود بھی مسکرائے۔''

(۴) مدعو کو مانوس کر کے دعوت پہنچانا

ایک واقعہ حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی جانشین حضرت خطیب الاسلام نے ہونگ کانگ کے سفر کا سنایا، جس سفر میں مولانا خود حضرت کی ساتھ تھے، مولانا فرماتے ہیں کہ:

''جہاں بھائی صاحب کے بہت سارے دعوتی اوصاف تھے وہاں ان کا ایک بڑا دعوتی وصف نفسیات شناسی تھا، موقع محل کا اندازہ کر کے ہی گفتگو فرماتے، اس کا اندازہ مجھے جب ہوا جب میں بھائی صاحب کے ساتھ آٹھ نو سال پہلے ہونگ کانگ گیا، وہاں ایک صاحب ہوتے تھے جن کا نام غالباً جاوید صاحب یا نوید صاحب ہے، بہر حال وہ اپنے دوست احباب کی ساتھ حضرت کے پاس آئے کہ ہم آپ کی دعوت کرنا چاہتے ہیں جس کا منشاء یہ ہے کہ یہاں عام طور پر لوگوں میں دین کی طلب کی کمی ہے، جب طلب نہیں تو دین کے بارے میں صحیح معلومات بھی نہیں، اور میرے دوست واحباب بلڈرس ہیں، ڈاکٹرس ہیں، وکلاء ہیں اور انجینئر ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ان کے سامنے دین اسلام کا تعارف پیش فرما دیں، کیونکہ ہونگ کانگ ایسی جگہ ہے، جہاں بہت کم لوگوں کا ہمارے علماء میں جانا ہوا، بھائی صاحب نے دعوت قبول فرمالی، جب ہم وہاں پہنچے تو ایک بہت بڑا ہال تھا جس میں سب حضرات جمع تھے اور اس میں ایک بہت بڑی اسکرین کا ٹی وی چل رہا تھا، جاوید صاحب جب حضرت کے ساتھ وہاں پہنچے تو وہ بڑے شرمندہ سے ہوئے کہ اور قریب تھا کہ وہ معذرت کریں کہ حضرت میں بھول گیا تھا، ان کا رویہ ایسا ہوا کہ جیسے ان سے بہت بڑی غلطی ہوگئی کہ ٹی وی کو بند نہ کروا سکے یا اس پر کوئی کپڑا وغیرہ ڈھانک دیتے، اب حضرت نے ان کے معذرت کرنے سے قبل ہی ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے یعنی کیا پروگرام چل رہا ہے ٹی وی پر، انہوں نے بتایا کہ حضرت فٹبال کا میچ

آ رہا ہے اور آج اس کا فائنل ہے جس کو پوری دنیا میں نشر کیا جا رہا ہے اور پوری دنیا کے لوگ آج اس کو دیکھ رہے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ بھائی یہ تو بہت دلچسپ چیز ہے ہم بھی دیکھیں گے، جاوید صاحب کو بڑی خوشی ہوئی اور وہ جو شرمندگی ہو رہی تھی وہ کافور ہوگئی، اب حضرت کو جاوید صاحب اور دیگر احباب بتاتے، حضرت یہ جگہ بیک ہے یہ سینٹر ہے یہ پینلٹی کورنر ہے، غرض یہ کہ حضرت نے ان حضرات کے ساتھ وہ پورا میچ دیکھا، اس اثناء میں حضرت کے درمیان اور وہاں موجود لوگوں کے درمیان اجنبیت کافی حد تک دور ہوگئی، بلکہ وہ انسیت میں تبدیل ہوگئی، حضرت اس درمیان بار بار فرماتے یہ تو بڑا دلچسپ گیم اور کھیل ہے، غرض یہ کہ اس عرصہ میں وہاں موجود لوگ حضرت سے کافی مانوس ہو چکے تھے، اس کے بعد سب نے ساتھ کھانا کھایا، پھر کھانے کے بعد حضرت نے ان حضرات کے سامنے بیان فرمایا اور اس آیت پر بیان فرمایا

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ﴾ (سورہ النحل: ۱۲۵)

اور اس آیت کے ضمن میں حضرت نے صحابی رسول ﷺ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ:

یہ جزیرۃ العرب کے سب سے بڑے اور مشہور پہلوان تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ رکانہ عرب کے مشہور آدمی ہیں، ان کا اسلام قبول کرنا تنہا ایک آدمی کا قبول اسلام نہیں ہوگا، بلکہ ان کے ایمان لانے کی وجہ سے ان کا قبیلہ اور ان کے شاگرد وہ سب بھی اسلام کی طرف راغب ہو جائیں گے، چنانچہ حضور ﷺ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور توحید باری تعالیٰ کے بارے میں بتایا انہوں نے کہا کہ دیکھو میں یہ کچھ نہیں جانتا کہ اللہ ایک ہے یا دس، میں تو ایک پہلوان آدمی ہوں اور مجھے پہلوانی پر بڑا ناز ہے، مجھ سے کشتی لڑ لو، اگر تم نے مجھے ہرا دیا میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور اگر تم ہار گئے تو تم اپنے دین پر خوش میں اپنے دین پر، دعوتی حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ کشتی کی شرط منظور کر لی جائے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کی شرط کو قبول کر لیا اور ان سے کشتی کے لئے تیار ہو گئے، اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ اللہ کے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کشتی کے لئے تھوڑا ہی پیدا کئے گئے تھے، مگر اس وقت حکمت یہی تھی کہ کشتی لڑی جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے کشتی لڑی اور کشتی میں ان کو پچھاڑ دیا، ان کو اپنی ہار کا یقین نہ آیا، اس لئے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ کی کشتی کا اعتبار نہیں، کشتی دوبارہ ہوگی، حضور ﷺ نے منظور فرمالیا، اس لئے دوبارہ کشتی ہوئی، اس مرتبہ حضور ﷺ نے ان کو ہرایا، انہوں نے اس مرتبہ بھی اپنی ہار کا یقین نہ آیا، اس لئے انہوں نے کہا کہ اب کی مرتبہ آخری کشتی ہوگی چنانچہ تیسری مرتبہ بھی حضور ﷺ نے اسی دعوتی خیرخواہی اور تڑپ میں ان سے کشتی لڑی، اور اس مرتبہ وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا، بس حضرت رکانہ اسی وقت کلمہ پڑھ کر ایمان میں داخل ہوگئے، بعد میں جب ان سے معلوم کیا گیا کہ کیا تمہیں اپنی ہار کا یقین نہیں آرہا تھا، انہوں نے کہا کہ نہیں مجھے یقین تو پہلی ہی مرتبہ ہوگیا تھا، لیکن مجھ پر قابو پانے کے بعد جس طرح حضرت محمد ﷺ نے مجھے زمین پر رکھا، وہ صرف ایک نبی ہی کرسکتا ہے، پہلوان نہیں کرسکتا، اس لئے کہ ہر مرتبہ انہوں نے مجھے زمین پر اس طرح لٹایا کہ جیسے کوئی ماں اپنے بچے کو لٹارہی ہو، ورنہ اگر کوئی پہلوان ہوتا تو اس طرح مجھے زمین پر پٹختا کہ میں پھر اٹھنے کے قابل نہ رہتا۔ کہ جو عام پہلوانوں کا اصول ہے کہ اپنے مخالف کو اس زور سے پٹختے ہیں کہ پھر وہ دوبارہ ہم سے مقابلے کی جرأت نہ کرسکے۔ ان کے ایمان قبول کرلینے کی وجہ سے ان کے قبیلے والوں اور ان کے شاگردوں نے ایمان قبول کرلیا۔

حضرت نے یہ واقعہ سنایا، جتنے حضرات وہاں موجود تھے بے انتہا متأثر ہوئے اور جاوید صاحب کا پروگرام کرانے کا مقصد پورا ہوگیا۔"

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد میچ دیکھنا نہیں تھا، بلکہ حاضرین کو مانوس کرکے ان تک دین پہنچانا مقصود تھا۔ یہی وہ حکمت نبوی ہے جس کو آپ واقعات سیرت نبوی میں جابجا دیکھیں گے۔

(۵) شیخ عبداللہ بن احمد الناخبی سے اجازت حدیث

راقم الحروف کو حضرت نے حجاز مقدس کے سفر کا ایک واقعہ کئی مرتبہ سنایا:

"دوران سفر معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑے محدث ہیں جدہ میں جن کا نام شیخ عبداللہ بن احمد الناخبی ہے اور جن کی عمر ۱۰۰ سال سے متجاوز ہے، حضرت ان سے ملاقات کے لئے تشریف

لے گئے اور ملاقات کا مقصد ان سے اجازت حدیث حاصل کرنی تھی، چنانچہ ان کے پاس پہنچے، انہوں نے بڑا استقبال فرمایا، حضرت نے ان سے اجازت حدیث کی درخواست کی، انہوں نے فرمایا حدیث کی اجازت دوں گا مگر ایک شرط پر حضرت نے دریافت کیا کہ وہ شرط کیا ہے، فرمایا کہ: پہلے آپ مجھے اپنی سند سے حدیث کی اجازت مرحمت فرمائیں گے پھر میں آپ کو اپنی سند کی اجازت دوں گا، حضرت نے شرط منظور فرمالی حسب وعدہ پہلے حضرت نے ان کو اپنی تمام سندوں کی اجازت دی، پھر انہوں نے حضرت کو اپنی تمام سندوں کے ساتھ صحاح ستہ کی اجازت حدیث مرحمت فرمائی، حضرت نے فرمایا اس طرح ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی سندوں سے اجازت حدیث دی۔''[۱]

یہ واقعہ راقم نے حضرت کی زبانی سنا تھا اور حضرت نے جدہ کے ان محدث جلیل کا نام شیخ عبداللہ بن احمد الناخبی بتایا تھا۔

ان کا پورا نام شیخ عبداللہ بن احمد بن محسن الیافعی الناخبی ہے، ان کا تعلق یمن کے قبیلہ یافع الحمیر یہ سے تھا، ان کی پیدائش ۱۳۱۷ھ کی ہے، بچپن کے ایام وطن مالوف میں گذار کر اپنے والد محترم شیخ احمد بن محسن کے ساتھ تبالہ شہر میں سکونت پذیر ہوگئے، یہاں ان کے والد لشکر میں ملازم تھے، تبالہ میں انہوں نے سات سال گذارے، اور تعلیم حاصل کی، پھر وہاں سے ہجرت کر کے 'مکلا' نامی جگہ آگئے، شیخ ناخبی نے تبالہ میں عارف باللہ شیخ سالم بن مبارک الکلالی الحمیدی سے تعلیم حاصل کی، جو شیخ عمر باد باہ کے تلمیذ رشید تھے۔ شیخ عبداللہ الناخبی نے شیخ سالم بن مبارک کی ملازمت اختیار کرلی، اور انہی سے علمی استفادہ کیا، ۱۳۴۰ھ میں مکلا ہی میں انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز فرمایا، اور مکلا ہی میں مساجد اور خانقاہوں میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمادیا، بے شمار لوگوں نے ان سے علمی استفادہ کیا، پھر وہ وہاں کی وزارت تعلیم میں مراقب کے عہدے پر فائز ہوگئے۔

شیخ عبداللہ بحیثیت شاعر بھی بہت مشہور ہوئے، اور ان کا دیوان بھی ''دیوان شاعر الدولۃ'' کے نام سے شائع ہوا، ان کی علم تاریخ خاص کر یمن کی تاریخ پر بھی گہری نظر تھی، اسی لئے تاریخ پر بھی ان کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔

شیخ عبداللہ الناخبی کو بہت سے مشائخ سے علم حدیث کی سند حاصل ہے، جن میں بعض نمایاں

[۱] راقم نے یہ واقعہ حضرت خطیب الاسلام سے کئی مرتبہ سنا۔

نام یہ ہیں۔
(۱) شیخ عمر بن حمدان المحرسی (۲) شیخ علوی بن عبدالرحمٰن المشہور (ان کی سند ان کے اساتذہ میں سب سے عالی ہے) (۳) شیخ محمد بن عوض بافضل، شیخ عمر بادباہ (۴) شیخ سالم بن مبارک الکلالی (۶) شیخ مصطفیٰ بن احمد المحضار (۷) شیخ عبداللہ بن عمر الشاطری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ شیخ عبدالہ بن احمد الناخبی سن ۱۳۹۲ھ سے جدہ میں مقیم تھے اور ہزاروں لوگ ان سے علمی استفادہ کے لئے ان کے پاس آتے تھے، کیونکہ ان کی سند عالی تھی، انہوں نے ایک ہزار سے بھی زائد علمائے عالم اسلام کو اپنی عالی سند سے حدیث کی اجازت دی، جن میں سعودی عرب، خلیجی ممالک، یمن، شام، سیریا، اردن، لبنان، مصر، مغرب ہندوستان اور پاکستان کے مشاہیر علماء شامل ہیں۔
شیخ عبداللہ بن احمد بن محسن الناخبی رحمہ اللہ کا انتقال ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ میں ہوا، انتقال کے وقت عمر مبارک ایک سو دس سال سے زائد تھی، اور فیصلیہ نامی جدہ کے قبرستان میں ان کی تدفین ہوئی۔[۱] اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ (اللہم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ)

(۶) یہی در ہے جہاں شاہان دنیا سر جھکاتے ہیں

محترم جناب حافظ اقبال صاحب دامت برکاتہم نے بیان کیا کہ میں حضرت کے ساتھ حجاز مقدس کے ایک سفر میں تھا، اس سفر میں بمقام جدہ پاکستان کے اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف ملاقات کے لئے حضرت کی قیام گاہ پر آئے، اور پھر حضرت کی مع جمیع رفقاء انہوں نے دعوت کی۔ نواز شریف غالبًا اگلے دن جدہ سے مدینہ منورہ جا رہے تھے، اسی موقعہ پر انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت مدینہ کا سفر ہے کچھ نصیحت فرما دیں، تو حضرت نے دسترخوان پر عشائیہ میں حب رسول (ﷺ) پر تقریر فرمائی، نواز شریف بہت متأثر ہوئے، تقریر کا موضوع تھا، علم، عشق اور حب رسول، میزبان اس سفر میں زبیر بھائی قنوجی تھے، جو جدہ میں مقیم ہیں، ان ہی کے ساتھ حضرت تشریف لے گئے تھے، نواز شریف حضرت کے قدموں میں بیٹھے ہوئے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے۔

(۷) اہل مدینہ کا حضرت کی دعوت کرنا

ایک واقعہ جس کو محترم جناب حضرت مولانا حافظ محمد اقبال صاحب نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں

[۱] شیخ کے حالات زندگی تفصیل سے معلوم کرنے کے لئے ان کے دیوان کے ابتدائی صفحات دیکھیں

کہ ہم رمضان المبارک میں حرم نبوی میں حضرت کے ساتھ تھے، رمضان المبارک میں حرم نبوی کے اندر روزانہ تراویح کے بعد باب بلال کے پاس بہت سے حضرات حضرت خطیب الاسلام سے ملاقات کے لئے آجاتے اہل مدینہ میں سے ایک معزز شخص نے حضرت سے کئی لوگوں کو اس طرح ملاقات کرتے ہوئے دیکھا تو وہ میرے پاس آئے اور آکر معلوم کیا کہ یہ شیخ کون ہیں؟ تو میں نے حضرت کا نام بتایا کہ یہ فلاں شیخ ہیں اور حضرت کا تعارف کرایا، انہوں نے کہا کہ میں ان کی دعوت کرنا چاہتا ہوں، تو میں نے حضرت سے معلوم کرنے کے بعد ان کی دعوت قبول فرمالی، اگلے روز تراویح کے بعد ان کے مکان پر جو احد پہاڑ کے قریب واقع تھا حاضری ہوئی اور وہاں پہلے ہی سے بہت سے بدو جمع ہوگئے تھے، یہ ریاض سے آئے تھے، وہاں پر حضرت کی علمی مجلس ہوئی، حضرت نے عربی زبان میں دارالعلوم کا تعارف کرایا، پھر عشائیہ تناول کیا، عشائیہ میں ان کے یہاں کی مشہور ڈش اور مخصوص کھانا بریانی تھی جو انتہائی مزیدار بنی ہوئی تھی، حضرت نے ایسی تقریر اور تعارف کرایا کہ وہ بار بار حضرت کی پیشانی پر پیار کرتے۔

(۸) آپ نے تو ہمیں مقدمہ باز بنادیا

حضرت کا سفر اپنے وطن نانوتہ کا ہوا حضرت کی ساتھ حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی دامت برکاتہم بھی تشریف لائے، سب حضرات بیٹھے ہوئے تھے، کتابوں کے سلسلے میں گفتگو ہورہی تھی اب تک میری اور بھائی جان کی جتنی کتابیں چھپیں ان سب پر حضرت خطیب الاسلام ہی کے مقدمات اور تقریظات ہیں، کچھ کتابیں ہماری غیر مطبوعہ تیار شدہ تھیں میں نے حضرت مولانا محمد سفیان صاحب سے ان کا تذکرہ کیا، تو حضرت مولانا محمد سفیان صاحب نے فرمایا کہ حضرت سے جس قدر ہوسکے کتابوں پر مقدمات یا تقریظات لکھوالیں، تو اس پر والد محترم نے حضرت سے درخواست کی کہ حضرت ان دونوں بچوں کی کتابوں پر مقدمات لکھدیں، اس پر ہنس کر یہ جملہ ارشاد فرمایا: آپ نے تو ہمیں مقدمہ باز بنادیا۔ اس پر سب لوگ ہنسنے لگے۔

(۹) بقول حضرت خطیب الاسلام: نانوتہ اصل وطن ہے ہمارا

حضرت خطیب الاسلام نانوتہ تشریف لائے، حضرت اخیر عمر کے ۱۲ سال میں نانوتہ اپنے وطن مالوف کا تذکرہ کثرت سے کرنے لگے تھے اور جب بھی ہم میں سے کوئی پہنچتا تو فرماتے کہ مجھے وطن

یاد آرہا ہے، حضرت نے ایک مجلس میں فرمایا بھی کہ: ”وہاں نانوتہ میں صدیقی خاندان بہت زیادہ ہے ہم لوگ بھی وہیں کے ہیں، نانوتہ اصل وطن ہے ہمارا۔“[۱]

بہر حال حضرت خطیب الاسلام نانوتہ اپنے وطن تشریف لاتے اور والد صاحب حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتوی کے مکان کے بارے میں اکثر و بیشتر فرماتے کہ ایک گھر میرا دیوبند میں ہے اور ایک نانوتہ میں حضرت کی ساتھ اور دیگر بہت سے حضرات بھی تھے، جب رخصت ہونے لگے تو والدہ کو بلایا بہت دعائیں دیں اور یہ شعر پڑھا:

بہت دل خوش ہوا اے ہمنشیں آج آپ سے ملکر
ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

(۱۰) ہمیں کبھی ڈانٹا نہیں

حضرت کا سفر ری یونین کا ہوا، اس سفر میں محترم جناب حافظ اقبال صاحب جوگیشوری بھی تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ”ری یونین میں حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا کافی بڑا حلقہ تھا، جہاں حضرت خطیب الاسلام کا پروگرام تھا، دور دراز کے حضرات بھی آگئے، وہاں پر پروگرام ہوا اور حضرت حکیم الاسلام کی نسبت سے ایک مسجد اطیب المساجد کی بنیاد رکھی اور اسی نام پر حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم نے دارالعلوم وقف دیوبند کی مسجد کا نام ”اطیب المساجد“ رکھا۔

اپنے خدام کے ساتھ حضرت کا معاملہ ویسا ہی تھا جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمایا، چنانچہ حضرت انس فرماتے ہیں:

”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال مسلسل خدمت کی اس عرصے کے دوران مجھے یاد نہیں کہ آپ نے مجھے یہ کہا ہو کہ یہ کام کیوں کیا اور نہ ہی کبھی یہ کہا کہ آپ نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔“ (بخاری شریف)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ

[۱] مجالس خطیب الاسلام

''میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا، جب بھی آپ نے مجھے کوئی کام کرنے کا حکم دیا اور مجھ سے وہ کام نہ ہوسکا تو آپ نے مجھے ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی، اگر اہل خانہ میں سے کسی نے مجھے جھڑکا تو آپ نے اسے روک دیا اور فرمایا: رہنے دیجئے! اسے کچھ نہ کہئے، جو ہونا تھا وہ ہوگیا، تقدیر میں ایسا ہی لکھا ہوا تھا۔

(مسند احمد ۳/۲۳۱۔طبقات ابن سعد ۷/۱۱)

حضرت کے سامنے چونکہ یہ اسوۂ نبوی ﷺ تھا، اس لئے حافظ اقبال صاحب فرماتے ہیں:

''سفر میں ہم ساتھ رہے کبھی کسی طرح کی غلطی ہوئی مگر کبھی ڈانٹا نہیں اور ہر بات کی خبر گیری فرماتے، دینی اصلاح کے ساتھ دنیوی کاروبار اور زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی ہمیشہ مفید مشوروں سے نوازتے۔''

(۱۱) بہار کا ایک دعوتی سفر اور حضرت خطیب الاسلام کا شان استغنا

یہ عاجز ۱۴؍اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز چہار شنبہ حضرت خطیب الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں حضرت مولانا شاہد صاحب جو ہمارے مخدوم اور حضرت خطیب الاسلام کے خادم خاص ہیں، انہوں نے راقم سے یہ واقعہ بیان فرمایا:

''۲۰۱۰ء میں میری حاضری حضرت کے ساتھ مدھوبنی ضلع میں ہوئی، وہاں کوئی بڑا پروگرام حضرت کی صدارت میں تھا، وہاں پر اس وقت بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار بھی آئے ہوئے تھے، پروگرام کے بعد حضرت سے باصرار پٹنہ تک ہیلی کوپٹر میں ساتھ چلنے کی وزیر اعلیٰ نتیش کمار صاحب نے درخواست کی، حضرت نے ان کے شدید اصرار پر ان کی درخواست قبول تو فرمالی، مگر مولانا شاہد صاحب فرماتے ہیں کہ ہیلی کوپٹر میں میں نے حضرت کو دیکھا کہ از خود وزیر اعلیٰ سے بالکل مخاطب نہیں ہوئے، خود وزیر اعلیٰ بار بار حضرت سے مخاطب تھا، حضرت نے ان کی ضروری باتوں کا جواب دیا، باقی وقت خاموشی سے گذارا، یہاں تک کہ مکمل بے نیازی کے ساتھ سفر کیا اور کوئی فون نمبر یا مخصوص موبائل نمبر حضرت نے ان سے نہیں مانگا اور یہ سب کچھ میں بغور دیکھتا رہا، حضرت مولانا شاہد صاحب کے بیان کے مطابق حضرت پر ایک خاص شان استغناء کی کیفیت طاری تھی، ہمارے حضرت سفر میں اتنا خاموش نہیں رہتے تھے، آپ کے

ساتھ سفر بڑا دلچسپ ہوتا تھا، اس روز خاص طور پر اپنی شان استغناء کا اظہار فرمایا:

جب رخصت ہوئے تو حال یہ تھا کہ وزیر اعلی جناب نتیش کمار صاحب حضرت کے سامنے ہاتھ جوڑے ہوئے دعاء کی درخواست کر رہے تھے۔

اس ناچیز نے حضرت مولانا شاہد صاحب سے عرض کیا کہ مولانا! اس میں تعجب کی کیا بات ہے، یہ تو خانوادہ قاسمی کے آباء واجداء کا شروع ہی سے طرۂ امتیاز چلا آرہا ہے، اس طرح کے حالات میں اس خانوادہ کے افرادامت کو یہ پیغام اپنی زبان حال سے دینا چاہتے ہیں کہ

ان ہی کی جہد مسلسل یہ گامزن ہوں میں
قاسم و احمد و طیب کا چمن ہوں میں
تیری زندگی اسی سے تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

حکیم الاسلام اور خطیب الاسلام کا بیت المقدس کا مبارک سفر

یہ واقعہ حضرت حکیم الاسلام کی بیاض سے حضرت خطیب الاسلام کی اجازت سے حضرت مولانا شاہد صاحب نے نقل کروایا، یہ واقعہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی بیاض سے نقل کیا ہے، وہ اپنی بیاض میں لکھتے ہیں:

’’آج یکم جمادی الاول ۱۳۸۳ھ جمادی الاولی یوم جمعہ کی شب میں بمقام بیت المقدس احقر نے حسب ذیل خواب دیکھا جو بلا شبہ از قسم مبشرات ہے۔ اور وہ یہ کہ میں دیوبند میں ہوں اور یہ معلوم ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیوبند تشریف لائے ہوئے ہیں۔

دل میں یہ ہے کہ تشریف آوری دارالعلوم میں ہوئی ہے، لوگ اشتیاق زیارت میں ہیں اور میں ارادہ میں ہوں کہ زیارت سے مشرف ہوں، اس درمیان میں کچھ یونہی سا یاد ہے کہ دارالعلوم میں حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی اجتماع میں شرکت فرمائی۔ مگر یہ پورا یاد نہیں بلکہ وہم سا یاد ہے، اسی دوران میں ایک اونچی جگہ پر ہوں اور سامنے ایک لامبی سڑک ہے جو نیچے کی طرف اترتی ہوئی بالکل ایسی جیسا کہ شاہی قلعوں میں سلامی دار راستے ہوتے ہیں، جو قلعہ کے بالائی حصے کی طرف جاتے ہیں جیسے آگرہ کے قلعے میں شاہی محلات کو جانے والا راستہ جو

کافی چڑھتا ہوا ہے اور ساتھ میں یہ بھی کچھ یاد پڑتا ہے کہ سڑک سرسبز ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ حضور اس سڑک سے گذر رہے ہیں، یعنی مدرسے سے آرہے ہیں اور قیامگاہ پر تشریف لے جارہے ہیں، قیامگاہ دومکان ہے جس میں نائب مہتمم صاحب اور مولانا حسین احمد مدنی کا مکان ہے لیکن اس وقت میں اس مکان کو ان حضرات کا نہیں سمجھ رہا ہوں، بلکہ مدرسہ کا کوئی مکان جان رہا ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ راستے سے اتر رہے ہیں، ایک چادرہ میں ملبوس ہیں اور چادرہ پورے بدن پر اوڑھے ہوئے ہیں اور کچھ اس طرح خمیدہ چل رہے ہیں جیسے نیچے کی طرف اترنے والا کچھ جھک کر چلتا ہو، یہ سڑک حضور ہی کیلئے مخصوص طور پر بنائی گئی ہے۔ جوکہ احاطہ مدرسہ کی اندرونی اور پرائیویٹ سڑک ہے، عام گذرگاہ نہیں ہے اور اس لئے بنائی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجمع کے ساتھ چلنے میں تکلیف نہ ہو۔ اس لئے آپ تنہا ہی تشریف لے جارہے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں اور خیال یہ ہے کہ قیامگاہ پر تشریف فرما ہیں وہاں جاکر زیارت سے مشرف ہوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میں قیامگاہ پر حاضر ہوا مگر معلوم ہوا کہ آرام فرمارہے ہیں۔ اس لئے اس خیال سے لوٹا کہ بعد میں حاضر ہونگا۔ میں مکان پر پہنچا تو میاں سالم پہنچ گئے۔ میں نے کہا کہ بھائی حضور تشریف لائے ہوئے ہیں، حاضری کا اور ملنے کا اہتمام کرو۔ اس پر سالم میاں نے کہا کہ میں الحمدللہ مل چکا ہوں، خدمت اقدس میں حاضری بھی دے چکا ہوں اور مجلس پاک میں بیٹھ بھی چکا ہوں اور دست مبارک پر بیعت کرکے آرہا ہوں۔ اس پر میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں نے دعاء بھی دی اور مبارکباد بھی دی۔"[1] **والحمد للہ اولاً و آخراً**

دستخط مولانا قاری محمد طیب صاحب

یکم جمادی الاولی ۱۳۸۳ھ یوم جمعہ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء

آج ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰ اپریل ۲۰۱۸ء دوشنبہ کو بعد نماز فجر جب اس خواب کا تذکرہ میں نے اپنے بھائی جان سے کیا تو بھائی جان نے فرمایا کہ الحمدللہ اس خواب کے ذریعہ تمہارا حضرت خطیب الاسلام کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست رابطہ ہوگیا۔ اس کے بعد اس خواب کا تذکرہ بھائی جان نے نیچے ناشتے پر والدہ محترمہ اور سب

---

[1] بیاض حکیم الاسلام

گھر والوں کے سامنے کیا، اس پر والدہ محترمہ نے فرمایا کہ اکثر و بیشتر میری امی (اس عاجز کی نانی اماں) کہتی تھیں کہ مہتمم ابا کے خواب بڑے سچے ہوتے تھے، یعنی ہمارے خاندان میں مہتمم ابا (حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ) کے خواب کے سلسلے میں یہ بات مشہور تھی کہ ان کے خواب بہت سچے ہوتے تھے۔

(۱۲) جوہانسبرگ میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مکمل تاریخ کا بیان اور ختم بخاری

حافظ اقبال صاحب جوگیشوری نے اس عاجز کو بتایا کہ:

''میرے دو سفر حضرت کے ساتھ جنوبی افریقہ کے ہوئے، ایک سفر ڈربن میں مفتی عبدالجلیل صاحب کی دعوت پر ہوا تھا، اس میں دارالعلوم زکریا جوہانس برگ میں ختم بخاری شریف کا درس ہوا تھا، جس میں حضرت ہی نے بخاری شریف ختم کرائی تھی اور اس ختم بخاری کے درس میں بڑے بڑے علماء نے شرکت فرمائی تھی، ایک عجیب روحانی مجلس تھی اس پر مزید یہ کہ حضرت کا عالمانہ اور بصیرت افروز خطاب، یہ ایسی جامع تقریر تھی کہ ہر شخص یہ کہہ رہا تھا کہ یہ مولانا سالم صاحب نہیں بلکہ دراصل نسبت قاسمی بول رہی تھی، اس کے بعد وہاں پر مختلف مساجد میں پروگرام ہوئے، ایک پروگرام وہاں پر جمعیۃ العلماء کے دفتر میں ہوا، جس میں لوگوں کی طرف سے ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام کے تعلق سے سوال ہوا تو حضرت نے اس کے جواب میں ایک تقریر فرمائی اور اس تقریر میں حضرت نے پوری مسلم پرسنل بورڈ کی تاریخ بیان کی۔ ہندوستان کے ان حالات کا تذکرہ فرمایا جن کی وجہ سے علمائے ہندوستان کو حضرت حکیم الاسلام کی تحریک ودعوت پر اور انہی کی سرپرستی میں یہ انتہائی اہم دعوتی قدم اٹھانا پڑا، اور کیسے اس وقت اس قانون کے ذریعہ اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے پلیٹ فارم سے ہندوستان میں اسلامی شریعت کا تحفظ ہوا۔ حضرت نے اسی تقریر کے دوران جنوبی افریقہ کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بھی اشارہ فرمایا تھا کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں کے بہی خواہان ملت کو اس طرح اقدامی اور دعوتی اقدامات نہایت ضروری ہیں کہ دین وشریعت کے قوانین حقہ کی حفاظت ہوسکے۔''

(۱۳) حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کا طریقہ کار: اسٹیج دوسروں کا بات اپنی

راقم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، تین سال قبل کی بات ہے، حضرت نے مجھے ایک واقعہ سنایا کہ:

’’حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا کام کرنے کا طریقۂ کار کیا تھا، ابھی چند سال قبل حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو جناب ڈاکٹر ذاکر نائک کی طرف سے پیس کانفرنس میں شرکت کے لئے دعوت نامہ موصول ہوا، بعض مخصوص فکر کے حاملین نے ’’ڈاکٹر ذاکر نائک‘‘ کو موضوع بحث بنا رکھا تھا، یہاں تک کہ ان پر کتابیں بھی لکھ دی گئیں، بہر حال مجھے اس سے بحث نہیں کہ انہوں نے ان کتابوں میں کیا لکھا اور ان پر کیوں لکھا، بہر حال حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا کہ ابھی کچھ ہی روز کی بات ہے کہ میرے پاس ڈاکٹر ذاکر نائک کی طرف سے دعوت نامہ آیا کہ آپ کو ہم لوگ بحیثیت صدر اپنے یہاں کے سالانہ پروگرام میں مدعو کرنا چاہتے ہیں آپ کی تشریف آوری ہمارے حق میں حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی، حضرت نے درخواست منظور فرمالی، چنانچہ تاریخ مقررہ پر حضرت ممبئی پہنچ گئے، جہاں علماء میں اس سلسلے میں پہلے ہی کافی چرچہ ہو چکا تھا اور خاص ذہنیت کے لوگ انتہائی شدت کے ساتھ اس کی مخالفت پر آمادہ تھے کہ حضرت خطیب الاسلام ہرگز ہرگز ’’ذاکر نائک‘‘ کے پروگرام میں شرکت نہ کریں، بہر حال حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ہم لوگ ایک دن قبل ممبئی پہنچ گئے، چنانچہ علماء ملاقات کے لئے آتے رہے اور سب کا اس پر اصرار تھا کہ حضرت کسی بھی طرح آپ ذاکر نائک کے پروگرام میں شرکت نہ فرمائیں، چنانچہ ایک بہت بڑی تعداد ہماری قیامگاہ پر علماء کی جمع ہوگئی تو ایک پروگرام کی سی صورت پیدا ہوگئی، اس پر حضرت کے بقول کہ میں نے وہاں ان کے سامنے ایک تقریر کی اور ان کے سامنے ان کے اسلاف اور فکر ولی الٰہی کے نظام اور تاریخ کو بیان کر کے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر اور آپ کے کام کرنے کے طریقۂ کار کو بیان کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ پروگرام دوسروں کا ہوتا، اسٹیج دوسروں کا ہوتا اور بات اپنی کہتے اور اس کو اتنا مدلل ومفصل بیان فرماتے کہ کسی کے لئے مزید گفتگو یا سوال وجواب کی گنجائش ہی باقی نہیں چھوڑتے تھے، بہر حال حضرت نے یہ تقریر

حاضرین کے سامنے فرمائی، تمام حاضرین بڑی خاموشی سے حضرت کی گفتگو سن رہے تھے بات بھی سمجھ میں آ گئی تھی مگر وہ سب حضرات چہروں کے زاویوں اور زبان حال سے گویا کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ''واعظ کا ہر ایک ارشاد بجا'' آپ کی بات سر آنکھوں پر مگر پتنالہ رہے گا وہیں پر'' موقع کی نزاکت کو محسوس فرما کر آپ نے یہ بات فرمائی، حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے محسوس کیا کہ لوگ چاہتے ہی نہیں کہ میں وہاں جاؤں، تو میں نے ان سے کہا کہ ہمارے بڑوں کا طریقہ تو یہی رہا جو میں نے آپ حضرات کو بتایا، مگر آپ کے جذبات کا احترام میرے پر لازم ہے، اس کے باوجود اگر آپ لوگ نہیں چاہیں گے تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا، میں آپ سے باہر نہیں ہوں بس یہ جملے حاضرین کے کان میں پڑنے تھے کہ ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور بآواز بلند نعرے لگائے، حضرت نے یہ واقعہ سنایا اور بے ساختہ کھلکھلا کر ہنسے اور باقی لوگ بھی ہنسنے لگے۔''[1]

اس واقعہ سے کئی باتیں معلوم ہوتیں ہیں۔

ایک تو حضرت کی نفسیات شناسی اور موقع ومحل کے اعتبار سے بروقت فیصلہ کرنا۔

دوسری بات لوگوں کے جذبات کا غیر معمولی خیال فرمانے کی عادت۔

تیسری بات اپنے سے چھوٹوں کی رائے کا احترام۔

چوتھی بات اپنے چھوٹوں پر شفقت۔

(۱۴) حضرت خطیب الاسلام کا تفقہ فی الدین

حافظ محمد اقبال صاحب جوگیشوری ممبئی نے حضرت کا ایک واقعہ راقم کو بتایا یہ واقعہ ممبئی ماہم کا ہے، کچھ لوگ حضرت کے پاس بڑی پریشانی میں آئے، مسئلہ ان کا یہ تھا کہ حضرت ہماری ہمشیرہ ہے، ان کا نکاح کا مسئلہ درپیش ہے، وہ یہ کہتی ہے کہ میں کسی داڑھی والے سے شادی نہیں کراؤں گی، مجھے داڑھی والوں سے نفرت ہے، حضرت ہمیں اس سلسلے میں تشویش ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے اس کو سمجھائیں؟ ہم نے اس کو بہت سمجھایا، عار بھی دلائی، مگر وہ اپنی ضد پر اڑی ہوئی ہے، حضرت نے بڑا حکیمانہ جواب دیا جو جواب مبنی پر حکمت بھی ہے اور حضرت کے تفقہ فی الدین پر

---

[1] یہ واقعہ راقم نے حافظ اقبال صاحب سے براہ راست سن کر محفوظ کر لیا تھا۔

دلالت بھی کرتا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اس کی خواہش کو سامنے رکھ کر عمل کریں، ورنہ شادی کے بعد مزید فتنہ میں مبتلا ہونے اور دین سے متنفر ہونے کا خدشہ ہے۔ ان حضرات نے حضرت کی بات پر عمل کیا، چنانچہ وہ سب گھر والے اور خود وہ خاتون ایک عظیم فتنہ اور گھر کی بدسکونی سے نہ صرف بچے، بلکہ بعد میں بڑی خیر ہوئی۔ اور وہی صاحبہ بتوفیق الٰہی نہ صرف یہ کہ خود محجبہ ہوگئیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی حجاب میں رہنے کی دعوت دینے لگیں اور ان کے شوہر نے بھی داڑھی رکھ لی۔

یہ ہے وہ دعوتی فقہ یا تفقہ فی الدین، جس کے بے شمار واقعات ہمیں سیرت طیبہ میں ملتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تمام حالات اور پس منظر کو سامنے رکھ کر بہت سے فیصلے ایسے فرمائے جو شروع میں ظاہری اسباب کے اعتبار سے صحابہ کی سمجھ میں نہیں آئے مگر نتائج کے اعتبار سے حکمت وہی تھی، جس کا فیصلہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مثال کے طور پر عبداللہ بن ابی سلولہ کی نماز جنازہ پڑھانا ظاہری اعتبار سے صحابہ کی سمجھ میں یہ فیصلہ نہیں آرہا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو منع فرمایا کہ یارسول اللہ رئیس المنافقین ہے، مگر چونکہ آپ کے پیش نظر حکمت یہ تھی کہ اس عمل سے ہوسکتا ہے دیگر منافقین کو ہدایت ملجائے اور ہوا بھی ایسا ہی کہ آپ کے اس عمل سے بے شمار لوگ ایمان لائے۔

بہرحال یہ واقعہ آج کے دور کی فتوی بازی اور سوشل میڈیا کی جہالتوں اور تنگ نظریوں کے دور میں انتہائی اہمیت رکھتا ہے کہ ہم بغیر سوچے سمجھے اور بغیر حالات کی نزاکتوں اور پس وپیش کو سمجھے کچھ بھی کہہ دیتے ہیں اور کچھ بھی حکم لگا دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے ہ ہمارے اس عمل سے کتنے لوگوں کی زندگیاں تباہیوں اور دین سے تنفر کا شکار ہوجاتی ہیں، اور وہ دینی مسائل جان بوجھ کر برگشتہ ہوجاتے ہیں، جو بات اسوۂ نبوی کے انتہائی خلاف ہے، اسوۂ نبوی ہمیں لوگوں کے جذبات کا احترام سکھاتا ہے، جوڑنا سکھاتا ہے، اور جوڑ صرف محبت سے ہی ہوتا ہے، عداوت اور نفرت سے نہیں ہوسکتا۔ فتویٰ بازیوں سے نہیں ہوسکتا، خدارا ان بے جا فتوی بازیوں کو چھوڑیں، اور اسلام کا پیغام محبت عام کریں، اسلام کے احکامات میں خود اتنی کشش ہے کہ لوگ خود ان پر عمل پیرا ہونے لگیں گے۔

بقول شاعر

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ میرِ کارواں میں نہیں خوئے دلنوازی

(۱۵) حضرت مستجاب الدعوات تھے

حافظ اقبال صاحب جوگیشوری نے ایک مزید واقعہ اور سنایا کہ میں نے بارہا یہ محسوس کیا کہ حضرت خطیب لاسلام مستجاب الدعوات تھے اور اس پر یہ واقعہ راقم کو سنایا کہ: ماہم میں ایک صاحب عبداللطیف نام کے تھے جو حضرت کے مرید بھی تھے، ان کا ایکسیڈنٹ ہوا، یادداشت چلی گئی اور قوت گویائی بھی، نہ یادداشت رہی اور نہ قوت گویائی، حضرت خطیب الاسلام کو معلوم ہوا تو حضرت عیادت کی غرض سے ان کے پاس ہوسپٹل تشریف لے گئے اور شفایابی کی دعا فرمائی، حضرت کو دیکھتے ہی اٹھ بیٹھے اور بحمداللہ فوراً ہی یادداشت بھی لوٹ آئی اور قوت گویائی بھی۔

سب لوگوں کو اس طرح شفایابی پر تعجب ہوا حضرت کی دعاء اور ملاقات کی برکت سے اللہ نے یہ فضل فرمایا کہ ان کی دونوں ہی چیزیں واپس لوٹ آئیں۔

(۱۶) وحدانیت باری تعالیٰ پر ۱۰۰ اسوویں دلیل ''دلیل لٹھ''۔

حضرت خطیب الاسلام نے نانوتہ کے ایک سفر میں یہ واقعہ بیان کیا کہ:

''امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ راستے میں تھے، ایک دیہاتی پر نظر پڑی جو اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا، امام غزالی رحمۃ اللہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر اس بیچارے سے آخری وقت میں شیطان نے پوچھ لیا کہ بتا تیرے پاس اللہ کے ایک ہونے کی کیا دلیل ہے تو اس کو یہ کیا جواب دے گا؟

چلوں اس کے پاس چل کر معلوم کرتا ہوں، دیکھیں یہ کیا جواب دے گا، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ بھائی تیرے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ ایک ہے؟ وہ دیہاتی یہ سنتے ہی بگڑ گیا اور فوراً ہی اپنا لٹھ اٹھایا اور امام غزالی کے سامنے لٹھ لے کر تن کے کھڑا ہو گیا اور بڑے غصے میں پوچھا کہ ذرا اب کے پوچھ کے دکھا، یہ بات تو تجھے بتاؤں گا کہ اللہ کو ایک ماننے کی دلیل کیا ہے، امام غزالی نے ہاتھ جوڑ لئے اور فرمایا ہاں بھائی سمجھ میں آ گیا کہ بے شک اللہ بغیر دلیل کے ایک ہے۔ جو ۹۹ دلیلوں کو نہ مانے تو اس کے لئے یہ ''دلیل لٹھ'' ہے۔''[۱]

---

[۱] نانوتہ میں ایک مجلس میں حضرت خطیب الاسلام نے اس واقعے کو سنایا تھا۔

(۱۷) زامبیا کا سفر اور ختم بخاری شریف

حافظ اقبال صاحب نے مجھے بتایا کہ میرا ایک سفر حضرت کے ساتھ زامبیا اپریل ۲۰۱۴ء میں ہوا، یہ سفر مولانا بوباد صاحب کی دعوت پر ہوا تھا اور مولانا ایوب صاحب وہاں پر ذمہ دار تھے۔ الجامعہ الاِسلامیہ لوساکا زامبیا میں ختم بخاری شریف کا ایک بڑا پروگرام تھا، حضرت نے وہاں بخاری شریف ختم کرائی، پھر وہاں سے مختلف مقامات پر سیر وتفریح کے لئے گئے، وہاں وکٹوریہ فال بھی دیکھا جو بقول حضرت! کناڈا کے ناگرا فال سے کافی بڑا ہے، جس کے بارے میں عام طور پر یہ مشہور ہے کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا فال ہے، مگر حضرت نے بتایا کہ زامبیا کا فال اس سے بھی بڑا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت جہاں بھی جاتے وہاں کے مشہور مقامات کی اگر وقت میں گنجائش ہوتی تو ضرور زیارت فرماتے، "سیروا في الأرض" پر عمل فرماتے کیونکہ داعی کے لئے دنیا کے جغرافیائی اور تاریخی حالات کا علم ازحد ضروری ہے۔

(۱۸) حضرت کی چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور حوصلہ افزائی

محترم بھائی جان جناب مولانا ڈاکٹر محمد اویس صدیقی نانوتوی صاحب نے ایک واقعہ آج ۱۴ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ بروز منگل مطابق یکم مئی ۲۰۱۸ء مجھے بتایا کہ میری عمر ۱۲ سال کی تھی کہ میں سال سوم میں تھا، اس وقت حضرت خطیب الاسلام قاضی امتنان کے صاحبزادے قاضی طارق صاحب[۱] کے نکاح میں تھانہ بھون تشریف لائے، گھر میں باہر چبوترے پر تشریف فرما تھے، بھائی جان کو اس زمانے میں نحوی قواعد نوک زبان پر تھے اور بھائی جان کو اہل علم حضرات سے استفادہ کا بچپن ہی سے شوق رہا اور چونکہ حضرت خطیب الاسلام اور متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے اور ان کی علمی مجالس کے واقعات بچپن ہی سے گھر میں سن رکھے تھے، اس لئے بھائی جان کو اشتیاق ہوا کہ حضرت کے پاس بیٹھ کر کچھ استفادہ کیا جائے، اسی استفادہ میں بھائی جان کے وہ سوالات بھی شامل ہوتے جو بھائی جان اپنی علمی تشنگی کو مٹانے کے لئے اہل علم حضرات سے فرماتے، بہر حال وہ حضرت کے پاس جا کر بیٹھ گئے، عمر چونکہ بہت کم تھی اور خاندانی ذہانت تھی، اُدھر حضرت

---

[۱] قاضی طارق صاحب قاضی امتنان صاحب کے صاحبزادے ہیں، جو تھانہ بھون میں مقیم ہیں اور فی الحال خاندان تھانہ بھون فاروقی کی روایات کے پاسدار وامین ہیں۔

جیسی شخصیت جو ماہر نفسیات تھے، فوراً پہچان لیا کہ بچہ بہت ذہین ہے، تو حضرت خاص طور پر متوجہ ہوئے اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا، کیونکہ حضرت کا مزاج علمی اور دعوتی تھا، ہر جگہ جہاں علمی یا دعوتی گفتگو ہوتی، اس کو پسند فرماتے، بلکہ عمومی تقریبات بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی سے علمی و دعوتی رنگ میں تبدیل ہو جاتی تھیں۔ بھائی جان نے دوران گفتگو حضرت سے معلوم کیا کہ حضرت نحو کے اعتبار سے شرط کس کو کہتے ہیں؟ اس سوال سے حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت پیار کیا اور فرمایا کہ بچہ میں ماشاءاللہ خاندانی ذہانت کے اثرات پورے پورے موجود ہیں اور پھر حضرت نے باقاعدہ ان کے اس سوال کا جواب انتہائی تشفی بخش دیا، بھائی جان نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ بھیا! اس وقت لاشعوری اور بچپن تھا ورنہ کہاں میں اور کہاں حضرت کی شخصیت، اس کو میری لاشعوری پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے کہ میں نے حضرت سے سب کے سامنے ولیمہ کی تقریب میں سوال کر دیا، مگر یہ حضرت کا اپنا امتیاز تھا کہ انتہائی شفقت کے ساتھ مجھے جواب مرحمت فرمایا، اگر جواب نہ دیتے تو حضرت کی شخصیت پر کیا اثر پڑتا مگر میری حوصلہ افزائی کی خاطر مجھے تشفی بخش جواب مرحمت فرمایا، حضرت کے بھرے مجمع میں بقول بھائی جان، جواب دینے سے میری انتہائی درجے کی حوصلہ افزائی ہوئی، اور طلب علم کی طرف مزید رغبت پیدا ہوئی، اگر خدانخواستہ منع کر دیتے اور ڈانٹ دیتے تو نقصان ہوتا۔

(۱۹) عظیم مقصد کی تکمیل کی خاطر حضرت کی قوت برداشت اور اسوۂ نبوی پر عمل

حضرت کے وصال کے بعد ہم سب لوگ گھر پر والد محترم حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتوی دامت برکاتہم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، تقریباً سبھی اہل خانہ وہاں موجود تھے تو بھائی صاحب (والد محترم کو ہم لوگ بھائی صاحب کہتے ہیں) نے ہمیں حضرت خطیب الاسلام کی ناگوار حالات پیش آنے پر قوت برداشت کا ایک واقعہ سنایا کہ میں حضرت کے ساتھ سفر میں تھا اور سفر اپنے علاقہ ہی کا تھا، میں حضرت کے ساتھ تھانہ بھون اور اس کے دیہی علاقہ میں تھا، یہ واقعہ دارالعلوم وقف دیوبند کے قیام کا ابتدائی زمانہ ہے، بھیسانی کے پاس ایک گاؤں میں پروگرام تھا، پروگرام کے بعد، حضرت کا معمول رات کو دودھ پینے کا تھا، ایک صاحب نے عجیب انداز سے کہا کہ حضرت دودھ پینا ہے تھوڑی زحمت اٹھانی پڑے گی، حضرت خاموش ہو گئے اور برداشت کر گئے، پھر وہ صاحب حضرت کو کافی دور

پیدل لے گئے اور حضرت ان تمام چیزوں کو برداشت فرماتے، حضرت ان صاحب کے یہاں تشریف لے گئے اور دودھ پیا۔

یہ واقعہ قیام دارالعلوم وقف کے ابتدائی زمانے کا ہے، مگر چونکہ ایک عظیم مقصد سامنے تھا، اس لئے اس عظیم مقصد کی تکمیل کی خاطر سب کچھ برداشت کیا۔

(۲۰) بچوں پر اپنے بزرگوں کی ملاقات کا اثر

حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۴ اپریل ۲۰۱۸ء بروز شنبہ دوپہر میں ہوا اگلے روز یکشنبہ کو دارالعلوم وقف دیوبند کی اطیب المساجد میں ایک تعزیتی پروگرام زیر صدارت جانشین حضرت خطیب الاسلام مولانا محمد سفیان قاسمی دامت برکاتہم العالیہ منعقد ہوا۔ جس میں اپنے تعزیتی کلمات میں حضرت مولانا نے حضرت خطیب الاسلام کے دبئی کے ایک سفر کا واقعہ بیان کیا کہ وہاں پر شاہد بھائی ہیں جو حضرت سے تعلق رکھتے ہیں، وہ ملاقات کے لئے حضرت کے پاس آئے، ان کے ساتھ ان کے دونوں چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے، حضرت سے انہوں درخواست کی کہ حضرت ان کے سروں پر ہاتھ رکھ دیجئے، میں ان کو یہاں ملاقات کرانے اس لئے لایا ہوں کہ اس ملاقات اور اس طرح سروں پر ہاتھ پھیرنے کا یہ نقشہ ان کے ذہنوں میں مرتسم ہو جائے گا اور آگے جا کر یہ بچے کم از کم یہ کہہ سکیں گے کہ حضرت خطیب الاسلام کو ہم نے دیکھا ہے اور اپنے والد کے ساتھ جا کر ہم نے ملاقات بھی کی تھی، حضرت نے ہمارے حق میں دعائیں بھی فرمائیں تھیں اور ہمارے سروں پر حضرت نے ہاتھ بھی رکھا تھا، یہ تمام باتیں جب ذہن میں ان بچوں کے نقش ہوں گی تو یہ ملاقات تربیت کے باب میں ایک اہم کردار ادا کرے گی اور ویسے بھی بزرگوں سے ملاقات تو ہر حال میں مفید ہی ہوتی ہے۔

(۲۱) مدینہ منورہ میں مقیم محدث جلیل کی حضرت خطیب الاسلام سے ملاقات

۱۲ فروری ۲۰۱۱ء کا واقعہ ہے کہ مدینہ منورہ سے آئے ہوئے بہت بڑے عالم اور محدث جلیل شیخ محمد محمد عوامۃ اور ان کے صاحبزادے شیخ محی الدین عوامۃ اپنے ہندوستان کے دورے کے دوران لکھنؤ سے دہلی ایرپورٹ پر جب پہنچے تو شیخ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ حضرت خطیب الاسلام شیخ مولانا محمد سالم القاسمی صاحب سنا ہے کہ مریض ہیں، طبیعت ناساز ہے، میں عیادت کرنے کے لئے جانا چاہتا

ہوں، بھائی جان نے کہا کہ ضرور انشاء اللہ میں معلوم کرتا ہوں بھائی جان نے رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت سجانمہندرا ہسپتال، دہلی میں علالت کی وجہ سے ایڈمٹ ہیں، چنانچہ میں میزبانوں کی طبیعت پر ایک قسم کے دباؤ کے باوجود شیخ محمد محمد العوامۃ دامت برکاتہم العالیہ کو سجان مہندرا ہوسپٹل لے کر پہنچا، وہاں پر حضرت سے شیخ اور ہم سب نے ملاقات کی حضرت نے استقبال کیا اور بڑی پرتپاک انداز سے ملاقات کی، شیخ محمد محمد العوامۃ بار بار حضرت کی پیشانی پر پیار کرتے اور شفاء کی دعاء مانگتے، بقول بھائی جان ایسا محسوس ہوتا تھا جیسا کہ ہم نے کتابوں میں پرانے محدثین کے بارے میں پڑھا تھا، ان دونوں حضرات کی شان بھی ان ہی کی طرح محسوس ہو رہی تھی، پھر شیخ عوامۃ نے اس ملاقات کرانے پر میرا بے حد شکریہ ادا کیا، اور یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ ہندوستان آنے کے بعد اگر شیخ سے ملاقات نہ ہوتی تو ہندوستان کا سفر ادھورا رہتا۔

(۲۲) شجرہ خاندان صدیقی نانوتہ کے اجراء کے موقع پر

(۲۴) ۲۰۱۱ء مطابق ۱۴۳۲ھ کی بات ہے کہ حضرت خطیب الاسلام نے راقم الحروف کو دیوبند خاص طور پر بلا کر حکم فرمایا کہ اگر خاندان کا شجرہ دوبارہ مرتب ہو جائے تو بہت بڑا علمی وخاندانی سرمایہ دستاویزی شکل میں محفوظ ہو جائے گا، میں نے عرض کیا کہ حضرت دعاء فرمادیں کہ میں اس کام کو کرسکوں، چنانچہ ستمبر ۲۰۱۳ء ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ کو یہ شجرہ مکمل کیا پھر حضرت کے پاس جب اس خاندانی شجرہ کو لے گیا، حضرت کی خوشی کی انتہا نہ رہی، حضرت بڑی دعائیں دیں، مزید برآں اس پر ایک انتہائی جامع مقدمہ تحریر فرمایا، جب یہ شجرہ شائع ہو گیا تو حضرت نے فرمایا کہ نانوتہ میں اس کا اجراء بھی ہونا چاہیے، چنانچہ میں نے والد محترم سے معلوم کر کے حضرت سے نانوتہ کی تاریخ لی، حضرت نانوتہ جمعہ کے دن تشریف لائے اور ہمارے مشہور چوک کے مرکزی چبوترے پر اس شجرہ خاندان صدیقی نانوتہ کا اجراء فرمایا، اس موقع پر راقم نے اپنے خاندان اور جمعیت الامام محمد قاسم النانوتوی کی طرف سے حضرت کو ایک سپاس نامہ بھی پیش کیا تھا، جس کو عاجز ہی نے پڑھ کر سنایا تھا، خاندان کے معزز حضرات نے، جن میں حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی دامت برکاتہم، والد محترم حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی صاحب، جناب نفیس صدیقی نانوتوی مرحوم، جناب مولانا ڈاکٹر محمد اویس صدیقی نانوتوی راقم الحروف اور دیگر افراد خاندان نے حضرت کو تفویض کیا، حضرت نے اس سپاس نامہ کو

لے کر سر پر رکھ لیا اور ایک جامع تقریر فرمائی۔

جس میں حضرت نے علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل وہ اشعار سنائے جو حضرت کو بہت پسند تھے۔

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟
عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

جمعہ سے قبل اس کا اجراء عمل میں آیا اور جمعہ میں جامع مسجد نانوتہ میں حضرت نے تفسیر قرآن کا آغاز فرمایا اور سورہ فاتحہ کے فضائل پر حضرت نے مبسوط کلام فرمایا، حضرت کی دعاؤں کی برکت سے اس عاجز کو یہ توفیق میسر آئی تادم تحریر پونے چار پارے مکمل ہو چکے۔ **فللّٰہ الحمد اولاً و آخراً**

مزید تفصیل اس کی آگے ''یادگار لمحات'' میں آئے گی۔

(۲۳) سفر کیرالہ

حضرت خطیب الاسلام کے خادم خاص بیان کرتے ہیں کہ حضرت کا سفر کیرالہ ہوا۔ جس میں تقریباً کیرالہ کے چھوٹے بڑے گاؤں اور قصبات میں جانا ہوا۔

''وہاں ایک خاص مسجد ''مسجد چیرامان'' جامع مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی ایک اہم تاریخ ہے کہ جس وقت شق القمر کا واقعہ پیش آیا اس وقت کیرالہ کا بادشاہ جس کا نام ''چیرامان'' تھا، وہ اپنی شریک حیات کے ساتھ چھت پر بیٹھا ہوا محو گفتگو تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ شق القمر ہوا، اس زمانے میں صحابہ کرام کی آمد ورفت تجارت کے غرض سے کیرالہ کی ہوا کرتی تھی، لہٰذا ان صحابہ میں سے ایک صحابی اس وقت حضرت مالک بن دینارؓ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ کیرالہ میں شق القمر کے معجزہ کے بعد تشریف لائے، شق القمر کے واقعہ کو بادشاہ چیرامان نے مالک بن دینارؓ سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا تھا، صحابی رسول نے بتایا کہ مکہ میں ہمارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے دولوگوں نے کہا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو انگلی سے اشارہ کیا جسکی وجہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے، پھر بادشاہ ''چیرامان'' نے حضورؐ سے ملنی کی تمنا کی اور مالک بن دینار کو ساتھ لے گئے،

بادشاہ حضور کی خدمت میں پہنچا اور پھر مشرف باسلام ہوا، واپسی میں بادشاہ کا راستہ میں انتقال ہوگیا، اس وقت بادشاہ نے یہ وصیت لکھی کہ میری فلاں جگہ کی زمین پر ایک مسجد تعمیر کی جائے۔ ان کے کسی وارث نے ایک جگہ اس مسجد کی بنیاد حضرت مالک بن دینارؓ سے ۶ھ حیات نبوی ہی میں مسجد کی بنیاد رکھی۔ جس کا آج بھی اندرونی حصہ تقریباً اسی وقت کا ہے، بیرونی حصہ میں زمانہ کے اعتبار سے کام ہوتا رہا ہے لیکن اندرونی حصہ اسی وقت کا ابھی تک موجود ہے، بلکہ اس مسجد کے دائیں طرف حضرت مالک بن دینارؓ کی اہلیہ اور انکے صاحبزادے کا مقبرہ بھی ابھی تک موجود ہے، جو آج بھی مرجع خلائق اور زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔''

الحمد اللہ حضرت مدظلہ العالی کی معیت میں اس سفر کیرالہ میں اس احقر (خادم خاص حضرت مولانا شاہد صاحب) کو بھی اس مسجد کی زیارت نصیب ہوئی، مسجد میں داخل ہوتے ہی منبر کے قریب حضرت نے نفل کی نیت باندھ لی احقر بھی نفل میں مشغول ہوگیا، وہاں سے سفر میں دقت تھی جس کی وجہ سے احقر نے چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نفلیں مکمل کیں، لیکن حضرت مدظلہ العالی نے کم وبیش ۳۵ منٹ میں دو رکعت مکمل فرمائی اور فرمایا کہ دنیاوی کام تو پیچھے لگا ہی رہتا ہے، موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔[1]

(۲۴) ممبئی، گجرات اور دمن وغیرہ کے دعوتی، علمی اور تبلیغی دورے

اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہندوستان کے تمام ہی صوبوں اور بڑے شہروں میں اپنے والد گرامی کے ساتھ دارالعلوم کی تعمیر وترقی کے لئے اصلاح امت و دعوت دین کے تعلق سے مختلف اوقات میں دینی اور دعوتی دورے ہوتے رہتے، اسی طرح پھر والد گرامی کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ بڑھ گیا اور ان مقامات پر بار بار لوگ آپ کو دعوت دیتے تھے ان تمام کی تفصیلات کو اس وقت بیان کرنا ضروری بھی نہیں، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو دینی، علمی اور دعوتی خطابات جگہ جگہ فرمائے ان کی معدودے چند تفصیلات ''خطبات خطیب الاسلام'' میں ملتی ہیں، البتہ جو تفصیلات اس وقت ہمارے سامنے ہیں ان کو بیان کردینا بھی فائدہ سے خالی نہیں، دارالعلوم وقف دیوبند کے قیام کے

[1] مولانا شاہد صاحب (خادم خاص حضرت خطیب الاسلام) نے بیاض خطیب الاسلام نقل کر کے مجھے دیا تھا، یہ واقعہ اردو روزنامہ 'انقلاب' کے کسی شمارے میں شائع ہوا۔

بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۸۵ء میں پاکستان تشریف لے گئے، اور وہاں مختلف مراکز علمیہ میں حضرت کے خطابات ہوئے، پھر وہیں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ براہ راست کراچی سے اہل ممبئی کی دعوت پر ممبئی تشریف لائے۔ جس کی تفصیلات ماہنامہ ''ندائے دارالعلوم'' کے پانچویں شمارے سن ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئیں، جس کا طویل اقتباس پیش خدمت ہے۔

''حضرت مولانا سالم صاحب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند اہل ممبئی کی دعوت پر ۶ ستمبر کو کراچی سے براہ راست ممبئی بذریعہ ہوائی جہاز تشریف لائے۔ بمبئی ایئر پورٹ پر حاجی نور محمد صاحب، ماسٹر عزیز الحق صاحب، حافظ محمد فرقان صاحب، مولانا عالم صاحب وغیرہم بہت سے معززین کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھے۔

۷/ستمبر کو مولانا عبدالحمید صاحب کی دعوت پر مدرسہ نور محمدیہ جوگیشوری میں اسلامی عبادات اور سائنس کے موضوع پر خطاب فرمایا جو تقریباً ۳ گھنٹے جاری رہا۔ اپنے مخصوص انداز میں حضرت موصوف نے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور ایسے بصیرت افروز نکتے اور حقائق بیان فرمائے کہ سامعین جو کثیر تعداد میں موجود تھے بے حد متاثر ہوئے اور بیشتر حاضرین کو حضرت حکیم الاسلام کی خطابت یاد آگئی اور بے ساختہ زبانوں پر آگیا کہ مولانا سالم صاحب کو حضرت حکیم الاسلام کی جانشینی کا جائز حق حاصل ہے۔

اس کے بعد ۸ ستمبر کو حاجی نور محمد صاحب اور مرزا محمد بیگ صاحب کی دعوت پر مرکزی علاقے چوکی محلّہ ناگپاڑہ میں بعد نماز عشاء سیرت مقدسہ کے عنوان پر فکر انگیز تقریر ہوئی آپ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کو مختلف معجزات دیئے گئے، حضور اکرم ﷺ کو جو معجزہ دیا گیا وہ علم وحکمت کا معجزہ ہے جو ایک مسلسل اور دائمی معجزہ ہے جب کہ دوسرے انبیاء کے معجزے وقتی تھے۔ آپ نے حضور ﷺ کے اس خصوصی معجزے سے امت محمدیہ کے طبقات اور جماعتوں کے وجود کا اثبات کیا اور مختلف فرقوں کے باہمی تعلق پر فکر انگیز روشنی ڈالی جس کے نتیجے میں بہت سے کٹر مخالفین دیوبند اور بدعت پسند افراد کے ذہنوں کی اصلاح ہوئی، اور وہ مجمع سے اتحاد المسلمین کے سچے جذبات اور اہل حق کے بارے میں صحیح تأثر لے کر اٹھے۔ یہ دل پذیر خطاب ڈھائی گھنٹے جاری رہا۔

۹/ستمبر کو پائپ لائن روڈ کرلا کی، جامع مسجد میں بعد نماز عشاء 'اصلاح نفس' کے موضوع پر

حضرت مدظلہ کا خطاب ہوا، جس میں موصوف نے اصلاح نفس کی ضرورت اور تدابیر پر بھرپور کلام کیا، مشائخ کی صحبت کو دینی رسائل ومواعظ کے ساتھ ضرور قرار دیا اور اصلاح احوال کے لئے بزرگوں نے جن طریقوں اور مشاغل کو کتاب وسنت کے دائرے میں اپنے تجربات کے تحت مفید وموثر پایا ان کی اہمیت وافادیت ایسے دلآویز انداز میں بیان فرمائی کہ مردہ دلوں میں جان پڑ گئی۔ ۳۰ستمبر کو کھاری جامع مسجد میں حاجی محمد صاحب کی دعوت پر بعد نماز ظہر 'فلسفہ زکوۃ' کے عنوان پر مسلسل ۲ گھنٹے تک ایسا مؤثر بیان ہوا کہ سامعین کی آنکھیں شدت تاثر سے ڈبڈبا آئیں، اسی دن جناب حافظ محمد فرقان صاحب اور حاجی ضمیر صاحب کی دعوت پر بعد نماز عشاء ہارون کمپاؤنڈ کرلا میں ایک جلسہ عام کو حضرت موصوف نے خطاب فرمایا جس میں فضیلت علم پر نہایت دلنشیں انداز میں روشنی ڈالی اور اسی ذیل میں اکابر دیوبند کے مقام علمی کی وضاحت فرمائی جس میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ تک عظیم شخصیات کی خصوصیات اور خدمات کا تعارف کرایا۔

یکم اکتوبر کو جناب حاجی محمد ادریس صاحب کی دعوت پر واپی گجرات کا سفر بذریعہ کار ہوا، بعد نماز عشاء 'ساحل' سمندر پر واقع دمن شہر میں مدرسہ اسلامیہ کے جلسہ عام میں مدارس دینیہ کی خدمات کے موضوع پر تفصیلی بیان ہوا جس کا حاصل یہ تھا کہ دینی مدارس کے بغیر امت کے دینی مسائل ومعاملات حل نہیں ہوسکتے اس لئے ان کا جود ضروری ہے اور ان مدارس کا بقاء واستحکام ملت کا فرض ہے ۲/اکتوبر کو واپی تشریف لے آئے اور رات کو بعد نماز عشاء جامع مسجد میں خطاب فرمایا۔ آپ نے اسلاف کے کردار اور موجودہ مسلمانوں کے احوال کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم بلاشبہ مسلمان کہلاتے ہیں مگر عملاً ہمارے بزرگوں کی اور ہماری زندگیوں میں بڑا فرق ہے اس دور قحط الرجال میں ضرورت کچھ قدرآور شخصیتوں کی ہے جن کے علم میں گیرائی اور گہرائی ہو۔ سوچ اور فکر میں وسعت ہو۔ کردار وگفتار میں تضاد نہ ہو سامعین ڈھائی گھنٹے تک محویت کے عالم میں یہ پراثر خطاب سنتے رہے اور اپنی حالت زار پر غور کرکے آبدیدہ ہوتے رہے۔

۳/اکتوبر تک بعد نماز عشا عمران نگر کی الفرحان مارکیٹ میں جلسہ عام منعقد ہوا جس میں حضرت نے اتحاد بین المسلمین کی اہمیت وضرورت اور افتراق وانتشار کے نقصان وخسران پر

حکیمانہ انداز میں پراثر خطاب فرمایا اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی اہمیت بتلائی بحمد اللہ اس کا پورے مجمع نے گہرا اثر قبول کیا اور بصورت تشکر اس کا اظہار کیا اس کے بعد حضرت مولانا مدظلہ ۱۵/اکتوبر کو دیوبند تشریف لائے۔"[1]

اس اقتباس کی تفصیلات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ وقت اور موقعہ کے اعتبار سے، اور مادیت وحوادث کے طوفان کی وجہ سے امت کے ذہین ترین اور پڑھے لکھے طبقے کو اسلامی وقرآنی رنگ میں ڈھالنے اور اسلام وقرآن کی حقانیت کو علمی ودعوتی رنگ میں پیش فرما کر اسلامی اصولوں کی زوالیت کو واضح فرماتے تھے، مقصد اور فکر یہ دامن گیر ہوتی کہ اگر اس شہر اور بستی کا پڑھا لکھا سمجھے جانے والا طبقہ ان اسلامی اصولوں کی ابدیت اور لازوالیت کو سمجھ گیا تو باقی لوگ بھی اس طرف جھک جائیں گے، جیسا کہ الگ الگ مواقع پر تقاریر وخطابات کے عناوین سے واضح ہوتا ہے، مثلاً اسلامی عبادات اور سائنس، سیرت مقدسہ اور قرآن، اصلاح نفس، اتحاد بین المسلمین اختلاف مسالک کے باوجود امت کو بن کر چلنے کی ترغیب، علم حاصل کرنے کی ترغیب، مدارس دینیہ کی علمی ودعوتی افادیت اور جگہ جگہ ان کے قیام کی ضرورت جیسے منفرد عناوین پر خطابات فرماتے۔

ہندوستان کے مختلف شہروں میں وقتاً فوقتاً دعوتی اسفار کے علاوہ حضرت خطیب الاسلام کا کئی مرتبہ سفر پاکستان بھی ہوا، اور تقریباً پاکستان کے مشہور شہروں اور مشہور دینی مراکز میں تشریف لے گئے، اور جہاں بھی تشریف لے گئے وہیں دعوتی خطابات بھی ہوئے، نومبر ۱۹۸۵ء کے ایک طویل پاکستانی سفر کی مختصر روئداد ماہنامہ "ندائے دارالعلوم وقف دیوبند" کے فروری ۱۹۸۶ء کے شمارے میں مولانا محمد اسلام قاسمی صاحب کی تحریر کردہ ایک رپورٹ پیش خدمت ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کے مختلف علاقوں اور شہروں میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جگہ جگہ کس قدر والہانہ استقبال ہوا، اور انتہائی اہم دعوتی، تفسیری، علمی اور دینی موضوعات پر جگہ جگہ خطابات ہوئے، پیش خدمت ہے اس سفر مبارک کی روائداد کی آخری قسط:

(۲۵) حضرت خطیب الاسلام کا ایک سفر پاکستان

لاہور میں مختلف اجتماعات میں شرکت کے بعد ۲۸ اکتوبر کو راولپنڈی روانگی عمل میں آئی جہاں

---

[1] "ندائے دارالعلوم" شمارہ ۵، سن ۱۹۸۶ء

مولانا نجم الحسن تھانوی صدر مجلس صیانۃ المسلمین کے گھر قیام رہا، وہاں مدرسہ فاروقیہ دارالعلوم کے علاوہ دیگر مدارس میں اجتماعات منعقد ہوئے خاص طور پر مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے مدرسہ تعلیم القرآن میں پھر شیخ شامی کی دعوت پر انٹرنیشنل اسلامک اسٹڈیز اسلام آباد میں مخصوص مندوبین علماء کا اجتماع ہوا جس میں اساتذہ مخصوص علماء، اور ریسرچ اسکالر مدعو تھے اور حضرت مولانا محمد سالم قاسمی سے اصول تفسیر کے موضوع پر علمی خطاب کی درخواست کی گئی، اسلامک اسٹڈیز کے ڈائریکٹر ڈاکٹر افضل صاحب کی بھی دعوت تھی وہ سب حضرات وہیں جمع تھے جس میں حضرت مہتمم صاحب نے علمی اسلوب میں بلیغ خطاب فرمایا جس پر بہت سے اسکالروں نے عرض کیا کہ اس تقریر سے ہمارے بہت سے نہ سمجھ میں آنے والے مسائل بھی حل ہوگئے ہیں اور یہ کہ اتنی جامع اور مفصل تقریر اس موضوع پر اب تک نہیں سنی تھی پہلے تو حضرت مہتمم صاحب کو عربی میں استقبالیہ دیا گیا، جس کے جواب میں حضرت نے عربی میں ہی خطاب کیا تھا، لیکن حسب طلب آپ نے اردو میں بھی خطاب فرمایا۔

اس کے بعد ریکٹر ڈاکٹر افضل صاحب کی دعوت پر الطبق ہوٹل میں تقریباً ۱۵۰ مخصوص مدعوئین کے سامنے اہم خطاب ہوا۔

تمام علماء حضرات نے آپ کو فیصل مسجد دکھائی جو دنیا بھر میں تمام مسجدوں سے حسین اور کشادہ ہے حضرت مہتمم صاحب کا بیان ہے کہ میں نے اب تک ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کی بیت المکرّم (مسجد) کو ہی بہت حسین اور عالیشان دیکھا تھا لیکن مسجد فیصل اس سے بہت آگے ہے جس پر کروڑوں روپئے خرچ ہوئے ہیں جو عجائبات میں شمار کی جاسکتی ہے خاص طور سے اس کا محل وقوع کہ ہر طرف پہاڑیاں سی ہیں اور نشیب میں یہ مسجد۔

۵ نومبر ۸۵ء کو کراچی کا سفر شروع ہوا جہاں مسلسل اجتماعات جاری ہیں، گویا کراچی والوں کو حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند کی صورت میں موقع غنیمت میسر آگیا تھا جس سے وہاں کے باشندے مستفید بھی ہوتے رہے اور ان کے وعظ سے مستفیض بھی اور چونکہ ربیع الاول کا مہینہ تھا اس لئے مدارس اور جامعات کے علاوہ بھی علاقوں میں سیرت النبی کے جلسے ہوئے اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا سیرت النبی پر خطاب بے نظیر اور بے مثل ہے اس لئے پاکستان کے مسلمان ان کے خطابات سے محظوظ ہوتے رہے اور اپنے دلوں کو ایمان و

یقین کے جذبوں سے منور کرتے رہے۔

خاص طور پر مولانا سلیم اللہ صاحب صدر وفاق المدارس کے جامعہ فاروقیہ اور حضرت مفتی شفیع علیہ الرحمہ کے قائم کردہ دارالعلوم کورنگی میں اہم اجلاس ہوئے اس کے علاوہ ایک اہم اجلاس الفاران انٹرنیشنل کلب کے ایک ذیلی دفتر کے افتتاح کے موقع پر ہوا۔ یہ کلب یہودیوں کے قائم کردہ روٹری اور لائنس کلب کے بالمقابل نوجوانوں کا ایک اسلامی اجتماعی تصور ہے جس کو وہ علمی جامہ پہنا رہے ہیں اور اس کو عالمگیر پیمانے پر چلانے کے لئے کوشاں ہیں اس کے منعقدہ اجتماع میں حضرت کی تقریر کا موضوع تھا اسلام اور بین الاقوامیت جس میں انہوں نے یہ بتلایا کہ بین الاقوامیت (انٹرنیشنل) کا تصور ہی اسلام کا دیا ہوا ہے اراکین نے حضرت کے بعض مشورے اور کلمات اپنے آئین اور دستور میں شامل کرنے کا وعدہ بھی لیا۔

۱۶/ نومبر کو مولانا محمد آصف قاسمی، قاری وحید ظفر قاسمی کی معیت میں حضرت مولانا کا سفر میر پور خاص سندھ کی جانب ہوا وہاں دو اجتماعات سے خطاب کے بعد ۱۸/ اکتوبر کو کراچی واپسی ہوئی۔ ۱۹/ کو مولانا آصف صاحب کے گھر پر نشست ہوئی اسی دوران الفاران کلب کے زیر اہتمام منتخب اہل علم افراد کے لئے دو میٹنگیں ہوئیں جس میں حضرت نے خطاب فرمایا۔

۲۳/ نومبر مولانا محمد حنیف مہتمم منیر المدارس ملتان کی دعوت پر ملتان کا سفر ہوا۔ بڑا عظیم الشان اجتماع تھا، خیر المدرس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شریف کشمیری جو دارالعلوم دیوبند کے استاد بھی رہ چکے ہیں سے ملاقات ہوئی خیر المدارس کے زیر انتظام مسلمان لڑکیوں کا ایک مدرسہ قائم ہے وہاں بھی اجتماع منعقد ہوا، ملتان میں ہی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن فیصل آباد سے تشریف لائے تھے انہوں نے اپنے مدرسے میں آنے کی دعوت دی اور اصرار کیا۔

۲۴/ نومبر کو ملتان سے بہاول پور کے مدرسہ میں جانا ہو جہاں مدرسہ کے ذمہ داران نے ایک عظیم الشان اجتماع کا اعلان کر رکھا تھا۔ ۲۵ نومبر کو عالمی تنظیم ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں دعوت تھی وہاں استقبالیہ دیا گیا جس میں شہر کے معزز افراد علماء اور کارکنان تنظیم موجود تھے دن میں متفرق اداروں کا معائنہ کرایا گیا بعد بعد مغرب اجلاس عام ہوا جس میں حضرت نے بڑی پر مغز، فکر انگیز اور دلوں کو ایمان سے منور کرنے والی نیز ختم نبوت کی حیثیت واہمیت پر مشتمل بصیرت افروز تقریر فرمائی۔

وہاں سے واپس ملتان۔ پھر ۲۶ کو کراچی کا دوبارہ دورہ پیش آیا جہاں ۱۱ر دسمبر ۸۵ء تک پروگرام جاری رہا حضرت مہتمم صاحب نے ڈاکٹر عبدالحیٔ خلیفہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ سے اس دوران تین بار ملاقات کی دوبار ڈاکٹر صاحب نے مکان پر ہی دعوت دی، انہوں نے اپنی تالیفات کا ہدیہ بھی پیش کیا۔ اسی دوران دارالعلوم کراچی میں ایک بہت ہی بڑا اجتماع منعقد ہوا جہاں حضرت نے خطاب عام کیا۔

جب حضرت مولانا قاسمی کی کراچی اطلاع کی خبر حضرت مولانا فقیر محمد صاحب خلیفہ ارشد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کو ملی تو خود نفس بنفیس ملاقات کے لئے تشریف لائے، ملاقات فرمائی اور پشاور آنے کی دعوت دی ان سے کراچی میں واقع ''عائشہ ٹرسٹ'' میں ملاقات ہوئی تھی، مولانا فقیر محمد صاحب کے اصرار پر آدھ گھنٹہ خطاب ہوا پھر آخری نشست ممتاز مخیرّ جناب ممتاز الدین صاحب کے مکان پر ہوئی۔

چونکہ فیصل آباد کیلئے دعوت طے تھی اس لئے ۱۲ر دسمبر کو فلائٹ سے فیصل آباد تک کا سفر ہوا ائیر پورٹ پر مولانا عبدالحلیم اوران کے مدرسہ کے لوگ اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب موجود تھے ملتان میں اگر خود مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے دعوت دی تھی اس لئے ان کے اصرار پر پہلے ان کے مدرسہ جانا ہوا لیکن پہلے مولانا عبدالحلیم صاحب کے مدرسہ میں اجتماع ہوا جمعہ کا دن تھا اس لئے جمعہ کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن کے مدرسہ میں اجتماع عام ہوا دونوں مدارس کے اساتذہ طلبہ اور عام مسلمان شریک ہوئے خطاب پر مغز اور عام فہم رہا جس سے سامعین کو بڑی مسرت ہوئی اور استفادہ بھی۔

۱۴ر دسمبر کو صبح بذریعہ کار سرگودھا پہنچے وہاں بعض علماء سے ملاقاتوں کے بعد واپسی ہوئی مغرب کے بعد ایوب انسٹی ٹیوٹ ملتان میں اجتماع عام میں شرکت ہوئی فیصل آباد کے میزبان جناب صفدر صاحب دیوبند ہی کے رہنے والے ہیں ان کے یہاں کھانے سے فراغت کے بعد اسلام آباد راستہ میں۔ راولپنڈی میں پھر قیام رہا دوبارہ ڈاکٹر افضل اور جسٹس الفضل سے ملاقات ہوئی۔ بیرسٹر عبدالصمد صاحب کے مکان پر قیام رہا جہاں پر دوبارہ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب تشریف لائے، انہیں بڑی محبت اور شفقت تھی جو ضعیف ہو چکے ہیں لیکن حضرت مہتمم صاحب سے ملنے کے لئے دوبارہ تشریف لائے اور پھر باصرار اپنے یہاں پہونچنے کی دعوت دی،

۱۹؍دسمبر جمعرات کے دن لاہور واپسی ہوئی وہاں جامعہ اشرفیہ میں تین دن قیام رہا مختلف اجلاس میں خطاب فرمانے کے بعد مولانا فقیر محمد صاحب کی دعوت کا خیال کرتے ہوئے پشاور کا سفر درپیش ہوا ۲۴؍دسمبر کو پشاور یونیورسٹی میں ایک اہم تقریر ہوئی جس کا عنوان تھا ''دور حاضر اور عالم اسلام'' جہاں مولانا فضل حنان، مسرت ایڈوکیٹ، مولانا فقیر محمد کے صاحبزادے حاضر تھے اس خطاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی وہاں مولانا کی بے حد پذیرائی ہوئی۔

پروگرام اگرچہ فوراً واپسی کا تھا لیکن موسم خراب ہونے کی وجہ سے رات کو اسلام آباد پھر اگلے روز یعنی ۲۵ دسمبر کو فلائٹ سے لاہور کا سفر ہوا۔

۲۶ دسمبر کو گوجرانوالہ میں مولانا نعیم اللہ کے مدرسہ میں عظیم الشان اجلاس سے خطاب کرنے کے بعد حضرت مہتمم صاحب مولانا زاہد الراشدی کے مدرسہ میں تشریف لے گئے گوجرانوالہ میں تین اجتماعات کے شرکت کے بعد رات کو واپس لاہور۔ ۲۷ دسمبر کو دو بجے فلائٹ وہاں رات قیام رہا اگلے دن دیوبند روانہ ہوگئے، اور اس طویل عرصہ کے سفر پاکستان میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند نے بہت سے اجتماعات سے خطاب کیا علماء دانشوران ملاقاتیں ہوئیں اور سفر کا ایک خوشگوار اثر لیتے ہوئے واپس دیوبند تشریف لائے اور فوراً ہی بخاری شریف کو درس دینا شروع کردیا۔[۱]

(۲۷) حضرت خطیب الاسلام دیارِ حبیب ﷺ میں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الحج المبرُوْرُ لیس لَهُ جَزَاءٌ الا الْجنَّة (بخاری و مسلم)

حج مقبول کا سوائے جنت کے کوئی بدلہ نہیں۔

حجاز مقدس اور دیار حرمین شریفین کی حاضری کا شرف انسان کی زندگی کا ایک ایسا سرمایہ ہے، جہاں سے ہر شخص کی یادیں وابستہ ہیں، ہر انسان کے مشاہدات وتجربات ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ اور جداگانہ ہیں، جہاں پر انسان اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی اکھٹی کرکے باذن اللہ جاتا ہے، بے شمار لوگ تو ایسے ہیں کہ بلکہ زیادہ تر پہلے لوگ تو ایسے ہی تھے جن کو صرف ایک مرتبہ جانے کا موقع ہی

۱ ماہنامہ ''ندائے دارالعلوم وقف دیوبند'' شمارہ فروری ۱۹۸۶ء، رپورٹ: مولانا محمد اسلام قاسمی صاحب

میسر آیا، وہی زیارت اول ہوتی اور وہی آخر، جہاں جا کر لوگ اپنی مرادوں اور تمناؤں کو پورا کرواتے اور دیار نبی سے وداع کہتے ہوئے حسرتوں کو ساتھ لے آتے کہ نہیں معلوم کہ اب دوبارہ زندگی میں یہاں کی حاضری نصیب ہوگی کہ نہیں، جہاں ہر انسان کے حالات مختلف، کیفیات جداگانہ، ارمان علیحدہ، جذبات دیگر اور قدم قدم پر نصرت خداوندی کے وعدے، ایسی مبارک ومقدس سرزمین پر کسی خوش نصیب کو بار بار جانے کی سعادت مل جائے تو اس کے نصیبے اور قسمت کے کیا ہی کہنے، بقول شاعر:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حرمین شریفین کے حضرت کے مختلف ایسے علمی ودعوتی اسفار ہوئے جن میں حضرت نے اپنے نور علم سے وہاں پر موجود حضرات کے قلوب کو منور فرمایا، پھر ان اسفار میں بھی حضرت کبھی اپنے والدین کے ساتھ ہیں، کبھی اہلیہ محترمہ کے ساتھ، کبھی صاحبزادیوں کے ساتھ، کبھی اپنی ہمشیرہ کے ساتھ، کبھی صاحبزادگان کے ساتھ، کبھی اپنے احباب اور علماء کو معیت اور رفاقت کا شرف عطا فرماتے ہیں۔ کبھی اپنے احفاد کے ساتھ اور کبھی خدام، مریدین اور متوسلین کے ساتھ دیار محبوب میں پروانہ وار حاضری کی سعادتوں سے نوازے جاتے ہیں۔

وہاں پر ہر حاجی کے حج کرنے کے اپنے الگ الگ تجربات ومشاہدات ہوتے ہیں اور غیبی نصرت کے عجیب عجیب مظاہر سامنے آتے ہیں، حضرت خطیب الاسلام کے ساتھ وہاں کیا کیا واقعات پیش آئے اور حضرت کے کیا کیا تجربات ہیں وہ ہمارے پاس محفوظ نہیں، کیونکہ حضرت کا حج کوئی عام آدمی کا حج نہیں تھا، بلکہ ایک عالم، ایک محدث، ایک فقیہ ایک سچے وارث نبی کا حج تھا، کون کون حضرات علماء میں سے ملاقات کے لئے آئے ہوں گے اور کن کن معاملات میں مشورے کئے ہوں گے اور کتنے ہی اصحاب علم وفضل کی علمی تشنگی دور ہوئی ہوگی اور کتنی علمی مجالس ہوئی ہوں گی، آپ کی تقاریر سے کتنے ہی حضرات فیضیاب ہوئے ہوں گے، کتنے ہی لوگ بیعت ہوکر داخل سلسلہ ہوئے ہوں گے۔

حضرت کا حج ویسا ہوگا جیسا کہ ہم لوگ اکثر وبیشتر اپنے قدیم علماء سلف کے حج کی روداد کتابوں میں پڑھتے ہیں اور بڑے خوش نصیب ہیں وہ حضرات جن کو حضرت کے ساتھ حج کرنے کا موقع میسر آیا۔ بہرحال جن حضرات نے حج کیا یا جن حضرات نے حج کے دوران حضرت سے استفادہ کیا ان

کے پاس تو چیدہ چیدہ واقعات کی شکل میں کچھ چیزیں مل سکتی ہیں، ورنہ زیادہ تر واقعات غیر محفوظ ہیں۔حضرت نے پہلا حج اپنے والدین کے ساتھ ۱۹۵۴ء میں کیا، اس حج کی روداد سفر کاش ہمارے پاس موجود ہوتی، کیونکہ خود بھی ایک بڑے جلیل القدر عالم، محدث، فقیہ اور والد بزرگوار حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حکیم الامت مرشد تھانوی کے تربیت یافتہ اور پھر اپنے والدین کے ساتھ سفر کا مزہ اور روحانی کیفیات بالکل مختلف ہوتی ہیں۔

(۲) دوسرا حج بھی اپنے والدین کے ساتھ ۱۹۵۸ء میں کیا، یہ ایک بڑی سعادت کی بات ہے کسی بھی انسان کے لئے کہ اسے اپنے والدین کی ساتھ حج جیسے عظیم فریضہ کی ادائیگی کی سعادت میسر آجائے۔

(۳) تیسرے حج میں حضرت نے اپنی اہلیہ محترمہ اور اپنی چھوٹی صاحبزادی محترمہ عظمی قاسمی صاحبہ کو شرف رفاقت عطا فرمایا، ۱۹۶۴ء میں کیا۔حضرت نے جو حج ۱۹۶۴ء میں کیا اس کی واپسی پر اہل خانہ کی طرف سے زبردست استقبال ہوا، اور حضرت خطیب الاسلام کے برادر مکرم جناب ڈاکٹر اعظم قاسمی صاحب نے ایک تہنیتی نظم لکھی، پھر انکی واپسی پر اس نظم کو جناب وقار صاحب نے پڑھا۔

(۴) چوتھا حج حضرت نے اپنے والد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اپنی اہلیہ محترمہ، اپنی ہمشیرہ ہاجرہ نازلی اور اپنے بہنوئی حامد الغازی انصاری کے ساتھ ۱۹۷۸ء میں کیا۔

(۵) اہلیہ محترمہ اور صاحبزادۂ گرامی قدر حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب بھی حضرت خطیب الاسلام کی معیت اور رفاقت سفر سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ سفر مبارک سن ۱۹۹۷ء میں ہوا، اس سفر مبارک کی خاص بات یہ تھی کہ حضرت خطیب الاسلام نے حج سے فراغت کے بعد ایک نظم لکھی، جس کا عنوان تھا ''نذر حجاج بیت الحرام'' پھر اس کے بعد ذیلی عنوان ہے ''نقد حیات کل تھی، ہے قرض حیات آج'' ارض حرم میں، ......ارض وطن میں

یہ نظم اپنے اندر انتہائی اہم پیغام رکھتی ہے، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی فکر کی غمازی کرتی ہے، اور حج کے اصل پیغام کو واضح کرتی ہے۔ حج بیت اللہ کے پیغام کو واضح کرنے کے لئے نظم کا آخری شعر بڑی اہمیت کا حامل ہے، جس میں بڑے درد کے ساتھ بڑی تڑپ کے ساتھ دعوتی فکر واضح فرماتے ہیں:

پیام حق رسانی ہوگئی پیدا اگر دل میں
تو حج مبرور ہے اس کی یہ دستاویز ہے ساقی

افادۂ عام کے لئے نظم کے سارے اشعار ترتیب کے ساتھ درج ذیل ہیں:

جہاں کل تھے وہاں ہر نقش پا نقش ہدایت تھا
جہاں اب ہو ضلالت کا صبو لبریز ہے ساقی
جہاں کل تھے، وہاں بوبکر و عثمان کی وفائیں تھیں
جہاں اب ہو، جفاؤں میں ہر ایک چنگیز ہے ساقی
جہاں کل تھے وہاں تھی دین و ایماں کی سرفرازی
جہاں اب ہو، دیانت داں سیاست ریز ہے ساقی
جہاں کل تھے، وہاں سرہستی، توحید غالب تھی
جہاں اب ہو، وہاں شرکِ تمسخر خیز ہے ساقی
جہاں کل تھے، وہاں تھی بندگی کی جدولیں جاری
جہاں اب ہو، رعونت کی وہاں فالیز ہے ساقی
جہاں کل تھے، اخوت کا پیام عالم نے پایا تھا
جہاں اب ہو، سرشتیں واں، عداوت خیز ہیں ساقی
جہاں کل تھے، وہاں باطل شکن لہریں ہی لہریں تھیں
جہاں اب ہو وہاں باطل بلاانگیز ہے ساقی
جہاں کل تھے متاع بندگی عجز و تواضع تھی
جہاں اب ہو، رذائل ہی کی رستہ خیز ہے ساقی
جہاں کل تھے وہاں تھی بندگی ہر جنبش لب میں
جہاں اب ہو انانیت ہی معنی خیز ہے ساقی
جہاں کل تھے، وہاں تابانیاں تھیں خاور حق کی
جہاں اب ہو وہاں ہر لمحہ ظلمت خیز ہے ساقی
شفا کا نسخۂ نایاب مکہ سے ہوا حاصل

کہ ادھر خاک مدینہ جو شفا آمیز ہے ساقی
انہی تحفوں میں پنہاں ہیں تمام اسرار عرفانی
ادھر دیکھو تو رومی ہے ادھر تبریز ہے ساقی
شفا کے دونوں یہ تحفے پئے تقسیم ملتے ہیں
مرض انسانیت دیکھو قیامت خیز ہے ساقی
پیام حق رسانی ہوگئی پیدا اگر دل میں
تو حج مبرور ہے، اس کی یہ دستاویز ہے ساقی

محمد سالم قاسمی

بتاریخ ۱۶/ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۳/اپریل ۱۹۹۷ء

(۶) چھٹا حج حضرت نے بیس افراد کے قافلے کے ساتھ جس میں حضرت مولانا عاقل حسامی (حیدرآباد) بھی تھے ۱۹۹۹ء میں کیا، علماء کا یہ قافلہ خود عظمت کا حامل مزید برآں جس قافلے کے روح رواں حضرت خطیب الاسلام ہوں، کس قدر سعادتمند ہیں وہ حضرات جن کو سفر حج میں حضرت خطیب الاسلام کی رفاقت نصیب ہوئی۔

(۷) ساتواں حج حضرت کا اپنے چھوٹے صاحبزادے محترم جناب عدنان قاسمی صاحب کے ساتھ ہوا، یہ ۲۰۰۱ء میں کیا۔ ذیل میں ایک سفر حج کی منظوم مبارک باد پیش کی جارہی ہے، جس کو مولانا قمر عثمانی نے منظوم کیا ہے، جس کا عنوان ہے ''محبت کی زباں تم ہو''

اپریل ۱۹۹۸ء میں ترجمان فکر دیوبند خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہ صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سفر حج سے واپسی پر ان کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔

از: مولانا قمر عثمانی

محبت کی زباں ہو تم مروت کا نشاں ہو تم
بحمد اللہ روایاتِ سلف کے پاسباں ہو تم
نظر آنے لگی ہے صاف منزل کامرانی کی
مثال غنچہ و گل ہم تو جان گلستاں ہو تم
سعادتِ حج بیت اللہ کی حاصل ہوئی تم کو

بجا ہے اس عطا پر جس قدر بھی شادماں ہو تم
ملی ہے دولت حکمت بھی اور شیریں بیانی بھی
حقیقت میں علوم قاسمی کے ترجماں ہو تم
بکھر کر رہ گیا تھا قافلہ جب وقت کے ہاتھوں
پکار اٹھا تمہیں نے دوستو آؤ کہاں ہو تم
زمانہ ہوگیا ہے معترف حسنِ قیادت کا
تمہارے ساتھ ہیں سب جانب منزل رواں ہو تم
تحمل استقامت سیرت و کردار کا جوہر
جہاد زندگانی میں عزیمت کا نشاں ہو تم
شرافت نرم خوئی غم گساری کا نمونہ ہو
مگر باطل کے حق میں ایک تیغ بے اماں ہو تم
نقوش زندگی کو فیض طیب نے نکھارا ہے
سبق جس سے ملے ہم کو وہ روشن داستاں ہو تم
چراغ امید کا اپنا قمر روشن رہنا ہے
فضا تاریک ہے تو کیا کہ مہر زرفشاں ہو تم

حضرت خطیب الاسلام کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے اور اپنے نبی کے دیار میں بار بار حاضری کا شرف بخشا، یہ کوئی معمولی سعادت نہیں، چنانچہ حضرت سفر حج کے علاوہ بھی دیار مقدس کی زیارت کے لئے کئی مرتبہ تشریف لے گئے کچھ مختصر سی تفصیلات درج ذیل ہے۔

(۱) پہلا عمرہ ۱۹۷۵ء رابطہ عالمی اسلامی مکہ مکرمہ کا اجلاس منعقد ہوا اس موقع پر عمرہ کی سعادت میسر آئی، یہ عمرہ اپنے والد حضرت حکیم الاسلام کی معیت میں ہوا۔

(۲) دوسرا عمرہ کا سفر رابطہ عالم اسلامی کے ممبران کو بموقعہ صد سالہ دعوت دینے کے لئے ۱۹۷۹ء میں ہوا۔

(۳) تیسرے سفر میں صاحبزادی محترمہ اسماء قاسمی اور اہلیہ حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی ساتھ گئیں۔

(۴) چوتھا عمرہ حضرت نے ۲۰۰۹ء میں کیا۔

(۵) پانچواں عمرہ حضرت نے ۲۰۱۳ء میں محترم جناب حافظ اقبال کے ساتھ کیا، حافظ اقبال صاحب نے حضرت کے ساتھ چار عمرہ کئے ہیں جن میں ایک سفر میں ان کی فیملی بھی ان کے ساتھ رہی۔

(۶) چھٹا عمرہ ۲۰۱۴ء میں حضرت نے کیا، اس سفر میں مولانا شکیب صاحب قاسمی اور ان کی اہلیہ بھی حضرت کے ساتھ تھے اور جناب حافظ اقبال صاحب جوگیشوری اور خادم خاص حضرت مولانا شاہد صاحب کو بھی ہم سفر ہونے کا شرف حاصل تھا۔[1]

[1] حج اور عمرہ کے اسفار کی تفصیلات ''بیاض خطیب الاسلام'' سے نقل کی گئی ہیں۔

حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ کی علمی مجالس

علماء وصلحاء، اکابرین اسلاف اہل علم وفضل کے ارشادات، ان کے اقوال، ان کی مجالس، ان کی صحبتوں کے اثرات کونقل کر کے محفوظ کرنے کا سلسلہ آج سے نہیں بلکہ قرون مشہود لہا بالخیر سے مستقل چلا آرہا ہے اور علماء وصلحاء اور اتقیائے امت کی مجالس سے بے شمار لوگوں کے قلوب بھی بدلے، زندگیاں بدلیں، ذہن ودماغ کو وسوسوں اور ذہنی خلجان سے نجات ملی، دینی، علمی اور اخلاقی نقوش لوگوں کے سامنے آئے اور ان مجالس کے اثرات ملکوں، شہروں اور قریہ درقریہ منتقل ہوئے، اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی حضرت خطیب الاسلام کی علمی ودینی مجالس ہیں جس سے لوگ مستقل مستفید ومستفیض ہوتے رہے، بقول حضرت خطیب الاسلام: ''علماء وطلباء کا ایک معتد بہ مجمع ان مجالس سے دائماً مستفیض ہوتا رہا۔''

حضرت کی علمی مجالس کے متعلق حضرت کے خادم خاص مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد شاہد صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ کی مجلس بڑی عالمانہ، پروقار اور مفید تر ہوتی ہیں، علماء وطلباء بڑے شوق سے شریک مجلس ہوکر سوالات کرتے ہیں اور آپ بے ساختہ ہر ایک کو مدلل ومفصل اطمینان بخش جواب دیتے ہیں، جس میں قرآن وحدیث، فقہ وتصوف، عقائد وکلام اور تاریخ سے متعلق علوم وفنون کے تمام برجستہ حوالے بھی ہوتے ہیں۔''[1]

کاشف اسرار قرآن اور امیر کارواں
ہیں روایات سلف کے آپ تابندہ نشاں
حضرت سالم نرالی آپ کی تقریر ہے
میر و غالب کی غزل سی آپ کی تحریر ہے

---

[1] قرآن کریم کا معجزانہ پیغام از مولانا شاہد صاحب ص۶

اکابر علمائے دیوبند کی مجالس کا رنگ

مولانا حبیب اللہ قاسمی مجالس حکیم الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں

’’میں نے مجالس کی اہمیت مواعظ کی اہمیت سے زیادہ مفید ہونا بلا وجہ نہیں لکھا ہے بلکہ میں نے اس کے متعلق حضرت حکیم الاسلامؒ سے سوال کیا، انہوں نے اس کا جواب عنایت فرمایا، وہ سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔‘‘[1]

میں نے حضرت حکیم الاسلامؒ سے سوال کیا کہ حضرت اکابر دیوبند کے یہاں مجالس کی کیا نوعیت ہوتی تھی؟

حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم نے طالب علمی کے زمانے میں اپنے اکابرین کا رنگ دیکھا ہے، بعد نمازِ عصر حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں برابر علمی ودعوتی مجلس ہوا کرتی تھی، اس میں اساتذہ اور طلبائے دارالعلوم کثرت سے شرکت کرتے تھے، ہمارے والد ماجد یعنی حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی مجلس ہوا کرتی تھی، اُدھر تھانہ بھون جاؤ تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مجالس کا مستقل اہتمام ہوتا تھا، پھر وہاں سے سہارنپور جاؤ تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے یہاں مجالس کا سلسلہ جاری رہتا تھا، یہ حضرات ہمارے اسلاف سے منسلک تھے، ان حضرات کی مجالس سے ہزاروں علماء اور عوام کی اصلاح ہوتی تھی، یہ حضرات دارالعلوم دیوبند کے ممبرانِ شوریٰ تھے، جب کبھی دارالعلوم میں مجلس شوریٰ منعقد ہوتی تو یہ حضرات دارالعلوم میں تشریف لاتے تھے، ان کے ساتھ ان کے مریدین کا ایک مجمع ہوتا تھا، اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دارالعلوم میں نورانیت کی بارش ہورہی ہے، پورا دارالعلوم ذکر اللہ کی صداؤں سے گونج اُٹھتا تھا۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دارالعلوم کی درودیوار سے اَللّٰہُ ھُوْ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ اس وقت دارالعلوم کا عجیب منظر ہوتا تھا، اب وہ رنگ نہیں رہا، ہمارے اکابر کی ان مجالس کے اثرات اساتذہ اور طلباء کے قلوب پر بڑے اچھے پڑتے تھے، طلباء حضرات طالبعلمی ہی کے زمانے سے اپنے نفس کی اصلاح کی فکر میں پڑ جاتے تھے اور فراغت کے بعد ان لوگوں میں سے کسی سے منسلک ہوجاتے تھے پھر وہ حضرات جہاں بھی جاتے تھے اپنے اکابر کا رنگ لے کر جاتے تھے اور

---

[1] مجالس حکیم الاسلام

ان حضرات سے اصلاحی تعلق قائم رکھتے تھے، وہ حضرات جہاں بھی ہوتے اپنے اکابرین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے تھے اوران کا نمونہ بھی ہوتے تھے اوراپنے اپنے علاقے میں تعلیم وتبلیغ اور تزکیۂ نفس کی بڑی خدمات انجام بھی دیتے تھے، اس طرح اکابرین دیوبند کے خدّاموں کے ذریعہ تعلیم وتبلیغ وتذکیر کے بڑے بڑے کام انجام پائے ہیں، اپنے اکابر کے وہ مُریدین خوداپنے زمانے کے شیخ کامل بن جاتے تھے اوران کے ذریعہ ہزاروں کی اصلاح ہوتی تھی مگراب اس کا اہتمام نہیں رہا، وہ خلوص اورحُسن اخلاق اورتعلق مع اللہ جو ہمارے اسلاف میں پائے جاتے تھے وہ اب ناپید ہوتے چلے جارہے ہیں۔

چونکہ ان علمی مجالس سے تعلیم وتذکیراورتبلیغ کے بڑے بڑے کام انجام پائے ہیں، اس لئے ہمارے دارالعلوم کے بزرگوں نے خصوصاً بعدنمازعصراپنے اپنے یہاں علمی مجالس کا بڑااہتمام فرمایا جس کے بڑے خاطرخواہ اوردوررس دعوتی اورعلمی اثرات مرتب ہوئے، ان تمام باتوں کوذہن میں رکھ کرحضرت خطیب الاسلام کی چنداہم علمی مجالس کا تذکرہ ذیل میں کیا جارہاہے۔جس سے یہ بات واضح ہوکرسامنے آجاتی ہے کہ حضرت خطیب الاسلام نے اپنی مجالس علمیہ کے ذریعہ اکابرعلمائے دیوبند کی مجالس کے رنگ اوراسلوب کو باقی رکھا، اورمسلسل تازندگی تشنگان علوم نبویہ اوراہل علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ان علمی مجالس کے چندنمونے پیش خدمت ہیں جن کو پڑھ کر یہ معلوم ہوگا کہ حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کوعلوم شریعت، تاریخ خصوصا ہندوستانی اسلامی تاریخ،فقہ اسلامی، زبان وادب پرکس قدرعبورحاصل تھا،اورحضرت خطیب الاسلام کس قدرزمانہ کے رمزشناس اورنباض تھے، کہ ہرسوال کرنے والے کے نہ صرف سوال کا جواب عنایت فرماتے، بلکہ اس کے مالہ وماعلیہ واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دینی اوراسلامی دعوتی ذہن سازی بھی فرماتے۔

مجالس کی خصوصیات

حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ کی مجالس کی بہت ساری خصوصیات ہیں، جن میں چندایک کا تذکرہ ناگزیرہے۔

(۱)اکابرین امت خاص کراکابرین دیوبند کے علمی، دعوتی، دینی اوراصلاحی واقعات بہت ہی دلچسپ انداز میں بیان فرماتے اس طرح کہ مجلس کا موضوع سامعین وحاضرین کے ذہن نشین ہوجائے،

اکابرین دیوبند میں بھی حضرت نانوتوی، حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی وغیرہم کے واقعات کا تذکرہ فرماتے اور موضوعِ مجلس کو تفصیل سے بیان فرماتے۔

(۲) دورانِ مجالس بھی کبھی خود بھی کسی موضوع کا انتخاب فرماتے، اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی طالب علم سوال کرتا اور پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب مرحمت فرماتے۔ پہلے سائل کا سوال اچھی طرح سنتے اور پھر اس کے سوال کے اجزاء بنا کر جواب دیدیتے۔

(۳) دورانِ مجلس نہایت عالمانہ گفتگو ہوتی اس کے علاوہ اصلاحی موضوعات پر سیر حاصل کلام فرماتے، مجلس پر علمی ودعوتی رنگ غالب رہتا، اور اگر کوئی طالب علم کسی موضوع سے متعلق کوئی ناقص سوال کرتا، تو اس کے سوال کی تصحیح فرما کر اس کے سوال کا تشفی بخش جواب عنایت فرماتے۔

(۴) دورانِ مجلس، زبان انتہائی فصیح وبلیغ استعمال کرتے۔ اور کبھی کبھی مجلس پر ظریفانہ رنگ بھی غالب آجاتا، ان تمام کا اندازہ مندرجہ ذیل مجالس سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ کی یہ مجالس مختلف جگہوں پر ہوتی تھیں، جن میں اکثر آستانہ قاسمی پر منعقد ہوئی ہیں، علاوہ ازیں دوسری مخصوص جگہوں پر بھی علمی مجالس کا سلسلہ ہوتا، جناب حافظ اقبال صاحب جوگیشوری نے بتایا کہ:

''حرمین شریفین کا جب بھی سفر ہوا تو رفیق بھائی جدہ (پاکستانی) کے یہاں پہلے قیام ہوتا تھا، ان کے یہاں حضرت کی مجلس ہوتی اور بے شمار علماء اس مجلس میں شرکت فرماتے، اور حضرت مختلف النوع موضوعات پر گفتگو فرماتے، سوالات ہوتے، اور پھر حضرت کی تقریر ہوتی، اور سبھی حاضرین علمی ودعوتی استفادہ کر کے لوٹتے۔ پھر مکرم جناب بھائی رفیق صاحب حضرت کو مکہ مکرمہ پہنچاتے۔''

اسی طرح کی کئی علمی مجلسیں احقر کے غریب خانے پر ہوئیں۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ تفصیل سے علمی اور دعوتی موضوعات پر گفتگو فرماتے، انہی چند مجالس علمیہ دعویہ کو افادۂ عام کے لئے شامل کتاب کیا جارہا ہے۔

پہلی مجلس: مسلم خواتین کی تعلیم کی طرف سے بے توجہی

اس عنوان کے تحت جو مجلس آستانہ قاسمی پر منعقد ہوئی اس کو مکمل نقل کیا جانا قرین قیاس ہے، کیونکہ حضرت خطیب الاسلام نے اس مجلس میں بہت ہی اہم مسئلے پر گفتگو کی ہے یہ مسئلہ امت مسلمہ

کے عروج وزوال سے متعلق بہت اہم ہے۔

س: حضرت کیا یہ صحیح ہے کہ خاندانِ قاسمی کے امتیازات کی برقراری میں خواتین کا اہم کردار رہا ہے؟

جواب: علم وخدمت خلق میں اس دور کی ایک تاریخ ساز خاتون، کہ جب خواتین کو علم سے محروم رکھنا، معاشرہ میں عزت وشرافت کی علامت بنا ہوا تھا۔

گذشتہ دوصدیوں سے زیادہ کی طویل مدت میں، مسلم معاشرہ میں برپا یہ المناک صورتحال کسی دلیل کی محتاج نظر نہیں آتی کہ امت مسلمہ کا نصف یعنی عورتوں کو نہ صرف ہر قسم کی تعلیم سے محروم رکھا گیا، بلکہ تعلیم سے عورتوں میں فقدان حیا کے اخلاق سے گرے ہوئے، موہوم اور لایعنی احتمالات کو زبردستی کے بے معنی دلائل سے مدلل بھی کیا جاتا رہا ہے، حتیٰ کہ مسلم معاشرہ کی اکثریت ان ہی گھرانوں پر مشتمل تھی کہ جہاں عورتیں ''قرآن کریم'' تک پڑھی ہوئی نہیں ہوتی تھیں اور اگر نماز کی وجہ سے چند سورتیں انہیں یاد کرادی گئیں تو اس کو گھرانے کی ترقی پسندی کے طور پر ذکر کیا جاتا تھا۔

سادہ لوح خواتین میں تو علم وتعلیم کا احساس بھی اس قدر مردہ ہو چکا تھا کہ انہیں اپنی جہالت پر قناعت میسر آگئی تھی، لیکن فطری طور پر ذکاوت وذہانت کے ساتھ علم کا شوق رکھنے والی لڑکیاں بزرگان خاندان کی نگاہوں سے چھپ چھپ کرا گر کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ لیتی تھیں، تو انہیں اپنی اس شدھ بدھ کو بڑھانے کے لئے معمولی کتابوں کا حاصل کرنا بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا تھا۔

اس طویل دور میں مسلم معاشرہ میں عورتوں کو جہالت زدہ رکھنا، کوئی اتفاقی بے توجہی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ عورت کو عائلی زندگی میں ایک ایسی حقیر اور خادمانہ حیثیت میں رکھنے کے مزعومے کے تحت تھا کہ وہ کسی بھی مسئلہ میں اپنی رائے کے ذریعہ دراندازی کی ہر صلاحیت سے محروم رہ کر، گھر کے مقررہ خادمانہ فرائض میں زندگی بتا کر دنیا سے رخصت ہو جائے۔

اس غیر اسلامی طرز معاشرت میں عورت کو جہالت زدہ رکھنے کو بلا تخصیص خواص کے اشتراک عملی نے، عوامی طبقات میں اس کو ایک شرعی فریضے کی سی حیثیت دیدی تھی، طاعات وعبادات کی حد تک ماحول میں رچی بسی اسلامیت کی وجہ سے جو خواتین قرآن کریم کی چند سورتیں پڑھی ہوتی تھیں، وہ تو نمازوں میں انہیں پڑھ لیتی تھیں۔ لیکن جو اس سے بھی محروم اکثریت تھی، وہ نمازیں کیسے ادا کرتی تھیں، اس حقیقت کو طشت از بام کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے۔ خواتین میں اس جہالت کو غیر

معمولی طور پر راسخ کرنے کے لئے، ان کے پردہ کے بارے میں بھی غیر اسلامی بلکہ مضحکہ خیز حد تک شدت ہوتی گئی۔ ان غیر اسلامی معاشرتی اعمال کو تقویت دینے والے، اپنی برتری کی برقراری کی بنیاد پر اس سے قطعاً غافل ہو چکے تھے کہ یہ دنیا دار المکافات ہے، دار المجازاۃ نہیں ہے یہاں خلّاق کائنات نے، نظام کائنات کو "عمل" اور "ردعمل" پر دائر رکھا ہے، اسلام دین اعتدال ہے، اعتدال پر مبنی اعمال، ردعمل سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔ لیکن جب اور جہاں اعمال انسانی، اعتدال سے ہٹ کر، افراط یا تفریط سے دو چار ہو جاتے ہیں، تب ان کو، ان کے بروقت ردعمل سے کوئی طاقت وقوت بچا نہیں پاتی۔

آج ان غیر معتدلانہ اور شدت پسندانہ اعمال کا ردعمل، عورتوں میں غیر اسلامی تعلیم میں انہماک اور پردۂ حجاب سے لاپرواہی کی صورت میں سامنے آرہا ہے لیکن حیرت ہوتی ہے کہ آج بھی ماضی کے غیر معتدل معاشرہ سے متاثر ذہن، نصف امت عورتوں پر مرتب ہونے والے، اس ردعمل کو، اپنے غیر صالح اور غیر صائب فکر کا ثمرہ قرار دینے کے بجائے، اس کی ذمہ داری دوسروں پر ہی ڈالنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔

حالانکہ اس ردعمل کا واحد علاج اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ عورتوں کی تعلیم اور پردہ کے بارے میں، ماضی کے شدت پسندانہ، غیر اسلامی طرز و پرداز سے صرف نظر کر کے، اسلامی بنیادوں پر معتدلانہ روش کو اپنایا جائے، تا کہ امت اس نصف طبقۂ خواتین کو منجانب اللہ عطا فرمودہ صلاحیتوں سے، زندگی کے مختلف دائروں میں مستفید و فیضیاب ہو سکے۔

میں نے، یہ دونوں نمونے دادی صاحبہ اور "والدہ ماجدہ" میں امعان نظر سے دیکھے، دادی صاحبہ کا اسم گرامی "امۃ الحبیب" تھا، موصوفہ محترمہ دیوبند کے معزز عثمانی خاندان کی دختر نیک اختر تھیں اور اسی معاشرہ کی پروردہ تھیں کہ جس میں ناخواندگی عورت کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز تھا اس لئے موصوفہ محترمہ بھی قرآن کریم کی صرف اتنی سورتوں کو یاد کئے ہوئے تھیں کہ جو نماز کے لئے ضروری تھیں، خاندانی طور پر ذہانت و ذکاوت ہر قول وفعل سے ظاہر ہوتی تھی، مگر ان تمام عطیات خداوندی کا محور، گھریلو زندگی کھانے پکانے اور خانگی انتظامات تھے جن کی تکمیل نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ فرماتی تھیں اور اس کے بعد بقیہ تمام وقت کا بیشتر حصہ نوافل و تسبیحات میں صرف ہوتا تھا۔

اسی کے ساتھ تلاوت قرآن کریم کے غیر معمولی ذوق وشوق کو تلاوت نہ کر سکنے کی وجہ سے چونکہ

پورا نہیں کرسکتی تھیں، تو ہم خوردوں میں سے جو حفظ کلام پاک کر رہے تھے، ان کو بلا کر، باچشم نم تلاوت سنا کرتی تھیں اور کبھی کبھی اپنی ہم عمر اُن معمر خواتین کا تذکرہ بھی بڑی حسرت سے کیا کرتی تھیں کہ جنھوں نے ابتداہی میں کسی نہ کسی طرح قرآن کریم پڑھ لیا تھا، یا بڑے ہونے کے بعد اپنے شوق وہمت سے قرآن پڑھ لیا تھا اور وہ تلاوت کیا کرتی تھیں کہ فلاں کتنی خوش قسمت ہیں کہ اللہ کے کلام کی تلاوت کرلیتی ہیں۔ مگر میں اس نعمت سے محروم ہوں، جس سے اس احساس کا اندازہ کرنا کوئی دشوار نہیں تھا کہ اپنی ذاتی ذہنی صلاحیت سے یہ یقین تھا کہ اگر ان کو تعلیم قرآن کریم دی جاتی، تو وہ بڑی آسانی سے پڑھ لیتیں اور تلاوت کی نعمت کبریٰ سے بہرہ اندوز ہوتیں، لیکن جس ماحول کی وہ پروردہ تھیں اس میں اپنے بزرگوں اور بڑوں کی خطاؤں پر حرف گیری، ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ اس لئے اظہار حسرت کے بعد زبان ساکت وصامت ہوجاتی تھی۔

یہ لطیفہ بھی جہاں ان کے قرآنی عشق کا غماز ہے، وہیں ان بزرگوں کی سادہ لوحی بھی قابل رشک بن کر سامنے آتی ہے، ایک دفعہ ہم خوردسال پوتے جو حفظ قرآن میں مشغول تھے باہم یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ فلاں کا نام بھی قرآن کریم میں آیا ہے اور فلاں کا بھی آیا ہے۔

دادی صاحبہ مغفورہ نے ہماری یہ باتیں سن کر کہا کہ بھئی ہمیں تو اب اپنا نام بھی یاد نہیں رہا، کیوں کہ ساٹھ ستر سال سے کسی نے نام لے کر پکارا ہی نہیں، اگر نام یاد ہوتا تو میں بھی تم سے پوچھتی کہ میرا نام بھی قرآن شریف میں آیا ہے یا نہیں، دادی صاحبہ مرحومہ خاندان میں، کنبہ میں، حتیٰ کہ مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ میں بھی اماں بی کے نام سے معروف تھیں، یہ بات ان کے فرمانے پر احقر نے جب کہ احقر کی عمر دس گیارہ سال تھی عرض کیا کہ آپ کا اصل نام جب آپ کو ہی یاد نہیں کسی اور کو کہاں یاد ہوگا۔ اس لئے اس کا سوال تو رہا نہیں، اب تو آپ کا نام ''اماں بی'' ہے۔ اور یہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ فرمایا کہاں ہے تو احقر نے آیت پڑھی ﴿وَاَمّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ﴾ (سورۃ الضحیٰ: ۱۱) یہ سن کر بے حد خوش ہوئیں اور بہت دعائیں دیں۔ پھر یہ بات بطور لطیفہ اکابر کی مجالس میں بھی وقتاً فوقتاً زیر تذکرہ آتی رہی اور احقر کو اکابر کی مسرت سے خوشی ہوا کرتی تھی۔

احقر کے نانا، حضرت مولانا محمد محمود صاحب رامپوری تھے جو حضرت شیخ الہندؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ موصوف اپنی غیر معمولی ذہانت وذکاوت اور استحضار علمی کی بنیاد پر اور ساتھ ہی عابدانہ وصالحانہ طرز زندگی کی وجہ سے علماء وصلحاء میں مقام مقبولیت رکھتے تھے۔ وقت کے اکابرؒ نے حضرت مولانا محمد

محمود صاحب کو دارالعلوم دیوبند کے دفتری نظام کو منضبط کرنے کے لئے جملہ دفاتر کے نگران کے طور پر ''سر دفتر'' کے نام سے ایک مؤقر منصب پر بلا لیا تھا جس پر حضرت ممدوح نے ایک معتد بہ مدت تک نہایت خوش اسلوبی سے کام کیا، دیانت وامانت کے ساتھ، اسی معروف انتظامی صلاحیت کی وجہ سے، ان کو راجستھان کی قدیم ہندوستان کی ایک ریاست ''اندر گڑھ'' میں بحیثیت وزیر بلایا گیا، وہ چودہ سال اس وقیع منصب پر، غیر معمولی اعزاز کے ساتھ، اس طرح فائز رہے کہ وقتاً فوقتاً ان کو راجستھان کی دوسری ریاستوں کے راجہ اور نواب بھی اپنے مسائل میں مشورے کے لئے بلایا کرتے تھے۔

احقر کی والدۂ محترمہ کا ابتدائی دور، زیادہ تر اندر گڑھ ہی میں گذرا۔ خاندانی طور پر موصوفہ محترمہ کو ایک غیر معمولی ذہانت اور علمی اور دینی ذوق وراثت میں ملا تھا۔ تعلیم اگر چہ اس دور کے طرز وطریق کے مطابق گھریلو ہی تھی لیکن ذہانت وذکاوت اور ذوق وشوق مطالعہ نے ان کو اپنی ہم عصر خواتین ہی میں نہیں بلکہ اپنے سے بہت بڑی خواتین میں بھی علمی اور ذہنی اعتبار سے ممتاز کر دیا تھا۔ اردو ادبی ذوق بھی قابل قدر تھا۔ یعنی نظم ونثر میں مؤثر ادبیت کے ساتھ اظہار مافی الضمیر پر پوری قدرت حاصل تھی۔ غم والم کے حوادث اور مسرت وخوشی کے مواقع پر، برجستہ وموثر نظم ونثر میں تعزیت وتبریک ایسی فرماتی تھیں کہ وقت گذر جانے کے بعد بھی، خواتین اپنی محفلوں میں ان سے حظ اندوز ہوتی تھیں۔

ان علمی خصوصیات کے ساتھ ہی والدۂ محترمہ کے خاندان میں علم طب متوارثاً چلا آرہا تھا۔ ان کے تایا، حضرت مولانا حکیم محمد احمد صاحب رامپوری، حاذق ترین اطباء میں تھے۔ وہی حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ہمیشہ معالج خصوصی رہتے تھے۔ ولی را ولی می شناسد کے مطابق حضرت گنگوہیؒ، حضرت حکیم صاحب موصوف کے صاحب تقویٰ وطہارت اور صاحب نسبت ہونے کی بناء پر بھی اور علم طب میں حذاقت فن کے لحاظ سے بھی موصوف کی قدر دانی کے ساتھ غیر معمولی احترام بھی کرتے تھے۔

احقر کے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب قدس سرہ العزیز مہتمم دارالعلوم دیوبند کی شادی کے لئے بزرگوں نے اسی خاندان کو منتخب فرمایا اور احقر کے نانا حضرت مولانا محمد محمود صاحبؒ کی صاحبزادی (احقر کی والدۂ ماجدہ) کا انتخاب ہوا۔ اور رشتہ لے کر حضرت شیخ الہندؒ رام پور تشریف لے گئے۔ مولانا محمود صاحب موصوف کے شاگرد رشید تھے اور ان کے بڑے بھائی مولانا حکیم محمد احمد صاحب ان کے ہم عصر وبے تکلف احباب میں تھے۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ کے لئے

یہ مؤقر گھرانہ نہ صرف اجنبی ہی تھا، بلکہ غیر معمولی تعلق عقیدت ومحبت رکھنے والا تھا لیکن حضرت شیخ الہندؒ نے وہاں پہنچ کر پہلا جملہ جو فرمایا وہ یہ تھا کہ بھائی، میں ہمیشہ یہاں بھائی بن کر آیا ہوں، لیکن آج نائی بن کر آیا ہوں (قدیم دور میں دو خاندانوں کے درمیان رشتہ کی پیامبری نائیوں کے ذریعہ ہوتی تھی) اس جملے سے حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے استاذ عظیم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کی اولاد سے غیر معمولی محبانہ ومخلصانہ تعلق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد احمد صاحب چونکہ خاندان کے بزرگ تھے، اس لئے خطاب انہی سے کیا گیا، جس پر حضرت حکیم صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت نائی کے سامنے سر تو سب ہی کا جھکتا ہے مگر آپ کے سامنے تو ہمارے دل بھی جھکے ہوئے ہیں، لہٰذا لڑکا بھی آپ ہی کا ہے اور لڑکی بھی آپ ہی کی ہے۔ اس لئے فیصلے میں ہماری دخل اندازی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ حضرت والا ہر طرح کے فیصلے کے مختار ومجاز ہیں۔

عام طور پر رشتوں کے بارے میں دور قدیم میں یہ جملہ معروف تھا کہ رشتہ لانے والوں کے بہت سے جوتے ٹوٹتے ہیں تب رشتے کی تکمیل ہوتی ہے۔ لیکن یہاں سراپا دین ودیانت شخصیات کے مابین رشتے کا مسئلہ دو منٹ میں طے کیا گیا اور اس رشتہ سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے والے، ان بزرگوں کی حسن نیت، حسن عمل اور مستجاب دعاؤں سے زندگی بھر بہرہ مند ہوتے رہے۔ حضرت والد ماجد اور حضرت والدۂ ماجدہ رحمہا اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ واقعہ ہماری نئی زندگی کے آغاز کا، وہ تاریخ ساز واقعہ ہے کہ جو ہمارے لئے باعث فخر بھی ہے اور موجب صد عزت بھی۔

علم طب سے خاندانی علاقے اور ذکاوت وذہانت کے ساتھ طبعی مناسبت کی وجہ سے محترمہ والدہ صاحبہ اگرچہ باضابطہ طبیبہ نہیں تھیں، مگر بے شمار نسخے ہی ذہن میں محفوظ نہیں تھے بلکہ مزاج شناسی بھی اللہ تعالیٰ نے وہبی طور پر عطا فرمائی تھی، اس لئے خواتین اور بچوں کے علاج میں اتنی معروف تھیں کہ بڑی تعداد میں عورتوں اپنا اور اپنے بچوں کا علاج والدہ صاحبہ سے ہی کرایا کرتی تھیں گویا اس طرح سے بھی حق تعالیٰ نے ان کا فیض عام فریادتھا۔

والدۂ محترمہ کا تعلق بیعت، حضرت مولانا منظور احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، جن سے تعلق قرابت بھی تھا، موصوف صاحب کشف وکرامت بزرگوں میں تھے خاص طور پر کشف قبوران کا بہت معروف تھا، دیوبند تشریف لاتے تو کئی کئی گھنٹے حضرت الامام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ مزار اقدس پر مراقب رہتے، عام طور پر اس وقت میں احقر کے حضرت والد صاحبؒ ان

کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ بعد مراقبہ فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ نے تمام عمر اپنے کو چھپایا، مگر اب اللہ نے ان کے فیضان کو عام فرما رکھا ہے اور فرمایا کہ حضرت موصوف اپنی اولاد جسمانی و روحانی کو اپنی آغوش میں اس طرح لئے ہوئے ہیں کہ جیسے مرغی اپنے بچوں کو لئے رہتی ہے۔

والدۂ ماجدہ کے معمولات و وظائف زندگی میں کبھی قضا نہیں ہوئے۔ ایک ہزار دانوں کی ایک طویل تسبیح ہمیشہ ان کے سرہانے رہتی تھی اور نماز عشاء کے بعد بلاناغہ وہ کلمہ طیبہ کی تسبیح ہزارہ پڑھنے کی اس درجہ عادی تھیں کہ شدید ترین بیماری میں بھی وہ کبھی قضا نہیں ہوئی۔ اور اہل صلاح خواتین و رجال کے نزدیک ان کی یہ خصوصیت قابل صد رشک تھی کہ اذان کی آواز سننے کے بعد اہم سے اہم تر کام کو فوراً چھوڑ کر وہ مصلّے پر پہنچ جاتی تھیں، کیونکہ ہر نماز سے قبل سورۂ یٰسین شریف پڑھنا اس کا معمول تھا۔ اور نماز فجر کے بعد ایک پارہ کی تلاوت کی عادی تھیں۔ بہت سے انفرادی، اجتماعی اور خانگی امور میں وہ بصیرت و تجربات کی بنیاد پر پیشینگوئی فرما دیا کرتی تھیں جو عام طور پر صحیح ثابت ہوتی تھی۔

راجستھان میں رہنے کی وجہ سے وہاں کی زبان بھی جانتی تھیں اور وہ زبان گجراتی زبان سے قریب تر ہے، اس لئے گجراتی زبان بول تو نہیں سکتی تھیں مگر بخوبی سمجھ لیتی تھیں۔ اس لئے گجرات و بمبئی کے سفروں پر گجراتی خواتین بڑے اشتیاق سے ان سے ملاقات کے لئے آتی تھیں، ماشاء اللہ سات مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئیں، اس لئے ذہانت کی وجہ سے عربی بھی کافی سمجھ لیتی تھیں۔

زیر تذکرہ ان معدودے چند، دینی، اخلاقی، علمی اور ذکاوتی خصوصیات کی بناء پر بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ خانوادۂ قاسمی کے امتیازات کی برقراری میں بلکہ اضافہ میں حق تعالیٰ نے احقر کی والدۂ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کی ذات گرامی سے بیش قدر کام لیا اور آج بھی بحمد اللہ ان کی برکات سے افراد خاندان بہرہ مند ہیں۔[1]

حضرت خطیب الاسلام کا یہ آخری اقتباس

> ”زیر تذکرہ ان معدودے چند دینی، اخلاقی، علمی اور ذکاوتی خصوصیات کی بنا پر بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ خانوادۂ قاسمی کے امتیازات کی برقراری میں بلکہ اضافہ میں حق تعالیٰ نے احقر کی والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کی ذات گرامی سے بیش قدر کام لیا اور آج بھی بحمد اللہ ان کی برکات سے افراد خاندان بہرہ مند ہیں۔“

[1] مجالس خطیب الاسلام

بنیادی طور پر شہادت ہے اور سائل کے سوال کا جواب بھی ہے۔ اس عظیم الشان مجلس میں حضرت خطیب الاسلام نے خواتین کی تعلیم وتربیت پر انتہائی اہم گفتگو فرمائی ہے، جس کے خطیب الاسلام پر زور داعی ہیں، اور خواتین کی اس اشد ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آپ نے جامعہ دینیات دیوبند جیسا تعلیمی ودعوتی ادارہ قائم فرمایا۔ دینی تعلیم اور خواتین کی تعلیم نہایت اہمیت کی حامل ہے، اس مجلس میں حضرت نے گذشتہ دو چار صدیوں میں مردوں کی طرف سے عورتوں کے استحصال کا بھی ذکر فرمایا، اور یہ بتلایا کہ مسلم قوم اس وقت تک ترقی یافتہ نہیں ہوسکتی جب تک عورتوں کی صحیح تعلیم اور تربیت نہ کی جائے۔

مجلس۲: دعوت اِلی اللہ کے پیغمبرانہ اصول

یہ مجلس دعوت الی اللہ کے پیغمبرانہ اصول وآداب اور طریقہ کار کے سلسلے میں ہے، جو درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مقصودہ ہے اور اسی کاردعوت میں تمام عزتوں کے راز مضمر رکھدے گئے: اس مبارک مجلس علم ودعوت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت کی اہمیت، داعیانہ شان اور کردار کی آیات قرآنیہ سے نہایت ہی فصیح وبلیغ انداز میں تشریح فرمائی ہے۔

دعوت الی اللہ درحقیقت انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے، اُمت کے علماء اس منصب کو ان کا نائب ہونے کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں، تو لازم یہ ہے کہ اس کے آداب اور طریقے بھی انہی سے سیکھیں، جو دعوت اُن طریقوں پر نہ رہی وہ دعوت کے بجائے عداوت اور جنگ وجدال کا موجب ہوجاتی ہے۔

دعوت کے پیغمبرانہ اصول میں جو ہدایت قرآنِ کریم میں حضرت موسیٰؑ وحضرت ہارونؑ کے لئے ارشادفرمائی گئی ہے کہ

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ (سورہ طٰہٰ: ۴۴)

سو کہواس سے بات نرم شاید وہ سوچے یا ڈرے۔

یہ ہر داعیٔ حق کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہے کہ فرعون جیسا سرکش کافر جس کی موت بھی علم الٰہی میں کفر ہی پر ہونے والی یقینی تھی، اس کی طرف بھی جب اللہ تعالیٰ اپنے داعی کو بھیجتے ہیں تو نرم گفتاری کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں، آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ

نہیں اور ہم میں سے کوئی حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام کے برابر ہادی و داعی نہیں، تو جو حق اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطب سے سخت کلامی کریں، اس پر فقرے کسیں، اس کی توہین کریں، وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہو گیا۔

قرآنِ کریم انبیاء علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ اور کفار کے مجادلات سے بھرا ہوا ہے، اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ کسی اللہ کے رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بھی بولا ہے، اس کے چند نمونے اور واقعات قرآنِ کریم نے ذکر کئے ہیں۔

قرآنِ کریم حضرت نوحؑ اور حضرت ہود علیہما السلام کے ساتھ ان کی قوم کے مجادلے اور سخت سست الزامات کے جواب میں ان بزرگوں کے کلمات ذکر کئے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ اولوالعزم پیغمبر ہیں جن کی طولِ عمر دنیا میں مشہور ہے، ساڑھے نوسو برس تک اپنی قوم کی دعوت وتبلیغ، اصلاح وارشاد میں دن رات مشغول رہے، مگر اس بدبخت قوم میں سے معدودے چند کے علاوہ کسی نے ان کی بات نہ مانی، اور تو اور خود ان کا ایک لڑکا اور بیوی کافروں کے ساتھ لگے رہے، ان کی جگہ آج کا کوئی مدعی دعوت واصلاح ہوتا تو اس قوم کے ساتھ اس کا لب ولہجہ کیسا ہوتا، اندازہ لگائیے، پھر دیکھئے کہ ان کی تمام ہمدردی وخیر خواہی کی دعوت کے جواب میں قوم نے کہا: ''ہم تو آپ کو کھلی ہوئی گمراہی میں پاتے ہیں۔

ادھر سے اللہ کے پیغمبر بجائے اس کے کہ اس سرکش قوم کی گمراہیوں، بدکاریوں کا پردہ چاک کرتے، جواب میں کیا فرماتے ہیں: میرے بھائیو! مجھے کوئی گمراہی نہیں میں تو ربّ العلمین کا رسول اور قاصد ہوں۔

ان کے بعد آنے والے دوسرے اللہ کے رسول حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے معجزات دیکھنے کے باوجود از راہِ عناد کہا کہ آپ نے اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی اور ہم آپ کے کہنے سے اپنے معبودوں بتوں کو چھوڑنے والے نہیں، ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے معبودوں کی شان میں بے ادبی کی ہے، اس کی وجہ سے تم جنون میں مبتلا ہو گئے ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام نے یہ سب کچھ سن کر جواب دیا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اُن بتوں سے بری اور بیزار ہوں جن کو تم اللہ کا شریک مانتے ہو۔

ان کی قوم نے اُن کو جواب دیا: ہم تو آپ کو بیوقوفی میں مبتلا سمجھتے ہیں، اور ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہیں۔

قوم کے اس دل آزار خطاب کے جواب میں اللہ کے رسول حضرت ہود علیہ السلام نہ اُن پر کوئی فقرہ کستے ہیں، نہ اُن کی بے راہی اور کذب وافتراء علی اللہ کی کوئی بات کہتے ہیں، جواب کیا ہے صرف یہ کہ اے میری برادری کے لوگو! مجھ میں کوئی بے وقوفی یا کم عقلی نہیں، میں تو ربّ العٰلمین کا رسول ہوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو حسب دستور، اللہ کی طرف دعوت دی اور ان میں جو بڑا عیب ناپ تول میں کمی کرنے کا تھا، اس سے باز آنے کی ہدایت فرمائی، تو ان کی قوم نے تمسخر کیا اور توہین آمیز خطاب کیا:

﴿یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تأمرک أن نترک ما یعبد آباؤنا أو أن نفعل في أموالنا مانشاء إنک لانت الحلیم الرشید﴾ (سورہ ھود:۸۷)

’’اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور یہ کہ جن اموال کے ہم مالک ہیں ان میں اپنی مرضی کے موافق جو چاہیں نہ کریں، واقعی آپ ہیں بڑے عقلمند دین پر چلنے والے‘‘۔

انہوں نے ایک تو یہ طعنہ دیا کہ تم جو نماز پڑھتے ہو یہی تمہیں بے وقوفی کے کام سکھاتی ہے، دوسرے یہ کہ مال ہمارے ہیں، اُن کی خرید وفروخت کے معاملات میں تمہارا یا خدا کا کیا دخل ہے، ہم جس طرح چاہیں ان میں تصرف کا حق رکھتے ہیں، تیسرا جملہ تمسخر واستہزاء کا یہ کہا کہ آپ ہیں بڑے عقلمند بہت دین پر چلنے والے۔

درحقیقت یہ لا دینی معاشیات کے پجاری صرف آج نہیں پیدا ہوئے ان کے بھی کچھ اسلاف ہیں جن کا نظریہ وہی تھا جو آج کے بعض نام کے مسلمان کہہ رہے ہیں، کہ ہم مسلمان ہیں، اسلام کو مانتے ہیں، مگر معاشیات میں ہم سوشل اِزم کو اختیار کرتے ہیں، اس میں اسلام کا کیا دخل ہے، بہرحال اس ظالم قوم کے اس مسخرے پن اور دل آزار گفتگو کا جواب اللہ کا رسول کیا دیتا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا. وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْهٰکُمْ عَنْهُ. اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ. وَمَاتَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ. عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ﴾ (سورۂ ھود:۸۸)

بولا اے قوم دیکھوتو اگر مجھ کو سمجھ آ گئی اپنے رب کی طرف سے اور اس نے روزی دی مجھ کو نیک روزی اور میں یہ نہیں چاہتا کہ بعد کو خود کروں وہ کام جو تم سے چھڑاؤں، میں تو چاہتا

ہوں سنوارنا جہاں تک ہو سکے اور بن آتا ہے اللہ کی مدد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجنے کے وقت جو نرم گفتار کی ہدایت منجانب اللہ دی گئی تھی اس کی پوری تعمیل کرنے کے باوجود فرعون کا خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ تھا:

﴿قَالَ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ﴾ (سورۃ الشعراء:۴۴)

بولا کیا نہیں پالا ہم نے تجھ کو اپنے اندر لڑکا سا اور رہا تو ہم میں اپنی عمر میں سے کئی برس۔

اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنا یہ احسان بھی جتلایا کہ بچپن میں ہم نے تجھے پالا ہے، پھر یہ احسان بھی جتلایا کہ بڑے ہونے کے بعد بھی کافی مدت تک تم ہمارے پاس رہے، پھر یہ عتاب کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے جو ایک قبطی بغیر ارادہ قتل کے مارا گیا تھا اس پر غصہ و ناراضگی کا اظہار کر کے یہ بھی کہا کہ تم کافروں میں سے ہو گئے۔

جس کا مطلب درحقیقت یہ ہوگا کہ ہم نے تو تم پر احسانات کئے اور تم نے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا جو احسان کی ناشکری تھی اور اصطلاحی معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں، کیونکہ فرعون خود خدائی کا دعویدار تھا، تو جو اس کی خدائی کا منکر ہوا وہ کافر ہوا۔

اب اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب سنئے، جو پیغمبرانہ آدابِ دعوت اور پیغمبرانہ اخلاق کا شاہکار ہے، کہ اس میں سب سے پہلے تو اس کمزوری اور کوتاہی کا اعتراف کر لیا جو اُن سے سرزد ہو گئی تھی، یعنی اسرائیلی آدمی سے لڑنے والے قبطی کو ہٹانے کے لئے ایک مُکّا اس کے مارا تھا، جس سے وہ مر گیا، تو گو یہ قتل عمداً ارادۃً نہیں تھا، مگر کوئی دینی تقاضہ بھی نہیں تھا، بلکہ شریعت موسوی کے لحاظ سے بھی وہ شخص قتل کا مستحق نہیں تھا، اس لئے پہلے یہ اعتراف فرمایا کہ ''یعنی میں نے یہ کام اُس وقت کیا تھا، جبکہ میں ناواقف تھا۔

درحقیقت مراد یہ ہے کہ یہ فعل عطاء نبوت سے پہلے سرزد ہو گیا تھا جبکہ مجھے اس بارہ میں اللہ کا کوئی حکم معلوم نہیں تھا، اس کے بعد فرمایا کہ پھر مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے یہاں سے مفرور ہو گیا، پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو اپنے پیغمبروں میں شامل کر دیا۔

اور فرعون کے احسان جتلانے کا جواب یہ دیا کہ تمہارا یہ احسان جتانا صحیح نہیں، کیونکہ میری پرورش کا معاملہ تمہارے ہی ظلم و عدوان کا نتیجہ تھا، کہ تم نے اسرائیلی بچوں کے قتل کا حکم دے رکھا تھا،

اس لئے والدہ نے مجبور اور خائف ہو کر مجھے دریا میں ڈالا اور تمہارے گھر تک پہونچنے کی نوبت آئی، فرمایا:

﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَ بَنِيْ اِسْرَآءِ يْلَ.﴾ (سورة الشعراء:۲۲)

اور کیا وہ احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ غلام بنایا تو نے بنی اسرائیل کو۔

اس کے بعد فرعون نے جب سوال کیا وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ، ربّ العٰلمین کون ہے اور کیا ہے؟ تو جواب میں فرمایا کہ وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس سب کا، اس پر فرعون نے بطورِ استہزاء کے حاضرین سے کہا اَلا تَسْمَعُوْنَ. یعنی تم سن رہے ہو کہ یہ کیسی بے عقلی کی باتیں کہہ رہے ہیں، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا بھی وہی رب پروردگار ہے''۔

اس پر فرعون نے جھنجھلا کر کہا:

﴿قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾ (سورة الشعراء:۲۷)

بولا تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا گیا ضرور باؤلا ہے۔

مجنون دیوانہ کا خطاب دینے پر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام بجائے اس کے کہ ان کا دیوانہ ہونا اور اپنا عاقل ہونا ثابت کرتے اس طرف کوئی التفات ہی نہیں کیا، بلکہ اللہ ربّ العٰلمین کی ایک اور صفت بیان فرمائی:

﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا. اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (سورة الشعراء:۲۸)

کہا پروردگار مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

درحقیقت یہ ایک طویل مباحثہ اور مکالمہ ہے جو فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان ہو رہا ہے جو قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے، اللہ کے مقبول رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس مکالمہ کو اوّل سے آخر تک دیکھئے، نہ کہیں جذبات کا اظہار نہ اس کی بدگوئی کا جواب ہے، نہ اس کی سخت کلامی کے جواب میں کوئی سخت کلمہ ہے، بلکہ مسلسل اللہ جل شانہٗ کی صفاتِ کمال کا بیان ہے اور تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

دعوت الی اللہ کی روح

درحقیقت دعوت وتبلیغ میں ہر مخاطب اور ہر موقع کے مناسب کلام کرنے میں حکیمانہ اصول اور عنوان وتعبیر میں حکمت ومصلحت کی رعایتیں بھی جو انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمائی ہیں اور دعوتِ الی اللہ کو مقبول ومؤثر اور پائیدار بنانے کے لئے جو طرز عمل اختیار فرمایا ہے درحقیقت وہی دعوت کی روح ہے۔اس کی تفصیلات تو تمام تعلیمات نبوی علیہ السلام میں پھیلی ہوئی ہیں۔

ظاہر ہے نبی کریم ﷺ کو دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت میں اس کا غیر معمولی لحاظ رہتا تھا کہ مخاطب پر بار نہ ہونے پائے،صحابہ کرامؓ جیسے عشاقِ رسول ﷺ جن سے کسی وقت بھی اس کا احتمال نہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کی باتیں سننے سے اُکتا جائیں گے،اُن کے لئے بھی آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ وعظ ونصیحت روزانہ نہیں بلکہ ہفتہ کے بعض دنوں میں فرماتے تھے،تاکہ لوگوں کے کاروبار کا حرج اور انکی طبیعت پر بار نہ ہو۔

حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہفتہ کے بعض ایام ہی میں وعظ فرماتے تھے تاکہ ہم اُکتا نہ جائیں اور دوسروں کو بھی آپ کی طرف سے یہی ہدایت تھی۔

وعظ وتبلیغ کا اثر کم کیوں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

"یَسِرُّوْا وَلَاتُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا" (صحیح بخاری، کتاب العلم)

''لوگوں پر آسانی کرو دشواری نہ پیدا کرو،اوران کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناؤ،مایوس یا متنفر نہ کرو''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تمہیں چاہئے کہ ربّانی،حکماء،علماء وفقہاء بنو جو شخص دعوت وتبلیغ اور تعلیم میں تربیت کے اصول کو ملحوظ رکھ کر پہلے آسان آسان باتیں بتلائے،جب لوگ اس کے عادی ہوجائیں تو اس وقت دوسرے احکام بتلائے جو ابتدائی مرحلے میں مشکل ہوتے وہ عالم ربّانی ہے،آج کل جو وعظ وتبلیغ کا اثر بہت کم ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عموماً اس کام کے کرنے والے ان اصول وآداب کی رعایت نہیں کرتے،لمبی تقریریں،وقت بے وقت نصیحت،مخاطب کے حالات کو معلوم کئے بغیر اس کو کسی کام پر مجبور کرنا اس کی عادت بن گئی ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کو دعوت واصلاح کے کام میں اس کا بھی بڑا اہتمام تھا کہ مخاطب کی سُبکی یا رُسوائی نہ ہو، اسی لئے جب کسی شخص کو دیکھتے کہ کسی غلط اور بُرے کام میں مبتلا ہے تو اس کو براہِ راست خطاب کرنے کے بجائے مجمع عام کو مخاطب کرکے فرماتے تھے: مَابَالُ اَقْوَامٍ یَفْعَلُوْنَ کَذَا.

''لوگوں کو کیا ہو گیا کہ فلاں کام کرتے ہیں۔''[۱]

حضرت خطیب الاسلام کی اس مجلسی گفتگو سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کا فرض منصبی دعوت الی اللہ ہے، لہٰذا ایک داعی کے لئے لازم ہے ان آداب واصول کی رعایت رکھنا جو اس کے دعوتی عمل کو مؤثر ثابت کرسکیں، بغیر رعایت آداب اس کی دعوت غیر مؤثر ہو جائے گی اور ان آداب واصول دعوت کی رعایت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر فرمائی۔ حضرت خطیب الاسلام کی اس علمی ودعوتی مبارک مجلس سے چند اہم باتیں داعی اور دعاۃ اِلی اللہ کے تعلق سے واضح ہو کر سامنے آئیں۔

۱) پہلی بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں کہیں یہ نظر نہیں آتا کہ کسی اللہ کے رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بھی بولا ہے اس کے چند نمونے اور واقعات قرآن کریم نے ذکر کیے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا الہامی جملہ ہے، جس کی آج امت میں دعوت کا کام کرنے والوں کو بے حد ضرورت ہے، کیونکہ وسائل ابلاغ وترسیل کے آسان ہو جانے کی وجہ سے دعاۃ اِلی اللہ کے خلاف شر پسند عناصر ایسے جملہ اور برانگیختہ کرنے والے کلام بول رہے ہیں جن سے داعی الجھتا ہے، اس لئے کام کرنے کے لئے ذہن اور زبان کو ایسی چیزوں سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

۲) دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ دعوت وتبلیغ اور تعلیم میں تربیت کے اصول کو ملحوظ رکھ کر پہلے آسان سے آسان باتیں بتلائی جائیں۔ یعنی دعوت میں تدریج کا اصول بہت اہمیت کا حامل ہے، جس کے سلسلے میں داعیوں میں لاعلمی اور کم فہمی کی وجہ سے بہت کمی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

۳) تیسری اہم بات یہ ہے کہ حضرات انبیاء اور خاص کر حضور ﷺ اس بات کا بہت خیال فرماتے کہ مخاطب کی رسوائی اور سبکی نہ ہو۔ بلکہ بات اس طرح کی جائے کہ اصلاح بھی ہو جائے اور مخاطب کا دل بھی نہ دکھے۔

---

[۱] مجالس حضرت خطیب الاسلام، ص ۲۲۵

یہ مجلس چونکہ متعلق تھی کارِدعوت سے اس لئے اس کو مکمل نقل کر دیا تھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت خطیب الاسلام اپنے دعوتی اسفار میں دعوتی اصول وآداب کی رعایت فرماتے تھے۔

مجلس ۳: معلمیت کیا ہے

ایک مجلس میں حضرت سے سوال کیا گیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم بنا کر بھیجا گیا، اس معلمیت کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معلمیت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد قصوں کہانیوں پر نہیں بلکہ حقائق و براہین پر ہے، معلمین کو چاہئے کہ وہ طلبہ کو سوال کی آزادی دیں کیونکہ یہ علمی ترقی کی ابتداء ہے۔ اگر استاد طالب علم کو سوال سے روکے تو یہ اپنے منصب سے بددیانتی ہوگی۔ طلبہ درجہ میں آزاد ہوتے ہیں سوال کیلئے اور اساتذہ کرام پابند ہوتے ہیں جواب دینے کیلئے۔ اساتذہ کے اوپر ایک تکمیل علم کی ذمہ داری ہے درجات کے اندر اور ایک تکمیل ادب وذکر کی ذمہ داری ہے درجہ سے باہر اور مدرسہ کے ماحول کے اندر رہتے ہوئے ان دونوں ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا نام درحقیقت معلمیت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معلمیت کے حقیقی منصب کی جب ہی ادائیگی ہوگی جب معلم ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے اپنے آپ کو تیار کرے گا۔ اس مجلس مبارک سے معلوم ہوا کہ معلم معلمیت کا حق اس وقت ادا کرسکتا ہے جب وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے شاگردوں کی تربیت، اخلاقی کیفیت پر بھی توجہ دے، یعنی مدرسے کے اندر بھی خیال رکھے اور باہر بھی، طلبہ کو چند علمی باتیں بتادینا معلمیت نہیں، بلکہ ایک روٹینی عمل ہے۔

مجلس ۴: دارالعلوم کی فکری اور روحانی بنیاد

دارالعلوم کی فکری بنیاد تو یہ تھی کہ انگریزوں کے پلان کے جواب میں دارالعلوم قائم کیا گیا اور اس کی روحانی بنیاد صرف حضرت نانوتوی کا اخلاص اور توکل علی اللہ تھا، حضرت نے دارالعلوم کیلئے آٹھ الہامی اصول طے فرمائے، جن میں ایک اہم اصول یہ تھا کہ دارالعلوم کوئی ایک مستقل ذریعہ آمدنی طے نہ کیا جائے، بلکہ عامۃ المسلمین کے تعاون پر یہ مدرسہ چلتا رہے، اسی وجہ سے آج دارالعلوم کے اثرات ونفوذ ہر جگہ محسوس کئے جاتے ہیں۔

مجلس ۵: ادارہ کا اصل مزاج روح ہے، رسم نہیں

آج الحمد اللہ آسمان علم ومعرفت پر دارالعلوم دیوبند (وقف) مہتاب کی طرح جلوہ گر ہے، دارالعلوم وقف ہر جہت سے ترقی کی سمت رواں دواں ہے، بلاشبہ سلف صالحین اور بزرگان دین کے طریق اور نقوش کا محافظ اور پاسبان ہے اور لفظ وقف کا لاحقہ سے خط امتیاز کھینچ دیا ہے اور یہ ایک ایسا چشمہ ساقی ہے کہ ہر سال ہزاروں تشنگانِ علوم کو سیراب کر رہا ہے اور زبان حال سے بقول حکیم الاسلام یہ کہتا ہے کہ:

''ادارہ کا اصل مزاج روح ہے رسم نہیں، حقیقت ہے نمائش نہیں، اخفاء ہے تشہیر نہیں اور معنویت ہے محض صورت سازی نہیں، گوطبعًا صورت سے انکار بھی نہیں۔''

درحقیقت دارالعلوم وقف دیوبند کے آثار کا امین اور ان کی روایات اور عادات واطوار کا حامل ہے اور اپنی سادگی، صاف دل کے لحاظ سے اور ٹھوس درس وتدریس وتعلیم اور ملی وملکی رہنمائی کے اعتبار سے آج اسے ایک مینارہ نور اور مشعل راہ کی حیثیت وعظمت حاصل ہے۔ رہبر ملت دارالعلوم دیوبند (وقف) ایک مینارۂ نور ہے جو پوری امت کیلئے تا قیامت ہدایت کا سر چشمہ ہے اور اس کا فیض و فیضان تا قیامت جاری رہے گا۔ انشاء اللہ۔ حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ نے قیام دارالعلوم وقف کے بعد اپنی دعوتی وملی اور علمی کوششوں کا محور اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر دارالعلوم وقف کو بنالیا تھا، اور اول ہی سے اپنے عظیم الشان جدامجد کی روشن تاریخ کو زندہ کرتے ہوئے دارالعلوم کی فکر روشن کو صحیح خطوط پر باقی رکھنے کے لئے دارالعلوم وقف دیوبند کی تعلیمی مادی اور معنی ترقی ہی کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، تاکہ ہندوستان میں احیائے سنت نبوی ﷺ اور اعلائے کلمۃ الحق کی جو عظیم الشان روش حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام الامام النانوتوی قائم کر گئے ہیں وہ اسی طرح پوری آب وتاب کے ساتھ مستقبل کی نسلوں میں بھی جاری وساری رہے، اور کافرانہ وملحدانہ روشن ہندوستانی مسلم معاشروں میں جڑ نہ پکڑے، اور مادیت زدہ ذہنوں سے اٹھنے والے نوع بنوع فتنوں کا سد باب قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا جا سکے، اور ایسے افراد مسلسل پیدا ہوتے رہیں جن کے اندر احساس زیاں بھی ہو، اور عشق بھی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے مر مٹنے کا عظیم الشان جذبہ بھی ہو۔

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
ایک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

اوران تمام کاوشوں کا اجر ہر حال میں اللہ سے مطلوب ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
﴿إن الله اشترى من المومنين انفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة﴾(سورة التوبة:۱۱۱)

مجلس ۶: قاسمی ہو جاؤ بھوکے ننگے نہ رہو گے

حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا: یہاں یہ بات یاد آئی کہ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی جو بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور خود ان کے تلامذہ کا ایک وسیع حلقہ تھا جس میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی جیسے اکابر شامل تھے، ان کا یہ مقولہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نقل فرمایا کرتے تھے کہ ''قاسمی ہو جاؤ بھوکے ننگے نہ رہو گے۔''

مجلس ۷: حکیم الاسلام اور باطل تحریکوں کا مقابلہ

حضرت خطیب الاسلام نے ایک مجلس میں فرمایا: اسلام کے عائلی قوانین کا مسئلہ ہو یا پرسنل لاء میں ترمیم کا منصوبہ ہو دینی مکاتب و مدارس کی آزادی سلب کرنے کی اسکیم ہو یا ارتداد اور شدھی تحریک ہو، فتنۂ قادیانیت کا واویلا ہو یا دینی تشخص اور ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والی گھناؤنی سازشیں ہوں ہر محاذ پر قطب وقت حکیم الاسلام پیش پیش نظر آئے اپنی حق گوئی اور ثابت قدمی سے وقت اور بخت کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا، اسلاف واکابر کی صداقت اور عزیمت کبری کو زندہ وتابندہ کیا۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چیں بہارِ توز داماں گلہ دارد

مجلس ۸: بموقعہ حضرت خطیب الاسلام کی تشریف آوری نانوتہ میں

حضرت خطیب الاسلام نے ایک مجلس میں فرمایا: حضرت حجۃ الاسلام کی عربی سوانح کے اجراء کے موقع پر فرمایا: ''بہت وقیع کام ہو گیا، حضرت نانوتوی کا ان کے خاندان والوں اور پوری جماعت دیوبند پر یہ قرض تھا جس کو اویس سلمہ اللہ کے ذریعہ ادا کرایا گیا، حق تعالی شانہ اس کے نفع کو عام وتام فرمادے اور ان کی عمر واقبال میں برکت عطا فرما کر اس کتاب کو مقبولیت عامہ اور قبولیت تامہ عطا فرمادے۔

مجلس ۹: زندگی مجاہدانہ گذرے گی

حضرت خطیب الاسلام تقریباً ۲۰ سال قبل نانوتہ تشریف لائے، حضرت کا قیام اپنی خالہ زاد بہن یعنی میری اپنے نانی اماں کے یہاں تھا، سب افرادِ خانہ موجود تھے اور حضرت سے مختلف موضوعات پر مذاکرہ ہو رہا تھا، مجلس پر اس وقت ظریفانہ رنگ غالب تھا، محفل گل گلزار تھی، قصہ گوئی اور اندازِ گفتگو کی میں حضرت رحمۃ اللہ کو کمال حاصل تھا کہ مجلس جتنی چاہے طویل ہو جائے سننے والا یہی خواہش لے کر اٹھتا تھا کہ کاش یہ محفل کبھی ختم ہی نہ ہوتی، کیونکہ اس مجلس میں علمی، ادبی، دعوتی اور اصلاحی واقعات و تجربات کا ذکر ہونے کے ساتھ ساتھ، علمی مسائل اور قومی اہمیت رکھنے والے موضوعات پر دلچسپ مذاکرہ ہوتا تھا، حضرت خطیب الاسلام کی میری نانی اماں جو حضرت کی خالہ زاد تھیں، قصہ گوئی اور گفتگو کی شیرنی میں اپنی مثال آپ تھیں، اور کسی بھی واقعہ کو بہت دلچسپ انداز میں بیان کرتی تھیں، اپنے خاندانی واقعات ان کو بہت یاد تھے، ان واقعات کو سناتے ہوئے کبھی الفاظ بھی الگ نہیں ہوتے تھے، اور ایک ہی واقعہ کو بڑے سبق آموز انداز میں سناتیں، کبھی بھی ان واقعات کو سننے میں ملل اور اکتاہٹ نہیں ہوتی تھی، حالانکہ وہ ایک واقعہ کئی کئی مرتبہ سناتی تھیں، بہر حال محفل میں اس وقت حضرت اپنے مزاج کے مطابق علمی واقعات اور ادبی لطائف بیان کر رہے تھے اور سب گھر والے ان کو سن کر محظوظ ہو رہے تھے، اسی درمیان نانی اماں نے میری والدہ کے ایک عجیب وغریب خواب کی تعبیر معلوم کی کہ ابھی اس نے یہ خواب دیکھا کہ جیسے یہ خود ہے اور اس کے ساتھ اس کے والد ہیں اور اس کے شوہر ہیں اور یہ سب ایک بلند ٹیلہ پر کھڑے ہیں اور ٹیلہ کے آگے ایک بہت بڑا دریا ہے جو تا حدِ نظر ہے اور ان کے پاس ایک گھوڑا ہے، جیسے یہ تینوں اس دریا کو عبور کرنا چاہتے ہیں، اتنے میں ایسا محسوس ہوا کہ پیچھے سے بلوائی آ رہے ہیں، اب یہ سوچ رہی ہے اب ہم کیا کریں پیچھے دشمن بلوائیوں کی شکل میں اور آگے دریا، ہم تو بری طرح پھنس گئے، اتنے میں یہ دیکھتی ہے کہ دریا سے ایک نور تیرتا ہوا ہماری طرف آ رہا ہے جب وہ قریب آ گیا تو اس نور میں سے ایک انتہائی حسین وجمیل شخص نمودار ہوئے کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، غرض یہ کہ آپ ٹیلہ پر تشریف لائے اور آپ نے اس گھوڑے کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو وہ گھوڑا جو کسی طرح اپنی پیٹھ پر نہیں بٹھا رہا تھا ہاتھ پھیرنے کے بعد اس پر یہ اور اس کے شوہر سوار ہو گئے اور اس نے اپنی پیٹھ پر ان کو بٹھا کر ایک

چھلانگ لگائی کہ ایک ہی چھلانگ میں دریا کے اس پار تھے، یہ خواب دیکھا اور نانی اماں نے فرمایا کہ یہ تو نماز کی یعنی کثرت نوافل وغیرہ کا کوئی خاص اہتمام نہیں کرتی، مگر اس کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتیں بہت ہوتی ہیں، حضرت نے اس خواب کی تعبیر دی کہ: ماشاءاللہ بچی کے دل کا راستہ بہت صاف ہے، اس لئے کثرت زیارات ہیں اور زندگی انجام کار کے اعتبار سے بڑی خیر لئے ہوئے ہوگی، مگر چونکہ گھوڑا دیکھا ہے تو اس لئے مجاہدانہ اور بڑے مجاہدہ کی زندگی گذرے گی، کیونکہ گھوڑا علامت جہاد ہے، ہاں انجام کار بہت اچھا اور اپنے اندر خیر لئے ہوئے ہوگا۔ ان شاءاللہ (اس خواب کا تذکرہ آگے کتاب میں بھی کیا گیا ہے)

مجلس ۱۰۱: اور صدیقی لڑکا عدالت سے باعزت بری ہوگیا

اس مجلس میں حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ نے انتہائی دلچسپ واقعہ بیان کیا، جس میں حضرت نانوتوی، حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمہما اللہ کی جلالت شان کا ذکر ہے۔ اور خاندان صدیقی نانوتہ کے افراد کی جرأت وغیرت ایمانی کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور خاندان کے افراد کے تئیں حضرت کا تعلق بھی واضح ہوتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: نانوتہ میں ایک مجلس ہورہی تھی شیعوں کی، وہاں شیعہ بھی کافی تھے تو اس مجلس میں شیعہ لوگ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کا اور سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کا نام لے کر بڑی گستاخی اور بدتمیزی کررہے تھے اور نانوتہ میں صدیقی خاندان بہت زیادہ ہے ہم لوگ بھی وہیں کے ہیں نانوتہ اصل وطن ہے ہمارا۔

تو وہاں ان کی مجلس ہورہی تھی اور سیدنا صدیق اکبرؓ کا نام لے کر وہ شیعہ گالیاں بک رہا تھا۔

تو ایک نوجوان وہاں سے گزر رہا تھا اس زمانہ میں سب کے پاس تلواریں رہتی تھیں اس کے پاس بھی تلوار تھی اور وہ نوجوان خود بھی صدیقی تھا اور جوان تھا اور طاقتور تھا اس کے کان میں یہ گالیاں پڑیں تو اس نوجوان سے برداشت نہ ہوسکا وہ فوراً اِس مجمع میں گھس گیا اور تلوار سے اِس شیعہ کی گردن اُڑادی۔ پہلے ہی وار میں قصہ تمام ہوگیا سینکڑوں کے مجمع میں گردن اُڑادی بس ایک ہنگامہ مچ گیا اور سب لوگ ایک دم ڈر کر بھاگ گئے، اس لئے کہ سب کو خطرہ ہوگیا چونکہ سب کے سامنے قتل ہوا تھا ایک شور ہوگیا۔

مگر بہرحال سب کے سامنے واقعہ ہوا تھا فوراً تھانہ پولیس ہوا اور کارروائی آگے بڑھ گئی اور مقدمہ

قائم کر دیا گیا اور یہ اتنا کھلا کیس ہوا تھا کہ سینکڑوں آدمی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے سب شیعوں کو کھلا یقین تھا کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا اور اس صدیقی نوجوان کو پھانسی ہوگی۔ اور یہ لڑکا جس خاندان کا تھا وہ تین بھائی تھے ان تین میں دو بھائی لاولد تھے اور ایک بھائی کے یہ ایک ہی بیٹا تھا۔ گویا پورے خاندان کی بقا اسی لڑکے کے اوپر تھی اور خاندان بہت بڑا تھا اور باوقار تھا اور پُر اثر تھا، اب سُنیوں میں اور خاندان کے لوگوں میں اس کی جان بچانے کی فکر سوار ہوگئی کہ کیسے بھی اس لڑکے کی جان بچاؤ اور چونکہ یہ کھلا کیس تھا تو شیعوں کو یقین تھا کہ اس کی جان بخشی کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور سُنی اپنی کوشش کر رہے تھے کہ اس کی جان بچ جائے، چاہے سزا ہی ہو جائے۔ پھر بعد میں چھڑا لیں گے مگر کوئی صورت بنتی نظر نہیں آ رہی تھی کیس عدالت میں چلتا رہا۔ شیعوں نے پیسہ بھی خوب خرچ کر دیا اور سنیوں کو ایک مایوسی ہوئی کہ یہ اتنا کھلا کیس ہے کہ مشکل ہے جان بچ سکے لیکن بہر حال اپنی اپنی کوششیں جاری تھیں۔

تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند جو میرے پر دادا ہوتے ہیں، اپنے وقت کے اولیاء کاملین اور عارفین میں ہیں ان سے جا کر لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم تدبیریں تو کر ہی رہے ہیں لیکن یہ تو آپ جیسے بزرگوں کا کام ہے کہ روحانی طور پر اس پر کچھ توجہ کریں کہ جس سے اس کی جان بچ جائے تو حضرت نے فرمایا کہ ترکیب تو میں بتا دیتا ہوں مگر کرنا تمہارا کام ہے۔

حضرت نانوتویؒ کی رہنمائی

حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ دیوبند جاؤ مولانا یعقوب کے پاس دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے پڑھایا کرتے تھے اور ان سب کاموں کا تعلق اللہ کی طرف سے ان سے ہے اور بہت سے لوگ ملکر جانا اور جا کر یہ بات عرض کرنا دیکھو ان کے مزاج میں غصہ بہت ہے جب تم یہ کہو گے کہ اس کی جان بچا دو تو وہ ایکدم غصہ ہو جائیں گے مگر تم لوگ غصہ کو برداشت کر لینا اور کہنا کہ حضرت آپ کتنا ہی مار لو مگر اس کی جان بچا دو۔ اب چونکہ بزرگوں کا اعتقاد اور اعتماد تھا یہ پچاس ساٹھ آدمی بیل گاڑیوں میں سوار ہو کر دیوبند پہنچ گئے اُس وقت حضرت چھتہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے، دارالعلوم کی ابتداء اسی مسجد سے ہوئی ہے۔ ان لوگوں میں حضرت کے رشتہ دار اور اعزہ اقرباء بھی تھے نانوتہ کے ذی اثر لوگ بھی تھے، پہنچ گئے تو حضرت سے ملاقات کی حضرت بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد دو تین بڑے

بڑے آدمی آگے بڑھے کہ حضرت ہم لوگ اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس نوجوان سے شیعہ کا قتل ہوگیا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ کتنی اہم ضرورت ہے اور اس کا تو بچانا بہت ضروری ہے اب آپ جیسے حضرات ہی بچائیں اور آپ ہی کچھ تدبیر کریں گے۔ بس اتنا سننا تھا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک دم خفا ہو گئے اور کہا کہ واہ یہ لوگوں کی جانیں لیا کریں اور ہم بچاتے پھرا کریں، جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ بہت ڈانٹ ڈپٹ کی مگر وہ لوگ مانے ہی نہیں یہاں تک کہ حضرت نے لاٹھی اُٹھالی اور ایک اس کے مارا اور کہا کہ جاؤ نکل جاؤ یہاں سے بہت خفا ہوئے مگر لوگوں نے کہا کہ حضرت چاہے آپ ہمارے سر پھوڑ دیں لیکن یہ کام تو حضرت کرنا ہی پڑے گا وہ تو سب وہاں سے تربیت حاصل کر کے آئے تھے۔ خیر تھوڑی دیر غصہ کیا اور مار پیٹ بھی کی پھر اس کے بعد ٹھنڈے ہو گئے۔

اگلے جمعہ کو تم لوگ سہارنپور آجانا

فرمایا کہ اچھا جاؤ اگلے جمعہ کو تم لوگ سہارنپور آجانا وہاں ایک مسجد ہے ابو نبی کی مسجد کہلاتی ہے پرانی دور کی مسجد ہے اس کے برابر ایک مکان ہے ''وہ ٹوٹا ہوا پڑا تھا ایک پرانی سی کوٹھری تھی اس میں باقی سب دیواریں ٹوٹی پھوٹی پڑی تھیں کوئی رہتا تو تھا نہیں ایسے ہی بیکار پڑا تھا'' اس مکان کے مالک کا پتہ لگاؤ کہ کون مالک ہے اور اس کے مالک کو ایک دن کا کرایہ دے کر ایک دن کے لئے وہ مکان کرایہ پر لے لو جبکہ اس زمانہ میں کچھ کرایہ کا زیادہ رواج بھی نہیں تھا ویسے بھی مل جایا کرتے تھے مکانات وہ مکان لے لو جمعہ کے روز ہم بھی آئیں گے۔

چنانچہ یہ لوگ سہارنپور پہنچ گئے اور وہ مل گیا تو اس کے مالک نے کہا کہ صاحب یہ تو ایسے ہی پڑا ہوا ہے آپ استعمال کر لیجئے کہا کہ کرایہ دیں گے تو ایک دن کا کرایہ ایک آدھا دھلاّ دے کر مکان لے لیا یہ سب لوگ مکان صاف کر کے ٹھہر گئے اور مولانا بھی تشریف لے آئے۔

یہاں آنے کے بعد مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا کہ دیکھو رامپور کی سڑک پر جاؤ اور دو میل چلنے کے بعد ایک درخت کے نیچے ایک فقیر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے پاس ایک ٹٹو بھی ہوگا (گھوڑا) وہ ٹٹو پر بیٹھ کر بھیک مانگتا ہے اور سب کے ساتھ اُلٹی سیدھی باتیں کرتا رہتا ہے گالیاں بھی دیدیتا ہے سب کو بُرا بھلا کہتا رہتا ہے اس کو جا کر کہنا کہ تم کو اس نے بلایا ہے ہمارا نام لے دینا۔

چنانچہ یہ دو آدمی یہاں سے روانہ ہوئے اور دیکھا جا کر وہ بیٹھا ہے اور پاس ہی ٹٹو بندھا ہوا ہے انہوں نے سلام کیا تو اس نے سلام کے جواب میں بھی گالیاں دیں انہوں نے کہا کہ آپ کو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے بُلایا ہے تو اس نے کہا کہ جی ہاں مولانا یعقوب صاحبؒ کوئی لاڈ صاحب ہیں انہوں نے حکم بھیج دیا اور ہم چلے جائیں کیا ہم بیکار پڑے ہوئے ہیں ہم فالتو ہیں اور اپنا ٹٹو کھولا اور ٹٹو پر بیٹھ کر ان لوگوں کو بُرا بھلا کہتا ہوا چلا آیا اور سارا راستہ طے کر کے وہاں پہنچے اور یہ بالکل ایسا جیسا پاگل ہوتا ہے، وہاں پہنچے تو مکان سے باہر ٹٹو کو باندھا، مولانا اندر تھے۔

وہاں جب یہ داخل ہوا تو جانے کے بعد اس کی کیفیت ایکدم بدل گئی اب جو مولانا سے اس نے کلام شروع کیا تو اس نے سلام کر کے مصافحہ کیا۔ بڑے ادب سے جیسے معلوم ہو کہ بہت بڑا عالم ہے حضرت کی مزاج پرسی کی اور اس کے بعد حضرت ان کو اس کوٹھری میں لے گئے اس میں پہلے سے بیٹھنے کا نظم تھا اور دروازہ بند کر دیا۔ پرانے کواڑ تھے نیچے سے کچھ بڑی بڑی دراڑیں تھیں تو یہ لوگ جو باہر بیٹھے تھے زمین پر لیٹ گئے کہ دیکھیں یہ اندر جا کر کیا کرتے ہیں تو مولانا محمد یعقوبؒ نے اس سے کہا کہ بھائی وہ قصہ ہو گیا ہے نانوتہ کے اندر شیعہ حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں گستاخی کر رہا تھا اس صدیقی لڑکے نے اس کو قتل کر دیا اور یہ لڑکا سُنی تھا، آپ اس کو چھوڑ دو۔

''یہ درحقیقت فقیر نہیں تھا بلکہ یہ وہی صاحب خدمت تھے''۔ تو اِس نے کہا کہ حضرت آپ یہ کیا فرما رہے ہیں کھلے عام اس نے قتل کیا اگر ایسے قاتلوں کو ہم نے چھوڑ دیا تو ایسے قاتلوں کی تو ہمتیں بڑھ جائیں گی تو آئے دن قتل ہوا کریں گے جس کا جہاں کسی سے اختلاف ہو گیا وہ فوراً گردن مار دیا کرے گا یہ تو نظام سارا خراب ہو جائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں نظام وظام کچھ خراب نہیں ہوگا جیسے ہم کہہ رہے ہیں تم کر دو۔

تو اِس فقیر نے کہا کہ حضرت یہ شرعاً جائز بھی ہے؟ بس اتنا سننا تھا کہ مولانا کو غصہ آ گیا کہا کہ تو جانتا ہے شریعت کو یا ہم جانتے ہیں کیا بدتمیزی ہے یہ کہہ کر جلال میں آ گئے برابر میں اینٹ پڑی ہوئی تھی اینٹ پر ہاتھ گیا اور کہا کہ اُلٹ دوں، بس یہ فقیر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ حضرت نہیں نہیں ایسا نہ کیجئے گا اور میں نے چھوڑ دیا، میں نے چھوڑ دیا، میں نے چھوڑ دیا، بہت ڈرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر ادب سے کہا کہ میں نے چھوڑ دیا۔ بس یہ بات ہوئی اور پھر حضرت سے اسی طریقہ سے ملا جیسے کوئی خادم ملا کرتا ہے، ملکر رخصت ہوا، سلام کیا، مصافحہ کیا اور باہر نکلتے ہی ٹٹو کھولا پھر وہی گالیاں شروع کر دیں اور لوگوں کو بُرا بھلا کہتا ہوا چلا گیا۔

ایک طرف یقین راسخ دوسری طرف مسرت کی لہر

باہر سینکڑوں لوگ انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت باہر تشریف لائے اور کہا کہ لو بھائی مبارک ہو کام ہو گیا اور لڑکا چھوٹ گیا۔ ابھی پندرہ دن فیصلہ کی تاریخ کو باقی تھے۔ اب چونکہ اِن لوگوں کو تو بزرگوں کی باتوں پر یقین بہت تھا لوگ بہت خوش ہوئے اور خوشی میں فوراً مٹھائی منگوائی گئی۔ خیر سب اپنے اپنے گھروں کو خوشی خوشی لوٹ گئے اور اب تاریخ کے انتظار کرنے لگے۔ تو شیعوں میں یہ خوشی کہ چونکہ کیس بالکل کھلا تھا اور فلاں دن فیصلہ ہوگا لہٰذا یقیناً پھانسی کا حکم ہوگا۔ اِن لوگوں نے کسی سے کچھ نہیں کہا یہ خاموش رہے اور اِن کے دلوں میں اس بات کا یقین راسخ تھا۔

چنانچہ جب وہ فیصلہ کا دن آیا انگریز مجسٹریٹ تھا تو صاحب ہزاروں آدمی عدالت پہنچے چونکہ یہ صدیقی خاندان بڑا تھا اور کیس بہت اہم تھا اور اثر رسوخ بہت زیادہ تھے اس خاندان کے تو ایک جم غفیر عدالت پہنچا اِدھر شیعہ بھی بھاری تعداد میں آئے۔ چاروں طرف سے عدالت کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

چنانچہ انگریز مجسٹریٹ آیا اور اس نے ابتدائی تمہید سنانے کے بعد فیصلہ سنانا شروع کیا تو ایک صفحہ اِس نے مثل کا پڑھا تو اِس میں قانونی اعتبار سے اِس نے جو دلیلیں دیں تو کہا کہ اِس دلیل کے اعتبار سے بھی قاتل جو ہے اس کی گردن اُڑائی جاوے دوسری دلیل یہ ہے اس کی وجہ سے بھی قاتل پھانسی کا مستحق ہے تیسری دلیل یہ ہے اس وجہ سے بھی قاتل موت کی سزا کا مستحق ہے۔ پورے صفحہ کے اندر اس نے ۵، ۷ اِس نے بڑی مضبوط دلیلیں قائم کیں اور شیعہ انتہائی خوش ہیں دوسرا صفحہ پلٹا تو اِس میں بھی اِسی قسم کی اہم اہم دلیلیں اور دفعات قائم کیں۔

سزائے موت کا مستحق ہے لیکن؟

تیسرا صفحہ جب اِس نے کھولا تو وہاں سے شروع کیا لیکن......لیکن......لیکن......تین دفعہ کہنے کے بعد کہا کہ: انگریز حکومت چونکہ اِس ملک کے اندر جدید اور نئی ہے حکومت کے ابھی اثرات اور قدم پورے طور پر ملک میں جمے نہیں ہیں اور یہ مجرم لڑکا جس خاندان کا ہے وہ خاندان اپنے علاقہ میں نہیں بلکہ پورے ملک کے اندر بااثر ہے اس لئے اگر اس ایک کو پھانسی دیدی گئی تو خیال یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں جو فتنہ پھیلے گا تو شاید قتل وغارتگری کا وہ بازار گرم ہوگا اور حکومت اس پر کنٹرول نہیں کر پائے

گی اور سینکڑوں اور ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی موت کے گھاٹ اُتر جائیں گے اور یہ تفصیلات مجسٹریٹ نے بڑی وضاحت سے سنائی۔

ایک جان بچا کر ہزاروں جانیں بچانا ضروری ہے

اس لئے حکومت چونکہ فی الحال کمزور ہے لہٰذا ایک کی جان کو بخش کر ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں کی جانوں کو بچانا ضروری اور اہم معلوم ہوتا ہے اس لئے اِس نوجوان کو ہندوستان کی عدالت عالیہ اپنے فرضِ منصبی کو پورا کرتے ہوئے باعزت بری کرنے کا اعلان کرتی ہے، لہٰذا ان کو عدالت سے باعزت بری کیا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ منصف نے سنا دیا۔ اب شیعوں کا تو حال خراب ہو گیا اور سنیوں کے یہاں خوشی کی کوئی حد نہ رہی اور نعرے لگائے گئے اور بڑے اعزاز کے ساتھ لڑکے کو عدالت سے لائے۔

تو یہ واقعہ ہوا تو اصل میں نظام وہاں کا ہے انہوں نے پندرہ دن پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں نے چھوڑ دیا اور یہ سارا نظام بعد میں سامنے آیا تو معلوم ہوا کہ اصل نظام کا تعلق درحقیقت اِس روحانی نظام سے ہے جو اللہ سے چل رہا ہے وہاں سے جیسے ہوتا ہے اُسی طرف انسانی قلوب کو مائل کر دیا جاتا۔

اَلْقُلُوْبُ بَیْنَ اِصْبَعِیَ الرَّحْمٰنِ انسانی قلوب اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جب چاہیں جب پلٹ دیں۔ تو درحقیقت روحانی نظام کے تحت سارا کام چلتا ہے کبھی کبھی بعض مرتبہ ظاہر بھی کر دیا جاتا ہے ورنہ ہمیں تو یہ نظام دنیا اور دنیا والوں کا ہی نظر آتا ہے۔ باقی نظام نظر نہیں آتا مگر سب ہوتا ہے وہیں سے۔ اصلاً وہاں سے ہوتا ہے اور دنیا میں اِن اسباب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے یہ ہے درحقیقت بنیاد نظامِ عالم کی تو پورا نظام عالم منظّم کارخانہ کی صورت میں وہاں سے چلتا ہے وہ اللہ کا نظام ہے جو نہایت کامل اور مکمل ہے۔

مجلس ۱۱: فضلائے دارالعلوم اور معاشی موقف

س: فضلائے دارالعلوم وقف کے معاشی موقف پر بھی براہ کرم کچھ روشنی ڈالیے کیوں کہ اس کو بھی آج کے معاشی نقطۂ نظر سے ہدف تنقید و اعتراض بنایا جاتا ہے؟

ج: پہلی بات تو یہ ہے کہ معاشی خوشحالی یا بدحالی کا تعلق کسی بھی قسم کی تعلیم سے قطعاً نہیں ہے، ورنہ جہلا میں تو معاشی اعتبار سے کوئی خوشحال نظر نہ آتا، جبکہ اس کے برعکس جہلاء میں بھی خوشحال افراد کی کمی نہیں۔

آج کی تعلیم کا مقصد فکر چونکہ معاش قرار دے دیا گیا ہے، اس لئے تعلیم کو معاش کا ذریعہ سمجھنے والے مدارس اسلامیہ کے فضلاء کو معاشی طور پر خالی ہاتھ اگر سمجھتے ہیں، تو وہ نا قابل معافی ہیں، کیونکہ وہ تعلیم کے اصل مقصد سے واقف ہی نہیں، اور نہ کسی دور کے معاشی نقطۂ فکر کا علم ہی رکھتے ہیں، مدارس اسلامیہ میں اپنی احکام وہدایات ربانی کے تحت فضلاء چونکہ ابتداء ہی سے مخلصانہ خدمت دین پر آخرت کی دائمی راحتوں کا ذریعہ ہونے کا یقین لیے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے معاش کے بارے میں اس عقیدے کے تحت کہ رزاق مطلق صرف اللہ رب العزت ہیں، وہ خدمت دین کے ذریعہ حاصل ہوجانے والے بقدر کفاف وسیلۂ معاش پر الحمدللہ پورے طور پر مطمئن رہتے ہیں، کیونکہ عیش و آرام سے بھرپور زندگی کے نہ عادی ہوتے ہیں اور نہ طلبگار، اس لئے الحمدللہ یہ ملک باعزت وامن پسند فضلائے مدارس اسلامیہ حکومت پر تعلیمی بوجھ بنتے ہیں اور نہ مطالبہ معاش پر ہنگامہ بردار ہوتے ہیں۔"[1]

حضرت خطیب الاسلام کی مسلسل منعقد ہونے والی چند اہم مجالس کو بطور نمونہ نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، علمی مجالس کا یہ سلسلہ تقریباً ۲۸ سال جاری رہا، دوران قیام دیوبند یہ علمی مجالس کا سلسلہ بعد نماز عصر "آستانۂ قاسمی" میں ہوتا تھا، اور تشنگان علوم نبوت حضرت کے چشمۂ بافیض سے سیراب ہوتے تھے، حضرت کی کچھ علمی مجالس کو مولانا یامین صاحب نے شائع بھی کیا ہے، جو ادارہ دارالاشاعت حیدرآباد سے شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں، مزید استفادہ کے لئے ان سے رجوع کریں۔

[1] مجالس خطیب الاسلام، ص ۸۰

حضرت خطیب الاسلام کی خطابت

حضرت انسان کوحق تعالی شانہ نے اپنے مانی الضمیر کواداء کرنے کے لئے دو ذریعہ عطا فرمائے ہیں جن سے انسان اپنے مانی الضمیر ، اپنے جذبات وخیالات اوراپنی ان کیفیات کا اظہار کرتا ہے، جو انسان کے دل میں مختلف حالات و مقامات کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہیں۔ انہی اندرونی جذبات و احساسات کی اگر زبان ترجمانی کرتی ہے تو اس کو ہم تقریر کہتے ہیں اور انہی جذبات کی بذریعہ قلم اگر ترجمانی ہوتو اس کو ہم تحریر کہتے ہیں۔

جتنا جتنا انسان اپنے مانی الضمیر کو مؤثر انداز میں پیش کرنے لگتا ہے اسی قدر اس کا کلام مؤثر، اس کی گفتگو اثر انداز اور اس کی تقریر میں قوت تاثیر پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور جب انسان کیف ما اتفق اور غیر مربوط کلام کرتا ہے تو اس کی بات قابل اعتبار ہونے کے بجائے عدم اکتراث کا شکار ہوکر ھباء منثورا ہوجاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انسانی شخصیت کا ایک عظیم جوہر حسن کلام اور عمدہ گفتگو کرنا ہے، اگر کسی کو گفتگو کرنے کا سلیقہ ہے اور اس کے پاس حسن کلام ہے تو ایسا شخص مشکل ترین مراحل میں دشوار گذار گھاٹیوں سے بآسانی گذر جاتا ہے اور اگر اس کے پاس حسن کلام نہیں تو حل شدہ مسائل بھی پیچیدگی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

حسن کلام وحسن تعبیر کی وجہ سے ایک مکمل فن ''فن خطابت'' معرض وجود میں آیا، اور اس پر باقاعدہ محنتیں ہوئیں اور لوگوں نے اس کو بحیثیت فن سیکھا، چنانچہ اس فن کی زمانۂ جاہلیت سے ہی بڑی اہمیت رہی ہے، حضرت مولانا سید رابع حسنی دامت برکاتہم ناظم اعلی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنی کتاب ''جزیرۃ العرب'' میں خطابت کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

''عربوں کے عہد جاہلی کے ادب میں شاعری کے بعد دوسری نمایاں قسم خطابت تھی، جو عام طور پر مجمع کو متاثر کرنے کے لئے یا سفارت پر بھیجے جانے والے افراد کے لئے تھی اور اس کا استعمال عموماً افراد قبیلہ کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے یا دوسرے قبائل میں اپنے قبائل کی

عظمت ظاہر وثابت کرنے کے لئے تھا، اسی لئے عام طور پر ہر قبیلہ میں ایک شاعر کے ساتھ ایک خطیب بھی ہوتا تھا۔"[1]

عہد جاہلیت کے مشہور خطیبوں میں عمرو بن معدیکرب، قس بن ساعدہ الأیادی قابل ذکر ہیں۔ عصر اسلامی میں جن مشہور خطباء کے نام ملتے ہیں ان میں عمران بن حیطان، صالح بن مسرح، عبداللہ بن حنظلہ، عمرو بن سعید بن العاص عمر بن عبدالعزیز، حجاج بن یوسف، زیاد بن امیہ وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

اس طرح ہر زمانے میں خطیب پیدا ہوتے رہے، پھر اس میں مختلف اقسام کے خطیب ہوتے، کوئی سیاسی انداز کا خطیب ہوتا، کسی کی خطابت میں انقلابیت ہوتی، کسی کے یہاں موعظت کا رنگ غالب ہوتا، کوئی عوامی خطابت کرتا۔

اہل عرب اس فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے، اسی طرح ہر زبان کے اپنے اپنے خطیب ہوتے ہیں، اردو زبان میں بھی بڑے بڑے خطباء گذرے ہیں، جنہوں نے اپنی خطابت سے لاکھوں لوگوں کے دل تبدیل کر دیئے، چنانچہ مشہور خطباء میں جن کا نام سرفہرست آتا ہے وہ شاہ اسماعیل شہیدؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ، حضرت تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت شاہ عطاء اللہ بخاریؒ حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ جہاں پوریؒ اور حضرت خطیب الاسلام، مولانا محمد سالم قاسمی اور متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کے نام بہت نمایاں ہیں۔

خطابت کے فن کو بہت سے حضرات بحیثیت فن سیکھتے ہیں، مگر بعض حضرات ایسے ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہ بطور خاص خاندانی طور پر عطا فرماتا ہے، حضرت خطیب الاسلام کا خانوادہ بھی برصغیر ہند و پاک میں ایک ایسا خانوادہ ہے جس کو خطابت کا فن نسل در نسل خاندانی طور پر بطور خاص خداداد عطا ہوا۔

حضرت حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ جن کے متعلق ان کے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"حق تعالی اپنے بندوں جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے ایک لسان عطا فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت شمس تبریز کو مولانا رومی لسان عطا ہوئے تھے، جنہوں نے حضرت شمس تبریزی کے علوم کو

---

[1] الجزیرۃ العرب، از: حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی

کھول کھول کر بیان فرمادیا۔اسی طرح مجھے مولوی قاسم صاحب بحیثیت لسان عطا ہوئے ہیں[۱]
حضرت حاجی صاحب نے اپنے مرید خاص کو''لسان'' سے تعبیر فرمایا۔

''حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ اپنے استاذ حجۃ الاسلام کے درس کے متعلق فرماتے تھے کہ:''جب استاذ رحمۃ اللہ (حضرت نانوتویؒ) سے کوئی بات پوچھی جاتی تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس مسئلے کے تمام دلائل اک دم ہاتھ جوڑے ہوئے حضرت کے سامنے آ کھڑے ہوئے ہیں''[۲]

اسی طرح خانوادۂ قاسمی کی ایک اہم شخصیت میدان خطابت میں حضرت حکیم الاسلام کی تھی جو اپنا منفرد مقام رکھتی تھی اور علوم قاسمی اور فکر ولی اللہی کی مکمل ترجمان تھی،حضرت نے اپنی خطابت کے ذریعہ جدِ امجد کے لگائے ہوئے باغیچہ کے پھولوں کی خوشبوؤں سے پورے عالم کو معطر کر دیا اور پوری دنیا کے لوگوں کو مشائخ دیوبند کی خدمات کا معترف بنا دیا۔آپ کی خطابت کے متعلق میرے استاذ محترم حضرت مولانا نور عالم خلیل صاحب دامت برکاتہم اپنی کتاب''پس مرگ زندہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''وہ جس موضوع کو بھی چھیڑتے اس پر بھرپور طریقے سے بولتے تھے اور وضاحت دلائل، ردوقدح ہر شبہے کے ازالے کے ساتھ متعلقہ سارے گوشوں کا احاطہ اوران سے متعلق وہ ساری جان کاریاں ضرور دیتے،جن کے متعلق وہ یہ محسوس کرتے کہ سامعین کے لئے یہ ضروری اور انتہائی مفید مطلب ہیں۔اپنے وسیع تجربے اور انسانی معاشروں کے مسائل سے اپنی گہری اور بصیرت افروز معلومات کی وجہ سے وہ سامعین کے دامن جستجو کو مالا مال کر دیتے تھے''[۳]

وہ جس نے آخری دم تک خطابت کی آبیاری کی
جسے کہتے تھے ہم محزوں فنا ہو کر بھی زندہ ہے

حضرت خطیب الاسلام کی تقریر ایک مرتبہ سن لی تو وہ یہی کہتا ہوا اٹھا کہ ان جیسا خطیب نہیں دیکھا،اور ہر سننے والے کو یہ محسوس ہوا کہ یہی باتیں تو ہمارے دل کی آواز ہیں،یہی وجہ ہے کہ وہ دریا کی روانی کی طرح کئی کئی گھنٹے لگاتار بولتے چلے جاتے اور سامعین بھی سنتے رہتے۔

---

[۱] قصص الاکابر،ص:۷۵:امداد المشتاق،ص:۱۶
[۲] سوانح قاسمی جلد اول،۳۴۳
[۳] پس مرگ زندہ۔ص ۱۵۳

حضرت حکیم الاسلام کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت خطیب الاسلام تقریباً سات دہائیوں تک مسلسل ہندوستان اور غیر ممالک میں علم کے اور رشد و ہدایت کے موتی بکھیرتے رہے۔ آپ کا انداز خطابت اس قدر جامع، مربوط، مبسوط، حشو و زوائد سے پاک، علم و آگہی اور افکار و معانی کا مرصع ہوتا، جس میں حمد و ثنا کے بعد تمہید بھی ہوتی، موضوع کا تعین بھی ہوتا، اس موضوع کی چہار پہلوؤں کی تفصیلات بھی ہوتیں، اس موضوع سے متعلق نقلی دلائل اور عقلی شواہد بھی ہوتے، پھر اس موضوع سے متعلق قرآنی آیات، پھر بنیادی آیت جو خطبہ میں تلاوت کی گئی اس کا دیگر آیات قرآنیہ سے استشہاد اور تائید بھی ہوتی، مزید برآں اس موضوع کی سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تائید بھی ہوتی۔ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے واقعات سے تذکیر بھی ہوتی، موضوع سے متعلق ملل اور اکتاہٹ دور کرنے کے لئے دلچسپ لطائف علمیہ وادبیہ بھی ہوتے۔ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کی کیفیات بھی ہوتیں، اشعار کا برمحل استعمال بھی ہوتا، سامعین کے ذہن میں موضوع سے متعلق پیدا ہونے والے شبہات کے مفصل و قیع جوابات بھی ہوتے، اس موضوع کی افادیت کا بیان بھی ہوتا، موجودہ حالات و ظروف سے موضوع کی مطابقت بھی ہوتی، تاریخی و علمی شواہد بھی ہوتے، ایجاز و اطناب کے مابین بیان میں اعتدال بھی ہوتا۔ الفاظ و معانی میں تطابق، توافق اور ہم آہنگی بھی ہوتی، پھر اس موضوع کی چہار جوانب کو سمیٹ کر خلاصۃ القول کے طور پر چند جملوں میں مختصراً ماحصل اور خلاصہ پیش کرنا اس کے بعد اختتامی کلمات کے ذریعہ حاضرین مجلس اور ذمہ داران اور پروگرام منعقد کرانے والوں کی حوصلہ افزائی فرماتے: حضرت خطیب الاسلام جب تقریر فرماتے تو روانی، تسلسل اور سلاست اس قدر ہوتی ایسا محسوس ہوتا کہ علم و معرفت کا ایک دریا ہے جو انتہائی پرسکون انداز میں بہہ رہا ہے جس میں پر جوش تو ہے مگر طغیانیت نہیں، بقول شخصے:

تیرے تفکر میں قرن اول کی عظمتوں کا نشان ملے گا
تیری خطابت میں عبرتوں کا تصور جاوداں ملے گا

مولانا شکیب قاسمی حضرت خطیب الاسلام کے انداز خطابت کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''آپ کے عالمانہ وحکیمانہ خطابت کا شہرہ عہد شباب ہی میں ملک کی سرحدیں پار کر کے بیرونی ممالک میں پہنچ چکا تھا۔ علم میں گہرائی، فکر میں گہرائی، مطالعہ میں وسعت کی وجہ سے زبان سے

نکلا ہوا ہر جملہ فکر وبصیرت سے منور حکمت وفلسفہ کے رنگ میں کتاب وسنت کی بے مثال تشریح و تفہیم کا ملکہ، تہ درتہ موتیوں کی تلاش آپ کا خاص ہنر ہے۔ آپ اسٹیج پر موجود ہوں تو سامعین کو اس بات کا یقین اور اعتماد ہوتا ہے کہ اب علم وفن کے چشمے چھوٹیں گے۔''

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

مفتی عبدالمنان صاحب قاسمی حضرت خطیب الاسلام علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد لکھے گئے اپنے ایک مضمون میں حضرت کی خطابت کی خصوصیات کو واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یوں تو حضرت خطیب الاسلام علیہ الرحمہ کی شخصیت کا ہر پہلو ایسا ہے کہ اس پر دفتر کے دفتر سیاہ کردئے جائیں تو بھی کم ہیں اور ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر ارباب علم و دانش اور اصحاب قلم لکھ رہے ہیں اور لکھتے رہیں گے، ان شاء اللہ، لیکن اس وقت راقم السطور ان کی زندگی کا ایک خاص وصف جس سے آپ کی شخصیت متصف تھی، اور جو آپ کی پہچان بن چکا تھا اس کا تذکرہ کرنے کی کوشش ہے، اور وہ ہے تقریر وخطابت، اسی وجہ سے آپ علیہ الرحمہ خطیب الاسلام کے لقب خاص سے ملقب کئے گئے، اور یہ وصف ایسا ہوگیا کہ آپ کی پہچان بن گیا، نہ صرف برصغیر وایشیاء میں، بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے اور گوشے گوشے میں آپ اس لقب سے جانے جانے لگے۔''

مزید لکھتے ہیں

''خطابت ایک ایسا فن ہے جس میں سحر آفرینی اور جادو بیانی ہے، یہی وہ فن ہے جس کے ذریعے دلوں کو موہ لیا جاتا ہے۔ جذبات واحساسات کو بیدار کیا جاتا ہے، سویا ضمیر جاگ اٹھتا ہے، پژمردہ قلوب میں تازگی پیدا ہوجاتی ہے، فکر ونظر میں بالیدگی آجاتی ہے، سوچنے اور سمجھنے کا انداز بدل جاتا ہے، کھوئی ہوئی شان وشوکت حاصل کرنے کی چاہ دل میں پیدا ہوجاتی ہے، تقریر وخطابت قوموں کی شکست وریخت کا ذریعہ بھی بنتی ہے، بادشاہوں کی بادشاہی کی بقاء اور استحکام میں اہم رول اور کردار ادا کرتی ہے، انبیاء علیہم السلام کو بھی دعوت دین پہنچانے میں تقریر وخطابت کی ضرورت ہوتی ہے، یہی وجہ تھی کہ تمام انبیاء ومرسلین اپنے وقت کے سب

[1] احیات طیب

سے بڑے خطیب بھی ہوا کرتے تھے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے، اور تقریر وخطاب اور زبان وبیان میں شفافیت وجامعیت عطا کی گئی، یعنی کم الفاظ میں اپنے مافی الضیر کو اداء کرنے کا سلیقہ عطا فرمایا گیا، اور پھر صحابہ کرام نے مختلف مواقع پر فرمایا کہ جب بھی کوئی اہم معاملہ درپیش آیا تو ''قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینا خطیباً'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً منبر پر تشریف لا کر ہمیں خطاب کرتے''۔

آگے لکھتے ہیں:

حضرت خطیب الاسلام علیہ الرحمہ کو تقریر وخطابت سے شغف اپنے عہد طفولیت ہی سے تھا، بہت سے جلسے اور پروگراموں میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ شریک ہوتے اور خطابت کی گل افشانی فرماتے، حضرت خطیب الاسلام علیہ الرحمہ دور حاضر کے انداز خطابت اور اسلوب تقریر سے نہ صرف واقف تھے، بلکہ آپ کو دیکھ کر انداز واسلوب اخذ کیے جاتے تھے، یعنی آپ انداز گر تھے، نہایت ہی پر کیف پرسکون اور پروقار لب ولہجہ جذبات واحساسات کو اپیل کرنے والا انداز، قلب وجگر کو چھو جانے والا اسلوب، ہر ایک کو اپنا گرویدہ اور ہر ایک کی دل جیتنے والی رفتار تکلم، آپ کی خطابت ایک ایسا سماں باندھ دیتی تھی کہ چاروں طرف سناٹہ چھا جاتا تھا، نگاہیں آپ کی طرف اٹھی رہتی تھیں، کان متوجہ اور دل ودماغ حاضر رہتے تھے، جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔''[۱]

حضرت خطیب الاسلام کے متعلق مفسر قرآن حضرت مولانا سید اخلاق حسین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس ناچیز نے یہ دیکھا کہ مولانا محمد سالم صاحب زید مجدہم کی طویل تقریریں اسی علمی زبان میں عوام وخواص دونوں طبقے بڑی توجہ کے ساتھ سنتے ہیں اور کسی قسم کی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے، مولانا محمد سالم مدظلہ نہ صرف دارالعلوم دیوبند کے ایک مایہ ناز عالم، فقیہ اور مفسر ہیں بلکہ خانوادۂ قاسمی (علم ونسب دونوں کے لحاظ سے) کے ایک کامیاب ترجمان وشارح کی حیثیت بھی رکھتے ہیں اور موصوف کے اندران کے والد محترم کی تربیت نے اپنا پورا کام کیا اور

---

[۱] ایک تاثراتی مضمون بروفات حضرت خطیب الاسلام، از عبدالمنان صاحب

اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کیا ہے، کیونکہ قدرت کا یہ فیصلہ معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور قحط الرجال میں مولانا موصوف قاسمی سلسلہ کے آخری یادگار کے طور پر پہچانے جائیں۔‘‘[۱]

مولانا مزید تحریر فرماتے ہیں:

’’انسانی عظمت کی اسلامی بنیادوں‘‘ کے عنوان کے تحت مولانا خطیب الاسلام نے اسلام کی بین الاقوامی قدروں کا تعارف کراتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعاء کی طرف اشارہ کیا ہے جو دراصل دعاء کے مؤثر پیرائے میں توحید، نبوت اور انسانی اخوت کے تینوں بنیادی اصولوں کا اعلان کیا ہے۔’’**اللھم اشھد ان الناس کلھم اخوۃ**‘‘

اے خدا! میں شہادت دیتا ہوں کہ تو واحد ہے اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسلام کی بین الاقوامی قدروں کی تشریح وتعبیر میں افراط وتفریط نے جگہ پائی ہے، مولانا نے دونوں انتہاؤں سے بچ کر اعتدال وتوسط کی راہ اختیار کی ہے۔

بہر حال مولانا موصوف کے تمام خطبات وتقاریر اس قابل ہیں کہ اہل علم انہیں توجہ سے پڑھیں، سرسری مطالعہ سے کام نہ لیں، تلاوت کی نیت نہ کریں کہ ایک بزرگ زادے اور بزرگ کا کلام ہے۔ چلو ایک نظر ڈال لیں اجر وثواب حاصل ہوگا‘‘۔[۲]

حضرت خطیب الاسلام کے خطبات کے متعلق حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحب ررحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۳ جمادی الاول ۱۴۲۴ھ ۲۴ جولائی ۲۰۰۳ء) جانشین حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، تحریر فرماتے ہیں:

’’حضرت الحاج مولانا محمد سالم صاحب زید مجدہ، مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند اپنی گوناگوں فضیلت مآبیوں کے باعث مستغنی عن التوصیف والتعارف ہیں۔ ان کے فضل وکمال اور تقریر و خطابت کے منتہائے عروج کے بارے میں کچھ عرض کرنا ’’آفتاب آمد دلیل آفتاب‘‘ کا مصداق ہے، علوم کے استحضار کے ساتھ آپ اپنی خطابت میں کسی بھی موضوع کو اس کے مالہ وماعلیہ کے ساتھ کامیاب طور پر بیان کرنے میں جو خصوصی دسترس رکھتے ہیں اور آپ کو جو

۱؎ خطبات خطیب الاسلام ص ۹

۲؎ خطبات خطیب الاسلام۔ ج اول ص ۱۱

زبان وبیان کی قدرت مہارت وکمال اورطرۂ امتیاز حاصل ہے اس کے پیش نظر آپ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کی عظیم الشان روایات کے امین و علمبردار اور صحیح جانشین ہیں'' ۔[1]

حضرت خطیب الاسلام کی خطابت حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا نمونہ تھی کہ ''إن من البیان لسحرا'' کہ بیان میں جادو کا اثر ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے انبیاء والے کام لینے تھے، اسلام کی نشر واشاعت دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، وعظ وارشاد اور اصلاح امت کا کام لینا تھا، اسی لئے علوم نبویہ کے ساتھ ساتھ اوصاف نبویہ بھی عطا فرمائے گئے، جن میں ایک اہم ترین وصف خطابت اور بلاغ مبین کا ہے کہ انبیاء اور مرسلین کو بلاغ مبین کا وافر حصہ اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ حضرت رحمہ اللہ کو ملکہ خطابت عطا فرمایا، بلکہ ملکۂ خطابت کو آپ کی ذات عالی کا ایسا وصف بنا دیا کہ عالم اسلام میں آپ کی ذات عالی خطیب الاسلام کے لقب عالی سے متعارف ہوگئی، ابلاغ وانذار کا یہ ذوق خاص اللہ تعالیٰ اپنے ان مخصوص بندوں کو عطا فرماتے ہیں جن سے کام لیتے ہیں اور جن کا اللہ کے ساتھ تعلق قوی ہوتا کہ خطابت میں تاثیر ہی جب پیدا ہوتی ہے جب دل کے تار صحیح دھنوں پر چھڑے ہوں۔

خطبات کے چند نمونے اور ان کا خلاصہ

سب سے پہلی تقریر حضرت خطیب الاسلام کی جو بطور نمونہ پیش کی جا رہی ہے وہ تقریر ہے جو حضرت نے ۲۰ جون ۲۰۰۲ء بعد نماز عشاء بمقام مسجد منصور سنتوش نگر حیدرآباد میں ''سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی، جس میں بہت پڑھا لکھا مجمع موجود تھا۔ حضرت خطیب الاسلام نے اپنی تقریر کی بنیاد جس آیت کو بنایا وہ سورہ جمعہ کی آیت

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُبِیْنٍ﴾ (سورہ جمعہ: ۲)

حضرت نے اس آیت کو بنیاد بنا کر جو سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان فرمایا وہ ایک معلومات وبصائر کا سمندر تھا جو موجیں مار رہا تھا اور مجمع پر عجیب وغریب روحانی اثرات طاری تھے۔

[1] تقریظ خطبات خطیب الاسلام ج ۱

سب سے پہلے حضرت نے تمہیدی گفتگو فرمائی، حضرت کی تمہیدات اس قدر جامع ہوتیں کہ وہ خود ایک الگ تقریر کا موضوع ہوتیں جس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ با مقصد ہوتا۔

تمہید کے بعد تقریر کا آغاز کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

''اتنی بات عرض کرنی ہے کہ سیرت پاک کے سلسلہ میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہوتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ شخصیت اور ذات کو جان لیجئے جس کی سیرت سے آپ واقف ہونا چاہتے ہیں، جب آپ ذات سے واقف ہوں گے تو پھر آپ اس کی بات سے واقف ہوں گے، بات کی عظمت ذات کی خصوصیت سے پیدا ہوتی ہے اس لئے جب شخصیت کا تعارف ہو جائے تبھی بات کی حقیقت سامنے آتی ہے اس لئے دونوں چیزوں کا تعارف ہونا ضروری ہے کہ آپ کی ذات کیا ہے اور آپ کی بات کیا ہے، شخصیت کیا ہے کلام کیا ہے اور پیغام کیا ہے'' اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ کوئی حقیقت اس عالم میں ایسی نہیں جس کی کوئی صورت نہ ہو یعنی حقیقت چھپی ہوئی ہے صورتوں کے اندر، یہ عالم حقائق نہیں بلکہ عالم صورت ہے جس کے معنی یہ ہیں۔

ہر چیز کو جو حقیقت حق تعالی نے عطا فرمائی ہے وہ اس کی صورت اور حقیقت کے مطابق عطا فرمائی ہے، گلاب کے پھول کو اس کی حقیقت کے مطابق صورت عطا فرمائی جیسی صورت ویسی حقیقت۔ لطیف حقیقت تو لطیف صورت اور کثیف حقیقت تو کثیف صورت، لیکن ساری حقیقتوں میں سب سے کامل ترین حقیقت جو ہے وہ انسان کی ہے۔ بالفاظ دیگر ساری حقیقتوں کو جب پھیلایا تو جہان بن گیا اور ساری حقیقتوں کو جب سمیٹا تو انسان بن گیا۔ ساری چیزوں کو اللہ نے جمع کیا انسان کے اندر اس لئے (تمام صورتوں میں) کامل ترین صورت (انسان کی) ہے۔

اس کے بعد حضرت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و جمال کا تذکرہ واقعات سیرت کی روشنی میں بیان فرمایا اور جلال محمدی و جمال محمدی کی عکاسی فرمائی کہ صواحب یوسف نے حسن یوسف کو دیکھ کر انگلیاں کاٹ لیں تھیں اگر زنان مصر بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میرے محبوب کو دیکھ لیتیں تو اپنے جگر کے ٹکڑے کو طراش لیتیں۔ یہی وجہ ہے، بقول حضرت خطیب الاسلام ''اس جمال اور کمال محمد کا تحمل جو مخلوق کر سکتی تھی وہ مخلوق پیدا فرمائی ان کا نام صحابہ کرام ہے۔ حق تعالی نے یہ شان ان ہی کو عطا فرمائی تھی وہ تحمل ان کو عطا فرمایا تھا کہ وہ جمال اور کمال محمد کا تحمل کر

سکیں۔اس لئے تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ بعد کے لوگوں کا یہ کہنا کہ اگر کسی کی زبان پر یہ آئے کہ کاش ہم رسول اللہ کے زمانے میں پیدا ہوتے فرمایا کہ یہ زبان پر بھی نہیں لانا چاہئے کہ یہ اللہ کی مشیت پر اعتراض ہے۔اس لئے کہ تم میں وہ صلاحیت ہی نہیں کہ جمال اور کمال محمد کا تحمل کر سکتے۔

دوسری چیز سیرت کو پہچانا جائے، سیرت تین اجزاء سے مرکب ہے، سیرت تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

ا۔کمال علم۔ایک لاکھ چوبیس ہزار کا انتخاب کیا گیا جن کا نام انبیاء علیہم السلام ہے پھر انبیاء کا انتخاب ہوا تو (۳۱۳) تین سو تیرہ کا انتخاب ہوا ۳۱۳ پر نظر ڈالی گئی تو ان میں پانچ کا انتخاب ہوا پھر پانچ پر نگاہ انتخاب ڈالی گئی تو وہ ذات جس وجہ سے ساری کائنات کی تخلیق کی گئی وہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے جو ساری کائنات کا خلاصہ ہے۔اسی لئے فرمایا'' أوتیت علم الاولین والآخرین، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وہ تعارف کروایا کہ اس سے بڑا تعارف نہیں ہوسکتا، آپ نے ارشاد فرمایا:''إنّماَ بعثتُ مُعَلِماً'' دیکھو میں اس کائنات کے اندر استاد بنا کر بھیجا گیا ہوں جس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت تک انسانی طبقہ کے اندر کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوگا جو علم کے اندر مجھ سے آگے بڑھا ہوا ہو، یا مجھ سے آگے بڑھ کر کوئی بات کر جائے۔

۲۔کمال اخلاق: جو پیغمبر کی ذاتی صفت ہوتی ہے وہ اخلاق ہی ہے، وہ اخلاق جو حق تعالی کے اخلاق ہوتے ہیں''تَخَلَقُوْا بأخْلَاقِ اللّٰه.''

اس میں حضرت نے ایک بات فرمائی کہ اخلاق کاملہ اس وقت تک کسی بھی انسان کو حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس میں عبدیت کاملہ نہ ہو۔یعنی جتنا انسان اپنے اندر عبدیت پیدا کرتا چلا جائے گا اتنا ہی وہ اخلاق کے درجہ بدرجہ واصل یعنی خلق حسن، خلق کریم اور خلق عظیم کے مراحل طے کرتا چلا جائے گا۔چنانچہ حضرت خطیب الاسلام فرماتے ہیں:

''یہی وجہ ہے کہ آپ کی شان عبدیت کو مکمل کرنے کے لئے حق تعالی شانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں بلایا اور فرمایا کہ ہم نے اس لئے بلایا کہ ''لنریه'' تا کہ ہم آپ کو ساری نشانیاں بتلا دیں تو گویا مشاہدہ کرا دیا ہے اپنی کامل نشانیوں کا، مشاہدہ کے بعد جو

عبدیت آپ میں پیدا ہوئی وہ سارے انبیاء بھی مل کر اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے، جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہوئے۔ یہ علم عبدیت ہے جو سب سے اونچا علم ہے وہ آپ کو عطا فرمایا گیا، یہی وجہ ہے کہ اس امت کے اندر جو علمی ذوق عطا فرمایا گیا دنیا کی کسی قوم کے اندر وہ علمی ذوق نہیں ہے، یہود کو دیکھئے نصاری کو دیکھئے ان کے اندر وہ علمی ذوق نہیں ہے۔

تو سیرت کا دوسرا جز کمال اخلاق ہے، پیغمبر کو کامل اخلاق بھی دیا جاتا ہے، علم کے اندر تاثیر جو پیدا ہوتی ہے اور رنگینی جو پیدا ہوتی وہ درحقیقت اخلاق سے پیدا ہوتی ہے، اس لئے اخلاق سیرت کا دوسرا جز بن جاتا ہے، سیرت طیبہ کا تیسرا جز کمال عمل ہے۔

۳۔ کمال عمل بھی انسان حاصل کر لیتا ہے بشرطیکہ مجاہدہ اور ریاضت ہو اور اس کو حاصل کرنے کا عزم مصمم بھی رکھتا ہو۔

سیرت کے ان تینوں اجزاء بھی کمال علم اور کمال اخلاق اور کمال عمل کو امت کے لئے عام کر دیا گیا جو ہمت کرتے ہیں حاصل کر لیتے ہیں۔[1]

دوسری تقریر

حضرت خطیب الاسلام نے جامعہ گلزار حسینہ اجراڑہ میرٹھ کے اہم اجتماع سو سالہ تقریبات میں ایک تقریر بعنوان ''دین اسلام مکمل نظام حیات'' فرمائی۔

حمد وثنا کے بعد حضرت نے اپنی تقریر کے لئے مندرجہ ذیل آیت شریفہ کا انتخاب فرمایا۔

﴿**الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**﴾ (سورۃ المائدہ: ۳)

حضرت نے تمہیدی گفتگو فرمانے کے بعد تین عظیم احسانات کو شمار کرایا کہ آپ کو اشرف المخلوقات بنایا، آپ کو صاحب ایمان بنایا تیسری نعمت آپ کو مکمل نظام حیات اور دستور حیات دین اسلام کی شکل میں عطا فرمایا۔ ان تینوں نعمتوں کی تفصیلات ذکر فرمانے کے بعد آپ کے دل ودماغ کو بھی مطمئن فرمایا۔

اس کے بعد حضرت نے ان تین قوتوں کا ذکر فرمایا جو ہر انسان مرد ہو یا عورت کے اندر ودیعت رکھدی۔ ایک قوت وہ ہے جو آپ کے دماغ میں رکھدی جس کا مستقر انسان کا سر ہے، ایک قوت آپ

[1] خطبات خطیب الاسلام ص ۳۰

کے سینے میں رکھدی دل کی صورت میں، ایک قوت اور طاقت وہ ہے جو آپ کے ہاتھ اور پاؤں میں رکھدی گئی۔

اسلام نے ان تینوں کے نظام کو بڑا مستحکم بنایا اور ایک انسان کو تینوں کے اپنے اپنے نظام کے ساتھ غیر معمولی طور پر مستحکم اور مضبوط بنا کر مطمئن کیا۔ چنانچہ پہلا جز یعنی دماغ کو اسلام نے مطمئن کیا، عقلی و نقلی براہین اور حجتوں کے ساتھ مدلل و مبرھن فرما کر۔

دوسرا جز یعنی آپ کا قلب اس کو نظام ذکر کے ساتھ مطمئن کیا۔ تیسرا جز اور مطالبہ ہے آپ کے ''ہاتھ اور پاؤں'' ان کا مطالبہ درحقیقت نظام عمل ہے، اللہ نے ان کو کام کرنے والا بنا کر پیدا کیا۔

یعنی یہ اعضا اور جوارح مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایسا نظام عمل آنا چاہئے کہ جس کو کرنے کے بعد یہ دل بھی مطمئن ہو، یہ دماغ بھی مطمئن ہو، اللہ بھی راضی ہو اور کائنات کے اندر یہ انسان بھی انسانی قدروں کا شناور بن کر اور مطمئن ہو کر زندگی بسر کرے۔ پھر اس نظام عمل کی تفصیلات میں طاعات، عبادات، معاملات عقوبات اور مصالحات ہیں۔

اس کے بعد حضرت نے تفصیلی طور پر بیان فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو علوم دیئے گئے تھے ان سب کو آپ کی ذات میں لاکر جمع فرما دیا، آپ نے خود ارشاد فرمایا: ''أوتيت علم الأولين والآخرين''.

اس کے بعد حضرت نے قرآن کریم کی دعوتی عالمینی صدا کا تذکرہ فرمایا، ارشاد باری ہے: ﴿قل يا أيهاالناس إني رسول الله إليكم جميعاً﴾ (سورة الاعراف: ۱۵۸)

آپ نے یہ دعویٰ اُوتيت عِلمَ الاولين والآخرين کی بنیاد پر کیا، یہ ایسا دعوی تھا جو آپ سے قبل کسی نبی نے نہیں کیا اس کے بعد حضرت نے اقوام عالم اور مذاہب عالم کے بھید بھاؤ اور فرقہ واریت اور نسلی تقسیم بعنوان عربی عجمی اور کالے گورے کے فرسودہ نظام کو بیان فرمانے کے بعد اسلام کے عادلانہ نظام کے تحت مساوات انسانی اور تمام انسانوں کے مساوی حقوق کو دوٹوک انداز میں بیان فرمایا، اسی کے ساتھ ساتھ انسانی مدار فضیلت کو بھی بیان فرمایا۔ عیسائی حضرات جن کی تعداد کروڑوں میں دنیا کے اندر موجود ہے، لیکن اگر آسمانی کتابیں جو آج محرف ہیں ان کے اندر تلاش کریں تو دو مہینے سے زیادہ زندگی کے حالات اس میں نہیں مل سکیں گے۔

اس کے برعکس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے کہ تریسٹھ سال کی زندگی کا کوئی جز

ایسا نہیں جو مکمل طور پر امت محمدیہ کے پاس موجود نہ ہو۔ آپ کا دین بھی کامل، آپ کی سیرت بھی کامل، آپ کا نظام بھی کامل، نظام عمل بھی کامل، نظام فکر بھی کامل، نظام ذکر بھی کامل کوئی چیز ہمارے پاس نامکمل نہیں کہ اس میں کسی طرح کی کمی بیشی کی گنجائش ہو۔

اس کے بعد حضرت نے مدارس کی اہمیت پر گفتگو فرمائی اور دین کی اشاعت کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ ان ہی مدارس اسلامیہ کو قرار دیا۔

آخر میں حضرت نے ملک وملت کے حق میں با قاعدہ دعا کرنے کی تاکید فرما کر اس تقریر کو مکمل فرمایا۔[1]

تیسری تقریر

حضرت خطیب الاسلام نے یہ خطبہ اور تقریر حیدرآباد میں بعنوان ''خیر امت'' ۲۵ شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ دسمبر ۲۰۰۳ء بعد نماز ظہر فرمائی۔

اپنی تقریر کے لئے جس آیت کو محور بنایا وہ درج ذیل ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

(آل عمران. ۱۱۰)

حضرت نے تمہیدی گفتگو کے بعد فرمایا کہ قرآن کریم کی تعلیم درحقیقت بنیاد ہے پورے دین کی کیونکہ اسی سے تمام علوم کا چشمہ جاری ہے کیونکہ یہ کلام ہے اس ذات کا جو ہر خیر کا سرچشمہ ہے تو اس سے جو کلام صادر ہوگا وہ بھی خیر کثیر اور خیر عظیم پر مبنی ہوگا، اسی لئے قرآن کریم کا جو تعارف کرایا گیا وہ یہ ہے کہ خیر الکلام کلام اللہ۔ اسی وجہ سے کلام اللہ کو درحقیقت عجائبات کا سرچشمہ حدیث میں بیان فرمایا۔ وہ عجائبات کبھی ختم ہونے والے نہیں اور جب کلام اللہ کی یہ خصوصیت ہے تو جس ذات مقدسہ کے اخلاق خود قرآن کریم ہوں اور جس کی سیرت پاک ہی قرآن کریم ہو، ان کی ذات اور سیرت کے بارے میں بلا تکلف کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی سیرت کے عجائبات بھی کبھی ختم ہونے والے نہیں اور کبھی پرانی پڑنے والی نہیں۔

آگے حضرت فرماتے ہیں کہ جس طبقہ کو آپ کی سیرت کا اور قرآن کریم کا مخاطب اول بنایا گیا وہ بھی سرچشمہ خیر، جس کو آپ نے خیر القرون قرنی کہہ کر ثابت فرمایا۔

---

[1] تفصیلات کے لئے دیکھیں خطبات خطیب الاسلام

تو سرچشمہ خیر قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ وہاں سے تربیت منتقل ہوئی تو سرچشمہ خیر صحابہ کرام بن گئے۔ اوراس کے بعد جب یہ امت کے اندر پھیل گیا تو پھر آخر میں ساری کی ساری امت کوشامل کردیا گیا ارشاد فرمایا: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ تو گویا کہ خیر امت بنا کر دنیا میں پیدا کیا گیا تو خیر کا تسلسل قائم کردیا گیا ہے، اور یہ مسلسل حق تعالی شانہ کی ذات اقدس کے سرچشمہ خیر سے ہم تک منتقل ہوتی آرہی ہے۔

اس کے بعد حضرت خطیب الاسلام اس امت کے اخیر امت ہونے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ کتاب یعنی کتاب اللہ آخری کتاب اور شریعت کے لئے فرمایا گیا کہ یہ شریعت آخری شریعت ہے، اوراس دین کے لئے فرمایا گیا کہ یہ دین آخری دین ہے۔ یعنی آخر الادیان ہے اوراس امت کے لئے فرمایا گیا کہ یہ آخری امت ہے جس کے معنی یہ ہے کہ اس امت کی بنیادی خصوصیات کے اندر آخریت شامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں اولیت بھی اور آخریت بھی شامل ہے۔ اس لئے کہ شرف دو ہی چیزوں کے اندر ہوتا ہے یا اولیت کے اندر ہوتا ہے یا آخریت کے اندر ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے اندر دونوں چیزوں کو جمع کردیا گیا تو اس امت کی خصوصیات میں آخریت شامل ہوگئی، ہر چیز آخری ہے، پیغمبر بھی آخری، کتاب بھی آخری، شریعت بھی آخری، دین بھی آخری پھر امت بھی آخری تو جو امتیاز وشرف پیغام رسالت کو پہنچانے کا انبیاء سابقین کو عطا کیا گیا تھا اب اس امت کو عطا فرمادیا گیا۔ کسی بھی نبی کی امت کو اتنا بڑا فریضہ نہیں سونپا گیا اور نہ ہی کسی امت کو اتنی بڑی ذمہ داری کے شرف سے مشرف کیا گیا۔

پھر امت نے بھی اپنے اس فریضہ کی ادائیگی میں بحیثیت مجموعی کبھی کوتاہی نہیں کی، ہر دور کے اندر مخلصین پیدا ہوئے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور ہر دور میں پچھلوں سے اگلے اس دین کو امانتداری کے ساتھ لیتے رہیں گے اور قیامت تک حقیقی عزتوں کے فیصلے بھی ان ہی کے حق میں ہوتے رہیں گے۔ اس کے بعد حضرت نے تعلیم وتعلم اور درسگاہوں کے قیام کا مقصد بیان فرمایا کہ ان کا اصل مقصد تواضع پیدا کرنا ہے اور نفس کو غرور تکبر، انانیت خودغرضی اور خودسری سے بچانا ہے حضرت فرماتے ہیں:

”اس درسگاہ کے منتظمین، معلمین، متعلمین کے اندر تعلیم کے اصل جوہر بھی تواضع کی حقیقت کو

مقدم رکھا جائے، تواضع عملاً بھی فعلاً بھی، قولا بھی، درساً بھی، تعلیما بھی، تواضع جتنی بڑھے گی اتنی ہی انشاءاللہ عزتیں ان پر قربان ہوں گی۔

اس کے بعد حضرت مدرسہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ مدرسہ نام ہے تعلیمی وقت میں طلبہ کو مکمل آزادی کے ساتھ سوالات کی اجازت دینے کا کہ یہ طلبا کا حق ہے۔ اس کے بعد اس تقریر کے اختتام پر حضرت تمام طالبان علوم نبوت کو ایک نصیحت فرما رہے ہیں۔

کہ "جب تک طلباء کی معنویت اور روحانیت سے مناسبت پیدا نہیں ہوگی اس وقت تک علم کارآمد نہیں ہوتا۔ یہ جو علم کتابوں سے حاصل ہوتا ہے یہ علم نہیں یہ تو معلومات ہیں جب تک کہ قلب کے اندر نہ رچ بس جائیں اس وقت تک یہ علم علم نہیں بنتا، میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں ابتدائی دور کے اندر جب طلباء فارغ ہو جاتے اور درخواست کرتے کہ ہم کو سند دے دی جائے، ہمیں دستار فضیلت دے دی جائے تو اساتذہ اور ذمہ داران ان کی درخواست کو قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ معلوم کرتے کہ تم نے امتحان دیا ہے اور کامیاب بھی ہو چکے، لیکن تم نے کسی بزرگ کے پاس سال چھ مہینے کا وقت گذارا ہے، اگر وہ جواب دیتا کہ نہیں تو اس سے کہا جاتا کہ تم ابھی صحیح نہیں ہوئے، ابھی تم سند کے مستحق نہیں ہوئے، جاؤ کسی صاحب دل کے پاس وقت گذار کر آؤ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تقاریر کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں، اور مولانا یامین صاحب نے دو جلدوں میں خطبات خطیب الاسلام کے نام سے مرتب کر کے شائع کئے ہیں، اس لئے آپ حضرت کے علوم ومعارف اور افکار عالیہ سے مزید استفادہ کرنے کے لئے ان کا مطالعہ فرمائیں، وہ بھی چند تقاریر ہیں جن تک ان کی رسائی ہوسکی، نہ جانے کتنی تقاریر اور خطبات ایسے ہیں جو محفوظ نہ ہو سکے، حضرت نے ہندوستان، برصغیر کے کونے کونے اور دنیا کے مختلف ملکوں میں تقاریر فرمائیں، اور تشنگان علوم نبوت اور علماء واتقیا برابر مستفید ہوتے رہے۔ خطبات کے شائع ہو جانے کے بعد جو تقاریر حضرت نے فرمائیں ان کو منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔

آپ کا اسلوب وطرز خطابت اور اس کی خصوصیات

حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ کے طرز خطابت اور اسلوب کی گوناگوں خصوصیات تھیں، خطبات کے چند نمونے پڑھنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی خطابت اور وعظ وبیان کی

نمایاں خصوصیات کا تذکرہ کردیا جائے۔

(۱) مقتضائے حال کی رعایت

آپ خطاب شروع کرنے سے قبل عنوان خطابت طے فرماتے اور مخاطبین کے حالات و احوال کا جائزہ لیتے اور مقتضائے حال کے مطابق ہی بیان فرماتے۔

(۲) قرآنی آیات واحادیث نبویہ کا برمحل استشہاد

موضوع کو قرآن کریم اور سیرت طیبہ سے مدلل فرماتے کہ اس موضوع پر قرآن کریم کیا کہتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کیا کہتی ہے۔

(۳) موضوع سے متعلق آیت کے انتخاب میں مناسبت اور اس مناسبت کو بیان کرنا۔ حضرت اس مناسبت کو ضرور بیان فرماتے جس کی وجہ سے آیت کا انتخاب کیا۔

(۴) عنوان کے شروع میں تمہیدات بیان کرنا

ہر موضوع کی الگ تمہید باندھنا پھر اس تمہید ہی سے اصل موضوع کو سمجھانا یہ کوئی آسان کام نہیں، اس کے لئے علمی تبحر، تجربات، تاریخ پر گہری نظر، مطالعہ میں وسعت، بزرگوں کی اور علماء کی مجالس سے فیضیابی لازمی ہیں، یہ تمام چیزیں حضرت کی ذات میں جمع تھیں۔

(۵) غیر مرئی اور غیر محسوسات کو محسوسات اور مشاہدات سے ثابت کرنا

یہ اس خانوادہ کا شروع ہی سے امتیاز رہا کہ بڑی بڑی پیچیدہ باتوں کو روزہ مرہ کی مثالوں سمجھا دیتے، خطیب الاسلام کو بھی اس پر بڑا عبور تھا۔

(۶) خطاب میں ربط

تقریر خواہ کوئی بھی موضوع ہو انتہائی مربوط اور مدلل ہوتی، حضرت خطیب الاسلام کے بیان اور تقریر اس قدر مربوط ہوتی کہ خود بخود کڑی سے کڑی جڑتی چلی جاتی۔ جو کلام کو پرتاثیر بناتی۔

(۷) نت نئے مضامین کے عمدہ اور خوبصورت الفاظ کا انتخاب

معانی ومفہوم کی ادائیگی کے لئے الفاظ کا ایسا انتخاب کہ جیسے ایک ایک لفظ کو چن چن کر لڑی میں

پرودیا گیا ہواوروہ الفاظ واضع نے ان ہی معانی کے لئے وضع کئے ہوں۔حضرت خطیب الاسلام نور اللہ مرقدہ کے خطبات میں الفاظ وکلمات ان کی زبان سے اسی طرح نکلتے جیسے حضرت نے پہلے سے ان معانی کی ادائیگی کے لئے الفاظ وکلمات منتخب کرر کھے ہوں۔

(۸) نکتہ آفرینی

دوران تقریر نکات بیان کرنا اور نکات سے نکات نکالنا، حضرت کے یہاں آپ تقریر میں محسوس کریں گے کہ جب حضرت اپنی تقریر میں ''یہی وجہ ہے کہ'' یا ''اس کے معنی یہ ہوئے'' فرماتے ہیں تو عموماً کوئی نہ کوئی نیا نکتہ ضرور بیان فرماتے ہیں۔نکتہ آفرینی کی بہترین مثال وہ طویل تقریر ہے جس کا تذکرہ خطاب بعنوان سیرت کے تحت گذر چکا ہے۔

(۹) اپنی بات کو نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے مدلل ومبرھن کرنا، حضرت خطیب الاسلام اپنی تقاریر میں دلائل نقلیہ بیان فرما کر پھر دلائل عقلیہ سے اپنے مدعا کو ثابت فرماتے۔

(۱۰) مختلف پیرائے میں بیان کرنا

ایک بات کو مختلف انداز اور مختلف پیرائے میں اس طرح بیان کرنا کہ مخاطبین کی سمجھ میں آ جائے۔حضرت کے یہاں ایک ہی بات کو مختلف انداز سے بیان کرنے کا ایسا سلیقہ تھا کہ ادق مضامین کو عوام بھی سمجھ لیتے۔

(۱۱) مخصوص لب ولہجہ

حضرت خطیب الاسلام کا اپنا خاص خاندانی لب ولہجہ ہے جس میں شفقت، محبت، نرمی اور اخلاص وہمدردی جیسی صفات پنہاں رہتیں، جس لب ولہجہ کو سن کر سننے والا دل ہی دل میں یہ تمنا کرتا ہے کہ یہ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔چنانچہ ہم نے اور بہت سارے حضرت کے خدام نے یہ بات محسوس فرمائی کہ ایک بات کو حضرت بیان فرماتے تو اور تاثیر ہوتی، پھر اسی بات کو کوئی اور بیان کرتا تو بات اپنی تاثیر کھو لیتی۔جیسا کہ جناب ڈاکٹر اعظم صاحب مدظلہ العالی نے مجھ سے بیان فرمایا کہ بھائی میاں بحر طویل ہم سب کو سناتے اور ہم اسی بحر طویل کو ان ہی سے بار بار سننے کے متمنی رہتے کہ اگر کوئی دوسرا سناتا تو وہ لطف نہ آتا، جو بھائی میاں کے سنانے میں آتا تھا۔اسی طرح راقم الحروف کو

بار ہا اس بات کا مشاہدہ اور تجربہ ہوا کہ کسی بھی مضمون کو اگر حضرت بیان فرماتے، چاہے وہ کتنا ہی علمی اور خشک مضمون ہو بڑا ہی لطف آتا۔ اور طبیعت یہ چاہتی کہ حضرت سناتے رہیں اور ہم سب سنتے رہیں۔

(۱۲) موضوع کو واقعات سے مزین کر کے دلچسپ بنانا

حضرت خطیب الاسلام موضوع کی مناسبت سے ایسے واقعات سناتے جو موضوع اور خطابت کو دلچسپ بنا دیتے۔ سیرت اور صحابہ کے واقعات بھی سناتے، خاص کر اکابر دیوبند اور حضرت نانوتوی کے واقعات سناتے جس کا اندازہ حضرت کی مجالس سے ہوتا ہے۔

(۱۳) خطاب میں دائرہ موضوع سے باہر نہ نکلنا

حضرت خطیب الاسلام ہمیشہ دائرہ موضوع میں رہ کر خطاب فرماتے، موضوع سے باہر ہرگز نہ جاتے، بعض مرتبہ سامعین کو یہ خیال ہونے لگتا کہ (جب باتوں میں بات نکالتے جاتے) موضوع کے دائرہ سے خارج ہو کر کلام کر رہے ہیں، مگر جب اپنے کلام کی ہر ہر کڑی کو موضوع سے ملاتے تو ان کو محسوس ہوتا کہ یہ تفصیلات متعلقہ موضوع کی توضیح میں معین و مددگار رہیں۔

(۱۴) بیان میں فکری اعتدال وتوازن

حضرت کے بیان میں غیر معمولی اعتدال وتوازن ہوتا کبھی اپنی تقریر میں کوئی کلمہ ایسا استعمال نہیں کیا جو کلمہ شطحیہ ہو یا فکری اعتدال وتوازن کھو بیٹھے۔

(۱۵) تقریر میں عالمینی، دعوتی فکر اور مثبت وتعمیری سوچ

حضرت جس موضوع کو بھی اختیار فرماتے اور اس پر خطاب فرماتے اس میں عالمینی فکر اور ذہنی توسع وکشادگی اس قدر ہوتی کہ اس مجلس یا کانفرنس کی آخری درجہ کی بات ہوتی۔ اور موقعہ پر موجود تمام مکاتب فکر کے لوگوں کی ذہنی وفکری ترجمانی بھی ہو جاتی اور فکری توافق کی فضاء ہموار ہو جاتی۔ کسی کو اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہتی، مجلس میں موجود ہر مکتب فکر کا آدمی یہ سمجھتا کہ ہم جو کہنا چاہتے تھے ہماری طرف سے حضرت خطیب الاسلام نے ترجمانی فرما دی۔ بقول شاعر:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(۱۶)علمی معیار باقی رکھنا۔

مجمع کیسا بھی ہو،عوام کا ہو یا خواص کا حضرت خطیب الاسلام اپنا علمی وقار اور معیار برقرار رکھتے، عوام الناس میں اپنی بات کو متنوع انداز سے پیش کرنا اور اپنے علمی وقار کو باقی رکھنا کوئی آسان کام نہیں، حضرت کو اللہ نے یہ خاص وصف عطا فرمایا تھا کہ عوام الناس اور مجمع کے دلوں کو بھی موہ لیتے اور اپنے علمی وقار کو بھی گرنے نہ دیتے۔

(۱۷)دوران بیان ناخوشگوار واقعہ پر حلم وتحمل

راقم نے بڑے بڑے خطباء اور مقررین کو دیکھا کہ اگر انتظامیہ سے کوئی کوتاہی ہوگئی یا پھر عوام الناس سے کوئی غلطی ہوجاتی تو ان کو ضرور ٹوک دیتے ہیں، بلکہ بہت سے حضرات پر ہم بھی ہوجاتے ہیں۔ برخلاف ہمارے حضرت کے، اس طرح کے حالات میں نہ کبھی کسی کو ٹوکتے اور نہ ہی اظہار ناراضگی فرماتے، یہ بات کسی بھی مقرر کے لئے بڑی اہم ہے کہ ناخوشگوار حالات میں وہ اپنے پر قابو رکھے، بے قابو ہونے کی صورت میں وہ بیان کیا کریگا، بلکہ بیان کرنے کی جو لذت ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔

(۱۸)اختلافی موضوعات سے اجتناب

حضرت ہمیشہ ایسی گفتگو سے اجتناب فرماتے جو اختلاف وانتشار کا باعث بنے اور پھر اس پر مجادلہ ومباحثہ ہوتا پھرے، بلکہ جہاں ایسا مجمع ہوتا جو مختلف مسالک ومشارب سے تعلق رکھتا اس میں بیان اس طرح فرماتے کہ کسی کے لئے اختلاف یا اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہتی۔آپ اتحاد ملت کے زبردست حامی تھے، زمانے کے تقاضوں کے مطابق موجودہ نصاب ونظام میں ارتقا چاہتے تھے، بلکہ آپ باقاعدہ اس کا اظہار بھی فرماتے تھے، ایک جگہ حضرت فرماتے ہیں کہ: ’’لوگ آج دین کے بجائے مسلک کی تبلیغ کرتے ہیں جبکہ تبلیغ دین کی ہونی چاہئے۔

(۱۹)استیعاب موضوع

موضوع کا ہر جانب سے اس طرح احاطہ کرنا اور بیان کرنا کہ سامعین کے ذہن میں کسی طرح کا تردد اور اشکال باقی نہ رہے کہ کاش حضرت اس جانب کو بھی اگر بیان کردیتے تو بہت اچھا ہوتا، یا یہ

کہے کہ تقریر تو بہت اچھی فرمائی مگر ذہن میں ایک اشکال اور تردد پیدا ہو رہا ہے۔ حضرت جس موضوع پر بیان کرتے اس میں اس طرح کی تشنگی بقدر استطاعت نہ چھوڑتے۔

یہ چند اہم خصوصیات میں جن کا آپ دوران تقریر ہمیشہ خیال فرماتے۔

عاجز کو بے شمار ایسے پروگراموں میں شرکت کا موقع ملا جہاں پر آخری اور صدارتی کلمات آپ ہی کے ہوتے تھے، ۹۰ فیصد مجالس، محافل پروگرام، کانفرنس اور جلسوں کا مسک الختام آپ ہی کے کلمات پر ہوتا۔ ایسا محسوس ہوتا جیسا کہ حجۃ الاسلام قاسم النانوتوی کا روحانی فیضان حضرت خطیب الاسلام کی زبانی ادا کرایا جارہا ہو، یا پھر جو عزائم و ارادہ قاسم نانوتوی کے دل میں مستور تھے، طیب وسالم ان کے شارح بنا کر پیدا کئے گئے، حضرت خطیب الاسلام ایک جگہ لکھتے ہیں:

''حضرت شمس تبریز کو ان کے علوم کا ترجمان بنا کر جلال الدین رومی دینے گئے، حافظ ابن تیمیہ کو (علامہ) ابن قیم دیے گئے۔ حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی کو علامہ سخاوی دیے گئے، حافظ ابن ہمام کو قاسم ابن قطلو بغا دیے گئے، مسند ہندشاہ ولی اللہ کو شاہ عبدالعزیز دیے گئے۔ سید الطائفہ حاجی امداداللہ کو امام محمد قاسم نانوتوی دیے گئے۔ حضرت الامام محمد قاسم النانوتوی کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیے گئے، شیخ الہند کو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثانی اور جامع المعقول والمنقول علامہ محمد ابراہیم بلیاوی دیے گئے اور علامہ عثانی اور علامہ بلیاوی کے توسط سے علوم قاسمیہ کی عالمگیر ترجمانی کے شرف سے فضیلۃ الشیخ حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب کو منجانب اللہ مشرف فرمایا گیا۔''[1]

اسی طرح راقم کہتا ہے کہ ان تمام بزرگوں کی میراث اور علمی وعملی روایات اور عالمینی فکر کو پورے عالم میں پھیلانے کے لئے خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کو شارح وترجمان بنایا گیا۔ حقیقت یہ ہے یہ انتخاب من اللہ ہے اس میں کسی کا فضل وکمال نہیں۔ بقول شاعر:

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے بات ان کی
فقط میرا ہاتھ چل رہا ہے انہیں کا مطلب نکل رہا ہے
انہیں کا مضمون انہیں کا کاغذ قلم انہیں کا دوات ان کی

[1] تنقیحات حکیم الاسلام

راقم الحروف نے بار ہا حضرت کے صدارتی کلمات پروگراموں میں سنے، آپ کی آمد سے قبل تمام علماء فضلاء وسامعین کو اطمنان رہتا کہ ہم نے بے شک اپنی اپنی بات کہہ لی مگر ابھی قول فیصل ''آخری بات حضرت خطیب الاسلام کی باقی ہے اور جب آپ تقریر شروع فرماتے تو مجمع پر ایک سکوت کا عالم اور خاص کیفیت ہمہ تن گوشی کی ہوتی اور حضرت جب گہر افشانی فرماتے تو سبحان اللہ، سبحان اللہ کے علاوہ سامعین کی زبان سے کچھ نہ نکلتا۔ پھر بیان کے بعد جولوگ اس پر تبصرہ فرماتے وہ سننے کے قابل ہوتا کہ بے شک سب حضرات کی تقاریر اپنی جگہ اور حضرت کی پندرہ منٹ کی گفتگو پوری محفل اور مجلس کا خلاصہ تھی۔ بعض حضرات کو میں نے کہتے ہوئے سنا یہ تو اس خاندان کا امتیاز ہے کہ اس میدان میں ان حضرات کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ بہر حال وہ تبصرے جو تقریر کے بعد علماء یا دانشوران کرتے وہ قابل سماعت ہوتے۔

بقول علامہ اقبالؒ:

اس کے زمانے عجیب اس کے فسانے غریب
عہد کہن کو دیا اس نے پیام رحیل
ساقیٔ ارباب ذوق فارس میدان شوق
بادہ ہے اس کا رحیق تیغ ہے اس کی اصیل
عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ
حلقۂ آفاق میں گرمئ محفل ہے وہ

حضرت کی خطابت کے متعلق یہ چند طالبعلمانہ باتیں راقم الحروف نے لکھدیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت کو یہ فن بطور خاص منجانب اللہ عطا ہوا تھا اور اسی فن خطابت میں مہارت کی وجہ سے ''خطیب الاسلام'' آپ کے نام کا جزء لا ینفک بن گیا۔

حضرت خطیب الاسلام کی مؤقر تصنیفات اور دیگر تحریریں

جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت خطیب الاسلام نور اللہ مرقدہ جہاں تقریر و خطابت کے میدان کے شہ سوار تھے اور تقریر و خطابت کا کمال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے با کمال آباء و اجداد سے ورثہ میں ملا تھا، اسی طرح تحریر و کتابت اور تصنیف و تالیف کا ذوق اور سلیقہ بھی آپ کو اپنے والد گرامی و اسلاف سے ورثہ میں ملا تھا، آپ کے والد گرامی حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ مطبوعہ و غیر مطبوعہ دوسو زائد چھوٹی اور بڑی کتابوں کے منصف تھے، جن کے مضامین نہایت اعلی اور مدلل بالقرآن والسنۃ ہوتے تھے، اور نکتہ آفرینی آپ کے اندر طبع زاد تھی، اسی طرح حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ نے بھی کئی کتابیں تصنیف کیں، اور آپ کے قلم سے بہت سارے مضامین اور مقالے لکھے گئے جو ملک اور بیرون ملک شائع ہوئے، آپ کے مقالات کے مجموعہ بھی شائع ہوئے، اور بہت سی مؤقر کانفرنسوں میں آپ نے خطبات صدارت پیش فرمائے۔ اکثر تحریریں حضرت والا کی اردو زبان میں ہیں، جبکہ عربی زبان میں بھی کتابیں اور مقالے موجود ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذکر کردینا قرین قیاس ہے کہ حضرت والا کی حیات مبارکہ کے آخری بیس سال انتہائی مصروفیت کے گذرے، ان میں حضرت والا کوئی بڑا علمی کام کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن دعوت دین اور ادارے کے انتظامی تقاضوں کی وجہ سے حضرت خطیب الاسلام کوئی بہت بڑا تصنیفی کام نہیں کرسکے، اسی طرح اس بات میں اس خیال کا بھی دخل تھا کہ اب چونکہ لوگوں کے پاس وقت کی قلت ہے اس لئے دعوت اور اصلاح امت کے باب میں چھوٹے چھوٹے علمی، دعوتی، اصلاحی اور دینی رسالے شائع کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے، جیسا کہ حضرت والا نے راقم کو ایک موقع پر حکم فرمایا تھا کہ بڑی بڑی علمی تصنیفات کرنے سے اس وقت یہ بات زیادہ وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے والی ہے کہ حسب ضرورت دعوتی واصلاحی موضوعات پر چھوٹے چھوٹے کتابچے تحریر فرمائے جاویں، یہ اور بات ہے کہ ان کتابچوں کو علمی حیثیت وقدر و منزلت بہت زیادہ ہے، کیونکہ ان میں لکھا گیا ایک ایک جملہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ان کو لکھنے والا نہایت پختہ کار اور علم کا سمندر ہے۔ ان تمام کا تفصیلی جائزہ لینا اس وقت

مقصود نہیں، البتہ چند اہم کتابوں کا اجمالی جائزہ پیش کردینا اس موقعہ پر قرین قیاس ہے۔ اسی طرح آپ کے مقالات اور مضامین کا بھی کسی حد تک تذکرہ ضروری ہے۔ آپ کی تحریر کردہ بہت ساری کتابیں اور مضامین ابھی غیر مطبوعہ بھی ہیں۔ مطبوعہ کتابوں میں (۱) قرآن کریم کے اردو تراجم کا جائزہ (اردو) (۲) تاجدار ارض حرم کا پیغام (اردو) (۳) مجاہدین آزادی (اردو) (۴) مردانِ غازی (اردو) (۵) رسالۃ المصطفیٰ (اردو) (۶) سفرنامہ برما وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح عربی زبان میں تربیت اسلامی کے موضوع پر بہت اہم ایک رسالہ بھی حضرت کا تصنیف کردہ ہے۔ مزید برآں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے نکلے ہوئے بے شمار مقالات میں سے چیدہ چیدہ مقالات مخدومنا حضرت مولانا محمد شاہد صاحب، استاذ دارالعلوم وقف دیوبند نے بڑی جدو جہد کے ساتھ جمع فرمائے ہیں، ایک مجموعہ میں قرآن کریم اور اس کے اعجازی پہلوؤں سے متعلق حضرت کے مقالات کو بعنوان 'قرآن کریم کا معجزانہ پیغام' جمع فرمایا، جبکہ دوسرے مقالات کا مجموعہ مقالات حضرت خطیب الاسلام کے نام سے جمع فرمایا، جس میں مختلف موضوعات سے متعلق چھوٹے اور بڑے بہت سارے اسلامی مضامین جمع ہوگئے ہیں۔ جن کو ادارہ تاج المعارف دیوبند نے ۲۰۰۱ء میں شائع کیا ہے۔ اس مجموعے میں 'مدارس اسلامیہ میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا استعمال'، ''قدیم دینی مدارس اور جدید عصری تعلیم''، مسئلہ کا حل 'نئی مسلم نسل کے مستقبل ساز دینی تربیت'، 'طلبۂ مدارس اسلامیہ کے نام ایک اہم پیغام' وغیرہ وغیرہ عناوین کے تحت مقالات جمع ہیں، اور مجموعہ کے تمام مضامین امت کی فکری، دینی، دعوتی اور تعلیمی راہ نمائی اور اسلامی ذہن سازی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت خطیب الاسلام کی اہم ترین کتابوں کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے۔

۱) تاجدار ارض حرم (اردو)

حضرت کی یہ کو مستقل تصنیف نہیں بلکہ ۱۳۷۴ھ میں میدان عرفات میں اس وقت کے سعودی فرمانروا جلالۃ الملک سعود بن عبدالعزیز کی طرف سے حجاج کرام کو ایک دینی اور دعوتی پیغام دیا گیا تھا، جو امت محمدیہ کی اصلاح کے باب میں، بیت اللہ کی عالمینی دعوت کے سلسلے میں بہت اہمیت کا حامل تھا، اس پیغام کی اس حساسیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہ یہ بیت اللہ اور ارض مقدسہ اور وادی مقدس کا پیغام ہے، اور تمام دنیا والوں کے لئے عقیدت واحترام کا باعث ہے، حضرت والا نے دارالعلوم

دیو بند کی عنداللہ مقبولیت عامہ کے پیش نظر اور امت مسلمہ ہندیہ میں اس کے نام کے قابل اعتبار ہونے کی وجہ سے اس کا رواں اردو زبان میں ترجمہ کر کے دارالعلوم سے شائع کیا، اور اس کی اسی حساسیت کی وجہ سے حضرت نوراللہ مرقدہ کے والد گرامی حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے اس کی ابتدا میں چند تعارفی کلمات بھی تحریر فرمائے تھے، حضرت حکیم الاسلام اس رسالے کے تعارف میں رقم طراز ہیں۔

''امسال حضرت صاحب الجلالہ ملک معظم، سلطان سعود فرمانروائے نجد وحجاز، ایدہ اللہ بنصرہ نے ایام حج ۱۳۷۴ھ کے موقعہ پر بمقام منیٰ حجاج کرام کے نام خصوصاً اور مسلمانان عالم کے نام عموما ایک جامع اور مؤثر پیغام دیا جس سے ان کے بیکراں دینی واسلامی ذوق اور وحدت ملت کی بے چینی اور آرزو کا پورا پورا احساس ہوتا ہے۔

اس پیغام کا عام کیا جانا جہاں اس لئے ضروری ہے کہ یہ ارض حرم کے تاجدار کی ایک مخلصانہ اور بروقت پکار ہے جس کو کسی بھی حال میں صدا بصحرا نہ ہونا چاہئے، وہاں اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ جن نکات پر یہ پیغام مشتمل ہے وہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری دنیا کے منشور حیات کا حکم رکھتے ہیں، اور آج کی بے چین دنیا کے لئے چین وسکون کا سہارا بن سکتے ہیں۔[1]

(۲) کتاب سفر نامۂ برما

یہ بھی حضرت خطیب الاسلام کی ایک اہم تصنیف ہے، اس کتاب میں ان کے والد گرامی کے ایک طویل دعوتی سفر کی مکمل روداد ہے، جس میں حضرت خطیب الاسلام بھی حضرت حکیم الاسلام کے ساتھ تھے، اور جگہ جگہ برما میں حضرت خطیب الاسلام کے بھی علمی و دینی اور دعوتی خطابات ہوئے تھے، امت کی دعوتی ذہن سازی اور بورمائی مسلمانوں کی دینی وتعلیمی حالات کو واضح کرنے کے لئے حضرت نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ جس پر دعوت اور موعظت کا انداز غالب ہے۔

حضرت حکیم الاسلام کے جتنے بھی اسفار ہیں ہر سفر میں اپنی ایک اہمیت اور تاریخ رکھتا ہے، حضرت جہاں جاتے پورے پورے علاقوں کی دینی وعلمی فضائیں تبدیل ہو جاتیں، یہاں تک کہ کسی ہندوستانی شہر میں حکیم الاسلام کے پہنچنے کے چرچے برادران وطن اور غیر مسلم حضرات کی زبان پر ہوتے۔

---

[1] تاجدار حرم ص۲

ان ہی تاریخی اسفار میں ایک سفر حضرت کا برما کا سفر ہے جس نے وہاں کی دینی ودعوتی فضا اور ماحول تبدیل کردیا، برمائی مسلمانوں کے لئے حضرت حکیم الاسلام کی تشریف آوری عید سے کچھ کم نہ تھی وہاں کے میزبانوں اور ذمہ داران نے غیر معمولی استقبال کیا۔ حضرت کی شخصیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا، جگہ جگہ پروگرام کرائے، علمی مجالس کا اہتمام کرایا۔ ذمہ داران حکومت سے حضرت کا پرجوش استقبال کروایا۔ جگہ جگہ حضرت کے خطابات اور بیانات ہوئے۔ یہ سفرنامہ برمائی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے ایک تو اس لئے کہ اس کو خود حضرت خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے مرتب فرمایا جو خود سفر برما میں حضرت کے رفیق سفراء اور وہاں کے حالات کے چشم دید گواہ ہیں، حضرت کا یہ سفر اپنے والد ماجد کے ساتھ اس زمانے کا ہے جس وقت آپ کی عمر تقریباً ۳۰ سال کے آس پاس ہوگی یعنی عین عالم شباب کا ہے۔

حضرت کا یہ سفر محترم جناب سیٹھ 'اسماعیل محمد باگیا' صاحب کی دعوت اور خاص اصرار پر ہوا، جیسا کہ حضرت خطیب الاسلام 'انتساب' میں تحریر فرماتے ہیں:

''عالی جناب سیٹھ 'اسماعیل محمد باگیا' صاحب باگیا اینڈ سنز رنگون کی دعوت پر ۱۸/دسمبر ۱۹۵۶ء کو حضرت حکیم الاسلام مدظلہ نے برما کا سفر فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند کی عالمگیر شہرت ومقبولیت ان کے علمی فیضان کی مرہون منت ہے اہل برما کے ساتھ بھی دارالعلوم دیوبند کا یہ علمی اور دینی علاقہ کوئی نیا نہیں ہے، بلکہ نہایت قدیم ہے، جس کی سب سے بڑی دلیل دارلعلوم دیوبند کے وہ ہزاروں برمی علماء وفضلاء ہیں جو اس وقت رنگون، مانڈلے، مولمین، مکیلا اور اکیاب کے دور دراز علاقوں میں نہایت خاموشی کے ساتھ اسلاف کرام کے نقش قدم پر تعلیم وتدریس وغیرہ کے ذریعہ دینی رہبری فرما رہے ہیں۔''[1]

عالم اسلام کی اس عظیم مرکزی 'درس گاہ' کے ساتھ جو مخلصانہ تعلق اہل برما کو رہا ہے، باگیا صاحب کی دعوت اس کی تجدید وتوثیق کا ایک روشن باب تھی۔

اس کے بعد حضرت خطیب الاسلام برما کے بافیض مسلمانوں کے اس تعاون مالی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اور اسی کے ساتھ حضرت موصوف (حضرت حکیم الاسلام) مدظلہ کی مساعیٔ جمیلہ سے برما کے

[1] سفرنامہ برما ص۱۲

بافیض مسلمانوں نے دو لاکھ سے زائد کی گراں قدر رقم سے دارالعلوم کی خدمت فرمائی جو اس دور میں دو کروڑ کے مساوی تھی۔ یہ رقم برما سے واپسی کے چند ماہ بعد قانونی مراحل سے گزر کر دارالعلوم میں پہنچ گئی۔''[۱]

حضرت خطیب الاسلام کی مذکورہ بالا عبارت سے اندازہ ہوا کہ حضرت حکیم الاسلام دارالعلوم دیوبند کے وہ مایہ ناز قاسمی فرزند ہیں، جن کو حق تعالیٰ شانہ نے اس الہامی ادارے کے تعارف کرنے کا شرف بخشا، ہزاروں فرزندان دارالعلوم دیوبند میں آپ ایسے فرزند جلیل ہیں جنہوں نے دارالعلوم کا ہر ہر مقام پر عالمی اعتبار سے ایسا تعارف کرایا کہ آج تک لوگوں کے ذہنوں میں اس کے نقوش، نقش کا لحجر کی طرح ایسے مرتسم ہے ہیں کہ ان کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ ہزار ہا لوگ تو آپ کے چہرے بشرے آپ کی جسمانی وظاہری شکل وصورت کو دیکھ کر یہ کہہ دیتے تھے کہ جس ادارہ کے ذمہ دار کا یہ پاکیزہ سراپا ہے اس ادارہ کی باطنی کیفیات کا کیا حال ہوگا، آپ سے ملاقات کر کے ہی مانوس ہو جاتے، پھر جب آپ کی تقریر، آپ کی گفتگو سنتے تو یقین ہو جاتا کہ ایک نبی کا سچا وارث بول رہا ہے۔

برما میں پر جوش استقبال

حضرت خطیب الاسلام اس علمی ودعوتی قافلے کے اہل بورما نے جس طرح استقبال کیا اس کی منظر کشی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''۲۶ر دسمبر ۱۹۵۶ء کو یہ جہاز کلکتہ سے روانہ ہوا، اور پرسکون بحر ذخار میں سفر کو پر لطف بناتا ہوا، ۲۹ر دسمبر ۱۹۵۶ء کو تین بجے بندرگاہ رنگون پر لنگر انداز ہو گیا۔ بندرگاہ پر داعی محترم مسٹر اسماعیل صاحب باگیا، یوسف صاحب باگیا، ایوب صاحب باگیا، قاسم صاحب باگیا، حاجی اونسین صاحب، یوسف گورا صاحب، جناب یعقوب گورا باوا صاحب، مولانا مفتی اسماعیل گورا صاحب، مولانا مفتی محمود داؤد یوسف صاحب، ناظم دارالعلوم تانبوے رنگون بمعہ طلبہ مدارس عربیہ اور شہر کے دیگر معزز تجار وعلماء کرام وعوام کا مجمع عظیم موجود تھا۔ جہاز سے اتر کر حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نیچے تشریف لائے، تو فضا 'حضرت مولانا محمد طیب صاحب زندہ باد'، دارالعلوم دیوبند زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ پرتپاک و باحترام استقبال

[۱] سفر نامہ برما ص ۱۵

کے ساتھ مخلصین کا یہ مجمع قیام گاہ تک لایا، باگیا فیملی کی مستورات بھی دیگر معزز خواتین کے ساتھ حضرت مہتمم صاحب کی اہلیہ محترمہ کے استقبال کے لئے گودی پر موجود تھیں، جو بالا بالا ان کو قیام گاہ تک لے گئیں۔“[1]

باگیا خاندان کی مسرت کی انتہا نہ رہی

باگیا خاندان خصوصاً اور اہل رنگون عموما حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی اس قدم رنجہ فرمائی پر نہایت مسرور وشاداں نظر آرہے تھے۔ صبح سے شام تک ایک مجمع مصروف استفادہ رہتا۔ میزبان محترم نے طویل سفر کی رعایت فرماتے ہوئے تین روز تک باقاعدہ کوئی پروگرام نہیں رکھا، بلکہ مجلس مذاکرہ پر اکتفا کو جاری رکھا، تین روز کے بعد پروگرام بنایا گیا۔ رنگون کی روایات کے مطابق ضروری تھا کہ ہر ہر اسٹیٹ میں روزانہ جلسہ ہو، کیونکہ ہر ہر اسٹیٹ کی جانب سے قبل از وقت دعوت نامہ موصول ہو چکے تھے، لیکن حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ میں بلا فصل روزانہ تقریر نہ کرسکوں گا، اور روزانہ بھی اگر ہو تب بھی ہر اسٹیٹ کی دعوت منظور کر لینے کی صورت میں تو قیام کے لیے پانچ ماہ بھی ناکافی ہوں گے، اس لئے تقریریں فصل سے رکھی جائیں۔ اسماعیل باگیا صاحب نے ازراہِ مہمان نوازی اس کو قبول فرمایا اور پروگرام م یہ بنایا کہ ایک روز جلسہ عام ہو اور ایک روز مجلس مذاکرہ رہے، جس میں لوگ علمی وفکری مسائل کا حل دریافت کریں۔

پروگرام کے مطابق تین روز بعد یعنی یکم جنوری ۱۹۵۷ء کو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی اولین تقریر ’سورتی سنی جامع مسجد‘ میں ہوئی۔ یہ پروگرام محترم اسماعیل صاحب کی کوششوں کے باوجود طوالت سے نہ بچ سکا اور اوسطاً یومیہ تقریر کے پروگرام پر رنگونی روایات غالب آکر رہیں۔

یہ سفر اہل برما کے لئے دینی اعتبار بڑا ہی سے مفید ثابت ہوا وہاں پورے علاقے میں ایک دینی فضا ہموار ہوگئی، وہاں کی عوام، مالدار، امراء، وزرا اور حضرات علماء کرام نے بغیر ماوتو کے امتیاز کے حضرت کا بڑی گرمجوشی سے استقبال بھی کیا اور حضرت سے مستفید بھی ہوئے۔

حضرت خطیب الاسلام نے سفر نامہ برما مرتب فرما کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا، جس میں بہت سی ایسی اہم اور مفید چیزیں لوگوں کے سامنے آگئیں کہ اگر یہ سفر کی روداد مرتب نہ ہوئی ہوتی تو

[1] سفر نامہ برما ص ۱۵

حضرت حکیم الاسلام کے ملک و بیرون ملک کے ہزاروں اسفار کی تفصیلات بس صرف سینوں ہی میں محفوظ رہ کر مشاہدین کے ساتھ دفن ہو جاتیں۔

ایک اہم بات حضرت کی سفر میں مشغولیت اور ہر نو وارد سے الگ الگ ملاقات، ان کی پریشانیاں اور تکالیف کو سننا، پھر ان کا مناسب حل تجویز فرمانا، مزید برآں لوگوں کے دلوں میں پیدا شدہ سوالات کے مقنع جوابات دینا، پھر ہر علاقہ کے الگ الگ ذمہ داران سے ملاقات، پھر ان کی خواہشات اور جذبات کا احترام، مزید برآں خطابات عمومی اور بیانات خصوصی، مدارس کے دورے پھر ان میں بیانات اور علمی مجالس وغیرہ کا الگ اہتمام، اسی میں ذاتی اوقات کا بھی خیال فرماتے اور کچھ وقت تصنیف وتالیف کے لئے بھی مختص فرماتے، مدت قیام انتہائی مصروفیات کے ساتھ گذری، اس سفر نامہ سے اتنا اندازہ ہو گیا کہ حضرت جہاں بھی سفر میں جاتے کم وبیش یہی حالات سامنے آتے، بیک وقت ان تمام ضروریات کی تکمیل کوئی آسان کام نہیں، بغیر توفیق من اللہ کے یہ سب ممکن نہیں۔

میں عموماً سبھی نوجوانان امت اور خاص طور پر طلباء عزیز سے خصوصا درخواست کروں گا کہ اس سفر نامہ برما کا ضرور مطالعہ فرمائیں، بے شمار چیزیں سیکھنے کو ملیں گی۔ ذہنی وسعتیں پیدا ہوں گی، دعوتی کاموں کا سلیقہ اور قرینہ بھی آئے گا۔ اس کے علاوہ اداروں کے چلانے بلکہ اداروں کو شان استغناء کے ساتھ چلانے کا سلیقہ بھی آئے گا۔

مزید برآں یہ بات بھی سمجھ میں آئے گی کہ امت نے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کو حکیم الاسلام جیسا مؤقر لقب کیوں دیا۔

اس سفر میں سب سے اہم چیز حضرت حکیم الاسلام کا وہ خواب ہے جو حضرت حکیم الاسلام اور حضرت خطیب الاسلام کے لئے سعادت عظمیٰ کا ذریعہ ہے، وہ خواب درج ذیل ہے، حضرت حکیم الاسلام تحریر فرماتے ہیں:

سفر رنگون سے واپسی میں ۲۴/رجب ۱۳۷۶ھ، ۲۵/فروری ۱۹۵۷ء یوم دوشنبہ کو اخیر شب میں جہاز ہی میں حضرت قبلہ مدظلہ نے یہ خواب دیکھا جو احقر کو صبح ہی سنایا۔ فرمایا کہ

''میں نے دیکھا کہ میں اور تم یعنی احقر محمد سالم کسی دوسرے شہر میں ہیں، مجھے معلوم ہوا کہ اس شہر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں۔ یہ سن کر میں تنہا ان کو تلاش کرتا ہوا، ان تک پہنچا یا، ملاقات ہوئی تو نہایت بزرگانہ شفقت سے پیش آئے۔ ملاقات کے بعد یہ یقین خواب ہی میں ہو گیا

کہ میں ''تابعی'' بن گیا، چوں کہ عیاناً ایک صحابی ومقرب کی زیارت سے مشرف ہوگیا۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کیا، اور ساتھ ہی دل میں یہ داعیہ بھی پیدا ہوا کہ تمہیں: محمد سالم کو بھی ملاؤں، تو قیام گاہ واپس آیا، اور تم سے کہا اس شہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں، میں نے زیارت کرلی، اور الحمد للہ! تابعی بن گیا، تم بھی شرف حاصل کرلو۔ یہ سن کر تم بڑے شوق سے میرے ساتھ چلنے کو تیار ہوگئے۔ اب معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تو مکان بھی یہیں ہے تو میں اور تم ان کے مکان پر ہی حاضر ہوئے، وہاں جا کر دیکھا، تو وہ ہمارا ہی قدیم جدی مکان ہے، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ والا اور وہاں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود ہیں، اور ان کی والدہ بھی، یعنی بڑی دادی۔ یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی زیادہ خوشی ہوئی اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہاں رہتے ہیں، اور ابھی تشریف لانے والے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، تو میں نے نہایت ادب سے ملاقات کی تو پھر انتہائی شفقت فرمائی۔ اس کے بعد میں نے کہا: حضرت! یہ ''سالم'' آیا ہے، یہ بتلانے پر تم سے ملاقات کے لئے اس طرح بڑھے، جیسے منتظر ہی تھے۔ تم نے ادب سے جھک کر ملاقات کی، تو میں نے کہا کہ معانقہ کرو، تم بڑھے اور ادب کی وجہ سے رک گئے، تو فرمایا کہ بس ٹھیک ہے اور خود سے انہوں نے ہی معانقہ کیا اور سر پر ہاتھ پھیرا۔

اس کے بعد معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے جاتا تھا، تو میں نے حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ: حضرت! ہمیں ان برتنوں کی زیارت کرادیجئے، جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا جاتا تھا۔ فرمایا: بہت اچھا، اور یہ فرما کر اندر سے ایک مونجھ کا پیالہ لایا گیا، جس میں اندر بال سے کھڑے ہوئے ہیں، اور فرمایا: اس میں حضور ﷺ کا کھانا جاتا تھا۔ تو ہم نے اس پیالہ کو چوما اور ادب سے سر پر رکھا، اور دیر تک اس سے اکتساب فیض کیا، اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ حق تعالیٰ کا شکر ہے۔

احقر سے بعد میں حضرت قبلہ نے فرمایا کہ: یہ خواب میرے اور تمہارے حق میں ان شاء اللہ فالِ نیک ہے اور فرمایا: اماں عائشہؒ اور دادی بو کی مقبولیت کا بھی اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ (محمد سالم قاسمی)

اس خواب سے ان دونوں حضرات کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات کو شہرت نہیں بلکہ منجاب اللہ مقبولیت عطا ہوئی تھی۔

اس سفرنامہ برما کا آخری عنوان 'مجلس اصلاح نسواں کا ایک دینی اور تاریخی اجتماع' ہے جو

۱۸/جنوری ۱۸۵۷ء کو ہوا۔ پھر آخری صفحہ پر کلمات تشکر بعنوان 'تجویز شکر یہ مسلمانان برما' پیش کئے گئے اور اسی پر اس 'سفر نامہ برما' ختم ہوا۔

یہ کتاب یا سفر نامہ برما، حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند سے بڑی عمدہ طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئی ہے۔ جو مولانا شکیب صاحب قاسمی کی علمی ودعوتی فکر کی غماز ہے۔

(۳) کتاب ''ایک عظیم تاریخی خدمت''

یہ کتاب دراصل ادارہ'' تاج المعارف'' کی علمی خدمات کا ایک تعارف ہے جس کی شروعات حضرت نے اکابرین سے مشورہ کے بعد علمائے دیوبند کی علمی و تصنیفی خدمات کا تعارف کرانے کے لئے ۱۹۴۹ء میں کی تھی، حضرت فرماتے ہیں:

بزرگان دارالعلوم دیوبند کی تصنیفات کی مجموعی تعداد ہزاروں سے زائد ہے۔ اس قدر کثیر اور مفید تصانیف کا ذخیرہ ہندو پاک کے کسی دوسرے علمی طبقے کے یہاں موجود نہیں ہیں۔ اسلامی فنون میں سے کوئی فن ایسا نہیں ہے کہ جس پر'' اکابر دیوبند'' کی کوئی تفیف نہ ہو۔ ادارہ'' تاج المعارف'' علمی طبقوں میں نہایت مقبول سترہ ۱۷ کتابوں کی پیش کش کے بعد اب'' علماء دیوبند'' کی تمام تصانیف کا علیحٰدہ دعلیحٰدہ مفصل تعارف پیش کرنے کا نہایت اہم پروگرام پیش خدمت کر رہا ہے۔ اس ''تعاون'' سے آپ کو بزرگان دیوبند کی ہر ہر کتاب کا ''نقطۂ فکر'' ''مقصد تصنیف'' ''علمی مرتبہ'' ''فن'' ''نتائج'' ''زبان و بیان'' ''ظاہری حیثیت'' اور مصنف کے مختصر حالات وسوانح کی تفصیلی معلومات حاصل ہوسکیں گی۔ اس عظیم و وقیع کام کی کماحقہ انجام دہی کے لئے ایک سہل اور نتیجہ خیز پروگرام اس پمفلٹ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں آپ کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر دور حاضر تک کے'' جماعت دیوبند'' کے تمام ''مصنفین'' کی ہر چھوٹی بڑی کتاب کا علیحدہ علیحدہ مکمل و مفصل تعارف ملے گا۔

مثلاً اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ''بانی دارالعلوم دیوبند'' کی مشہور کتاب '' تقریر دل پذیر'' کیسی کتاب ہے؟ کس فن میں لکھی گئی ہے؟ کس درجہ کی کتاب ہے؟ مضمون کتاب کا خلاصہ کیا ہے؟ زبان کیا ہے؟ انداز بیان کیا ہے؟ کتاب کی ظاہری حیثیت کیا ہے؟ مصنف کے حالات زندگی کیا ہیں؟ اور مصنف کی کل تصانیف کی

تعداد کیا ہے؟ تو ان تمام سوالات کا مکمل جواب آپ کو ''تاج المعارف'' کی پیش کردہ کتاب سے بڑی سہولت کے ساتھ مل جائے گا۔

اس کے بعد حضرت نے ایک عنوان ''بالفاظ دیگر'' قائم فرمایا جس میں ''ادارہ تاج المعارف دیوبند'' کی خدمات پر ایک نوٹ لکھا۔ وہ فرماتے ہیں:

''ادارہ تاج المعارف دیوبند'' اس کتاب کے ذریعہ درحقیقت ''جماعت حقہ دیوبند'' کی ''تصنیفی خدمات'' پیش کررہا ہے، جن میں ایک بےنظیر ''کشف الظنون'' مرتب ہے، جو اپنے انداز کی بالکل نئی اور انتہائی مفید خدمت ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔''[۱]

اس کے بعد حضرت نے ایک عنوان قائم کیا ''اکابر کے علوم کے تعارف کی ضرورت پروگرام کی تفصیلات اور اس کا پس منظر'' اس عنوان کے تحت حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''احقر ''ناظم ادارہ'' نے سب سے پہلے بنام خدا ''جماعت علمائے دیوبند'' کی بیشمار علمی و اصلاحی تصانیف کے مکمل ''تعارف'' کا ایک عظیم ''پروگرام'' مرتب کیا ہے، جسے ''سرپرست ادارہ'' حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم اور دیگر مفکرین نے پسند فرما کر ضروری قرار دیا ہے۔

اس کے بعد حضرت نے بعنوان ''ادارہ تاج المعارف کی سابقہ شاندار خدمات'' کے ضمن میں اس کی مطبوعات اور سن طباعت کا تذکرہ فرمایا۔ پھر حضرت نے مختلف عنادین تمہیداً ذکر فرما کر حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ فرمایا اور مختصراً حضرت شاہ صاحب کی خدمات اور حضرت شاہ صاحب کے عظیم مشن اور اس کی ترقی کا بھی تذکرہ فرمایا۔

اس کے ضمن میں حضرت شاہ صاحب کے نسبی اور روحانی فرزندان کا تذکرہ فرمایا جن میں حضرت شاہ صاحب کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے شروع فرما کر الگ الگ پانچ طبقات کا تذکرہ فرمایا اور آخری طبقہ میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کا تذکرہ سرفہرست لاکر یہ بتایا کہ جو نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے ان کے روحانی فرزندوں میں منتقل ہوئی اس کی آخری کڑی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔

---

[۱] ایک عظیم تاریخی خدمت، ص ۸

پھر حضرت خطیب الاسلام نے صفحہ ۱۶ پر ایک عنوان ''خدمات کی جامعیت'' قائم فرمایا کہ گذشتہ دوسو سال کے عرصہ میں اس جماعت کی خدمات کسی ایک دائرے میں محدود نہیں رہیں، بلکہ تمام علوم و فنون جیسے تفسیر، تاریخ، حدیث، اصول حدیث، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تصوف، اصلاح عقائد، کلام، منطق، فلسفہ، حکمت، بلاغت، ادب، سیاست، اجتماعیات اور اخلاقیات وغیرہ کے اہم موضوعات پر نہایت سلجھے ہوئے اور معقول انداز میں ہزاروں کتابیں اس جماعت کے مصنفین نے تصنیف فرمائی ہیں، جنہیں ہر دور کے علماء نے بنظر قبول دیکھا ہے، **فلله الحمد و المنته**.

اس کے بعد حضرت نے ادارہ تاج المعارف کے مختلف اہم اقدامات کا تذکرہ فرمایا ہے، ان ہی اقدامات میں سے ایک اقدام یہ بھی ہوگا یہ ''اکابر بزرگان دیوبند'' کی بہترین ومفید ترین کتابوں کے ''عربی'' اور ''انگریزی'' ترجمے شائع کئے جائیں گے تاکہ ہدایت وبصیرت کے ان علمی خزانوں سے پوری دنیا فائدہ اٹھا سکے۔

ان ہی اقدامات میں سے ایک اہم اقدام اکابرین کی مشکل ترین کتابوں اور عبارتوں کی تسہیل کا ہوگا۔ پھر آخر میں حضرت نے ایک عنوان ''اس عظیم خدمت کے لئے ضروری انتظامات کی تفصیل'' لگایا جس میں حضرت نے تمام ضروری وسائل واسباب کی فراہمی کی تفصیلات دے رکھی ہیں اور ۲۲ صفحہ سے ۳۱ صفحہ تک ان تمام وسائل کا تذکرہ فرمایا جو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی میں معین ومددگار ثابت ہوں گے۔

حضرت کا یہ پورا بنایا ہوا پروگرام ایک رسالہ کی شکل میں ''ادارہ تاج المعارف دیوبند'' سے شائع ہوا ہے۔ ادارہ تارج المعارف نے ۱۹۵۰ء میں فطری حکومت، اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام، کلمات طیبات، اصول دعوت اسلام، مسئلہ تقدیر وغیرہ کتابیں شائع کیں، اس ادارے کے قیام کے جو مقاصد تھے اور جو ضرورت تھی، وہ ضرورت ابھی بھی باقی ہے، اور اسی نہج پر کام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ علمائے دیوبند کی علمی ودعوتی ودینی تصنیفات کا مکمل تعارف پورے عالم اسلام میں ہو سکے۔

(۴) عربی کتاب ''مبادئ تربیۃ الأطفال الأساسیہ''

حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ کو دعوتی اسفار اور ادارہ جاتی وانتظامی امور کی انجام دہی کی وجہ سے بڑی علمی تصنیف کرنے کا کوئی خاص موقعہ نہیں مل سکا، اس کے باوجود جن موضوعات پر قلم اٹھایا

حق موضوع کو ادا کرنے کی مکمل کوشش فرمائی، حضرت کی ان تالیف شدہ کتابوں میں سے ایک کتاب عربی زبان میں ''**مبادی تربیة الأطفال الأساسية**'' ہے جس میں حضرت نے اس موضوع پر اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے تربیت اطفال کے اصول کو انتہائی جامع انداز میں بیان فرمایا۔

کہ انسانیت اور تمام انسانوں پر بنیادی اور اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری بچوں کی تربیت ہے۔

اور اس سلسلے میں بطور استشہاد ایک مرفوع روایت حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی کہ: ''**لأن يُؤدِبَ الرجل وَلَدَه خير له من أن يتصدق بصاع**''(رواه الترمذی فی السنن)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کی تربیت کس قدر اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے بعد حضرت نے تربیت کے عوامل اساسیہ کو بیان فرمایا کہ انسان کی تخلیق حق تعالی شانہ نے اس طرح فرمائی کہ اس کے اندر ہر خیر اور ہر طرح کی فضیلت کو حاصل کرنے کی صلاحیت رکھ دی۔ جس کو حاصل کرنے کے لئے مختلف دلائل و براہین کی ضرورت پڑے گی، جبکہ اس کے برعکس برائی کے حصول کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس کے بعد حضرت نے ایک عنوان قائم فرمایا: ''**العيوب الأربعة للطبيعة الإنسانية**''

اس عنوان کو قائم فرما کر حضرت نے انسان کے ان چار عیوب کو بیان فرمایا جو تمام عیوب کا سرچشمہ ہیں، چنانچہ سب سے پہلا عیب جس کے ہوتے ہوئے بے شمار عیوب انسان میں پیدا ہوتے ہیں وہ تکبر ہے۔

دوسرا عیب خود حرص ہے جس کی وجہ سے بہت سے رذائل انسان میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

تیسرا عیب اعجاب نفس اور خود رائی وخود ستائی ہے، جس کی وجہ سے عدم مساوات جیسی بیماری انسان میں داخل ہو کر اس کو ظلم پر مجبور کرتی ہے۔

چوتھی مذموم صفت بخل ہے، جو بے شمار بیماریوں کی جڑ ہے۔ ان چار عیوب سے ہی تمام عیوب جڑ پکڑتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت نے ایک مزید عنوان قائم فرمایا: ''**أربعة أسس للنظام التربوي الاسلامي**''، یعنی اسلامی نظام تربیت کے چار بنیادی اصول۔

ان میں سے پہلا اصول تواضع ہے، یہ پہلی عمدہ خصلت ہے جو انسان میں سے بے شمار عیوب کو ختم

کردیتی ہے،اوراسلامی عبادات میں اس کا مظہراتم نماز ہے جوانسان میں تواضع پیدا کردیتی ہے۔

دوسری صفت قناعت ہے، جوانسان سے حرص کوختم کردیتی ہےاورعبادات میں اس کا مظہراتم روزہ ہے، کہ روزہ سے یہ صفت پیدا ہوتی ہے۔

تیسری صفت مساوات ہے جس کی وجہ سے انسان تکبراورظلم وستم سے محفوظ رہتا ہےاورعبادات میں اس صفت کا مظہراتم حج ہے، جہاں امیروغریب،عزیزوذلیل سب برابر ہیں۔

چوتھی صفت سخاوت ہے جس سے انسان بخل جیسی بیماری سے محفوظ رہتا ہےاوراس صفت کا مظہر اتم عبادات میں زکوۃ ہے،جس سے انسان میں ایثاروعزیمت پیدا ہوتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت نے خلاصۃ القول کے طور پر فرمایا کہ چھوٹے، بڑے فرداور جماعت کی تربیت کے لئے مذکورہ بالا اصولوں پرعمل لازم ہے۔یعنی جن سے بچنے کی تاکید کی گئی ان سے بچا جائےاورجن پرعمل کرنے کے لئے کہا گیاان پرعمل پیرا ہوجائے۔

اس کے بعدحضرت نے اخیر میں ایک عنوان لگایا:"الأصول الاساسية لتربية الأطفال" "بچوں کی تربیت کے بنیادی اصول،اس عنوان کے تحت حضرت نے بچوں کی تربیت کے۱۳بنیادی اصول بیان فرمائے اوران کوترتیب سے بیان فرمایا اورکتاب کے اخیر میں خلاصہ کتاب اس طرح فرمایا کہ دین اسلام صرف ایک ایسامذھب ہے جس نے پوری انسانیت کی زندگی کے ہر ہرمرحلے میں خیرکی طرف رہنمائی فرمائی ہےاورکوئی گوشہ حیات ایسانہیں چھوڑا جس میں صحیح رہنمائی نہ فرمائی ہو۔

یہ رسالہ تقریبا۲۳صفحات پرمشتمل ہے،اس کودارالاہتمام دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں شائع کیا گیاہے۔

(۵) کتاب ''حقیقت معراج''

''حقیقت معراج'' یہ حضرت خطیب الاسلام کاایک مختصررسالہ ہے، جوسیدابولاعلی مودودی کی تصنیف ''معراج کی رات'' پرایک ناقدانہ نظرکےساتھ اس موضوع پرایک علمی تبصرہ بھی ہے۔

حضرت خطیب الاسلام نے یہ سالہ اپنے استاذ مکرم حضرت مولاناحسین احمد مدنیؒ کی فرمائش پر تحریرفرمایا تھا۔اس رسالے میں سورہ نجم میں معراج کےتعلق سے جوابات ہیں ان کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے، اورنماز کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے، یہ کتاب ادارہ نشرواشاعت دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۵۲ء میں شائع کی،رسالہ۴۹صفحات پرمشتمل ہے۔

(۲) مردانِ غازی

یہ بیس صفحات پر مشتمل ایک مطبوعہ رسالہ ہے جس کو حضرت نے ۱۹۴۷ء میں جو ہمارے ملک کا انتہائی پر اشوب اور ہنگامہ خیز دور ہے جس میں شومئ قسمت سے ایک انتہائی ناخوشگوار واقعہ تقسیم ہند و پاک کا پیش آیا جس کے نتیجہ میں شہر کے شہر اجڑ گئے، آبادیاں اور بستیاں بن ہوگئیں، عبادت گاہیں اور ان کا تقدس پامال ہوگیا، لاکھوں لوگوں کو سرراہ اور گھروں میں گھس گھس کر قتل کر دیا گیا، ماؤں بہنوں کی عزتوں کا ننگا ناچ ناچا گیا، اس ملک کی دیوار آہن میں تقسیم کی شکل میں ایسا نقب لگا کہ اس کی طاقت کو چکنا چور کر دیا، اور اس کمزوری کو ہر ملت و مذہب کے لوگوں نے نہ صرف محسوس کیا بلکہ اس سے دو چار بھی ہوئے، ان پر آشوب حالات کو حضرت خطیب الاسلام نے بچشم خود دیکھا ہے، اور باہوش دیکھا تو طبیعت کا متاثر ہونا یقینی طور پر امر واقعی تھا، اس لئے حضرت نے ان حالات میں مایوسیت کے بجائے وہ کام کیا جو تاتاری فتنہ کے وقت عین جوانی کے عالم میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا کہ امت کو از سر نو بیدار کیا جائے، جذبہ ایمان سے سرشار کیا جائے۔ خوابیدہ روحوں کو جگا کر اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کی جائے، ان کو حضرات صحابہ کرام اور اسلاف کی قربانیاں یاد دلا کر ان کے دماغوں کو جھنجھوڑا جائے۔

اور جو کام حضرت خطیب الاسلام کے جد امجد حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی نے ہندوستان پر سفید فام قوم انگریز کے تسلط کے بعد کیا، اور ملت اسلامیہ ہندیہ کو دشمن کے شکنجہ سے چھوڑا کر اس کی دینی و ایمانی آبیاری کی۔

ایک مرتبہ پھر جب آزادی ملک کے وقت ملت اسلامیہ ہندیہ پر تقسیم وطن کی شکل میں ناگہانی مصائب کا پہاڑ ٹوٹا تو ان ٹوٹے ہوئے دلوں کو سنبھالنے کے لئے ان کو جذبہ ایمان سے سرشار کرنے کے لئے اور ان میں ایمانی روح پھونکنے کے لئے اپنے اسلاف کے نہج کو سامنے رکھتے ہوئے یہ رسالہ ''مردان غازی کے نام سے تحریر فرمایا، جس کے لکھنے کا مقصد جناب سعید الرحمٰن صاحب شیرکوٹی جنرل سیکرٹری شمع ادب جالندھر۔

''میرے محترم دوست مولوی محمد سالم صاحب قاسمی صاحبزادہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ، مہتمم دار العلوم دیوبند کا افسانہ مردان غازی اس وقت آپ کے سامنے ہے، قابل فسانہ نگار نے ان مایۂ افتخار ہستیوں کی زندگی کے تین پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

۱۔ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا کا بول بالا کرنے کے لئے وقف کردی تھیں۔

۲۔ وہ عزم وہمت کے پتلے تھے۔

۳۔ انہیں اپنی کامیابی کا یقین محض اس لئے ہوتا کہ ان کا ہر قدم باطل کو مٹانے کے لئے ہوتا۔

جہاں تک مرا خیال ہے، ہم میں وہ اوصاف نہیں، ہمیں چاہئے کہ اسلاف کے واقعات سے سبق حاصل کریں اور بجا طور پر مسلمان کہلانے کے حقدار ہوجائیں۔

یہ وہ عزم اور یقین ہی تھا کہ ساٹھ لوگوں کا حضرت خالد بن الولید نے انتخاب فرمایا اور ساٹھ ہزار لوگوں کی جنگجو فوج کو ہتھیاروں سے لیس حضرت خطیب الاسلام لکھتے ہیں:

''ہر سپاہی سرتاپا لوہے میں غرق ہے، موٹی موٹی زنجیروں سے بنی ہوئی زرہیں زیب تن ہیں اور اونچی اونچی کلغی دار خودیں سروں پر جگمگا رہی ہیں۔ ترکشوں میں بے شمار تیر ہیں، میانوں میں تلواریں ہیں، پرتلوں میں آتشیں نیزے ہیں۔ صبا رفتار جنگی گھوڑے ہیں، ان کے بالمقابل وہ چند افراد پر مشتمل پاکباز جماعت ہے وہ بھی رسمی فوجی لوازم سے بے نیاز۔''

زرہ بکتر کی قید سے آزاد! تیر وتفنگ سے بری! چند شکستہ تلواریں، کچھ پرانے خنجر، ہاتھوں میں لئے امیر المجاہدین خالد ابن الولید کی زیر سرکردگی اس عظیم مقصد کے لئے پابرکاب ہے، مشہور اسلامی جنرل خاد بن الولید نے تین سو میں صرف تیس کا انتخاب فرمایا، ساٹھ ہزار دشمن فوج کے مقابلے میں، پیکر حریت ابوعبیدہ بن الجراح نے سفارش کرکے اس تیس کی تعداد کو دوگنی کروائی، یعنی ساٹھ تک پہنچائی، آخر وہ کیا چیز تھی جس نے ساٹھ کو ساٹھ ہزار کا مقابلہ کروادیا، وہ مذکورہ بالا تین باتیں تھیں، یعنی اپنی زندگیاں خدا کا بول بالا کرنے کے لئے وقف کردیں، عزم و ہمت اور ثابت قدمی اور استقامت کا پہاڑ بنے رہے، اپنی فتح وکامیابی پر غیر معمولی یقین کی کیفیت اور ان کا ہر قدم غارت گر باطل تھا۔

حضرت خطیب الاسلام اس رسالے سے امت کے ہر فرد کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ اگر تم آج بھی اپنے اندر وہی صفات پیدا کرلو تو تمہارا ایک فرد ایک ہزار دشمنوں پر بھاری اور غالب ہوگا۔

۱؎ مردانِ غازی ص ۱۰

اس رسالہ کا اختتام

حضرت خطیب الاسلام اس رسالہ کا اختتام مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں:

''اللہ والوں نے اللہ کا بول بالا کیا ''حـــمــــص'' پر اسلامی پرچم لہلہایا اور اپنے اس فرض سے سبکدوشی حاصل کی جو آج بھی ہر کلمہ گو کا مقصد حیات ہے۔

شہید اس دارفانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمین پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں
اسی رنگت کو ہے ترجیح اس دنیا کی زینت پر
خدا رحمت کرے ان عاشقان پاک طینت پر

اس رسالہ کو حضرت نے ۱۶ جنوری ۱۹۴۷ء بروز پنج شنبہ ختم فرمایا اور یہ رسالہ ۲۱ سال کی عمر میں تحریر فرمایا تھا۔ رسالہ ادارہ مطبوعات شمع ادب جالندھر شہر سے سب سے پہلے شائع ہوا۔

حضرت خطیب الاسلام کے مقالات

لکھے گا وقت آب و زر سے ان کے کارناموں کو
مسلماں یاد رکھیں گیں ان زریں مقالوں کو

حضرت خطیب الاسلام کے عظیم علمی کارناموں میں حضرت کے لکھے ہوئے بیش بہا اور گرانقدر مقالات ہیں جو علم وفکر کا بڑا اہم سرمایہ ہے، ان مقالات کے سلسلوں میں سب سے معتبر شہادت حضرت خطیب الاسلام کے جانشین حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند کی ہے جو حضرت ہی کے پروردہ اور تربیت یافتہ ہیں، وہ فرماتے ہیں: خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی (مہتمم دارالعلوم دیوبند وقف) کے مقالات گرانقدر وہ سرمایۂ علم وفکر ہیں کہ جن کی اشاعت ملک و بیرون ملک میں حضرت والا کے علم وفکر کے قدرشناس محبین کی ایک قدیم آرزو کی تکمیل ہے، حضرت والا کو جہاں کہیں کوئی مقالہ پیش کرنے کی نوبت آئی اس کے بارے میں محبین نے اسی مقالے کی بعجلت طباعت پر اصرار کیا، اس قابل احترام اصرار کی بروقت تعمیل اولاً تو اس وجہ سے مؤخر ہوتی رہی کہ ایک یا دو مقالات کی اشاعت اس طلب کو پورا نہیں کرسکتی تھی، دوسرے یہ کہ کئی مقالے ایسے بھی تھے جو پیش آمدہ ضرورت کے تحت حضرت نے قلم برداشتہ تحریر فرما کر پیش فرما

دئے، لیکن اشاعت کے لئے ضروری معلوم ہوتا تھا کہ اس پر صاحب مقالہ کی نظر ثانی ہو جائے۔ مقالات کی افادیت اور معلومات آفرینی یقیناً علم دوست حضرات کے لئے انشاء اللہ ایسی ہی ثابت ہوگی جیسا کہ خود حضرت والا کے شرکاء مجالس علمیہ کے لئے آپ کی تقریر ہوتی ہے اس لئے کہ حضرت موصوف کا تحریر وتقریر میں پرداز کلام یکساں افادیت کا حامل ہوتا ہے۔[1]

درج ذیل میں ان مقالات کی فہرست دی جارہی ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہو چکے۔

(۱) مدارس اسلامیہ میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا استعمال

(۲) قدیم دینی مدارس اور جدید عصری تعلیم مسئلہ کا ایک حل

(۳) علم ایک ترقی پذیر متحرک حقیقت کا نام ہے

(۴) عبادات کے ذریعہ تزکیہ اخلاق مذاہب عالم میں اسلام کا مربیانہ امتیاز

(۵) عبادت حج انسان کے روحانی امراض کا میاب علاج

(۶) سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے لئے اللہ کا ہدیۂ رحمت

(۷) حضرت حکیم الاسلام کی عالمگیر فکر اسلامی

(۸) حضرت حکیم الاسلام اور مولانا آزاد مرحوم

(۹) والدہ ماجدہ غفر اللہ لہا

(۱۰) علماء کرام کے لئے غرض مندانہ مشوروں کا تجزیہ

(۱۱) اجتماعی رہنمائی میں اسلام اور عیسائیت کا بنیادی فرق

(۱۲) حدود اختلاف نامی کتاب میں بیان کردہ تاریخی غلط فہمیوں کا ازالہ

(۱۳) نئی مسلم نسل کی مستقبل ساز دینی تربیت

(۱۴) طلبائے مدارس اسلامیہ کے نام ایک اہم پیغام

(۱۵) شہید کربلا کا موقف نصوص کی روشنی میں

(۱۶) خنزیر نجس العین کیوں؟ منکوحات کی چار میں تحدید کیوں؟

(۱۷) ازالہ حدث اکبر کے لئے غسل کیوں؟

(۱۸) ساؤتھ افریقہ کے ریڈیو اسلام کے ذریعہ نومسلموں کیلئے ایک ابدی پیغام

---

[1] مقالات خطیب الاسلام، تقریظ مولانا محمد سفیان قاسمی

ان کی تفصیلات اگر کسی کو دیکھنی ہوں تو مقالات خطیب الاسلام کے نام سے ادارہ تاج المعارف دیو بند نے شائع کی ہیں۔ یہ ایک رسالہ جو تقریباً ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

ابھی تک حضرت کے یہ چند مقالات ہی شائع ہو پائیں ہیں، بے شمار مقالات غیر معمولی اہمیت کے حامل ایسے ہیں جو ابھی تک با قاعدہ شائع نہیں ہوسکے، ان کی اشاعت کی ضرورت ہے۔

حضرت کے علمی و تعلیمی کارنامے تو اس قدر ہیں کہ ان کو شمار یا ان کا احاطہ اس مختصر سوانح میں ناممکن ہے کیونکہ شاید ہی کوئی جگہ ایسی ہو جہاں حضرت تشریف نہ لے گئے ہوں اور وہاں واقعات علمیہ، لطائف ادبیہ اور حقائق و معارف کے موتی نہ بکھیرے ہوں۔ خود ایک مستقل حضرت کی شخصیت کے تعلق سے یہ ایک عنوان ہے، جس پر تحقیقی کام کی علیحدہ ضرورت ہے، حجۃ الاسلام اکیڈمی دار العلوم وقف دیو بند سے امید کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی قدم ضرور اٹھائے گی اور حضرت کی زندگی کے ان بکھرے اور منتشر حقائق و معارف کو صفحۂ قرطاس پر لا کر یکجا کر دے گی۔

حضرت کی شخصیت اس قدر جامع اور اپنے اندر اتنے کمالات رکھتی ہے کہ ان کی زندگی کا ہر پہلو ایسا ہے کہ اس پر تحقیق کی جائے، ایسی موسوعی شخصیات پر لکھنے والا ضرور بالضرور اس کشمکش کا شکار ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کی کون سی چیز شامل کتاب کروں اور کس کو نظر انداز کروں، کیونکہ جس جانب یا پہلو کو بھی اٹھا کر آپ دیکھیں گے تو وہ اتنا ہی اہمیت کا حامل نظر آئے گا، اگر کسی پہلو کو اس نے چھوڑا یا اس کا سرسری تذکرہ کر کے آگے نکلا بھی تو راقم کے ذہن میں مستقل یہ بات آتی رہی کہ حضرت کی زندگی کی بہت سی اہم باتیں ضبط تحریر میں نہیں آسکیں، بطور نمونہ حضرت کی ایک تقریر نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت لکھتے ہیں۔

قرآنی لطائف

حضرت خطیب الاسلام کے مزاج میں ندرت و جودت، لطافت و تخلیقیت بچپن ہی سے تھی اور غیر معمولی ذہانت وقوت حافظہ رب کریم کے یہاں سے عطا ہوا تھا، اس لئے لطائف و معارف اور اشارات و کنایات مزید برآں ضرب الامثال سے بھی بچپن ہی سے دلچسپی رہی، جس کی گواہی بے شمار لوگوں نے دی، ایک مرتبہ راقم الحروف دیو بند کی مشہور شخصیت اور محبوب پریس کے مالک جناب حضرت مولانا قاضی انوار صاحب دامت برکاتہم کے دولت کدہ پر حاضر ہوا، تو برسبیل تذکرہ حضرت

خطیب الاسلام کا ذکر خیر آ گیا قاضی صاحب فرمانے لگے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں بے پناہ اور بلا کی ذہانت ہے، اس کے بعد فرمایا کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ ذہانت میں ان کا ہمسر کوئی نظر نہیں آتا، اس پر انہوں نے حضرت خطیب الاسلام کی ذہانت کا ایک واقعہ بھی سنایا تھا جو پوری طرح مجھے یاد نہیں رہا، بہر حال حضرت خطیب الاسلام کو علمی لطائف سے بڑا شغف تھا، اس سلسلے میں حضرت نے ''قرآنی لطائف'' کے عنوان سے چند اہم واقعات بیان فرمائے ان کا ذکر مفید ہوگا۔

قرآنی لطائف

حضرت اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں: مضارب ابن ابراہیم نے حسن بن مفضل سے عرض کیا کہ آپ کا یہ امتیاز بذات خود ایک ضرب المثل بن چکا ہے کہ آپ عربی اور عجمی ضرب الامثال کی اصل اپنی خداداد ذہانت وذکاوت سے کتاب اللہ سے نکال لیتے ہیں، کیا آپ اس مشہور عوام وخواص عربی ضرب المثل کے کسی مآخذ کی قرآن کریم سے نشاندہی فرمائیں گے ''خَیْرُ الاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا'' (تمام چیزوں میں درمیانہ درجہ بہتر ہوتا ہے)۔

حسن ابن مفضل نے جواباً برجستہ فرمایا کہ اس ضرب المثل کے چار مآخذ قرآن کریم میں موجود ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) قوم موسیٰ علیہ السلام کو جب ایک مقتول کے قاتل کا پتہ معلوم کرنے کے لئے ایک بچھڑا ذبح کر کے اس کا گوشت مقتول کے بدن سے لگانے کا حکم دیا گیا تا کہ وہ باذن خداوندی زندہ ہو کر اپنے قاتل کا مکمل پتہ بتائے تو قوم موسیٰ علیہ السلام نے ابتداء تو اس غیر مقید حکم کی تعمیل سے گریز کرتے ہوئے بچھڑے کے اوصاف متعین کرنے کا سوال کیا تو جواباً حق تعالیٰ نے اس ''خَیْرُ الاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا'' کی جانب رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بچھڑا ایسا معتدل ہو کہ ﴿لاَ فَارِضٌ وَلَا بِکْرٌ عَوَانٌ بَیْنَ ذَالِکَ﴾ (البقرہ: ۶۸)

نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بہت بچہ ہو (بلکہ) دونوں عمروں کے وسط میں ہو۔

(۲) قرآن کریم میں اپنے برگزیدہ بندوں کے اوصاف و امتیازات خصوصی میں ان کے ''خَیْرُ الاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا'' ہونے کی وصف کو امتیازی حیثیت دے کر ارشاد فرمایا۔ ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذَالِکَ قَوَاماً﴾ (سورۃ الفرقان: ۶۷)

اور اطاعت مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اصراف کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال پر ہے۔

(۳) قرآن کریم نے ”خَیرُ الاُمُورِ اَوسَطُهَا“ کے اصول فطرت کی نشاندہی فرماتے ہوئے بخل اور اسراف کو ناپسندیدہ قرار دیا، ارشاد ربّانی ہے ﴿وَلَا تَجعَلْ یدَکَ مَغْلُولَةً اِلیٰ عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْ کُلَّ الْبَسْطِ﴾(سورة بنی اسرائیل : ۲۹)

اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے ہی باندھ لے اور نہ بالکل ہی کھول دے۔

(۴) نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کو اسی ”خَیرُ الاُمُورِ اَوسَطُهَا“ کے دائرہ میں محدود رکھنے کا امر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا۔﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذَالِکَ سَبِیْلًا﴾(سورة بنی اسرائیل : ۱۱۱)

اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھئے اور نہ بالکل ہی چپکے چپکے پڑھئے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے۔

مضارب نے عرض کیا کہ ”من جهل شیئا عاداه“ جس شئے سے آدمی ناواقف ہوتا ہے تو اس کا دشمن بن جاتا ہے۔

اس ضرب المثل کا مآخذ قرآن کریم میں کیا ہے؟

علامہ حسنؒ نے فرمایا: کہ اس کا مآخذ قرآن میں دو آیتیں ہیں۔

(۱) ﴿بَلْ کَذَّبُوْا بِمَالَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ﴾ (سورہ یونس: ۳۹)

(بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے (جس کے صحیح وسقیم ہونے) کو اپنے احاطہ علم میں نہ لائے یعنی جس چیز کو سمجھ نہ سکے تو اس کا دشمن ہوگئے اور تکذیب شروع کر دی)۔

(۲) ﴿وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَا اِفْکٌ قَدِیْمٌ﴾ (سورة احقاف : ۲۶)

اور جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے۔

یعنی بوجہ قرآن کریم میں غور وفکر نہ کرنے کے اس کی ہدایت کو نہ سمجھ سکے تو از راہ عناد اس کو جھوٹ قرار دے دیا۔

مضارب نے عرض کیا کہ ”احذر شر من احسنت الیه“ اس کے شر سے بچنے کی بطور خاص کوشش کرو جس کے ساتھ تم نے حسن سلوک اور احسان کیا ہے۔

جواباً علامہ حسن نے فرمایا اسکی اصل بھی قرآن کی اس آیت میں موجود ہے۔

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (سورۃ توبہ: ۷۴)

(اور یہ صرف انہوں نے اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنی مہربانی سے بے نیاز بنا دیا) یعنی اللہ اور اس کے رسول کی عطا و بخشش پر بجائے شکر گزاری کے جب انہوں نے مخالفانہ راہ اختیار کی تو مخالفت کی انتہا کر دی کہ دین حق ہی کے منکر ہو گئے۔

مضارب نے عرض کیا کہ لیس الخبر کالمعائنة (سنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی حقیقت کے برابر نہیں ہوتی) اسکا قرآنی ماخذ کیا ہے؟

علامہ حسن نے جواب دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ "رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی" (اے میرے پروردگار مجھے دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ﴾ (سورہ البقرہ: ۲٦۰)

(ارشاد فرمایا کہ کیا تم یقین نہیں لائے، ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا (لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں) تا کہ میرے قلب کو سکون ہو جائے، لفظ بلیٰ میں اس کا اعتراف ہے کہ آپ کی قدرت کاملہ کی خبر پر میرا ایمان کامل ہے لیکن "لیس الخبر کالمعائنة" کے مطابق مشاہدہ کا درجہ خبر سے بڑھا ہوا ہے اسلئے میں اسے بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

مضارب نے عرض کیا کہ مثل مشہور ہے "فی الحرکات برکات" (حرکت میں برکت ہے) اس کا قرآنی ماخذ ارشاد فرمایئے۔

شیخ حسن نے فرمایا قرآن کریم نے "فی الحرکات برکات" کی واضح نشاندہی اس آیت کریمہ میں فرمائی ہے۔

﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً﴾ (سورۃ النساء: ۱۰۰)

(اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو اس کو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش) یعنی زمین پر پھیلی ہوئی اللہ کی رحمتیں اور برکتیں جب ہی حاصل ہوں گی کہ جب اللہ کیلئے تم زمین پر چلو پھرو گے گھر بیٹھے نہیں یعنی حرکت ہی میں برکت ہے۔

مضارب نے سوال کیا کہ "کما تدین تدان" (جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے) کی قرآنی اصل کیا ہے؟

شیخ حسن نے فرمایا اس بارے میں قرآنی رہنمائی یہ ہے کہ ﴿مَن يَّعْمَلْ سُوْءً يُّجْزَ بِهٖ﴾

(سورہ نسآء : ۱۲۳)

(جو کوئی برا کام کرے گا اس کو اس کے عوض میں سزا دی جائے گی) یعنی دنیا میں بدعملی پر اچھے بدلے کی توقع فضول ہے بلکہ جیسے اعمال اس دنیا میں کروگے ویسی ہی سزا اس عالم میں مرتب ہوگی۔

مضارب نے عرض کیا کہ ایک مثل ہے "حين تقلى تدرى" (جب تم کسی چیز سے نفرت کرنے لگتے ہو تو تمہیں اس میں برائیاں ہی برائیاں نظر آنے لگتی ہیں)

شیخ حسن نے فرمایا اس مثل کی قرآنی اصل اس آیت میں موجود ہے

﴿وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (سورة الفرقان: ۴۲)

(اور مرنے کے بعد) جلدی ہی ان کو معلوم ہو جائے گا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا۔

یعنی دنیا میں تم نے دین برحق سے اپنے دلوں میں نفرت پیدا کرلی تو اسکی ہر چیز تمہیں بری نظر آنے لگی، لیکن جب اس کی بتلائی ہوئی حقیقتیں سامنے آئیں گی تو اس وقت ان کے اقرار پر مجبور ہوں گے لیکن اس وقت کا اقرار کارآمد نہیں ہوگا۔

مضارب نے عرض کیا کہ "لا يلدغ المؤمن من جحرٍ مرتين" (ترمذی)

(مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا) اس محاورہ کا قرآنی مآخذ کیا ہے؟

شیخ حسن نے فرمایا: اس کا قرآنی مآخذ اس آیت میں موجود ہے۔

﴿هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَا اَمِنْتُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ (سورة وسف: ۶۴)

(بس رہنے دو میں اس کے بارے میں بھی ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں۔

یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ یوسف کے بارے میں ایک بار میں تم پر بھروسہ کرکے اس کا نتیجہ دیکھ چکا ہوں اب دوسرے بیٹے بن یامین کے بارے میں تمہارا اعتبار کیسے کر سکتا ہوں۔

مضارب نے عرض کیا کہ "من اعان ظالماً سلط عليه" (جو کسی ظالم کی مدد کرتا ہے تو ظالم اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے) کی قرآنی اصل ارشاد فرمائیے۔

شیخ حسن نے فرمایا اس کی اصل اس آیت میں ہے ﴿كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ (سورة الحج :۴)

جس کی نسبت (خدا کے یہاں) یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو شخص اس سے (یعنی شیطان سے) تعلق رکھے گا (یعنی اس کا اتباع کریگا) تو اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اسکو (راہ حق) سے بے راہ کردے گا اور اس کو عذاب دوزخ کا راستہ دکھائے گا۔

یعنی اللہ سے بے راہی اختیار کرنے والا ظالم ہے جو اس ظالم (شیطان) کی اطاعت کرے گا تو نتیجتاً وہ اس کو بھی بے راہی پر لگا کر بدانجام بنادے گا۔

شیخ نے فرمایا اس کے مآخذ کی جانب یہ آیت اشارہ کرتی ہے ﴿وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِراً كَفَّاراً﴾ (سورة نوح :۲۷)

اور (آگے بھی) ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی) یعنی بنظر عام ان کفار کی اولادیں بھی کافر وفاجر ہی ہونگی کیونکہ آباء واجداد کے افکار واعتقادات وراثتاً اولاد میں منتقل ہوتے ہیں۔

مضارب نے پوچھا کہ "للحيطان آذان" (دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں) اس ضرب المثل کی قرآنی اصل کیا ہے؟

شیخ حسن نے فرمایا کہ یہ آیت اس کی اصل قرار پاسکی ہے ﴿وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ﴾ (سورة التوبة:۴۸) (اور (اب بھی) تم میں ان کے جاسوس موجود ہیں) یعنی تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ تم ان پر نگہ اعتبار ڈال کر اپنے راز کھول دیتے ہو حالانکہ وہ دشمن ہوتے ہیں اور تمہارے راز دار بن کر نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

مضارب نے عرض کیا کہ "الجاهل مرزوق والعالم محروم" (جاہل کو بہت کچھ ملتا ہے اور عالم محروم ہوجاتا ہے) اس مثل کی اصل کیا ہے؟

شیخ نے فرمایا کہ اس کی اصل یہ آیت ہے ﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدّاً﴾ (سورة مریم: ۷۵)

(جو گمراہی میں پڑ جاتا ہے تو اللہ اس کو زیادہ ڈھیل دیدیتا ہے) یعنی کافر پر دنیوی مال ومتاع کی فراوانی اتمام حجت کے لئے ہوتی ہے تاکہ وہ اپنی اختیار کردہ بے راہ روی کی زیادہ سے زیادہ سزا بھگتے۔

مضارب نے عرض کیا کہ اس مثل کی اصل قرآن میں ملتی ہے ”**الحلال لا یأتیک الا قوتاً والحرام لا یأتیک الا جزافاً**“ (حلال طریق پر تمہیں بقدر ضرورت ملتا ہے اور حرام طریقے پر بے روک ٹوک ملتا ہے)

شیخ حسن نے جواباً فرمایا کہ اس کی اصل بھی قرآن کریم میں موجود ہے اور وہ یہ ہے ﴿**اِذْ تَأْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعاً وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَأْتِيْهِمْ**﴾ (سورۃ الاعراف:۱۶۳) (جب آنے لگیں ان کے پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو نہیں آتی تھیں) یعنی یہود (باشندگان ایلاء) پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار حرام تھا تو اس دن پانی کے اوپر بے حد مچھلیاں آتی تھیں اور بعد کے دنوں میں شکار حلال تھا تو مچھلیاں بہت کم آتی تھیں، انہوں نے ممنوعہ دنوں میں شکار شروع کر دیا تو بطریق حرام خوب مچھلیاں شکار کیں اور دوسرے ایام غیر ممنوعہ بقدر ضرورت ہی ملتی تھیں۔

ایک حجازی عالم نے اپنا واقعہ سنایا کہ ایک عیسائی ڈاکٹر نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا قرآن کریم میں بجلی کی اس مخصوص لہر کی بھی نشاندہی موجود ہے کہ جس کے ذریعہ دور حاضر کے ڈاکٹر مریض کے اندورونی حصوں کے امراض کا پتہ لگا لیتے ہیں (یہ بظاہر دور حاضر کے ایکسرے سسٹم کی جانب اشارہ ہے) حجازی عالم نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں بجلی کی اس لہر کی کوئی مخصوص نوعیت ہے کہ جس کی بناء پر وہ اندورن بدن کے امراض کا انکشاف کرتی ہے۔

ڈاکٹر نے جواب دیا کہ جی ہاں اس کی نوعیت مخصوص ہے اور اسکو ہم عام الفاظ میں مخصوص آگ کی ایک مخصوص لپٹ کہہ سکتے ہیں جو عالم بجلی میں خاص آلات کی مدد سے پیدا کر کے استعمال میں لائی جاتی ہے۔

حجازی عالم نے فرمایا کہ بجلی کی اس نوعیت مخصوصہ کی جانب قرآن کریم کی اس آیت میں رہنمائی موجود ہے ﴿**نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَة. اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ فِىْ عَمَدٍ مُمَدَّدَة**﴾ (سورۃ الھمزہ:۹،۸،۷،۶) (ایک آگ ہے جو اللہ کی سلگائی ہوئی، وہ جھانک لیتی ہے دل کو، ان کو اس آگ میں موند دیا لمبے لمبے ستونوں میں) حجازی عالم کی زبان سے اس قرآنی رہنمائی کو سن کر مسیحی ڈاکٹر نے غیر معمولی حیرانی کے ساتھ قرآن کریم کی عظمت کا بے ساختہ اعتراف کیا۔

دھویں کو عربی میں دخان کہتے ہیں اور حقہ یا سگریٹ وغیرہ کی صورتوں میں تمبا کو نوشی یا دھواں

اڑانے کیلئے تدخین کا لفظ اہل عرب استعمال کرتے ہیں اسکا عمومی رواج دسویں صدی کے اخیر سے ملتا ہے، کسی عالم سے سوال کیا کہ قرآن کریم نے کیا دھواں اڑانے کے اس عالمگیر انسانی مرض کی جانب بھی کوئی اشارہ فرمایا ہے؟

عالم نے جواب دیا کہ تفکر وتدبر کرنے والوں کو قرآن کریم مایوس نہیں کرتا اور اس کے بعد انہوں نے قرآنی آیت کے یہ تین کلمات تلاوت کئے ''یو تـأتـی السَّمـاء'' اس سے اشارہ ہے اس پوری آیت کریمہ کی جانب ''یـوم تأتی السَّماء بِدُخَان مُّبِنٌ'' عالم نے سوال وجواب کو ایک عربی قطعہ کی صورت میں منظوم پیش کرتے ہوئے ایک تاریخی نکتہ کی جانب اشارہ کیا ہے۔

یا خلیلی عن الدخان اجنبی

ھل لہ فی کتابنا ایماء

قلت ما فرط الکتاب بشئ

ثم ارخت یوم تأتی السماء

(اے میرے دوست مجھے بتلاؤ کہ ہماری کتاب قرآن کریم نے دھواں اڑانے کے انسانی مرض کی جانب بھی کوئی اشارہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ اس کتاب مقدس نے چھوڑا کسی بات کو نہیں اور پھر قرآنی الفاظ ''یَوْمَ تَأتِی السَّمَآءُ'' سے میں نے اسکی تاریخ کی جانب اشارہ کیا) ''یَوْمَ تَأتِی السَّمَآءُ'' کے از روئے ابجد کل اعداد ایک ہزار ہوتے ہیں اور آیت میں آگے لفظ دخان صراحتاً موجود ہے۔ یعنی ﴿یَوْمَ تَـأتِـی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْن﴾ (سورہ دخان : ۱۰) جس سے بطور لطیفہ علمی کے یہ ارشارہ نکل سکتا ہے کہ دسویں صدی ہجری سے علی الاعلان دھواں اڑانا لوگوں میں عام ہو جائے گا اور تاریخ سے اس اشارہ کو مزید تقویت بایں طور حاصل ہوگئی کہ دھواں اڑانے کے رواج کی عمومی ترقی دسویں صدی ہجری سے معلوم ہوتی ہے۔[۱]

اس طرح کی علمی لطائف و واقعات نقل کرنے سے بقول حضرت خطیب الاسلام تین فائدے ہوتے ہیں (۱) اول یہ کہ جن لوگوں کے واقعات قلم بند کئے جاتے ہیں ان کی ذہنی فراست معلوم ہو جاتی ہے۔

---

[۱] قرآن کریم کا معجزانہ پیغام از خطیب الاسلامؒ

(۲) دوسرے یہ کہ ان واقعات کو پڑھ کر آدمی میں بشرط استعداد نکتہ افرینی کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور ایسے واقعات مثل صحبت کے مؤثر ہوتے ہیں۔

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ایسے عجیب وغریب اور حیرت انگیز واقعات پڑھ کر اس شخص کی بھی اصلاح ہوگی جس کا ذہن بات کی تہ تک تو نہیں پہنچ پاتا مگر وہ خود رائی کے زعم میں مبتلا ہے۔

حضرت نے یہ تین فائدے ایک مجلس میں راقم الحروف کو ایک واقعہ سنانے کے بعد بیان کئے تھے، واقعہ یہ ہے کہ: ''محمد بن عبدالرحمٰن نے ذکر کیا کہ ایک گویّے نے ایک مرتبہ اپنے گھر اپنے بھائی کو بلایا، پھر اس کو عصر تک بٹھائے رکھا اور کھانے کو کچھ نہ دیا۔ اب اس پر بھوک کا غلبہ ہوا اور شدت میں جنون کی حد تک پہنچ گیا۔ اب صاحب خانہ نے عود سنبھالا اور اس سے کہا تمہیں میری جان کی قسم کون سے لے پسند ہے جو میں سناؤں اس نے کہا مجھے تو بس ہنڈیا بھننے کی آواز پسند ہے۔ حضرت نے یہ واقعہ سنا کر کھانے کے لئے فرمایا اور بہت ہنسے۔

حضرت خطیب الاسلام نوراللہ مرقدہ کا ایک عظیم دینی، تعلیمی کارنامہ

جامعہ دینیات اردو دیوبند کا قیام

۱۹۶۶ء میں مراسلاتی طریقہ تعلیم کی بنیاد پر اسلامی علوم و معارف کو عصری جامعات کے طلبہ و طالبات کے لئے آسان بنانے کی غرض سے جامعہ دینیات دیوبند کا قیام عمل میں آیا، جس میں حضرت خطیب الاسلام نوراللہ مرقدہ نے دینی فاصلاتی تعلیم کا ایک چار سالہ نصاب تیار فرمایا، جس کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ مستقل مدارس میں داخلہ لے کر دینی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے وہ اس فاصلاتی تعلیم کے ذریعے دینی تعلیم حاصل کر سکیں۔ خاص کر خواتین اسلام جن کے لئے اس وقت دینی تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب حضرت کے اس تجدیدی کارنامے کے بارے میں فرماتے ہیں:

''تاریخ کا یہ پہلا دینی جامعہ ہے جو مراسلاتی طریقۂ تعلیم پر قائم کیا گیا ہے، اور مختلف یونیورسٹیوں سے منظوری کے ذریعے ہر طبقے کے لڑکے اور لڑکیوں کے لئے گھر بیٹھے دینی و دنیاوی تعلیم کی بے مثال تاریخی سہولت فراہم کر رہا ہے۔

اسکولوں، کالجوں اور دینی تعلیم گاہوں کے ذمہ دار حضرات اپنے اداروں میں جامعہ کے سینٹر قائم فرمائیں اور نئی مسلم نسل کو جامعہ کے ذریعہ بین الاقوامی پیمانے پر دینی تعلیم کی سہولت مہیا فرما کر اجر عظیم حاصل فرمائیں۔''[1]

جامعہ دینیات کے بارے میں حضرت خطیب الاسلام کی صاحبزادی عظمیٰ ناہید صاحبہ اپنے تاثراتی مضمون میں تحریر فرماتی ہیں:

''تعلیمی میدان میں ہونے والے کاموں میں بہت دلچسپی تھی، وہ سید حامد کے مداحوں میں تھے۔ خود انہوں نے ۱۹۶۶ء میں جامعہ دینیات کے نام سے مراسلاتی کورس کے لئے ایک دینی نصاب تیار کیا جس کے تحت ہندوستان بھر میں امتحانات کے مراکز قائم کئے گئے اور

[1] قواعد و نصاب امتحانات جامعہ دینیات (اردو) دیوبند، ص۳

ہزاروں بچوں اور بچیوں نے اس سے دینی تعلیم حاصل کی۔ یہی نہیں اس نصاب کو ہندوستان کی کئی یونیورسٹیز میں رجسٹر کرانا بھی ان کا بڑا کارنامہ تھا۔

مصنف سوانح جناب قاری ابوالحسن اعظمی صاحب بعنوان 'تونے سیارے تراشے ہیں چراغِ شام سے' جامعہ دینیات کے تعلق سے رقم طراز ہیں:

''ملی تعلیمی مسائل سے خصوصی دلچسپی کے تحت مسلمانوں ی نئی نسل کی دینی تعلیم کے لئے پانچ سال کی طویل کاوش ومحنت کے بعد مراسلاتی کورس سسٹم کو اپناتے ہوئے مکمل دینی تعلیم کا نظام مرتب کیا۔ اور جنوری ۱۹۶۶ء میں جامعہ دینیات اردو دیوبند کی بنیاد ڈالی جس میں آٹھویں کلاس سے ایم اے تک زیر تعلیم طلباء اور طالبات کی دینی تعلیم کے لئے چار کورسز ابتدائی دینیات، عالم دینیات، ماہر دینیات اور فاضل دینیات کا مراسلاتی نظم ہے۔ یہ کورسز تمام دینی مضامین یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، سیرت، تاریخ اسلام اور دعوت وتبلیغ پر حسب ترتیب درجات پر مشتمل ہیں اور ملک بھر میں جامعہ کے قائم شدہ، امتحان سینٹروں میں ہر سال یہ چاروں امتحانات منعقد ہوتے ہیں۔ جامعہ دینیات کے یہ امتحانات علی گڑھ، کشمیر، کاشی ودیا پیٹھ اور عثمانیہ یونیورسٹیوں سے باضابطہ منظور شدہ ہیں اور الحمدللہ مسلمانوں کی نئی نسل اپنی جدید تعلیم کے ساتھ جامعہ دینیات کے ذریعہ گھر گھر مستعد ومکمل دینی تعلیم سے مستفید ہو رہی ہے۔''[۱]

حضرت خطیب الاسلام نے ''جامعہ دینیات اردو دیوبند'' کو قائم فرما کر ہمیں فاصلاتی ومراسلاتی طریقہ تعلیم کا نظام اس وقت دیا تھا جب عصری جامعات میں بھی اس طرح کے طریقۂ تعلیم کا کم ہی رواج تھا، مدارس اسلامیہ اور دینی اداروں کی بات ہی کیا، حضرت خطیب الاسلام نے یہ فاصلاتی و مراسلاتی نظام تعلیم قائم فرما کر دنیا بھر کے مسلمانوں کو عام طور پر اور برصغیر کے مسلمانوں کو خاص طور پر ان کے اصل مرض کی نشاندہی فرمادی کہ اگر تم عالمی سطح پر فکری، تعلیمی، تہذیبی، ثقافتی اور مذہبی غلبہ چاہتے ہو تو خواتین کی تعلیم اتنی ہی ضروری ہے جتنی نماز ضروری ہے، روزہ ضروری ہے، جیسے بے نمازی اور روزہ خور گنہگار ہیں اسی طرح خواتین کو جاہل رکھنے والے بھی ایسے ہی گنہگار ہیں ان سے اس سلسلے میں بازپرس ہوگی، کیونکہ یہ ایسا گناہ ہے جو صرف اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں بلکہ متعدی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ خواتین کو جاہل رکھنا اپنی آنے والی نسل کو جاہل بنا دینا ہے، ان حالات

[۱] تونے سیارے تراشے ہیں چراغ شام سے ص ۱۷۰، ۱۷۱۔

میں حضرت خطیب الاسلام کا خواتین کی تعلیم کے سلسلہ میں ''جامعہ دینیات کا قیام'' اپنی نوعیت کا بالکل منفرد تجدیدی کارنامہ ہے، جس سے حضرت خطیب الاسلام کی نگاہ ثاقب کا پتا چلتا ہے، کہ حضرت کی دوررس نگاہ نے دیکھ لیا تھا، اس امت کا اصل مرض جہالت ہے، اس کا قلع قمع جب تک ممکن نہیں جب تک کہ اس امت کی مائیں بہنیں تعلیم یافتہ نہیں ہوں گی۔اس کے لئے حضرت نے یہ فاصلاتی نظام تعلیم قائم فرمایا تھا۔ اگر آج ہم یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں اسلامی نظام فکری، دینی، تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے غالب ہوتو ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے بچیوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ان کو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دلوائیں جو ان کے لئے بھی اور آنے والی نسلوں کے لئے بھی معرفت حق کا ذریعہ بنے اور جگہ جگہ اس طرز کے ادارہ اور مراکز قائم کریں جن میں ہماری پردہ نشین خواتین تعلیم حاصل کرسکیں اور جہالت کے دبیز پردوں کو اٹھا سکیں۔

آج کل اس فاصلاتی نظام تعلیم کی بڑی اہمیت ہے اور اس سلسلے میں جامعات، ادارے تنظیمیں قائم ہورہی ہیں اور مختلف علاقوں کے اعتبار سے مختلف تجربات سامنے آرہے ہیں اور انہی تجربات کی بنیاد پر اس کے نظام میں تبدیلی واقع ہورہی ہے، اس فاصلاتی نظام تعلیم کے فروغ کی ایک وجہ لوگوں کی حد درجہ بڑھتی ہوئی مصروفیت اور ان کا عدیم الفرصت ہونا ہے۔

مگر یہ نظام باقاعدہ ہمارے ہندوستان میں ۱۹۹۰ء کے بعد ہی شروع ہوا، اس اعتبار سے سلام کرنے کو طبیعت چاہتی ہے حضرت خطیب الاسلام کی عبقریت اور ان کی بلندئ فکر کو کہ جب کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ فاصلاتی نظام تعلیم نہیں تھا، اس وقت حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں یہ خیال آیا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نظام تعلیم کو دینی نظام تعلیم سے مربوط فرما کر ۱۹۶۶ء میں ادارہ ''جامعہ دینیات اردو'' دیوبند میں قائم فرمایا، جس کے ذریعہ غریب و نادار گھرانوں اور پردہ نشین بچیوں کی دینی تعلیم کے زبردست مسئلے کے حل کی صورتیں نکالیں۔

حضرت خطیب الاسلام کے کتابوں پر مقدمات وتقریظات

حضرت خطیب الاسلام کے تعلیمی و علمی کارناموں میں ایک بہت اہم اور بڑا علمی کارنامہ برصغیر کے اسلامی مؤلفین کی مؤقر تالیفات پر آپ کے وہ بیش قیمت علمی، دینی ودعوتی مقدمات وتقریظات ہیں جو''مقدمۃ الکتاب'' کی حیثیت سے ان موضوعات اوران کتابوں کا خلاصہ ہیں جن میں آپ کو غرض کتاب، عنوان کتاب، منفعت کتاب، (اس کتاب کو لکھنے کا فائدہ کیا ہے؟ مرتبۂ کتاب، (یہ کتاب عقلی ہے، نظری ہے یا تطبیقی ہے) صنعتِ کتاب (کس فن سے متعلق ہے) اورموضوع کے مختلف گوشوں کا تجزیہ اورصحۃ الکتاب جیسی اہمیت کی حامل معلومات قاری کونظر آئیں گی۔

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اہل علم و دانش اور علمائے کرام اپنی نگارشات پر یا اپنی لکھی ہوئی کتابوں پر انہی لوگوں سے مقدمات یا تقریظات لکھواتے ہیں، جوشخصیات علمی اعتبار سے نہایت متفوق اورعلمی وعملی اعتبار سے مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں، کہ ان کا نام آجانا ہی کتاب کی اہمیت اور افادیت کو دوبالا کردیتا ہے، حضرت خطیب الاسلام کی عظیم ترین و بلند پایہ شخصیت اس اعتبار سے برصغیر کے علمی حلقوں میں خصوصا اور عالمی حلقوں میں عموما بالکل مسلم اورمرجع کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے پچھلی نصف صدی میں جوبھی شخص حلقہ دیوبند میں میدان تصنیف وتالیف میں قدم رکھتا وہ اپنی کتابوں کے لئے تقریظات لکھوانے کے واسطے آستانہ قاسمی کا رخ کرتا، اورحضرت خطیب الاسلام اس پر چندسطر میں لکھ دینا ہی اس کے لئے میدان تالیف کے اسرار کھولنے کے لئے کافی ہوجاتا اور لوگ ان کی شہادت علمیہ کومعتبر مانتے، اس لئے حضرت خطیب الاسلام جس بستر پرآرام فرماتے اس کے آدھے حصہ میں مؤلفین کے مسودے رکھے رہتے تھے۔

حضرت کی تمام تقریظات ومقدمات کا یہاں احاطہ تو ممکن نہیں اورنہ ہی مقصود ہے، کیونکہ وہ اتنا بڑا علمی ومعلوماتی ذخیرہ ہے جس کے احاطہ کرنے کے لئے الگ سے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ اورمتوسلین اورمحبین خطیب الاسلام کے لئے خصوصاً اورامت مسلمہ ہندیہ کے لئے عموماً یہ عظیم علمی، دعوتی اور دینی سرمایہ ہے۔ بعض تقریظات اورمقدمات تو ایسے ہیں جن کو دینی و دعوتی راہ نمائی اور

اسلامی ذہن سازی کے لئے الگ اور مستقل چھوٹے چھوٹے کتابچوں میں شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

حضرت کے تحریر کردہ مقدمات اور تقریظات کی چند اہم خصوصیات

راقم الحروف و دیگر مؤقر مؤلفین کا تجربہ ومشاہدہ یہ رہا کہ جن کتابوں پر حضرت خطیب الاسلام نے مقدمات، پیش لفظ یا تقریظات لکھدی ہیں وہ کتابیں قارئین کی نظر میں لائق اعتناء وقابل اعتبار ہوگئیں اوران کتابوں کی علمی وقعت میں اضافہ ہوگیا۔

ان ہی تقریظات ومقدمات میں سے ایک وہ مقدمہ ہے جو حضرت نے راقم الحروف کی پہلی باقاعدہ تصنیف ''تاریخ انسانی کا ایک مظلوم کردارِقوم کی بیٹی عزت مآب شہیدۂ اسلام مسعودہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا'' پر تحریر فرمایا، جس سے کتاب کی اہمیت دوبالا ہوگئی اس مقدمہ کو افادہ عامہ کے لئے مکمل نقل کیا جارہا ہے۔

تاریخ انسانی کا ایک مظلوم ترین کردار قوم کی بیٹی شہیدۂ اسلام مسعودہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا

انسانی فطرت سلیمہ کے عین مطابق ''نورایمان'' جس طرح ہر دور میں عالمی پیمانے پر نور پاش رہا ہے، اسی طرح فوز وفلاح اُخروی کا یقینی وسیلہ بن کر حق پسند انسانیت کے لئے ذریعہ مغفرت ومقبولیت بھی بنتا رہا ہے، اس کے متقابل ظلمت کفر وشرک ہر دور میں محروم وشیطانی پونجی رہی ہے کہ جو صرف دولت واقتدار کے بل بوتے پر غالب ہونے کی صورت میں پنپ کر گمراہی عظیم کا سبب بنتی رہی ہے۔

اس تقابلی ظلمت کفر کی برقراری وترقی حق ناشناس سرمایہ داروں اور نفس وشیطان کی ہمنوائی سے اہل کفر کے لئے انتہائی آسان بنتی رہی ہے اوراس کے متقابل سرچشمۂ ہدایت عقیدۂ توحید ''**هو الله احـــد**'' کے صداقت مآب اعلان حق نے تمام متقابل مشرکانہ قوتوں کو بوکھلا دیا اورانہوں نے اپنے جہل مسلط سے اس صدائے حق پر سرنگوئی کے بجائے ظالمانہ ومتکبرانہ تقابل کی راہ اختیار کی جس نے حق وباطل کی نبرد آزمائیوں کی تاریخ میں نہ صرف بدترین باب کا اضافہ ہی کیا بلکہ انہیں قبول حق کے سرمایہ سعادت سے بھی ہمیشہ کے لئے محروم کردیا۔

اس کے متقابل دوسری تابدار تاریخی حقیقت یہ ہے کہ حق و باطل کی اس آویزش میں فدا کاران ''لا الہ الا اللہ'' نے کلمۂ حق کی سربلندی کی راہ میں جان و مال کے تحفظ کے ادنی احساس تک کو کبھی حائل ہونے نہیں دیا، اسی کے ساتھ ملت اسلام کے لئے لائق فخر اور قابل عزت یہ امتیاز بھی ہے کہ جان مال کی قربانیوں کے تاریخ کے شجاعانہ عمل میں مردوں کے دوش بدوش وہ بے شمار بہادر خواتین بھی ہیں کہ جنہوں نے ضرورت پڑنے پر صفحات تاریخ پر وہ نقوش ثبت کئے کہ مؤرخ کے لئے ان سے مجال انکار باقی نہیں چھوڑی، چنانچہ دشمنان اسلام و مسلمین کی انسانیت کش شقاوتوں کے بے پناہ ہجوم کے اس دور میں کہ جس میں مردوں کی مردانہ طاقتیں آتشناک ہتھیاروں کے بالمقابل بے بس ہوکر رہ گئیں ہوں اور ناقابل بیان وحشت ناک ایذا رسانیوں، ظلم وستم کی تمام حدود پار کر چکی ہوں، ایسی المناک بے بسی کی حالت میں یہ واقعہ ہمدرد انسانیت اہل نظر پر غم والم کے پہاڑ توڑ دینے کے لئے کافی ہے کہ اس ناگفتہ بہ حالت میں ایک نوعمر صاحب ایمان خاتون ''مسعودہ بیگم'' کو ایمانی استقامت کا رب قدیر نے بے مثال نمونہ بنایا اور شہادت کی عزت سے نواز کر حق تعالیٰ ملت پر پڑے ہوئے پردہ غفلت کو اتمام حجت کی مقراض سے چاک کردیا، جس کی یہ تعبیر قرین صواب زیادہ محسوس ہوتی ہے کہ اس ظاہری حرماں نصیبی میں یہ ابدی خوش بختی پنہاں تھی کہ اللہ رب العزت کی الوہیت مطلقہ محمد رسول اللہ کی نبوت خاتمہ اور اسلام کی دینی قطعیت مقدسہ، کی امانتوں سے قلب و دماغ کو آراستہ کرکے، رب کریم نے مسعودہ کو اپنے حضور میں حاضری کی سعادت ابدی سے نوازا ہے۔

دوسری جانب اس یقین کو بھی کوئی پہلو مشکوک بنانے والا نہیں، کہ اس مومنہ مخلصہ کے مدمقابل ایمان وانسانیت کے دشمن بالیقین اسی نحوست متوقعہ سے حقدار ہیں کہ:

ازل میں یہ نہ ہوتے صلب آدم میں تو پھر ہر گز
نہ ہوتا راندۂ درگاہ شیطان سجدہ کر لیتا

جس کے معنی یہ ہیں کہ سراپا صداقت وسعادت اس مسعودہ کو قدرت نے مومنہ مخلصہ کی حیثیت سے تاریخ انسانیت کی ابدی زینت بنادیا ہے کہ جس کو شدادان وقت نے اپنے آتش کدۂ فکر نمرودی کی پرسوز لپٹوں میں خاکستر کردینے کے لئے دھکیلا، لیکن اللہ نے پیغام خلیل کی حامل اس مؤمنہ کے لئے ان لپٹوں کو عالم باقی میں ناآشنائے خزاں صورت گل گلزار بصورت رضا عطا فرمادی اور عالم فانی میں حق شناس دلوں میں اس کی انمٹ تقدیس جاگزیں فرمادی۔

ان آلام بے کراں میں مبتلا ہونے والی مسعودہ کو بدترین درندگی کے ساتھ دین فطرت اسلام کو ترک کردینے پر مجبور کرنے والی ظالمانہ دعوت ارتداد پر اس نے صدیقیت کی بے کراں ہمت وقوت سے ٹھوکر ماردی اور اس پر دشمنوں کی طرف سے انتقاماً سر پڑنے والی آفات عظیمہ کو من اللہ عزت، مصائب الیمہ، کو ایمانی نعمت اور شدائد شدیدہ کو رب کریم کی بے کراں نعمت قرار دے کر جان جان آفریں کے سپرد کرکے: عاشت سعیدہ، وماتت شهيدة کا مثالی مصداق بن گئی۔

اس شہیدۂ اسلام کی عبرتناک حیات مظلومیت اور لائق رشک موت مقبولیت، ملت اسلام کے لئے اس بھولے ہوئے سبق کی ناقابل فراموش یاددہانی ہے، کہ جو آج کتب تاریخ کی زینت تو ہے لیکن عبرت آموز دلوں سے حرماں نصیبی اس کا مقدر بنی ہوئی ہے۔

مسعودہ پر بے نہایت ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جانے کی المناک عبرت ناک تفصیلات پیش نظر شہادت نامۂ مسعودہ میں پڑھ کر صرف خون کے آنسوں بہالینا کسی مقصدیت کا حامل نہیں ہوگا بلکہ بانی دارالعلوم دیوبند سید العلماء حجۃ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز اور ان کے رفقا وتلامذہ مقدسین کی اتباع سنت پر مبنی روشن روایات کی حامل زندگیوں کی اس قابل قدر ترجمانی کو حرز جان بنانا ہی حصول مراد کا باعث بنے گا، کہ جس کو مفکر ملت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاںؒ نے اجلاس صدسالہ دارالعلوم دیوبند میں اس طرح ارشاد فرما کر ناقابل فراموش بنادیا کہ:

''اس ملک کو تنہا آپ بچا سکتے ہیں، اس لئے کہ آپ کے پاس ''عقیدۂ توحید'' ہے اور انسانی مساوات کا اصول ہے، آپ کے پاس ''اجتماعی عدل'' کا مکمل نظام موجود ہے، آپ ہی ہیں جو ہر چیز سے بالاتر ہیں اور آپ ہی ہیں جن کے پاس ایمان بالآخرت ہے اور ''العاقبة للمتقين'' پر یقین رکھتے ہیں، آپ ان لوگوں میں سے نہیں کہ جن کی نظر طاقت وقوت پر رہتی ہے اور ان کی نگاہوں میں مال ومتاع اور اکثریت ہی سب کچھ ہے، میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کی روح کا یہی پیغام ہے، حضرت شیخ الہند اسی فکر میں پگھلتے اور گھلتے رہے۔ حضرت تھانویؒ اور مولانا مدنیؒ (اپنے خاص طرز اسلوب سے) اسی کے لئے ہمیشہ سوزاں وکوشاں رہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنی خصوصیات اور ملی تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیں اور قرآن وسنت کو سینے سے لگائے رکھیں۔''[1]

[1] خطاب بر موقع صدسالہ اجلاس دارالعلوم دیوبند از مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ

اس عملی پیغام اکابر رحمہم اللہ کا عملی نمونہ بحمد اللہ بمشیت ربانی اور بتوفیق الٰہی شہیدۂ اسلام محترمہ ملت ''مسعودہ بیگم'' رحمۃ اللہ علیہا نے راہ اسلام میں جان سپاری کے ساتھ پیش کر کے بتلا دیا کہ ''قائلین لا الہ الا اللہ'' کی گردنیں باطل کے بالمقابل کٹ تو سکتی ہیں مگر جھک نہیں سکتیں، وہ موت کو گلے لگا کر ملت کو یہ درس حیات یاد دلا گئی کہ:

﴿ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون﴾

(سورة البقرة:۱۵۴)

اس کی روح ملت اسلامیہ کو یہی زندہ تابندہ فلاح ہمیشہ دیتی رہے گی کہ:

دیکھے اس تہذیب نمرودی کو پیغام خلیل
آؤ اس آتشکدے میں گلستاں پیدا کریں

عزیز مکرم مولانا محمد اسامہ نانوتوی سلمہ اللہ نے شہیدہ اسلام مسعودہ کی عبرت وموعظت سے بھرپور سبق آموز کربناک سوانح کو قلم آشنا بنا کر ملت کے دردمند اہل نظر کو شکر گزاری کے ساتھ اپنا قدردان بنالیا ہے۔

راقم الحروف بصمیم قلب دعاء گو ہے کہ حق تعالیٰ مصنف سلمہ کو صحت وسلامتی اور ایمان وعمل صالح کے ساتھ خدمت علم ودین کی عزتمندانہ توفیق ارزانی فرمائے اور ان کو اور ان کے والدین محترمین کو تا دیر عمر واقبال میں برکتوں کے ساتھ سعادت منداولاد کی مسرتوں سے شادکام رکھے۔

ایں دعاء از من و از جملہ جہان آمین باد[1]

(مولانا) محمد سالم قاسمی (صاحب)
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
۲۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ
۱۵؍اگست ۲۰۰۹ء

یہ مقدمہ حضرت خطیب الاسلام نے عشاء کی نماز کے بعد ایک مجلس میں مومانی جان (حضرت کی اہلیہ مرحومہ) کی فرمائش پر لکھا اور اس مقدمہ میں حضرت نے پوری کتاب کا ایسا خلاصہ پیش فرمایا کہ اس میں سب چیزیں ''مقدمۃ الکتاب'' کے زیر عنوان آ گئیں، اسی وجہ سے راقم نے اس مقدمے

[1] مقدمہ تاریخ انسانی کا ایک مظلوم کردار قوم کی بیٹی مسعودہ بیگم کی سوانح از خطیب الاسلام۔

کے اقتباس پر اکتفانہ کر کے پورے مقدمے ہی کو شامل کتاب کیا۔

ان کو مکمل پڑھ لینے کے بعد آیئے ان مقدمات وتقریظات کی ان چند خصوصیات کا تذکرہ کریں۔

۱) کتاب کے موضوع پر آیات قرآنیہ اور سیرت نبوی ﷺ سے برمحل استشہاد

خطیب الاسلام نوراللہ مرقدہ کے تحریر کردہ مقدمات کی ایک بہت ہی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ حضرت موضوع کتاب کی تقدیم کے سلسلے میں جگہ جگہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے استشہاد فرماتے۔ ملاحظہ فرمائیں بھائی جان کی تالیف 'تدریس کی اسلامی ذمہ داریاں'' کا مقدمہ اس کتاب کا نام بھی خود حضرت ہی نے تجویز فرمایا تھا اور غالبًا بھائی جان کی باضابطہ یہ پہلی تصنیف تھی۔ حضرت لکھتے ہیں:

''جملہ تعلیمات وہدایات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس انفرادی اختصاص کی حامل ہیں کہ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے، انفرادی اور اجتماعی دائرہ کا کوئی فکر وعمل ایسا نہیں ہے کہ جس کے بارے میں جامع اور زمان ومکان پر حاوی تعلیمات موجود نہ ہوں۔ تہذیب وتمدن کے طبعی ارتقاء کے نتیجے میں افکار ونظریات میں تبدیلی ناگزیر ہوتی ہے اور یہ ہی تبدیلیاں انسانی ذہنوں میں ماضی کو مختلف ومتنوع سوالات، اعتراضات، شبہات اور تلبیسات کا محور بنا دیتی ہیں۔ اور اس کے نتیجہ میں معاشرت، معیشت، قرابت وراثت، دوستی، اخوت، روابط، تجارت، تعلیم اور تربیت وغیرہ کے انداز و پرداز میں اگرچہ تبدیلیاں ہوتی ہیں لیکن ان تمام مراحل حیات میں اتباع سنت ملحوظ رہے تو وہ سوالات واعتراضات اور شبہات وتلبیسات پیدا ہی نہیں ہوتیں اور بالفرض اگر ہو بھی جائیں تو ان میں ہر ایک کے بارے میں ہدایات نبوی اطمینان بخش فکر سلیم، ایمان محبت وعقیدت کے ذریعہ ماحول کو کسی بغض وعناد سے دوچار ہونے نہیں دیتی اس کے برخلاف عدم اتباع سنت کے نتیجے میں ہر قسم کے روابط میں بغض وعناد باہمی ضرر شامل و داخل ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''عن أبی هريرةؓ انه سمع رسول الله ﷺ يقول ما نهيتكم عنه فاجتنبوه وما أمرتكم فافعلوا منه ما استطعتم فانما أهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم و اختلافهم على انبيائهم'' (مسلم ج۶، ص ۵۴۰)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کام سے تم کو منع کر دوں، اس سے باز رہو اور جس کام کا حکم دوں، جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی تعمیل کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ بہت زیادہ سوال کرنے اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے تباہ ہوئے ہیں۔

اس حدیث کا ثانی الذکر یعنی کثرت سوال اور انبیاء کی ہدایات سے اختلاف کو اُمم سابقہ کی بر بادی کی علّت قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اول مرحلہ میں جب کوئی دینی حکم انبیاء کرام کے ذریعہ دیا جاتا ہے تو طبعی طور پر سہولت و آسانی پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کے مخاطبین میں ذوق اطاعت وفرماں برداری کم سے کمتر ہوتا ہے تو وہ اس حکم پر بتکلف عقلی اشکالات وضع کر کے پیش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں حکم میں مخاطب کی رعونت کو ملحوظ رکھ کر شدتوں اور سختیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔''[1]

دوسری اہم خصوصیت: خوبصورت الفاظ کا انتخاب

تقریظات اور مقدمات کے لئے لکھی گئی تحریروں کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتیں خوبصورت معانی سے پر خوبصورت الفاظ پر مشتمل اور نہایت مستحکم ہوتی تھیں، اور جملے نہایت طویل ہوتے، جن سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والی ذات سمندر علم سے موتی چن چن کر کنارے پر لا کر رکھ رہی ہے اور علمائے متقدمین کی طرح لکھنے والے کے ذہن ودماغ پر بے شمار معانی کے چشمے ابل رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں ''حیات طیب'' کے مقدمہ کی یہ عبارت:

''حق تعالیٰ نے شیخ العرب والعجم عارف باللہ جامع علوم ومعرفت قطب ارشاد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ العزیز سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی ذات گرامی کو لاتعداد علمی طبقات کے برابر لا فانی ولا ثانی دینی خدمات کے شرف سے مشرف فرمایا، حضرت والا نے اپنے زبان سے کتاب وسنت کی روشنی میں تعلیمات اسلام کے عالم گیر وآفاقی حقائق کی وہ صحیح اور مؤثر ترین ترجمانی فرمائی کہ جس نے ایشیاء، افریقہ، یورپ اور امریکہ کے ایک سو سے زائد ممالک کے کروڑوں سے متجاوز افراد کو دین کا صحیح فہم اور اس پر استقامت عطا

[1] تدریس کی اسلامی ذمہ داریاں ص ۱۰

کی ہے، اور مسلک حق دار العلوم دیوبند کو فکر ولی اللہی وقاسمی پر اس جامعیت کے ساتھ پیش فرمایا کہ جو بقول علامہ اقبال ہر صحیح المسلک مسلمان کا مسلک قرار پایا۔ حضرت والا نے اپنے وقیع و وسیع علم ومعرفت اور مؤثر ترین اصلاح وہدایت کے لحاظ سے گذشتہ صدی کی وہ تاریخ ساز و عہد آفرین شخصیت ثابت ہوئے کہ جن کی عالمی دینی راہ نمائی، بیکراں علم ومعرفت، روحانی انقلاب آفریں پرداز اصلاح وہدایت، مثالی دیانت وامانت، بین الاقوامی فکر قاسمی پر دار العلوم کا نظم واہتمام، مردم ساز تعلیم وتدریس، عالمی مرجعیت، مدلل ترین تحریر وکتابت، مؤثر ترین تقریر وخطابت، ملت اسلامیہ کی دینی نشأۃ ثانیہ دار العلوم دیوبند کو عالمی دینی دانش گاہ بنا دینے والی بے مثال خدمات اور کارناموں کے حوالے سے انیسویں صدی کی ایک مثالی شخصیت تھے۔"[1]

اس اقتباس کے آخری پیراگراف سے مذکورہ بالا خصوصیت خوب عیاں ہوکر سامنے آتی ہے۔

(۳) مؤلفین کی نہایت خوبصورت الفاظ میں حوصلہ افزائی

تقریبا تمام ہی مقدمات، تقریظات اور پیش لفظ جو کتابوں کے حضرت نے تحریر فرمائے، ان سبھی میں یہ خصوصیت بہت عیاں ہوکر سامنے آتی تھی کہ مؤلفین کتب کی نہایت عمدہ کلمات اور اعلیٰ الفاظ میں حوصلہ افزائی فرماتے تا کہ ان کے اندر مزید کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہو، بلکہ ان کلمات عالیہ کو جو کوئی بھی مؤلف کا متعلق سنتا یا پڑھتا تو اس کے اندر بھی کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ان کلمات مقبولہ عالیہ کو پڑھ کر یہ اندازہ لگانا کسی بھی ذی ہوش کے لئے مشکل نہ ہوتا کہ ان کلمات عالیہ کو لکھنے والے اپنے اندر نہایت اعلیٰ ظرفی اور وسیع المشربی رکھتے ہیں، بقول شاعر:

بڑے وہ ہیں جو عزت اپنے چھوٹوں کی بڑھاتے ہیں
کہ دنیا میں مقام ان کا ہی اعلی ہونے والا ہے

حضرت خطیب الاسلام میدان تالیف وتصنیف میں نئے قدم رکھنے والے لوگوں کی اس طرح حوصلہ افزائی فرماتے کہ ان کی خوبیاں ابھر کر سامنے آجاتیں، یہ اعلی ظرفی اور مثبت سوچ اتباع ہے رسول اکرم ﷺ کی کہ آپ صحابہ کرام کی چھوٹی چھوٹی دعوتی اور تعلیمی کوششوں کو سراہتے، ان کو

[1] حیات طیب ص ۲۰

دعائیں دیتے اور کلمات عالیہ سے بھی نوازتے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان صحابی رسول کا واقعہ نقل کیا ہے جو شراب بھی پیتے تھے اور حضور ﷺ سے محبت کا اظہار بھی فرماتے تھے، حضور ﷺ نے ایک دوسرے صحابی کو ان کو لعن طعن کرنے سے منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ ان کو ملامت مت کرو، میں تو ان کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، یعنی ان کا اچھا پہلو ابھارا اور زندگی کے برے پہلو کو نظر انداز فرمایا، یہی طریقہ حضرت خطیب الاسلام نور اللہ مرقدہ کا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں ایک ایسی تقریظ جو بھائی جان کی کتاب ''تدریس کی اسلامی ذمہ داریاں'' پر حضرت والا نے تحریر فرمائی، بھائی جان کے بارے میں ان کلمات عالیہ کو سن کر مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے گھرانے میں اور بہن بھائیوں میں ایک ایسی خوشی کی لہر دوڑی تھی جس نے ہم سب کے اندر احیائے سنت اور اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ پیدا کر دیا، دیکھئے حضرت خطیب الاسلام نے کن خوبصورت کلمات سے خورد نوازی فرمائی، رقم طراز ہیں۔

''مؤلف کتاب فاضل علوم دینیہ وعصریہ عزیز محترم مولوی محمد اویس صدیقی سلمہ اللہ (نانوتوی) نے الحمد للہ ہر دو تعلیمی تقاضوں کو بحسن وخوبی بدرجہ کمال پورا کیا ہے، جس میں قدم قدم پر فکری رفعت اور خاندانی ذہانت کی جھلک موجود ہے۔ پھر موضوع کتاب کے جملہ ذیلی عنوانات پر دلکش وجاذب نظر اشتہارات نے کتاب کو غیر معمولی اہم بنا دیا ہے، ارباب تدریس کے لئے یہ کتاب انشاء اللہ تعلیم وتدریس کے بے شمار گوشوں کے انکشاف کا ذریعہ ثابت ہوگی، حق تعالیٰ مؤلف سلمہ کے لئے دنیا میں موجب عزت وعظمت اور آخرت میں وسیلہ قبولیت ومقبولیت فرمائے۔''[1]

ابتهل إلى الله عز وجل أن يبارك في جهوده العلمية وأن يديم عليه نعمه ظاهرة و باطنة، ويسدد خطاه إلى كل ما يحبه ويرضاه، وأن يجزيه خير الجزاء في الدنيا والآخرة، إنه سميع قريب مجيب وصلى الله على محمد و على آله وصحبه اجمعين.

محمد سالم قاسمی

---

[1] مقدمہ تعلیم وتدریس کی اسلامی ذمہ داریاں، از خطیب الاسلام

چوتھی خصوصیت: کم الفاظ میں موضوع کا احاطہ اور تعارف

مجالس حکیم الاسلام پر حضرت نے اپنے کلمات عالیہ بہ عنوان ''تعارف شخصیت حکیم الاسلام'' تحریر فرمایا جو مندرجہ ذیل ہیں:

حامداً و مصلیًا!

حکیم الاسلام حضرت اقدس قدس سرۂ العزیز کی ذات گرامی اپنی جامعیت علم وعمل اور جامعیت نسبتہائے اکابر رحمہم اللہ کی وجہ سے جماعت اہل حق میں ایک ایسے امتیاز کی مالک تھی کہ جس کا انتہائی قدر شناسی کے ساتھ تذکرہ حضرات اکابر رحمہم اللہ نے بھی فرمایا ہے حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی خدمت میں وفات سے ایک روز قبل بغرض عیادت تھانہ بھون تشریف لے گئے ایک دو روز کا قیام کا ارادہ تھا لیکن بوجہ اجلاس مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند دوسرے روز ہی واپسی پر مجبور ہوئے جس کی حضرت تھانوی نے اجازت بھی مرحمت فرمائی اور بوقت رخصت انتہائی ضُعف کی حالت میں حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر پہلے اپنے سر پر رکھا پھر آنکھوں سے لگایا اُس کے بعد اُسے چوما جب کہ حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے اس عمل سے غیر معمولی طور پر مجحوب ہو رہے تھے لیکن حضرت حکیم الامتؒ نے حضرت حکیم الاسلام کی اس دست بوسی کے بعد آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ مجھے اس وقت اپنے تمام حضرات اکابر رحمہم اللہ کی دست بوسی نصیب ہوگئی اور اب میں اپنے اس آخری وقت میں اس دست بوسی کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں۔ شیخ وقت کا اپنے مرید باصفا کے ساتھ یہ عمل حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمتوں اور روحانی رفعتوں کو کسی مزید دلیل کا محتاج رہنے نہیں دیتا اور اب اس مردِ باخدا اور فرشتہ سیرت بزرگ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے مقبول عنداللہ کلمات مقدسہ کے بارے میں یہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ استفادہ کرنے والوں کیلئے انشاء اللہ یہ کلمات انابت ورجوع الی اللہ کا ایک یقینی وسیلہ ثابت ہوں گے۔ حق تعالیٰ حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک کے ان ملفوظات کو روحانی صدقۂ جاریہ بنا کر قبولیت ومقبولیت ارزانی فرمائے اور ان کے لئے ذریعہ ترقی درجات فرمائے اور محترم حبیب اللہ قاسمی

کی حسنات میں اس فیض امین کی اشاعت کو اجر بے حساب کا ذریعہ بنائے یہ ملفوظات عالیہ وہ ہیں کہ جو حضرت حکیم الاسلامؒ کی شب وروز کی طاعت وعبادت کی طرح ان لازمی مجالس میں ارشاد ہوتے تھے کہ جو زندگی بھر منعقد ہوتی رہیں اور علماء وطلباء کا ایک معتد بہ مجمع ان مجالس سے دائماً مستفیض ہوتا رہا یہ مجلس شروع سے عصر بعد ہوتی تھیں لیکن استاذ الکل حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جب بعد عصر مجلس شروع ہوگئی تو اپنے استاد محترم کی ان مجالس میں حضرت حکیم الاسلامؒ نے بذات خود پورے اہتمام سے شرکت فرمانی شروع کردی اور اپنی بعد عصر کی مجلس کو اپنے استاد محترم کی مجلس کے احترام میں بعد مغرب منتقل فرمادیا جو ان کی زندگی سے جاری ہے اور بحمد اللہ لاتعداد وہ افراد ہیں کہ جن کو حق تعالیٰ نے ان کی مجالس مبارکہ کے فیض سے بددینی اور بے دینی کی ظلمتوں سے نکال کر دین کے صحیح ذوق سلیم سے بہرہ مند فرمادیا اور وہ اعمال صالحہ اور فرائض لازمہ کی ادائیگی کی توفیق سے موفق ہوگئے فالحمد اللہ علیٰ احسانہ[1]

فقط

محمد سالم

مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

۱۲؍ربیع الاول ۱۴۱۶ھ، ۱۰؍اگست ۱۹۹۵ء

یوم الخمیس

حضرت کی اس تحریر سے حضرت حکیم الاسلام کی شخصیت کا جو خاکہ ابھر کر سامنے آیا ہے اگر مجھ جیسا ناتجربہ کار شخص حضرت پر ۲۰ صفحات بھی لکھتا تو شاید وہ تأثر ذہن میں ابھر کر نہ آتا، اسی طرح حضرت خطیب الاسلام اپنے والد مرحوم حکیم الاسلام کی مشہور زمانہ کتاب ''دینی دعوت کے قرآنی اصول'' پر مقدمہ میں فرماتے ہیں:

''تمام عالم انسان کو مخاطب بنانے والے کی نظام کی صداقت و واقعیت کی حقیقی اور واحد بنیاد اس کے سوا دوسری نہیں ہوسکتی کہ وہ ہمہ گیر فطرت انسانی کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتا ہو۔

ارشاد خداوندی ہے ﴿فطرة الله الذي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله﴾ (سورة

[1] تقریظ، مجالس حکیم الاسلام

الروم: ۳۰) اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کروں جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی اس پیدا کردہ چیز کو بدلنا نہ چاہئے۔ کے تحت فطرت انسانی منصوص طور پر ایک نا قابلِ تردید اور نا قابلِ تغیر وہ اصل ہے کہ جس سے وجود انسانی میں متولد ہونے والے بے شمار دواعی وجذبات حرکات وسکنات اور اقوال وافعال وغیرہ نہ صرف ہر آن تغیر پذیر ہی ہیں بلکہ اشرف المخلوقات ہونے کے منصبِ عظیم پر انسان کا فائز ہونا بھی انہی تغیرات پر دائر وسائر ہیں پس فطرت انسانی کا مخلوق ہونے کے باوجود جس طرح غیر متغیر ہونا حق تعالیٰ شانہ کی ذاتِ قدیم وواجب الوجود کے غیر متغیر ہونے کو نا قابلِ انکار بنا دیتا ہے اس طرح فطرت انسانی سے کائناتِ میں پیدا ہونے والے بے شمار تغیرات کو سمجھنے کے لئے کسی دلیل کا محتاج نہیں رہنے دیتے لہٰذا غیر متغیر ذات خداوندی کا مختلف حیثیات سے اپنی لامحدود تغیر پذیر مخلوقات کو درو بست اپنے احاطۂ قدرت میں رکھنا منطقی طور پر اس حقیقت کو بے غبار بنا دیتا ہے کہ انسانیت کے لئے کامل ومکمل نظام صرف وہی ہوسکتا ہے کہ جو انسان کی ذات میں اُس کی فطرتِ غیر متغیر سے پیدا ہونے والے مختلف الانواع تغیرات پر درو بست محیط ہو اور ظاہر ہے کہ ایسا نظام کامل انسان کی محدود عقل تخلیق نہیں کرسکتی بلکہ اس نظام وقانون کا مقنن انسان کے خالق کے علاوہ کوئی دوسرا قطعاً نہیں ہوسکتا۔

اسی لئے بلاخوفِ تردید دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کا آخری دین اسلام غیر متغیر فطرتِ انسانی کی مطابقت کے ساتھ انسان کے تمام تغیر پذیر احوال وکیفیات پر محیط ہونے کے لحاظ سے ومنفرد یکتا اور کامل ترین نظام ہے کہ ادیان ومذاہب اور افکار ونظریات کا کوئی نظام نہ کبھی اس کا ہم قدم بن سکا ہے اور نہ کبھی بن سکے گا۔

اسلام کا نظام اس اصول کی روشنی میں دنیا کے مختلف خطوں میں بسنے والی اقوام وملل کو اگر ان کے خطۂ ارض کی ماحولی خصوصیات اور معاشرتی روایات کو ملحوظ رکھ کر اُن کو اس دین فطرت کی دعوت دی جائے تو اس کی اثر آفرینی تردد وتأمل سے بالاتر ہو کر یقین ہے کہ قطعی طور پر متیقن ہوجائے گی۔“[1]

پیش نظر کتاب ”دینی دعوت کے قرآنی اصول“ حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد طیب

[1] دینی دعوت کے قرآنی اصول

صاحب قدس سرہٗ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی اسلام کے مزاج اجتماعیت ودعوت پر اُس عمیق ترین نگاہ بصیرت کی غماز ہے کی جس نے اُن کو جماعت علمائے کرام میں ایک منفرد اور مسلّم مقام عظمت پر فائز فرمایا اس لئے دعوتِ دین کے لئے موفق علمائے کرام کیلئے یہ کتاب ایسا متن ہے کہ جو حسبِ ظروف واحوال دنیا کے تمام ملکوں، تمام قوموں اور تمام ادیان وملل کے سامنے مؤثر ترین اسالیب پر مشتمل ابلاغ دین کی انشاء اللہ ایک مکمل راہ نما ثابت ہوگی حق تعالیٰ حضرتِ مصنف قدس سرہٗ کے لئے اس عالمگیر دینی خدمتِ عظیم کو قبولیت عطاء فرمائیں اور بے حساب ترقی درجات کا وسیلہ بنا کر قبول فرمایا۔ آمین یارب العالمین۔

کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کی نشاۃ ثانیہ میں عالم گیر فیضان پر مشتمل اس کتاب عظیم کی شمولیت امید ہے کہ بے حساب برکات وترقیات کا وسیلہ ثابت ہوگی۔

فقط

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی

مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند

۱۴۱۵/۵/۱۴ھ ۱۹۹۴/۱۰/۲۰ء

یوم الخمیس

حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ تحریر کردہ تقریظات اور مقدمات کی بہت ساری خصوصیات ہیں، چند ایک کا تذکرہ کر دیا گیا ہے، باقی مزید ان کتابوں پر لکھی گئی تقریظات کو پڑھنے ہی سے اندازہ ہوگا، حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ نے نہ صرف اردو کتابوں پر تقریظات لکھیں، بلکہ مؤلفین کی حسب فرمائش عربی میں بھی کتابوں پر مقدمات اور تقریظات لکھیں جیسا ہ حضرت رحمۃ اللہ نے ۲۰۱۰ء میں بھائی جان محترم کی مشہور عربی تالیف، الإمام الکبیر محمد قاسم النانوتوی وجهوده فی إعلاء کلمة اللہ اور محترم جناب مولانا شکیب صاحب قاسمی کی گراں قدر تالیف الشیخ المفتی محمد شفیع العثمانی فقیہاً للنوازل والواقعات پر تحریر فرمایا۔

بہرحال حضرت کی حیات مبارکہ کا یہ بھی ایک بہت اہم پہلو ہے جس پر الگ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت خطیب الاسلام بحیثیت شارح فکر قاسمی

کسی بھی نظام یا تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے یہ لازم ہے کہ اس فکر یا نظام یا تحریک کو آگے بڑھانے والا اس فکر، نظام اور تحریک کے بانیان اور قائدین کی فکر و مزاج اور ان کے طریقہ کار سے فکری اور مزاجی طور پر ہم آہنگ ہو، ہم آہنگ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فکری، علمی، مزاجی اور عملی طور پر ان کے ہم مرتبہ و ہم پلہ ہو، اگر ''ہم آہنگی'' نہیں تو ایسا شخص اس نظام کو اس تحریک کو، اس فکر کو آگے نہیں بڑھا سکتا، ہوسکتا ہے کہ وہ اس تحریک سے بحیثیت ایک کارندہ وابستہ ہو جائے مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ کوئی قائدانہ کردار اس نظام کو آگے بڑھانے میں ادا کر سکے، قائدانہ کردار اگر ادا کرنا ہے تو اس شخص کو اپنے آپ کو بے شمار صلاحیتوں سے مزود کرنا ہوگا۔ خاص طور پر فکری وسعت علمی عظمت اور قوی الحوصلہ ہو تب کہیں جا کر وہ کسی نظام کو آگے بڑھانے میں قائدانہ کردار ادا کرسکتا ہے۔

حضرت خطیب الاسلام کو جہاں اللہ نے فکری وسعت، علمی عظمت اور قوی الحوصلہ بنایا، وہیں حکمت آفرینی، عالمینی فکر اور اتباع سنت رسول اللہ کے امتیازی اوصاف بھی عطا فرمائے تھے جس نے ''دارالعلوم وقف دیوبند کی معنویت کو درجۂ کمال تک پہنچادیا۔

حضرت خطیب الاسلام شارح علوم قاسمی کیسے بنیاس کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کون تھے، ان کی فکر کیا تھی، ان کی شخصیت کیا تھی، تیرھویں صدی میں ان سے اللہ نے کیا کام لیا، ان کی شخصیت عہد ساز کیسے تھی، ان تمام پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا، ان کی فکر کا جائزہ لینا ہوگا، ان تمام سوالوں کا جواب دیتے ہوئے حضرت خطیب الاسلام ''کمالات حکیم الاسلام حصہ ششم میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''ملت اسلامیہ کے محسن اکبر حضرت الامام محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ (بانی دارالعلوم دیوبند) کی ذات گرامی، آپ کی علمی رفعت، گیرائی فکر اور ندرت استدلال سے غیر معمولی طور پر متاثر ایک وسیع النظر عرب عالم فضیلہ الشیخ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے اور حضرت الامام النانوتوی کے علوم کے ترجمے کے ذریعہ تھوڑے سے استفادہ

کے بعد حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ سے کمال تاثر، قدر دانی سے شکایتاً فرمایا کہ حضرت الامام النانوتوی کی بعض مصنفاتِ وقیعہ کے چند مختصر مفاھیم عالیہ کا ترجمہ سن کر میں نے ایک پوری کتاب جسے بار بار پڑھنے کے بعد مجھے علماء دارالعلوم دیوبند سے یہ بجا اور برمحل شکایت پیدا ہوئی کہ حضرت الامام کے یہ بیش قیمت علوم نادرہ ہیں کہ ان سے مستفید ہونے والے کو ''رازی'' اور ''غزالی'' سے بے نیازی نصیب ہوسکتی ہے۔ لیکن اس بیش بہا ذخیرہ کو عربی زبان میں منتقل نہ کر کے آپ حضرات نے ہم غیر اردو دانوں کے ساتھ بڑی ناانصافی ہی نہیں بلکہ مجھے معاف فرمائیں اگر یہ کہوں کہ زبردست زیادتی فرمائی ہے تو بے جا نہیں ہوگا۔ یہ ندرت استدلال پر مشتمل الہامی علوم چونکہ انسانیت کو رہنمائی دینے والے ابدی علوم نبوت سے مستنبط ہیں، اس لئے یقین ہے کہ ان علوم قاسمیہ کی روشنی عالم کو منور کرنے والی شخصیات بھی ہر دور کو حق تعالیٰ اسی طرح عطا فرماتا رہے گا جیسا کہ حضرت شمس تبریز کو ان کے علوم کا ترجمان بنا کر جلال الدین رومیؒ دیے گئے، حافظ ابن تیمیہ کو ابن قیم دیے گئے، حافظ حدیث ابن حجر عسقلانیؒ کو علامہ سخاوی دیے گئے، حافظ ابن ھمام کو قاسم ابن قطلو بغا دیے گئے۔ مسندِ ہند شاہ ولی اللہ کو شاہ عبدالعزیز دیے گئے۔ سید الطائفہ حاجی امداداللہ کو امام محمد قاسم نانوتوی دیئے گئے، حضرت الامام محمد قاسم النانوتوی کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیے گئے، شیخ الہند کو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور جامع المعقول والمنقول علامہ محمد ابراہیم بلیاوی دیے گئے اور علامہ بلیاوی اور علامہ عثمانی کے توسط سے علوم قاسمیہ کی عالمگیر ترجمانی کے شرف سے فضیلۃ الشیخ حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب کو منجانب اللہ مشرف فرمایا گیا''۔[1]

یہ تھے حضرت خطیب الاسلام کے وہ تاثرات جو حجۃ الاسلام کے مقام کو متعین کرتے ہیں۔ حجۃ الاسلام کے اس عالمینی فکری نظام کو انہی امتیازات وخصوصیات کے ساتھ جن پر حجۃ الاسلام نے اس کی بنیاد رکھی تھی پہلے حضرت حکیم الاسلام نے پروان چڑھایا اور ان کی تشریح کی، اور پھر اسی حکمت قاسمیہ کی عصری تقاضوں کے مطابق نصف صدی سے زائد حضرت خطیب الاسلام توضیح وتشریح کرتے رہے، اور حکمت قاسمیہ کو دنیا کے کونے کونے میں تقسیم کرنے کے لئے اپنی حیات مستعار وقف کر دی۔

---

[1] کمالات حکیم الاسلام حصہ ششم ''تاثرات از: خطیب الاسلام، ص ۳۱۔۳۲۔

حجۃ الاسلام کی عہد ساز شخصیت

حضرت خطیب الاسلام حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی کے بارے میں اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں (یہ بیان اخبار ''الخیر''، پاکستان، میں شائع ہوا) کہ:

''مردان حق عہد نبرد نہیں عہد ساز ہوتے ہیں وہ گردو پیش میں نہیں گھرتے، حالات کو نیا رخ دیتے ہیں، وہ بہاؤ کے رخ نہیں بہتے بہاؤ کے الٹ تیرتے ہیں، دنیا سراسر طوفان بن جائے حق کے چراغ نہیں بجھتے، ایسے لوگ تاریخ میں عہد ساز شخصیتیں کہلاتی ہیں وہ دنیا کو اثر دیتے ہیں اس سے اثر لیتے نہیں۔''[1]

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

اس موقع پر حضرت خطیب الاسلام نے ایک حدیث بیان فرمائی جس کو علامہ بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّهُ سَيَكُوْن فِي آخر هذه الأمة قوم أجورهم مثلُ أُجور أولهم يأ مرون بالمعروف و ينهون عن النكر ويقاتلون أهل الفتن.'' (دلائل النبوۃ، ج۶ص۵۱۳)

کہ اس امت کے آخری دور میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو پہلے لوگوں جیسا اجر ملے گا وہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ اہل باطل سے مقابلہ کرنے والے بھی ہوں گے۔

حضرت خطیب الاسلام کے اس حدیث کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم النانوتوی، اسی طرح حضرت گنگوہی، یہ حضرات وہ ہیں جو اس حدیث کا مصداق ہیں۔

حجۃ الاسلام کی عبقریت

حضرت خطیب الاسلام بحیثیت شارح علوم قاسمی حجۃ الاسلام کی عبقریت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بارھویں صدی میں ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور تیرھویں صدی میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی عبقری شخصیتیں پورے عالم اسلام میں حجۃ الاسلام تسلیم کی

[1] خطبات خطیب الاسلام، ص ۴۰۸

گئیں ہیں۔ یہ دونوں حضرات اسلامی علوم کے اسرار و حکم کے بے تاج بادشاہ ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب سے دہلی کی مسند علمی نے شہرت پائی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) سے دیوبند کی نہضت علمی قائم ہوئی۔"[۱]

حضرت خطیب الاسلام حجۃ الاسلام کے اس نازک وقت کے حالات کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں جس میں حجۃ الاسلام نے برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں کی دینی، مذہبی اور ملی طور پر آبیاری فرمائی، وہ فرماتے ہیں:

"حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے ۱۲۹۷ھ جب شعور کی آنکھ کھولی تو آپ نے اپنے اردگرد عجیب مذہبی ماحول پایا، ہندو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خوفزدہ ہو کر اپنے پرانے دھرم (سناتن دھرم) کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے، اور ان میں آریہ سماج کے نام سے ایک نئی تحریک اٹھ چکی تھی۔ انگریز حکومت کے زیر سایہ مسلمانوں میں آزاد خیال اور جدت پسندی تیزی سے سر اٹھا رہی تھی، انگلستان، فرانس اور یوروپ سے آنے والی عیسائی مشنریوں کی ایک قطار لگی ہوئی تھی۔ چھاپہ خانے نئے نئے لگے تھے اور اب پتھروں پر طباعت ہونے لگی تھی۔ مسلمانوں پر یہ وقت ایسا آن پڑا تھا کہ اسلام کی کشتی کو منجدھار میں کھینا اور کنارے تک پہنچانا خاصا مشکل کام تھا اس کے لئے ایک ایسے مردِ آہن کی ضرورت تھی جو بیک وقت چومکھی لڑائی لڑ سکے اور اپنی نظر و فکر میں وہ سرمو محدثین دہلی سے متجاوز نہ ہو۔ محدثین دہلی کی آخری صف کے لوگ مولانا مملوک علی (۱۲۶۷ھ) مولانا عبدالغنی (۱۲۹۶ھ) اور مولانا احمد علی سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) وہ حضرات ہیں جن سے حضرت نانوتوی نے علم دین پایا اور یہ حضرات مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی (۱۲۶۲ھ) کے شاگرد تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان کی قدیم دینی درسگاہ جامعہ رحیمیہ دہلی کا چراغ انگریزی بادِ صرصر کے شدید جھٹکوں کی زد میں تھا، علم الٰہی میں مقدر ہوا کہ اب یہ علمی مرکزیت حضرت نانوتوی کی عبقریت میں ابھرے اور تاریخ گواہ ہے کہ پھر ایسا ہی ہوا۔ شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا۔"[۲]

۱؎ اخبار "الخیر" پاکستان عنوان ایک عہد ساز شخصیت بانی دارالعلوم دیوبند

۲؎ اخبار "الخیر" پاکستان، خطبات خطیب الاسلام ج ۲، ص ۴۰۸

حضرت نانوتوی کی بصیرت افروز نگاہ اور باطل قوتوں سے چومکھی لڑائی

حضرت حجۃ الاسلام نے باطل قوتوں سے چومکھی لڑائی کس طرح لڑی اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت خطیب الاسلام اپنی ایک مجلس میں فرماتے ہیں:

''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان تمام فتنوں (خطیب الاسلام نے زمانہ صدیق اکبر میں اٹھنے والے فتنوں کا تذکرہ کیا اس کے بعد یہ فرمایا) کہ پوری قوت ایمانی سے کسی مصلحت کو آڑے نہ آنے دیا اور آپ نے ان تمام محاذوں کے خلاف چومکھی لڑائی لڑی اور ہر قدم پر فتح نے آپ کا استقبال کیا اور اللہ کی مدد ہمیشہ آپ کے شامل رہی۔ صدیق فطرت لوگ بہت کم ہوئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کوئی مصلحت اور اندیشہ اپنے عمل سے نہ روک سکے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اس پہلو سے ایک صدیق فطرت انسان تھے، جنہوں نے اسلام پر کئے جانے والے ہر متوازی حملے کا پوری دلجمعی سے مقابلہ کیا، آپ حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد میں سے تھے صرف نسباً نہیں نسبتہً بھی آپ انہی کی راہ پر چلے اور تاریخ نے اس کی شہادت محفوظ کرلی۔ علم الٰہی میں تھا کہ چودھویں صدی ھجری میں ختم نبوت کے اسلامی معنی کے انکار میں ایک الحادی تحریک اٹھے گی، ختم نبوت کے تیرہ سو سال سے یہی معنی سمجھے گئے تھے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، ملحدین یہ نئے معنی لے کر اٹھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کا کوئی نبی نہ ہوگا آپ پر تمام مراتب نبوت ختم ہو چکے، یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی کہے غالب پر شاعری ختم ہے، یعنی اس مرتبہ کا کوئی شاعر نہ ہوگا یہ نہیں کہ اب شاعر نہ ہوگا، ان دو معنی کو تقابلی مطالعہ میں اس طرح لیجئے۔

لا نبي بعدی میں بعد زمانی مراد ہے کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

لا نبي بعدی میں بعد مرتبی مراد ہے کہ اب آپ کے مرتبہ کا کوئی نبی نہ ہوگا۔

پہلے معنی تیرہ سو سال سے امت میں متوارث چلے آرہے تھے اور امت پورے تواتر سے اس پر جمع تھی، لیکن یہ نئے معنی عام جاہلوں کے لئے زیادہ جاذب اور ظاہری پیرایہ میں حضور کی شان کا عنوان ہو سکتے تھے اور جذباتی پیرایہ میں کہا جاسکتا تھا کہ یہ معنی زیادہ اچھے ہیں۔''[1]

---

[1] مجالس خطیب الاسلام

اس تمہید کو بیان کرنے کے بعد حضرت خطیب الاسلام حضرت حجۃ الاسلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک صدیق فطرت انسان کس طرح تھے، فرماتے ہیں:

''ابھی چودھویں صدی ظہور میں نہ آئی تھی اور نہ یہ دوسرے معنی دنیا میں کہیں عام ہوئے تھے کہ اللہ تعالی نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے دل میں یہ بات ڈالی کہ یہ دوسرے معنی پہلے معنی سے کہیں متصادم نہیں انہیں پہلے معنی کے ساتھ جمع کرلیا جائے اور عقیدہ حضور کی ختم نبوت اور ختم نبوت مرتبی دونوں کا ہوتو اس سے اسلام کا کوئی اصول نہیں ٹوٹتا، نہ اس کا کسی نص سے تصادم لازم آتا ہے۔ آپ نے تیرھویں صدی میں ہی یہ بات اٹھا دی کہ ختم نبوت مرتبی ختم نبوت زمانی سے ہرگز منافی ہے۔ تاکہ ختم نبوت مرتبی کے عنوان سے کوئی شخص ختم نبوت کا انکار نہ کر سکے۔ ختم نبوت مرتبی کے اقرار سے ختم نبوت زمانی کا انکار کرنا سفاہت کے سوا کچھ نہیں اور یہ کھلے بندوں زندقہ اور الحاد ہے۔ کیونکہ اس میں ایک متواتر چلے آنے والے معنی کا انکار ہے۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ ابھی مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ الحادی فتنہ سامنے نہ آیا تھا کہ اللہ تعالی نے اس کا توڑ پہلے سے حضرت الامام حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم کے دل میں ڈال دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل بجا فرمایا کہ ''مومن کی فراست سے ڈر کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالی کی قدیم سنت رہی ہے کہ ہر پیدا ہونے والے شر سے بچاؤ کی راہ وہ کسی ولی کے دل میں اتار دیتا ہے، اور دنیا میں کوئی بھی ایسی بیماری نہیں آئی مگر یہ کہ اللہ نے اس کا علاج پہلے سے پیدا نہ کر دیا ہو۔ حضرت الامام حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی کے ساتھ جوڑ کر جو الہامی تقریر فرمائی ہے وہ تحذیر الناس میں اس طرح موجود ہے''۔[1]

اس کے بعد حضرت نے اس سلسلے میں دی گئی تحذیر الناس کی عبارات کا خلاصہ پیش فرمایا اور حضرت حجۃ الاسلام کی عبارتیں نقل فرمائیں۔[2]

۱؎ خطبات خطیب الاسلام ۲۱۵۔ اخبار ''الخیر'' پاکستان

۲؎ تحذیر الناس صفحہ ۲۵ پر دیکھیں

اس مضمون کو مدلل ومبرھن بیان کرنے کے بعد حضرت خطیب الاسلام فرماتے ہیں:

''اسلام کے پہلے دور میں اللہ تعالی نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی جو خدمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لی اس دور آخر میں اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے آپ کے خاندان کے فرزند جلیل اور اسلام کی حجت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم کو بیشتر اس کہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی دعویٰ نبوت لے کر اٹھے، ختم نبوت مرتبی کے اثبات کے لئے ہندوستان میں پیدا کر دیا، تاکہ آئندہ جو ہتھیار قادیانیوں نے ختم نبوت زمانی کے خلاف استعمال کرنا تھا حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے اس ہتھیار کو ختم نبوت زمانی کا پہرہ دار بنا دیا۔ یہ حرم نبوت کا اعجاز ہے کہ ابھی اس پر دور ابتلاء نہ آیا تھا کہ اس کا غلیظ وغلط ابہام سے کلی انخلاء ہو گیا۔

میں نے تحدیز الناس کو دیکھا ہے مولانا محمد قاسم صاحب کو اعلی درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں معترضین کی سمجھ نہیں گئی، قضیہ مرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقتاً سمجھ لیا گیا ہے۔[1]

اس تقریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت خطیب الاسلام حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے نہ صرف علوم وفکر کے وارث تھے بلکہ امین وترجمان بھی تھے۔ اللہ نے آپ کو اور آپ کے والد بزرگوار حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کو وہ صالحیت اور صلاحیت عطا فرمائی تھی کہ آپ نسباً ہی نہیں بلکہ نسبتاً بھی علوم وفکر قاسمی کے امین، شارح اور ترجمان تھے۔

میں نے بیشمار پروگراموں میں علماء کو ان حضرات کا تعارف کراتے ہوئے سنا کہ یہ حضرات حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی کی فکر کے نہ صرف شارح ہیں بلکہ آپ کے علوم کے ترجمان بھی ہیں۔

ایک جگہ حضرت خطیب الاسلام تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت الامام النانوتوی نے دفاع عن الحق سے آگے بڑھ کر اقدام کے لئے بھی زمین اس لئے ہموار کی کہ اپنی صفوں کو استحکام وثبات بخشنے کے بعد ہی مقابل ومعارض سے نمٹنا آسان ہوتا ہے، اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قاسمی فکر بھی بدلے ہوئے حالات میں دعوت حق ہی کا

[1] ماخوذ از مقدمہ تحذیر الناس، خطبات خطیب الاسلام ۴۲۷۔ اخبار الخیر پاکستان

مقدمہ تھا'' [۱]

ایک جگہ حضرت خطیب الاسلام حضرت حجۃ الاسلام کی شخصیت کا تعارف کراتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حجۃ الاسلام حضرت الامام النانوتوی قدس اللہ سرہ ان خوش قسمت اور صاحب سعادت اکابرین میں کہ ان کی علمی اور فکری عظمت شناس ارباب علم ہی نے ان کی شخصیت کے بے شمار فکری عزیمتوں پر قلم اٹھانے کی جرآت کی ہے، اسی لئے ان کے علمی نوادر اور فکری بصائر آج اہل علم کے لئے جتنے زبانوں پر ہیں اتنے قلموں پر نہیں آ سکے، جب کہ ان کا قرار واقعی حق یہ ہی تھا کہ یہ نوادر آشنائے قلم ہوتے، حضرت والد کے عالم دنیا سے پردہ کناں ہو جانے کے کافی دیر بعد ارباب علم کا یہ موضوع فکر بنے، لیکن بہرحال علم پر زمانے کی جدت وقدامت اثر انداز نہیں ہوئی اس لئے یہ نوادر علم جب بھی منصۂ شہود پر آ جائیں ان کی عالمگیر افادیت کسی فرق سے دو چار نہیں ہوگی۔

اس بارے میں اولین ایسی سراپا امتیاز ذات بابرکات کا علمی تعارف اولیت کا متقاضی ہوتا ہے، اس کے بعد ہی اسکی عظمت علم وفکر سے ذوق استفادہ میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ذات سراپا برکات کے فضل وکمال کا عالمگیر تعارف تو ''دارالعلوم دیوبند'' ہے کہ جس کا عالم گیر فیضان علم بحیثیت بانی حضرت اقدس مولانا محمد قاسم النانوتوی کے بے نہایت وہ علوم ہی ہیں کہ وقت نے جن کی عظمت درفعت پر مہر لگا کر ان کی عالمگیری کو ایک انمٹ حقیقت بنا دیا ہے۔'' [۲]

اسی مقدمہ میں حجۃ الاسلام کے دل میں تاسیس دارالعلوم دیوبند کے داعیہ اور اخلاص وللّٰہیت کو بیان کرتے ہوئے خطیب الاسلام لکھتے ہیں کہ:

''اس عالمگیر فیضان علم ودین کا حقیقی سرچشمہ تو درحقیقت خود بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم النانوتوی کی ذات مبارکہ ہے کہ جن کے قلب کو رب العزت نے سرچشمہ علوم بنا کر ان کے ذریعہ اس علم بے نہایت کی عالمگیری کیلئے ان کے قلب مبارکہ پر تاسیس

---

۱ خطبات خطیب الاسلام، ص ۳۸۱

۲ مقدمہ خطیب الاسلام، برسوانح قاسمی انگلش غیر مطبوعہ، مولانا محمد اویس صدیقی نانوتوی

دارالعلوم کا داعیہ پیدا فرما کر اس کو وجود عطا فرما دیا، اور آج تک ان کے عمل ربانی سے جو عالمگیر فیضان علم و دین جاری ہے، وہ ان کے مخلصانہ عمل کی عنداللہ مقبولیت پر شاہد عدل ہے، آج دنیا میں جتنے بھی صلاح وفلاح دین کے کام جاری ہیں ان کے لئے حق تعالی نے کسی صاحب اخلاص کو موفق فرمایا ہے اور اسی اخلاص کی برکت سے اس میں شان قراری پیدا ہوئی، اس لئے ہر عمل خیر میں اولین بنیاد اخلاص ہے اگر وہ ہے تو اس کی بقا اور پائیداری شکوک کی حدود سے نکل کر عنداللہ مقبولیت کے مقام پر فائز ہو جاتی ہے۔''[1]

تاسیس دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز کا ایسا بابرکت عالمگیر عمل ہے جس سے پوری امت مسلمہ آج تک مستقل مستفید ہو رہی ہے اور مستقبل میں بھی یہ امت حضرت کے لگائے ہوئے اس شجرہ طوبی سے انشاء اللہ برابر مستفیض ہوتی رہے گی، حضرت کا اخلاص اس درخت کو سرسبز و شاداب ثمر آور ''تؤتی اکلھا کلَّ حِیْن باذنِ رَبّہاَ'' کا مصداق بنائے رکھے گا۔ مدینہ منورہ سے آئے محدث کبیر شیخ محمد محمد العوامہ دارالعلوم اور اس کے عالمگیر فیضان علمی اور دعوتی فیض کو دیکھ کر فرماتے تھے، **الإخلاص یصنع العجائب** کہ اخلاص سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے، انہوں نے مزید کہا کہ مجھے دنیا بھر میں جانے کا اتفاق ہوا، میں جس جگہ بھی گیا میں نے یہ بات لوگوں کو بتائی کہ اخلاص سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے، اور اپنے اس دعوی کی دلیل کے طور پر حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ کا نام لیتا ہوں کہ ان کا اخلاص ہی اصل تھا۔

حجۃ الاسلام کی جرأت وحوصلہ اور حضرت مولانا یعقوب نانوتوی کی چشم دید گواہی

حضرت خطیب الاسلام نے یہ واقعہ مجھے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے سنایا جس کو مولانا یعقوب نانوتویؒ نے ''سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتویؒ میں نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

''حاصل یہ کہ اس طوفان بے تمیزی میں (یعنی ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں) جب لوگ گھبراتے تھے، ہم نے کبھی مولانا (نانوتوی) کو گھبراتے نہ دیکھا۔ خبروں میں اس وقت چرچا تھا، جھوٹی، سچی ہزاروں گپ شپ اڑا کرتی تھی، مگر مولوی صاحب اپنے معمول کے کام (معمولاً جو کام

[1] مقدمہ برسوانح قاسمی انگلش از خطیب الاسلام (غیر مطبوعہ)

کرتے) بہ دستور انجام فرما دیتے تھے۔ چند بار مفسدوں سے نوبت مقابلے کی آ گئی، اللہ رے! مولوی صاحبؒ ایسے ثابت قدم، تلوار ہاتھ میں بندوقچیوں کا مقابلہ"۔ (نگارشات اکابر صفحہ ۴۹۔۵۰) اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو غیر معمولی جرات، حوصلہ، ہمت اور قوت ایمانی حاصل تھی کہ سخت ترین حالات میں پائے ثبات ذرا بھی متزلزل نہ ہوے، اوران حالات میں جب ہوش ٹھکانے نہ ہوں اپنے مقصد سے غافل نہ ہوکر مقصد براری کے لئے لگے رہنا، یہ کام وہی انجام دے سکتا ہے جو قوت حوصلہ اور عزم کی پختگی میں پہاڑ کی طرح اپنے موقف پر قائم رہے، حالات کیسے بھی سخت آئیں جھٹکے کتنے بھی شدید ہوں، مگر وہ مرد آہن اپنے موقف پر اٹل رہے۔ معارف الأ کابر غالبًا یہ استقامت اور قوت حوصلہ حضرت خطیب الاسلام کو وراثت میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی سے ملی۔"

اس عاجز کو حجۃ الاسلام کی خدمات کو سامنے رکھنے کے بعد یہ لکھنے اور کہنے کا پورا حق ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کی شخصیت تاریخ اسلامی کا وہ بلند و بالا پہاڑ ہے جس نے کم سے کم برصغیر پاک و ہند میں اسلام کو اس کی اصل صورت میں قائم رکھا۔ جس طرح اللہ رب العزت نے زمین کو تھامنے کے لئے پہاڑوں کو میخیں بنا دیا۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی اسی کام کے لئے قبول کیا، اور حضرت نے حق کی ایسی میخ گاڑی کہ گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے تمام باطل قوتیں اس کو اکھاڑنے کی کوشش میں لگی رہیں اور ناکام ہوتی رہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام نے پچاس سال بھی اپنی زندگی کے مکمل نہیں کیئے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ آپ نے اس مختصر سی زندگی میں بہت اہم کارنامے انجام دیے جن میں انگریز سامراج کے خلاف جہاد املاک کے غاصبانہ قبضہ سے ملک کو آزاد کرانے کے لئے جدوجہد، اسلام پر اعتراضات کرنے والے ہندو پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے مناظرے، دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم الشان درسگاہ کا قیام، اس کے علاوہ حضرت کی قیمتی تصانیف جو رد شیعیت، رد بدعات، رد غیر مقلدیت کے علاوہ قرآن وحدیث کے لیے بے شمار اسرار و رموز کو کھولنے والی تحریریں ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام کے علوم

حضرت خطیب اپنی مجلس میں حضرت کے علوم کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:

''حضرت نانوتوی کا ایک وعظ سہارنپور میں ہوا جس میں مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ بھی شریک تھے، چنانچہ ختم وعظ پر فرمانے لگے کہ بھلا ان کے ہوتے ہوئے کوئی واعظ وعظ کہہ کر کیا ایسی تیسی کھائے گا۔ یہ علوم کہاں سے لائے گا اور یہ اثر کہاں سے آئے گا۔''[۱]

علم ان کا عمل میرا

حضرت خطیب الاسلام حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی کے علوم کے بارے میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ مولانا رفیع الدین صاحب فرماتے تھے کہ مجھے حضرت نانوتوی سے کچھ ایسی مناسبت تھی کہ جو کچھ مولانا کے قلب پر وارد ہوتا تھا اسی کا خیال مجھے گزرتا تھا اور حضرت والد ماجد حکیم الاسلام نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب فرماتے تھے کہ حضرت نانوتوی نے دارالعلوم دیوبند کا اہتمام کبھی خود نہیں فرمایا بلکہ اہتمام کے لئے مجھے طلب فرمایا اور میں وہی کرتا ہوں جو انہیں مکشوف ہوتا ہے علم ان کا ہے عمل میرا ہے ان کے منشاء علمی وکشفی کو سمجھ کر فوراً عمل درآمد کرتا ہوں۔

حضرت خطیب الاسلام بھی حقیقت یہ کہ اپنے جدامجد حضرت حجۃ الاسلام کی کسی بڑی اہم دعا کا ثمرہ تھے، کہ اللہ نے علم وفضل اور کشف ومعرفت، قوت گویائی، ندرت استدلال، فکری وسعت وہمہ گیریت، علمی عظمت وذہنی رفعت کے ساتھ ساتھ حکمت آفرینی، عالمینی فکر اور اتباع سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی اوصاف بھی غیر معمولی طور پر مرحمت فرمائے تھے۔

علم وفضل کا حال یہ تھا کہ تقریر ہو، یا تحریر ہو یا تدریس ان تینوں میدانوں میں خاص طور پر ایسا محسوس ہوتا کہ یہ مولانا سالم نہیں بلکہ مولانا قاسم بول رہے ہیں۔ ایک واقعہ مجھے یاد آیا (جس کو غالباً پہلے بھی نقل کر چکا) ناگپور کامپٹی میں حضرت خطیب الاسلام کے تلمیذ رشید حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب مدظلہ العالی، سابق امام وخطیب جامع مسجد کامپٹی ہیں، انہوں نے یہ واقعہ مجھے بتایا کہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی میں چھتہ مسجد میں ایک اجلاس

---

[۱] مجالس خطیب الاسلام، ص ۳۶۵

منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند خود فرما رہے تھے۔ مقررین نے تقریریں کیں، حضرت مولانا فخر الدین صاحب سے پہلے حضرت خطیب الاسلامؒ کا نمبر آیا، حضرت خطیب الاسلام نے کسی موضوع پر تقریر فرمائی۔ حضرت نے اس قدر جامع تقریر فرمائی کہ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس عمر میں اس قدر عمدہ بیان فرمایا۔ مجمع ہمہ تن گوش ان عالی مضامین کو سن رہا تھا اور وہاں پر موجود علماء کا مجمع زبان حال سے اس کا اعتراف کر رہا تھا کہ ہو نہ ہو یہ تو نسبتوں کا انتقال ہے، مولانا سالم نہیں بلکہ مولانا قاسم کی روح بول رہی تھی۔ چنانچہ جب حضرت خطیب الاسلام بیان سے فارغ ہوئے اور حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند خطاب کے لئے تشریف لائے تو حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا کہ جو مجھے کہنا تھا وہ سب کچھ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے فرما دیا، کوئی بات اب ایسی نہیں جو مجھے یہاں کہنی تھی اور وہ کہہ دی نہ گئی ہو۔ یہ دراصل مولوی سالم قاسمی نہیں مولانا قاسم نانوتوی کی روح بول رہی تھی، اب ان کے بیان کے بعد مزید کسی بیان کی گنجائش باقی نہیں بس سب ملکر اب دعا کرلو۔ چنانچہ حضرت نے بیان نہیں فرمایا اور دعا کرادی۔

حضرت خطیب الاسلام علوم قاسمی کے امین اور شارح تھے اس کی گواہی کسی ایک دو نے نہیں دی، بلکہ زمانے بھر کے علماء وصلحاء اس کے معترف تھے، حضرت خطیب الاسلام کو ان کے والد حضرت حکیم الاسلام کے بعد جو بھی دیکھتا وہ اس نظر سے دیکھتا کہ یہ فکر دیوبند، فکر قاسمی جو بحمد اللہ مستفاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے، کے ترجمان ہیں، اپنے جد امجد حضرت نانوتوی کے علوم کے امین ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کے ہمعصر مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد اخلاق حسین صاحب قاسمی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ العالی نہ صرف دارالعلوم دیوبند کے ایک مایہ ناز عالم، فقیہ اور مفسر ہیں، بلکہ خانوادۂ قاسمی کے (علم ونسب دونوں کے لحاظ سے) ایک کامیاب ترجمان وشارح کی حیثیت بھی رکھتے ہیں اور موصوف کے اندر ان کے والد محترم کی تربیت نے اپنا پورا کام کیا ہے اور اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ قدرت کا یہ فیصلہ معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور قحط الرجال میں مولانا موصوف قاسمی سلسلے کے آخری یادگار کے طور پر پہچانے جائیں۔[1]

[1] خطبات خطیب الاسلام پر تقریظ، از مولانا سید اخلاق حسین قاسمیؒ

اسی طرح فکر قاسمی کی ترجمانی کرنے کا صحیح حق اسی کو ہے جس کے مزاج میں فطری اعتدال ہو اور افراط وتفریط کی بے راہ روی سے پاک ہو، کیونکہ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فطری طور پر سلیم الطبع اور معتدل المزاج واقع ہوئے تھے۔ جس کے اثرات ہمیں حضرت کی زندگی، آپ کے علوم، آپ کی تقاریر اور آپ کی تحریروں میں جا بجا نظر آتے ہیں، تو ان کے علوم کی امین بھی کوئی ایسی ہی شخصیت ہونی چاہئے جو اعتدال وتوسط کے اعتبار سے سلیم الفطرت ہو، چنانچہ اس ذمہ داری اور ترجمانی) کا حضرت حق خطیب الاسلام کے والد محترم حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ نے ادا کیا۔ اسی لئے پوری جماعت دیوبند متفقہ طور پر حضرت کو بحیثیت شارح علوم حجۃ الاسلام وترجمان فکر قاسمی، دیکھتی ہے، پھر ان کے بعد اس وصف اعتدال سے متصف حضرت خطیب الاسلام کی شخصیت کو دیکھنے لگے، آپ کے یہاں بھی بڑا اعتدال تھا اور مزاجاً اپنے خاندانی بزرگوں سے ہم آہنگ تھے۔ چنانچہ حضرت خطیب الاسلام کے بارے میں حضرت مولانا سید اخلاق حسین قاسمی تحریر فرماتے ہیں اور ان کی یہ گواہی بڑی معتبر ہے کہ:

> ”اسلام کی بین الاقوامی قدروں کی تشریح وتعبیر میں افراط وتفریط نے جگہ پالی ہے۔ مولانا (خطیب الاسلام) نے دونوں انتہاؤں سے بچ کر اعتدال وتوسط کی راہ اختیار کی ہے۔ ”امت کے منصور من اللہ“ طبقہ کے عنوان کے تحت مولانا نے مذہب اور سائنس کے باہمی تعلق پر نہایت مدبرانہ تبصرہ کیا ہے۔ یہاں بھی افراط وتفریط پیدا ہوگئی ہے لیکن مولانا سالم صاحب نے اس اہم موضوع کی تشریح میں نہ صرف قدامت پرستی کا مظاہرہ کیا ہے اور نہ ہی جدت پرستی کی راہ اختیار کی ہے۔ مولانا نے عصری علوم کی ضرورت کا اعتراف نہایت وسیع ذہن وکشادہ فہم کے ساتھ کیا ہے اور دین ودنیا کی غلط تقسیم کی نفی کرتے ہوئے جامع درس گاہوں کے قیام کو وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔[1]

مولانا موصوف نے ان عنوانات کے تحت موجودہ نظریہ کے مطابق انسان کے بنیادی حقوق اور اسلام کے موضوع پر خوب وضاحت سے کام لیا ہے اور بیسوں صفحات پر پھیلی ہوئی بحث کو ان چند جملوں میں اس طرح سمیٹ دیا ہے۔

[1] خطبات خطیب الاسلام پر تقریظ، از مولانا سید اخلاق حسین قاسمیؒ

''اسلام عالم گیر مساوات انسانی کا وہ واحد عادل علم بردار ہے جس نے اپنی راہ مساوات میں حائل ہونے والی خاندانیت، قبائلیت، علاقائیت، انسانیت، تہذیب اور تمدنیت، معاشرت و معیشت کی من گھڑت بنیادوں پر انسانیت کو غیر فطری تقسیم سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے''۔

رونق بزم تھی وابستہ تمہارے دم سے
تم نہ ہو گے تو بہت یاد کرے گی دنیا

حضرت خطیب الاسلام بحیثیت ایک جلیل الشان محدث

حضرت خطیب الاسلام کی حیات مبارکہ کا یہ بہت اہم پہلو ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ نے چالیس سال سے زیادہ حدیث نبوی ﷺ کا درس دیا، اور احادیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ مستند کتاب جس کو امت نے اُصح الکتب بعد کتاب اللہ کی زریں شہادت سے سرفراز کیا، اور تقریبا تیرہ صدیوں سے اس کو امت میں تلقی بالقبول حاصل ہے اور نہ جانے کتنے بڑے بڑے علمائے امت نے اس کو پڑھایا اور اس کی شروحات لکھیں، اس عظیم الشان کتاب حدیث کو حضرت رحمۃ اللہ نے پہلے از ہر ہند دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا پھر اس کے بعد قیام دارالعلوم وقف دیوبند کے بعد یہ کتاب مستقل آپ کے زیر درس رہی۔ بغیر کسی تامل کے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حدیث مبارک کے ان مستند مجموعوں کا درس دینا کسی بھی انسان کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ حضرت خطیب الاسلام کے درس حدیث کی خصوصیات جاننے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اکابر دیوبند کے طریقہ تدریس حدیث کے بارے میں مختصراً چند باتیں جان لی جائیں۔

ہندوستان میں باقاعدہ حدیث کے نظام کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے عام کیا، اس سے پہلے بھی ہندوستان میں مختلف مقامات پر محدثین نے کوششیں فرمائیں مگر جو مقبولیت حضرت شاہ صاحب کے درس حدیث کو ملی وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی، چنانچہ مولانا عبداللہ معروفی اپنی کتاب ''حدیثِ اور فہم حدیث'' میں لکھتے ہیں:

> ''الغرض جب شاہ صاحب ہندوستان آئے تو ان کے سامنے ایک ہی نصب العین تھا، جسے سامنے رکھ کر شاہ صاحب نے علم حدیث کا ایک شجرہ طوبی لگایا اور تمام مسلمانوں کے گھروں میں بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کی شاخوں کو پہنچایا، مفتی عنایت احمد کاکوروی کا تاثر ''نزھۃ الخواطر'' میں یوں منقول ہے:
>
> ''شاہ صاحب کی مثال اس شجرہ طوبی کی سی ہے جس کی جڑ ان کے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں مسلمانوں کے ہر گھر میں پھیلی ہوئی ہیں، لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں کہ اس کی جڑ کہاں

ہے''۔[۱]

حضرت شاہ صاحب نے حدیثوں کو پڑھانے کا ہندوستان میں وہی طریقہ اختیار فرمایا جو عرب میں رائج تھا، عرب میں درس حدیث کے تین طریقے رائج تھے:

۱۔ پہلا طریقہ سرد روایت: یعنی طالب علم اپنے نسخے سے روانی کے ساتھ پڑھتا ہوا چلا جائے گا اور شیخ اپنے نسخہ سے اس کا مقابلہ کرتا رہے، نہ سند پر کوئی کلام، نہ متن کی کوئی تشریح۔

۲۔ دوسرا طریقہ بحث وحل کا: کہ کوئی مشکل مقام، پیچیدہ ترکیب یا سند میں کوئی غیر معروف نام یا ایسے سوالات جو خود بخود پیدا ہوتے ہوں تو ان کی مختصر وضاحت کرتے ہوئے آگے بڑھ جانا۔

۳۔ تیسرا طریقہ امعان وتعمق کا تھا، بایں طور کہ سند کے رجال کا تفصیلی درس، جرح وتعدیل کے اعتبار سے راوی کا مقام، سند کے اتصال اور انقطاع کی تشریح، اسی طرح الفاظ حدیث کے لغوی اور مرادی معنی کی وضاحت، ''ماسیق الکلام لا جلہ'' (غرض شارع) کی تعیین فقہ حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے متعارض حدیثوں میں تطبیق، ترجیح اور ناسخ ومنسوخ کا فیصلہ کرنا وغیرہ، غرض ہر کلمہ کے مالہ وما علیہ کو تفصیل سے بیان کرنا۔

شاہ صاحب نے ہندوستان میں آکر دوسرے اور تیسرے طریق پر درس حدیث کے سلسلہ کو جاری فرمایا اور جن ابواب میں بحث کی ضرورت نہ ہوتی ان کی سرداً قراءت پر اکتفاء فرماتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے علوم کی وراثت ان کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز (متوفی ۱۲۳۹ھ) کی جانب منتقل ہوئی، آپ علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ پر مکمل عبور رکھتے تھے اور حنفیت کے پرجوش ترجمان تھے، آپ کے فتاویٰ اور تفسیر ''فتح العزیز'' اس کے شاہد ہیں۔ شاہ عبدالعزیز کے علوم کی میراث آپ کے نواسہ شاہ اسحٰق (متوفی ۱۲۶۲ھ) کے حصہ میں آئی اور شاہ اسحٰق کے ذریعہ علم حدیث کا سلسلہ خوب پھیلا، شاہ اسحٰق کے بہت سے لائق شاگردوں میں شاہ عبدالغنی مجددی (متوفی ۱۲۹۶ھ) اور میاں نذیر حسین تھے۔

شاہ اسحٰق کے مکہ مکرمہ ھجرت کر جانے کے بعد دہلی میں حدیث کی مسندیں بچھ گئیں، ایک میاں صاحب کی اور ایک شاہ عبدالغنی کی، شاہ عبدالغنی کے شاگردوں میں مولانا محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) مولانا یعقوب نانوتوی (متوفی ۱۳۰۰ھ) مولانا محمد مظہر نانوتوی (متوفی ۱۳۰۲ھ) اور مولانا رشید احمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ) ہیں جو فکر دیوبند کے اولین پیشوا اور امام ہیں۔

[۱] حدیث اور فہم حدیث ص: ۱۲۵

محرم ۱۲۸۳ھ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور ان کے رفقاء کے ذریعہ دیوبند میں ایک مدرسہ اسلامیہ (دارالعلوم) کا قیام عمل میں آیا اور اسی سال ماہ رجب میں سہارنپور کے محلّہ قاضی میں بھی مولانا مظہر نانوتوی اور مولانا سعادت علی سہارنپوری (متوفی ۱۲۸۶ھ) کے ہاتھوں ایک عربی مدرسہ کی بنیاد پڑی، اللہ تعالی نے ان مدرسوں کو وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ متحدہ ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کا ایک جال بچھ گیا اور سرزمین ہند کی فضا ''قال اللہ'' اور ''قال الرسول'' کے نغموں سے گونجنے لگی۔

علوم شرعیہ بالخصوص علم حدیث کے میدان میں دارالعلوم مظاہر علوم اور ان کے نہج پر قائم مدارس کی خدمات روز روشن کی طرح عیاں نظر آنے لگیں، نہ صرف تدریس حدیث بلکہ تصنیفی میدان بھی دبستان دیوبند کو امتیازی مقام حاصل ہوا، اور آج دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ہوگا جہاں اس دبستان دیوبند کا فیض بالواسطہ یا بلاواسطہ نمایاں نظر نہ آتا ہو۔

چنانچہ شاہ عبدالغنی کا یہ ذوق خاص آپ کے شاگردان رشید مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کی جانب منتقل ہوا۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا یعقوب نانوتوی اور حضرت شیخ الہند نے اس طرز کو عام فرمایا۔ حضرت شیخ الہند کے بعد ان کے شاگرد علامہ انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۵۲ھ) شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی (متوفی ۱۳۷۷ھ) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (متوفی ۱۳۶۹ھ) اور حضرت علامہ ابراھیم بلیاوی (متوفی ۱۳۸۷ھ) کا بھی یہی ذوق تھا اور اسی نہج ان حضرات نے اپنے تلامذہ، جن میں ایک نام سرفہرست حضرت خطیب الاسلام کا بھی شامل ہے کی بھی تربیت فرمائی، حضرت نے تا زندگی اپنے اکابرین کے نہج کا خاص خیال رکھا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رائج کردہ تینوں طریقوں یعنی سرد روایت، بحث وحل اور امعان وتعمق کا حسب ضرورت خیال رکھ کر درس حدیث دیا، بخاری شریف کے درس میں حضرت عقیدہ اہل سنت والجماعت کی دعوت وتبلیغ، فکری اعتدال، اور مسائل کو نصوص قرآن وحدیث پر منطبق کر کے دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں حدیث شریف کا درس دیتے۔ حدیث میں مذکور مسئلے سے متعلق ائمہ اربعہ کے مسالک کا ذکر فرماتے اور پھر مسلک حنفی کے ترجیحی دلائل ذکر کرتے، مسائل فقیہہ سے زیادہ حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ حدیث کے معنی اور ''ماسیق الحدیث لأجلہ'' پر کلام کرتے۔

فجزاہ اللہ عنا خیر ما جزبیت بہ عبادک الصالحین.

ا۔قلوب کی بے انتہا پاکیزگی اور شفافیت

اگر قلب میں پاکیزگی نہیں اور یہ دل جس کو ''مرکز الرحمٰن'' علماء نے لکھا ہے، گندگیوں اور آلائشوں کا مجموعہ ہے تو پھر وہ شخص الفاظ تو نقل کرسکتا ہے لیکن اس کے معنوی و روحانی اثرات مرتب ہوجائیں یہ ممکن نہیں ہے، حدیث کا ایک نور ہوتا ہے، اس نور سے بھی محروم کردیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ محدثین نے تزکیہ باطن اور صفائی قلب کو ایک محدث کے لئے لازم قرار دیا، قلب کا تزکیہ اور اس کی صفائی گرچہ بڑے بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اس کو ''مرکز الرحمٰن'' بنانے کے لئے اس میں سے دنیا کی محبت حرص و ہوس، لالچ وطمع، نفس پرستی و جاہ پرستی، حسد، کینہ، بغض وعداوت، تکبر اور نفاق جیسے مہلک امراض کو کھرچ کر نکالنا پڑتا ہے، تب کہیں جاکر یہ دل پاکیزہ اور مرکز الرحمٰن'' بنتا ہے۔

چنانچہ تمام صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے اس صفت سے متصف تھے۔ جس کی گواہی سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دی وہ صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَبَرَّهَا قُلُوْباً: کہ ان کے قلوب سب سے زیادہ پاکیزہ تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت نے ان قلوب کو آئینہ کی طرح صاف وشفاف بنادیا تھا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ امت میں مستقل چلا آرہا ہے کہ فیض یافتگان اپنے بعد والوں میں اپنے تلامذہ، اپنے متوسلین میں اس فیض معنوی کو صحبت دے کر مستفیض فرماتے رہے، اور یہ سلسلہ بحمد اللہ آج تک امت میں جاری وساری ہے، حضرت خطیب الاسلام نے بھی اپنے اسلاف کے نقشہ قدم پر چل کر پہلے کاملین کے سامنے اپنے آپ کو پامال کیا، ان کی صحبتوں سے مستفید ہوئے، ان کے سامنے ریاضتیں کیں، مجاہدے کئے، مزاج میں حلم پیدا کیا، اپنے دل کا تزکیہ فرمایا، دل کو عوائق وآلائشوں سے پاک وصاف اور مصفا کیا اس کو اس کا اہل بنایا کہ حدیث پڑھاسکیں تب جاکر بخاری شریف جیسی اہم ترین کتاب پڑھانی شروع کی، حضرت کا دل ان تمام آلائشوں سے پاک وصاف تھا، جن میں عام طور پر لوگ الجھ جاتے ہیں۔ آپ ہر طرح کے حسد، کینے، دل میں بغض وعداوت، نفاق وتکبر جیسے مہلک امراض سے محفوظ تھے، چنانچہ اپنے آپ کو ان گندگیوں سے اس قدر بچاتے کہ اگر آپ کی مجلس میں کوئی ایسی بات کرتا جس سے حسد یا کینہ کی بو بھی آجائے تو انتہائی ناگواری کا اظہار فرماتے بلکہ حسب ضرورت اس کی اصلاح بھی فرماتے۔

ایک واقعہ یاد آیا، میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا ایک صاحب غالبًا کوئی پروگرام کی تاریخ لینے کے لئے آئے ان کے ساتھ دو شخص اور تھے، حضرت نے خیریت دریافت فرمائی کہاں سے تشریف لائے، انہوں نے مقام اور جگہ کا نام بتایا۔انہوں نے مقصد بیان کرنے سے قبل تمہیداً دارالعلوم دیوبند کے قضیہ کا تذکرہ چھیڑ دیا، حضرت نے ان کو منع فرمایا، اور قدرے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مقصد کی بات کریں، انہوں نے فوراًاپنے ارادہ میں پروگرام کی تاریخ لینے کی بات کہی، حضرت نے پروگرام کی ڈائری اٹھائی، جن تاریخوں میں انہوں نے درخواست کی تھی وہ تاریخیں پہلے سے مقرر تھیں، اس لئے ان کے لئے دوسری تاریخیں متعین فرمائیں اس کے بعد فرمایا لایعنی باتوں سے اجتناب ضروری ہے۔ اگر حضرت ان کو منع نہ فرماتے تو بلا وجہ وقت کا ضیاع ہوتا، دوسروں کی غیبت ہوتی، دل میں دوسروں کی طرف سے میل آتا، اسی طرح شیطان کدورتوں اور نفرتوں کی دل میں تخم ریزی کر دیتا ہے۔ اور جب انسان اپنے آپ کو ان گندگیوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو نہ صرف بچاتا ہے بلکہ اس کے حق میں علم ومعرفت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

حضرت خطیب الاسلام کو اللہ نے ان سب نفرتوں وعداوتوں سے بہت آگے پہنچا دیا تھا، میں نے کبھی حضرت کی زبان سے کسی بڑے سے بڑے دشمن کے لئے بھی کوئی غیر مناسب لفظ ایسا نہیں سنا جو حضرت کے اس اعلی مقام کے منافی ہو، چنانچہ اسی اعتبار سے اللہ نے حضرت پر علم ومعرفت کے دروازے کھول رکھے تھے۔

۲۔ دوسری صفت علم میں تعمق اور گیرائی

علم ومعرفت کے دروازے کسی بھی انسان پر جب ہی کھلتے ہیں جب وہ اپنے آپ کو باطنی امراض سے پاک وصاف کر لیتا ہے، اگر شفافیت نہیں تو قلب پر فیضان علم نہیں ہوتا بلکہ محروم ہی ہو جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی محدث صحیح معنوں میں محدث کہلانے کے لائق جب ہی ہوتا ہے جب اس کے علم میں گہرائی ہو، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ مظروف یعنی قلب میں شفافیت نہ ہو۔ حضرت خطیب الاسلام کے علم میں جو تعمق تھا وہ شفافیت قلب کی وجہ ہی سے تھا، اس تعمق في العلم کے اثرات زندگی کے ہر پروگرام، آپ کی تحریرات اور آپ کی تقاریر اور درس وتدریس

کے وقت واضح طور پر نظر آتے، اور قاعدہ یہ ہے کہ جس کا قلب جتنی شفافیت لئے ہوئے ہوگا اتنا ہی تعمق فی العلم اس کو حاصل ہوگا، جب انسان کو قلبی غذا ذکر وفکر کی وجہ سے مل گئی تو دماغی غذا یعنی علم بھی ملجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا: وَأعْمَقَهُم عِلْماً. کہ علمی درک، تعمق فی العلم اور گیرائیت سب سے زیادہ حضرات صحابہ کو ملا تھا۔ ہر زمانہ میں بڑے صاحب علم وفضل گزرے، مگر حضرات صحابہ جیسا علم ومعرفت کسی کو نہیں ملا کیونکہ ان کے قلوب میں جو شفافیت اللہ کے نبی کی صحبت سے پیدا ہوئی تھی اس درجہ کی شفافیت بعد میں آنے والوں کو نہیں ملی۔ بہرحال ایک محدث کے لئے تعمق فی العلم اور علمی گیرائی انتہائی ضروری ہے اور یہ بغیر شفافیت قلب کے پیدا نہیں ہوتی۔

۳۔ تیسری صفت: تواضع اور سادگی

جب پاکیزگی، قلب تعمق فی العلم کسی میں پیدا ہوگیا تو شخصیت کے نکھار میں تیسری بنیادی صفت تواضع وسادگی ہے، جتنی صفائی قلب، تعمق فی العلم ہوگا، اسی قدر خلوص وللٰہیت تواضع وسادگی پیدا ہوگی۔ چنانچہ محدثین حضرات خلوص وللٰہیت اور تواضع وسادگی کے اعلی مرتبہ پر فائز رہے، ان کی سیرتوں کے بے شمار واقعات تواضع کتابوں میں مذکور ہیں، اس سلسلے میں حضرات صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی جماعت کے بعد یہ امتیاز وشرف جماعت علماء دیوبند کو بخشا کہ خلوص وللٰہیت اور سادگی وتواضع میں کوئی جماعت جماعت علماء دیوبند کے ہم پلہ نظر نہیں آتی۔ اللہ رب العزت نے حضرت خطیب الاسلام کو غیر معمولی سادگی وتواضع بخشی تھی۔ آپ بچوں میں جب ہوتے تو اتنا نزول فرماتے کہ بچوں کی طرح ان سے ان کے مزاج کی رعایت رکھ کر گفتگو فرماتے، اپنے سے چھوٹوں سے ملتے ان کے مزاج کا بڑا خیال فرماتے، یہ عاجز ایک مرتبہ اپنے برادرزادوں عزیزم حسن سلمہ وعزیزم ھٰی سلمہ کو لے کر حضرت کی خدمت میں بغرض دعا حاضر ہوا، حضرت خطیب الاسلام کی طبیعت میں بچوں کو دیکھ کر بڑا انبساط ہوتا، اور اسی انبساطی کیفیت میں بچوں سے اس طرح کی گفتگو فرماتے کہ بچہ اس کا جواب دے اور پھر اس کا جواب سن کر بہت محظوظ ہوتے۔ حسب عادت حضرت نے ان دونوں بچوں سے مختلف سوالات فرمائے اس وقت ان کی زبان ٹوٹ رہی تھی اور بڑی معصومانہ زبان بول رہے تھے، خیر آخر میں میں نے بچوں سے کہا کہ تم حضرت سے سر پر ہاتھ رکھوالو۔

تو شفی سلمہ نے سلام کر کے حضرت کے سر پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیے، حضرت نے اپنا سر مزید جھکا لیا اور یہ جملہ بہت ہنس کر ارشاد فرمایا کہ آج ہم بھی کامل ہو گئے اور تم بھی۔

اسی طرح اس عاجز کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت اپنے دیوان (مسہری نما تخت) پر تشریف رکھتے تھے، میں جا کر نیچے بیٹھ گیا، حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ آپ کی جگہ وہاں نہیں بلکہ میرے سامنے اس دیوان پر تشریف رکھیں۔ اور آج سے آپ یہیں بیٹھا کریں گے، اس کے بعد جو گفتگو فرمائی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی چھوٹا (جو عمر میں علم و عمل میں بچہ) مجھ سے محو گفتگو ہے، اور ایسی بے تکلفی سے گفتگو فرما رہے تھے کہ جیسے کوئی ہمراز دوست اپنے دوست سے گفتگو کر رہا ہو۔ یہ بے تکلفی ایسی بے تکلفی تھی جس سے میرے دل میں حضرت کے وقار میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔

ایک محدث علوم و معرفت کا پہاڑ ہوگا مگر ساتھ ساتھ متواضعانہ کردار کا حامل بھی ہوگا۔ تکلفات کی زندگی سے عاری ہوگا، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "كانو أقلهم تكلفا". بہت ہی کم تکلف کرنے والے تھے۔

۴۔ محدثین سب سے بہترین رہنمائی کرتے ہیں

محدثین عظام کے سامنے ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرہ ہوتا ہے اس لئے وہ کسی بھی انسان کی ان ارشادات عالیہ کی روشنی میں یا کسی بھی مسئلہ کی بہترین اور سب سے عمدہ رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت خطیب الاسلام کو حدیث پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمبے عرصہ تک خاص شغف رہا اس بنیاد پر حضرت کے سامنے جب بھی کوئی ذاتی، یا ملی یا دینی مسئلہ رکھتے تو حضرت ایسی رہنمائی فرماتے جو اس مسئلہ کا سب سے بہترین حل ہوتا، وہ تجویز فرما دیتے۔ اس عاجز کے بہت سے ایسے تجربات حضرت کے ساتھ ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا حضرت کی خدمت میں جا کر عرض کرتا کہ حضرت یہ مسئلہ درپیش ہے، حضرت ہر وقت اس کا ایسا مناسب حل تجویز فرماتے کہ سکون قلب ہو جاتا۔

ابھی ۲۰۱۷ء کا واقعہ ہے کہ حکومت کی طرف سے مدرسوں پر شکنجہ کسا گیا اور غلط طریقہ سے مدرسوں کی تفتیش کرائی گئی، یہ نظام میرٹھ، مظفر نگر، سہارنپور تک آ گیا، مختلف مدارس کو حکومت کی طرف سے نوٹس جاری کئے گئے، بہرحال یہ ایک لمحہ فکریہ تھا، یہ عاجز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس

طرح مدرسوں کے تئیں حکومت کے غیر مناسب رویہ کا تذکرہ کیا کہ مدرسوں کے اعتبار سے حالات سخت چل رہے ہیں، دعا فرما دیجئے، حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں یا ہمیں اس کی فکر کی ضرورت نہیں، اللہ ان کا محافظ ہے، ہاں البتہ اپنی عوام سے درخواست کرو کہ کثرت سے استغفار کریں، اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ (حکومت والے) ان اداروں کی طرف غلط قدم بڑھا رہے ہیں۔ ان اداروں کا کچھ نہیں بگڑنے والا، ہاں البتہ غلط قدم بڑھانے والا یا غلط نظروں سے دیکھنے والا خود چکنا چور ہوجائے گا، اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿حَتّٰىٓ اِذَا اسْتَيْـئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ.﴾ (سورہ یوسف: ۱۱۰)

حضرت خطیب الاسلام کا ایک خواب اور حدیث پڑھانے کی بشارت

مجالس خطیب الاسلام میں حضرت کا ایک خواب اور اس کی تعبیر نقل فرمائی ہے، وہ درج ذیل ہے۔ حضرت فرماتے ہیں:

''میں ابتدائی زمانے میں جب پڑھتا تھا خواب دیکھا کہ میں ریل سے جانے والا ہوں کہیں، میں داخل ہوا ریل میں، وہاں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے، بہت مکلّف لباس صاف ستھرا، بڑے مزین قسم کے آدمی ہیں، ایک سیب پلیٹ میں ان کے سامنے رکھا ہوا ہے، اور چاقو رکھا ہوا ہے، سیب کاٹا انہوں نے، میں نے ان کو سلام کیا، میں نے ان سے بڑھ کر ملاقات کی پھر میں نے کہا کہ حضرت آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔

میں نے کہا کہ حضرت میں نے آپ کو پہچانا نہیں، انہوں نے چاقو بیگ میں رکھ دیا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگے، پہچانا نہیں میں بیہقی ہوں ''محدث ہیں جلیل القدر'' میں نے عرض کیا حضرت مجھے اس کا موقع دیجئے کہ معانقہ کرلوں اس پر ہنسے اور کھڑے ہوئے میں نے معانقہ کیا اور غالباً میں نے پہل کی، چناچہ وہ بیٹھے اور ان کے چہرے پر بہت بشاشت تھی، پھر سیب مجھے دیا، اس کو میں نے کھایا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی، میں نے اس خواب کا ذکر حضرت والد ماجد سے کیا، تو والد صاحب نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ حدیث پڑھانے کی نوبت آئے گی انشاءاللہ۔ اللہ کی مدد شامل حال ہوگی اور اس میں محدثین کی توجہات بھی شامل ہوں گی۔ برکت بھی رہیگی، ابتدائی

دور میں اس کا خیال بھی نہیں تھا کہ حدیث پڑھانے کی نوبت آئے گی اللہ کی مدد شامل حال ہوئی اور میرے پاس بخاری شریف آئی۔"[۱]

حدیث کا ایک درس

حضرت خطیب الاسلام دارالعلوم وقف دیوبند مورخہ ۱۴ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ میں بخاری شریف کا آخری درس دیتے ہیں اور اس میں حمد و ثنا کے بعد آیت۔

﴿وَإِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَتَهُمْ وَاَشْهَدَ هُمْ عَلٰی أَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذا غَافِلِيْنَ.﴾

(سورۃ الاعراف: ۱۷۲)

حضرت نے سب سے قبل اس آیت شریفہ کا ترجمہ فرمایا۔ اس کے بعد حضرت نے تمہیدی گفتگو فرمائی۔ اور طلبہ دورۂ حدیث کو خاص طور پر مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حق تعالی نے کچھ خصوصیات سے آپ کو نوازا ہے، جس میں آپ سب شامل ہیں، بحمد اللہ۔ جس میں پہلی خصوصیت یہ سمجھئے کہ آپ جس دین کو لئے ہوئے ہیں یہ دین اللہ کا آخری دین ہے، جس شریعت کے آپ حامل ہیں یہ اللہ کی آخری شریعت ہے، جس کتاب کو آپ سنبھالے ہوئے ہیں یہ اللہ کی آخری کتاب ہے اور جس ذات مقدس نے لاکر یہ پیغام کامل آپ کے سامنے پیش فرمایا وہ ذات نبوت کے اعتبار سے آخری پیغمبر ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان سب چیزوں کی آخریت نے آپ کو بھی آخری بنا دیا۔ آپ آخری الامم ہیں، دنیا کے اندر کوئی امت آنے والی نہیں ہے اب جو امت ہے وہ امت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔"

اس کے بعد حضرت نے تاریخ کے حوالے سے طلبہ کو بتایا کہ یہ دین جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک پہنچایا بعینہ ہو بہو اس کو بغیر کسی حرف اور نکتہ کی تبدیلی کے امت کے علما" فقہا اور محدثین عظام نے ہم تک پہنچایا، فجز اهم الله خيراً.

حضرت فرماتے ہیں:

"اور اپنی تاریخ پر نگاہ ڈالیں آپ تو کوئی لمحہ تاریخ کا ایسا نہیں ہے کہ جس کے اندر وہ لوگ

---

۱ مجالس خطیب الاسلام، صفحہ ۱۹۳۔۱۹۴ مرتب محمد یامین صاحب

موجود نہ رہے ہوں کہ جنہوں نے ذرہ برابر اس دین کے ادنی تغیر کو برداشت کیا ہو۔ اور دین کو اسی امر حق کے طور پر باقی رکھا، اس کی حقیقت کے ساتھ، اس کی کیفیات کے ساتھ کمیات کے ساتھ اللہ کے اس دین کو باقی رکھا اور یہ اسی انداز پر آج دین باقی ہے کہ جس طرح عہد اول کے اندر موجود تھا۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین کو لا کر پیش کیا تھا وہ ایک نقطہ کی کمی بیشی کے بغیر بحمد اللہ دین قائم ہے اور انشاء اللہ قائم رہے گا۔''

اس کے بعد حضرت نے طلبہ حدیث کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''شخصیات آتی ہیں اور اٹھ جاتی ہیں، دنیا سے جب انبیاء علیہم السلام اٹھ جاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ بقیہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن حق تعالی نے اس کے لئے اس راستہ کو بھی اختیار فرمایا کہ شخصیات بھی حفاظت کریں اور شخصیات کے لئے تین طبقے پیدا فرمائے، حق تعالی نے تین طبقات پر اس کو مشتمل فرمایا۔

پہلا طبقہ وہ ہے کہ ہر صدی کے آغاز میں اللہ تعالی مجدد دین کو بھیجے گا۔ یہ مجدد دین کا طبقہ وہ ہے کہ جو حاملین دین ہوں گے اور آنے کے بعد منشاء درحقیقت ان کا یہ ہوتا ہے کہ نئی صدی کے اندر نئی انسانی نسل جب آتی ہے تو انسانی شکل کے اندر جدت پسندی ہوتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ہم اپنی تہذیب میں اپنے تمدن میں اپنے کلچر میں، اپنی معاشرت میں اپنے رہن سہن میں ان تمام چیزوں کے اندر دوسروں سے آگے بڑھ جائیں۔ وہ پچھلوں کے طریقے پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، جب ہر چیز میں جدت پیدا ہو رہی ہے، تہذیب وتمدن کے اندر کلچر اور معاشرہ کے اندر تو اس کا ذوق کہیں ادھر نہ آجائے کہ دین کے اندر بھی جدت پسندی کو پیدا کردے۔ اور دین میں جدت پسندی کا پیدا ہو جانا ظاہر ہے کہ دین کا ختم ہو جانا ہے اس لئے اللہ تعالی نے اس خطرہ کے وقت میں مجدد دین کا انتخاب فرمایا، ارشاد فرمایا کہ ''إِنَّ اللّٰـهَ يَبعَثُ عَلَى رأس كُلّ مائة سنة مَنْ يَجَدِدُ لَهَا دِينَهَا.'' حق تعالی اس امت کے لئے ہر سو سال کے بعد مجدد دین بھیجے گا جو اس دین کی تجدید فرمائیں گے۔[1]

یعنی دین کے تجدید کے یہ معنی نہیں کہ وہ کوئی نیا دین پیش کریں گے بلکہ مراد اس کے اندر یہ کہ وہ دین قدیم کو بدلائل جدید دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔

[1] خطبات خطیب الاسلام جلد دوم بعنوان درس بخاری شریف

۲۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو ان مجددین کے فیض یافتہ ہیں جو تلامذہ ہیں جن کو حق تعالی نے مجدد تو نہیں بنایا، لیکن مجددین کا فیض یافتہ ضرور بنایا۔ جن کے بارے میں حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یأخُذُ هذا العلم مِنْ کُلِّ خلفٍ عَدُوْلُهُ یُنْفَوْنَ عَنْه تَحْرِیْف الْغَالِیْنَ و انتهال المبطلین وتأویل الجاهلین."

ان مجددین سے یہ لوگ دین کو حاصل کریں گے اور تین کام ان کے ذمہ ہوں گے۔

ا۔ سب سے پہلا کام وہ یہ کریں گے کہ دین کے اندر غلو کرنے والوں کی زبانوں کو روک کر رکھ دیں گے۔

۲۔ دوسرا کام انتہال مبطلین یعنی باطل پسندوں کی روشوں کو دیکھیں گے تو ان کا راستہ روک کر رکھ دیں گے۔ یعنی باطل پسند مختلف راستے پیدا کریں گے دین سے نکلنے کے، ان سب کو ختم کر دینا ان کا کام ہوگا۔

۳۔ تیسرا کام یہ ہوگا وہ لوگ جن میں جہالت کا غلبہ ہوتا ہے وہ دین کے اندر نئے نئے راستے پیدا کرتے ہیں، اپنی باطل خواہشات کو پورا کرنے کے لئے تاویلیں گھڑتے ہیں، تو یہ لوگ ان خواہشات نفس کو پورا کرنے سے روکیں گے۔ یہ امت کا بڑا محسن طبقہ ہوگا مگر یہ بھی ہمیشہ نہیں رہے گا، اس کے بعد ان کے فیض یافتگان آئیں گے اور یہ فیض کا سلسلہ مسلسل جاری رہے گا۔

ارشاد فرمایا: "لاتزال طائفة من امتی مَنْصُوْرِیْن عَلَی الْحَقِ لایَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَأتی أمْرُ اللّٰهِ"

میری امت میں ہمیشہ حق کے بارے میں اللہ کی مدد یافتہ ایک ایسی جماعت موجود رہے گی کہ جو نہ کسی کی پھبتی کی پرواہ کرے گی اور نہ کسی کی مخالفت کی یہاں تک کہ قیامت کی صورت میں اللہ کا حکم آجائے گا۔ ان کی زندگی کا مقصد دین صحیح شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا" بقول شاعر:

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے حجازی۔

اس کے بعد حضرت نے طلبہ سے فرمایا کہ آپ لوگ محافظ دین نہیں ہیں، محافظ دین خود حق تعالی شانہ ہیں، ارشاد باری ہے ﴿إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون﴾ (سورۃ الحجر: ۹)

بہر حال اگر حق تعالیٰ آپ کو وسیلہ بنالیں تو درحقیقت یہ آپ کی سعادت ہوگی، آج میرا دل چاہتا ہے کہ میں مبارک باددوں ان طلبہ کو جن کو حق تعالی نے فراغت نصیب فرمائی کہ آپ کو حق تعالی نے انہیں لوگوں کے اندر شامل فرمالیا۔ اگر شامل فرمانا مقصد نہ ہوتا تو اس درسگاہ مقدس کے اندر آپ کے قدم نہ پہنچتے یہ اللہ کی طرف آپ پر درحقیقت فضل ہے، اللہ تعالی آپ کو مبارک فرمائے۔‘‘[1]

اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں:

’’یہ طبقہ کبھی قیامت تک ختم ہونے والا نہیں ہے آپ کے اسلاف کی تاریخ گواہی دے رہی ہے اس بات کے پر کہ ہر دور کے اندر آپ نے ان بزرگوں کی ترجمانی کی ہے اور دین کے بارے میں وہی روش اختیار کی ہے۔ (جوان بزرگوں کی تھی) اور نہ توقع ہم آپ سے کرتے ہیں۔

آپ منصور من اللہ بن کر دنیا کے سامنے جائیں گے اور یہاں سے نکلیں گے تو نصرۃ خداوندی آپ کے ساتھ ہوگی انشاء اللہ، لیکن دلوں کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ آپ کے قلب کے اندر اخلاص موجود ہے اللہ کے لئے، تو ظاہر ہے کہ نصرت کہیں جانے والی نہیں ہے اور اگر آدمی کے اندر اخلاص نہیں تو نصرت نہیں ملتی۔‘‘

یہ تھا حضرت کے بخاری شریف کے آخری درس کا خلاصہ، اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے طلبا کی کس قدر ذہن سازی فرمائی اور عمل میدان میں جن اہم باتوں سے سابقہ پڑنے کا امکان ہے ان کی وضاحت فرما کر نشاندہی فرمادی۔

انشاء اللہ یہاں سے نکلنے کے بعد آپ جہاں بھی جائیں گے آپ یقین کیجئے کہ آزمائشوں سے گذرنا پڑے گا جب آپ ان مراحل سے گذر جائیں تو عزتوں کا تاج آپ کے سر پر رکھا ہوا ہوگا، عزتیں آپ کو تلاش کریں گی، آپ کو عزت تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ عزت ہمارے یا آپ کے ہاتھ میں نہیں عزت دینا یہ اللہ کا کام ہے

﴿**ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لايعلمون**﴾(سورة المنافقون:۸)

---

[1] خلاصۂ خطاب خطیب الاسلام، خطبات خطیب الاسلام جلد دوم، ص ۱۳۸ تا ۱۴۲

اجازت حدیث اور حضرت خطیب الاسلام

حضرت خطیب الاسلام کو حدیث کی مختلف کتب جن میں صحاح ستہ، مسانید، معاجم، جوامع وغیرہ شامل ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل اسانید کے ساتھ اجازت حدیث حاصل ہے، اور آپ کی سند عالی ہے۔ اس لئے حضرت جہاں تشریف لیجاتے صاحب علم وفضل حضرات کی یہ خواہش رہتی کہ حضرت نے جن شیوخ سے اجازت حدیث حاصل کی ہمیں بھی حضرت کے توسط سے ان سے نسبت اور اجازت حدیث حاصل ہوجائے۔ یہاں قبل اس کے ان جگہوں یا مقامات کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جہاں پر آپ نے بہت سے علماء کو اجازت حدیث دی، حضرت کی ان اسناد کا تذکرہ کروں جن اسناد سے اور جن محدثین سے آپ کو اجازت حدیث حاصل ہے۔

(۱) آپ کو سب سے پہلے اجازت حدیث حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے حاصل ہے، جس کی سند یہ ہے:

أَجَازنِیُ المحدث الجليل سماحة الشيخ حسين أحمد الفيض آبادی ثم المدنی عن سماحة شيخ الهند محمود حسن الديوبندي عن جدی الكبير حجة الله فی الارض الامام الأكبر مولانا محمد قاسم النانوتوی (مؤسس دارالعلوم ديوبند) یہ سند حضرت عبدالغنی اور شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے توسط سے حضرت شاہ ولی اللہ تک پہنچتی ہے۔

(۲) دوسری اجازت حدیث حضرت خطیب الاسلام کو اپنے والد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی سند سے حاصل ہے، سند یہ ہے آپ کو اجازت حدیث ملی اپنے والد قاری محمد طیب صاحب سے، ان کو حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے ان کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے اور پھر اوپر حضرت شاہ ولی اللہ تک وہی سلسلہ ہے۔

(۳) تیسرا سلسلہ اجازت حدیث کا آپ کے والد سے اجازت پھر ان کو اپنے والد حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند سے انہوں نے حدیث پڑھی اور اجازت حاصل کی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے انہوں نے حضرت شاہ عبدالغنی کے واسطے سے حضرت شاہ ولی اللہ تک وہی سلسلہ ہے۔

(۴) چوتھا سلسلۂ اجازت حدیث خطیب الاسلام کو اپنے والد حضرت مولانا قاری محمد طیب

صاحب سے تمام کتب متداولہ اور مسلسلات کا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے واسطے سے حاصل ہے اور یہ سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ تک پہنچا۔

(۵) پانچواں اجازت حدیث کا سلسلہ آپ کو اپنے والد حکیم الاسلام کے توسط سے شیخ ابومحمد عبد اللہ محدث کا ہے اور ان کی اپنی سند ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہے۔

(۶) چھٹا سلسلہ آپ کو اجازت حدیث کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے حاصل ہے، آپ نے ان سے مدینہ منورہ میں حدیث کی تمام متداولہ کتب حدیث اور اربعین امام نووی کی اوائل حدیث کی اجازت حدیث حاصل ہے اور حضرت شیخ الحدیث کا سلسلہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے توسط سے شیخ عبدالقیوم بڈھانوی تک اور ان سے حضرت شاہ ولی اللہ تک۔

(۷) ساتواں سلسلہ حضرت کو اجازت حدیث جدہ کے ایک بہت بڑے عالم محدث شیخ عبداللہ بن احمد الناخبی سے حاصل ہوئی مگر اس شرط کے ساتھ کہ انہوں نے فرمایا کہ پہلے آپ مجھے حدیث کی اجازت دیں پھر میں آپ کو اجازت پہلے اپنی تمام سندوں سے دوں گا چنانچہ حضرت خطیب الاسلام نے ان کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی پھر انہوں نے حضرت کو اجازت دی۔

ان سات طرق اور سلسلوں سے حضرت خطیب الاسلام کو اجازت حدیث حاصل ہے، اس عاجز کو بھی حضرت نے اپنے اُن تمام سلسلوں سے حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی، اس اجازت حدیث کی سند کی ہو بہو نقل اگلے صفحہ پر دی جا رہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الإجازة المسندة

لسائر الكتب المتداولة وغيرها من الحديث الشريف

عن فضيلة الشيخ محمد سالم القاسمي

الرئيس العام و ستاذ لحديث بدارلعلوم وقف ديوبند (الهند)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد المبعوث الى كافة الورى والمبين للناس ما نزل اليه
بكمال الصدق والامانة وبعد فاقول انا العبد المفتقر الى رحمة الله محمد سالم القاسمي بن سماحة الشيخ محمد طيب بن المحدث العظيم
مولانا محمد احمد بن حجة الله في الارض سماحة الشيخ محمد قاسم النانوتوي المؤسس لاكبر الجامعات في قارة آسيا جامعة دار العلوم ديوبند
غفر الله لهم ولجميع مشايخي ان الاخ في الله محمد أسامة أسعد لقبي نسالونوكيب وفقه الله
الى ما يحبه ويرضاه استجازني لرواية الكتب المتداولة وغيرها من الحديث الشريف فاجزته باسانيدي التالية المحصلة من مشايخي الكرام
باسانيدهم المتصلة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى آله واصحابه اجمعين ان يروي عني الصحاح الستة والمسانيد والمعاجم والجوامع وغيرها
بكل ما تحصلت لي الاجازة بتحريره وسماعها بشرط الضبط والاتقان في الالفاظ والمعاني في الرواية والتثبت في المقاصد والمباني في الدراية واستقامة
العقائد والاعمال على طريقة الصحابة رضي الله عنهم وعلى ما كان عليه ائمة اهل السنة والجماعة اولها اجازني المحدث الجليل سماحة الشيخ حسين احمد
الفيض آبادي ثم المدني عن سماحة شيخ الهند محمود حسن الديوبندي عن جدي الكبير حجة الله في الارض الامام الاكبر مولانا محمد قاسم النانوتوي
(مؤسس دار العلوم) عن المحدث الكبير سماحة الشيخ الشاه عبد الغني المجددي الدهلوي ثم المدني عن المحدث الجليل سماحة الشيخ محمد اسحق الدهلوي عن
سماحة الشيخ عبد العزيز الدهلوي عن الامام الهمام المفيد المحدث العظيم سماحة الشيخ الشاه ولي الله الدهلوي قدس الله اسرارهم باسانيده المتشعبة المتصلة
الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثانيها اجازني والدي الماجد حكيم الاسلام سماحة الشيخ محمد طيب (المدير العام واستاذ الحديث بجامعة دار العلوم ديوبند)
عن الامام المحقق سماحة الشيخ السيد محمد انور شاه الكشميري عن سماحة الاستاذ الاكبر شيخ الهند مولانا محمود حسن الى الشاه ولي الله ثالثها اجازني
والدي الماجد عن والده سماحة شيخ الاسلام محمد احمد الديوبندي عن فقيه الاسلام سماحة الشيخ الاكبر رشيد احمد الكنكوهي عن الشيخ الشاه عبد الغني الدهلوي
الى الشاه ولي الله الدهلوي رابعها اجازني والدي الماجد بجميع كتب الحديث المتداولة وطائفة من الاحاديث المسلسلة القولية والفعلية وغيرها
قراءة وعملا بها كالاولية الحديث المسلسل بالملة والتمر مع الضيافة والمسلسل بالمصافحة عن المحدث الجليل سماحة الشيخ خليل احمد السهارنفوري باسانيده المتطرقة
المتصلة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم عاليها عن سماحة الشيخ عبد القيوم بدهانوي عن سماحة الشيخ محمد اسحق الدهلوي الى الشاه ولي الله الدهلوي خامسها
اجازني والدي الماجد عن الشيخ ابو محمد عبد الله بسنده المتصل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم سادسها اجازني في المدينة المنورة سماحة الشيخ
محمد زكريا الكاندهلوي رئيس هيئة التدريس بجامعة مظاهر علوم سهارنفور المعروف بشيخ الحديث بعد قراءتي عليه اوائل الاحاديث من اربعين
كتب الحديث المتداولة وغيرها عن سماحة الشيخ خليل احمد السهارنفوري عن سماحة الشيخ عبد القيوم بدهانوي الى الشاه ولي الله الدهلوي
باسانيده المتشعبة المتصلة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم سابعها اجازني في البلدة "جدة" المملكة العربية السعودية "صاحب
الفضيلة المحدث الجليل الشيخ عبد الله بن احمد الناخبي استجازني اولا فاجزته ثم اجازني فيما اجاز شيوخه الكرام من حديث وفقه وتفسير
اجازة وخاصة وعامة مع وصيتي التمسك بتقوى الله تعالى وان لا ينساني في دعواته الصالحة وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين ۔

الرئيس العام وأستاذ الحديث
بدارالعلوم وقف ديوبند (الهند)



حضرت نے یہ سند حدیث شہادت حدیث کے ساتھ راقم کو مرحمت فرمائی اور تمام کتب حدیث پڑھانے کی اجازت دی۔

مختلف مقامات پر علماء کو اجازت حدیث

امت نے بالکل ابتدائی زمانے ہی سے حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ کی حفاظت کا اہتمام فرمایا، علمائے اسلام میں یہ طریقہ رائج ہے کہ وہ اپنی سند کو عالی کرنے کے لئے، اور اپنے درمیان اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان واسطوں کو کم کرنے کے لئے ان علماء سے حدیث کی اجازت لیتے ہیں جن کی سند ان کے مقابلے عالی ہے، اور علمائے محدثین بھی علم حدیث کی اشاعت کے لئے اور برکت کے حصول کے لئے اپنی اپنی عالی سندوں سے اجازت دینے کا اہتمام کرتے ہیں۔ آج جو علماء مدارس اسلامیہ میں حدیث کا درس دے رہے ہیں، ان کے اعتبار سے حضرت خطیب الاسلام کی سند حدیث عالی تھی، اور حضرت کو مختلف طرق سے حدیث کی اجازت حاصل تھی اس لئے جہاں بھی حضرت تشریف لے جاتے، تو وہاں کے علماء اور فضلاء اس بات کا اہتمام فرماتے کہ حضرت سے حدیث کی اجازت لے لیں، دنیا بھر میں بہت ساری جگہوں پر اجتماعی وانفرادی طور پر حضرت خطیب الاسلام نے علماء کو حدیث کی اجازت دی۔ ان میں سے چند اہم جگہوں کا ذکر قرین قیاس ہے جہاں حضرت خطیب الاسلام نے لوگوں کو اپنے تمام مبارک سلسلوں سے حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

(۱) جامعہ اشرف المدارس کراچی میں اجازت حدیث

حضرت خطیب الاسلام کا جب پاکستان میں کراچی کا سفر ہوتا تو حضرت ہر سفر میں یہ اہتمام فرماتے کہ وہ خانقاہ اور امدادیہ اشرفیہ (واقع گلشن اقبال، کراچی) تشریف لیجاتے، میزبان خواہ کوئی بھی ہوں، پروگرام کہیں پر بھی ہو، کراچی کے سفر میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ضرور تشریف لیجاتے، لیکن آخری دو سفروں میں کراچی میں قیام کے دوران انہوں نے رہائش کے لئے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا انتخاب فرمایا اور بہت سی مرتبہ ان اسفار میں آپ نے جامعہ اشرف المدارس میں بے شمار فارغین علماء کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی چنانچہ جامعہ اشرف المدارس کے مہتمم جناب حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اپنے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: کئی مرتبہ جامعہ اشرف المدارس کراچی واقع گلستان جوہر تشریف لائے اور اساتذہ کرام اور طلبہ کو خود دستخط فرما کر اجازت

حدیث کی سند عطا فرمائی۔[1]

اس طرح حضرت کے پاکستان کے بے شمار مدارس کے اسفار ہیں، حضرت کو آغاز بخاری شریف کے لئے مختلف مدارس میں دعوت دی جاتی اور حضرت تشریف لیجاتے اور بخاری کا پہلا درس دیتے، اسی طرح ختم بخاری کے لئے بھی بہت سے مدارس اور جامعات سے دعوت نامے آتے، جہاں بحد امکان پہنچ سکتے وہاں تشریف لیجاتے اور ختم بخاری اور آخری حدیث بخاری شریف کی پڑھاتے اور اگر شعبان المعظم میں بیرون ملک کا سفر ہوتا تو وہاں بے شمار جامعات میں حضرت کو بخاری شریف کے ختم کے لئے دعوت دی جاتی اور حضرت آخری حدیث پڑھاتے اسی موقع پر بے شمار علماء واساتذہ اور دیگر فارغین کو اجازت حدیث بھی مرحمت فرماتے، چنانچہ ایک مرتبہ شعبان المعظم میں حضرت کا سفر افریقہ کا ہوا، وہاں مفتی عبدالجلیل صاحب کی دعوت پر ''ڈربن'' کا سفر ہوا، اسی موقع پر دارالعلوم زکریا جوہانس برگ میں ختم بخاری کا حضرت نے درس دیا اور وہاں پر علماء اور فارغین طلباء کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔

سفر زامبیا، ختم بخاری شریف اور اجازت حدیث

حضرت کا ایک سفر ۲۰۱۴ء میں زامبیا کا مولانا بویا د صاحب اور مولانا ایوب صاحب کی دعوت پر ہوا، یہ دونوں حضرات اس سفر میں میزبان تھے، وہاں پر بھی حضرت نے الجامعۃ الاسلامیہ، لوساکا، زامبیا میں ختم بخاری شریف کرائی اور فارغین حضرات کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی (اس سفر کی تفصیلات مجھ سے مخدوم ومکرم جناب حافظ اقبال صاحب جوگیشوری ممبئی، رکن مجلس مشاورت دارالعلوم وقف دیوبند نے بتائیں۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور وقف میں اجازت حدیث

مخدومی ومکرمی حضرت مولانا شاہد صاحب دامت برکاتہم کے نے بتایا کہ:

''۲۰۱۴ء میں حضرت نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور وقف کی دعوت پر سہارنپور کا ماہ شعبان المعظم میں سفر فرمایا، وہاں پر آپ نے بخاری شریف ختم کرائی تمام اساتذہ وذمہ داران اور آس پاس سے آئے ہوئے دیگر بہت سے علماء حضرات اس مجلس میں موجود تھے، حضرت نے آخری حدیث پڑھائی اس کے بعد ان حضرات علماء واساتذہ عظام اور دیگر فارغین طلبہ کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔''

---

[1] تعزیتی مکتوب جامعہ اشرف المدارس کراچی

مدرسہ نور الاسلام میرٹھ میں اجازت حدیث

مدرسہ نور الاسلام میرٹھ میں ہمیشہ حضرت خطیب الاسلام ہی بخاری شریف ختم فرماتے اور حدیث کی اجازت فارغین طلباء دورہ حدیث کو مرحمت فرماتے، اس طرح نہ جانے کتنے حضرات ہیں جن کو حضرت نے اجازت حدیث مرحمت فرمائی اور ان کی سند حضرت کے توسط سے عالی ہوئی۔

حرمین شریفین میں اجازت حدیث

حضرت خطیب الاسلام حرم مکی میں بغرض حج تشریف فرما تھے، جس ہوٹل میں حضرت کا قیام تھا بقول مخدومی ومکرمی حضرت مولانا محمد شاہد صاحب ''بہت سے عرب علماء کو معلوم ہوا کہ ہندوستان کے مؤقر ادارہ دارالعلوم وقف دیوبند کے جلیل القدر محدث وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سالم القاسمی فلاں ہوٹل میں تشریف فرما ہیں، چنانچہ بہت سے عرب علماء ہوٹل میں کئی مرتبہ آئے اور حضرت خطیب الاسلام سے الگ الگ مجلسوں میں انہوں نے آکر حدیث کی اجازت حاصل کی۔

علماء مدینہ منورہ اور حضرت سے اجازت حدیث

دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت کی مشتاقانہ وعاجزانہ حاضری ہوئی، بقول حافظ اقبال صاحب جوگیشوری جو اس سفر میں حضرت کے ساتھ تھے ''حضرت کا قیام حرم کے سامنے والے ہوٹل میں ''غالبا'' ''اراک'' ''یا طیبہ'' میں تھا۔ حضرت کا قیام ہوٹل میں تھا کہ ایک مجلس ہوئی جس میں بہت سے مدینہ منورہ کے عرب علماء بھی شامل تھے، اسی مجلس میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی اور ان کے ساتھ مزید کچھ علماء بھی تشریف لائے تھے، ان سب حضرات نے حضرت سے اجازت حدیث کی درخواست کی، اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجلس میں شریک علماء کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔

مدینہ منورہ میں مقیم ایک شامی عالم ومحدث شیخ محمد محمد العوامۃ کو اجازت حدیث دینا اور اجازت لینا

حضرت خطیب الاسلام نے مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفا وتعظیما) میں اجازت حدیث دینے کے واقعہ کا تذکرہ عاجز سے کیا کہ شیخ محمد محمد العوامۃ نے ہماری مدینہ منورہ میں دعوت فرمائی اس موقع پر میں

نے ان سے درخواست کی کہ وہ مجھے اجازت حدیث مرحمت فرما دیں، انہوں فوراً مجھ سے فرمایا کہ بے شک میں آپ کو اپنی اسانید سے اجازت حدیث دیدوں گا مگر اس شرط پر کہ پہلے آپ اپنے تمام سلاسل سے مجھے اجازت حدیث مرحمت فرمائیں گے، میں نے ان کی شرط قبول کر لی اور پھر پہلے میں نے ان کو حدیث کی اجازت دی، پھر انہوں نے مجھے اپنے سلسلوں سے حدیث کی اجازت دی۔

مفتی الدیار المصریۃ شیخ علی جمعہ[1] کو اجازت حدیث

حضرت خطیب الاسلام کا تقریباً ہر سال ہی مصر کا سفر ہوتا، مخدومی ومکرمی جناب حضرت مولانا شاہد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مجھے بتایا کہ ہمارا مصر میں ایک ہوٹل میں قیام تھا، جامعہ ازہر کے علماء کو معلوم ہوا کہ ہندوستان کے بڑے جلیل القدر محدث اور عالم اسلام کے مشہور ومؤقر ادارہ دارالعلوم وقف دیوبند کے سرپرست مصر تشریف لائے ہیں اور فلاں ہوٹل میں مقیم ہیں، چنانچہ اس دوران بہت سے علمائے ازہر انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی شکل میں بھی حضرت خطیب الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ اپنی سند سے ہمیں اجازت حدیث مرحمت فرما دیں، حضرت نے ان کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے ان حضرات علماء کو اجازت حدیث دی، ان ہی آنے والوں میں مفتی الدیار المصریۃ شیخ علی جمعہ بھی تھے، انہوں نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ مجھے اجازت حدیث مرحمت فرما دیں، حضرت نے بھی ان سے اجازت حدیث کی درخواست فرمائی، غرض دونوں حضرات نے ایک دوسرے کو اجازت حدیث دی، پہلے حضرت خطیب الاسلام نے ان کو اجازت دی پھر انہوں نے اپنی سند سے حضرت کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔

اوپر چند جگہوں کا تذکرہ بطور مثال کر دیا گیا، ورنہ نہ جانے کہاں کہاں اور کن کن محدثین کو حضرت نے حدیث کی اجازت دی اور دنیا بھر کے مشہور محدثین نے حضرت کو بھی اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔

---

[1] شیخ علی جمعہ مصر کے بڑے علماء میں ہیں، اور آج کل مفتی الدیار المصریۃ ہیں، ان کو شیخ نصر فرید واصل کے بعد مفتی الدیار المصریۃ بنایا گیا تھا، شیخ نصر فرید واصل میرے بھائی جان کے بھی استاذ ہیں۔

شیخ علی جمعہ ایک خدا ترس انسان ہیں، اور ازہر کے علمائے متقدمین کی شان ان کے علم اور فضل وکمال سے ظاہر ہوتی ہے، عرب ممالک میں اور مصر میں ان کے بے شمار شاگرد ہیں۔ بہت ساری وقیع کتابوں کے مصنف ہیں، مصر کی مساجد اور مدارس میں ان کی مجلسیں ہوتی رہتی ہیں اور اس وقت مرجع خلائق ہیں، ان کی زندگی کی تفصیلات اور کارناموں کا تعارف انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

اوپر دیے گئے چند حضرات کے نام جنہوں نے حضرت سے اجازت حدیث لینا اپنی زندگی کے لئے سرمایۂ افتخار سمجھا، وہ کوئی معمولی حضرات نہیں بلکہ وہ عالم اسلام کی مشہور ومعروف شخصیات ہیں، اس سے حضرت خطیب الاسلام کی محدثانہ شان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اللہ رب العزت نے حضرت کو کس قدر عالی مرتبہ اور بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ **ذلک فضل یؤتیه من یشاء.**

حضرت خطیب الاسلام اور دارالعلوم وقف دیوبند میں بخاری کا آغاز

۲۰۱۱ء میں یہ عاجز اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتوی کی معیت میں دارالعلوم وقف دیوبند میں حاضر ہوا آخری گھنٹہ میں دارالحدیث میں حضرت کو بخاری شریف کے درس کا آغاز کرنا تھا، چند باتیں اس درس کی میرے ذہن میں تھیں ان کو شامل کتاب کرنا اپنے لئے سعادت تصور کرتا ہوں۔ حضرت نے سب سے پہلے بیان کیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کو کیوں تالیف کیا یعنی سبب تالیف بیان فرمایا کہ مجھ سے اسحٰق بن راھویہؒ نے کہا: کاش تم احادیث کی ایسی کتاب لکھتے جس میں صرف اور صرف صحیح احادیث ہوتیں، اس پر امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا عزم مصمم کرلیا، چنانچہ چھ لاکھ احادیث سے منتخب کرکے سات ہزار سے کچھ زائد احادیث کا مجموعہ سولہ برس کی مدت میں اس طرح تیار کیا ایک ایک حدیث درج کرنے سے قبل غسل فرماتے اور دو رکعت نماز پڑھ کر استخارہ کرتے۔ اپنی اس مؤقر ومقدس کتاب کے تراجم ابواب ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر لکھے، اسی اعتبار سے اللہ نے اس کو غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی۔

دوسری بات حضرت نے امام بخاری کے تعلق سے یہ بیان فرمائی کہ خود امام بخاری سے صحیح بخاری کو نوے ہزار لوگوں نے پڑھا۔

تیسری بات بخاری شریف کا پورا نام اور اس نام کی وضاحت بیان فرمائی۔ حضرت نے فرمایا کہ بخاری شریف کا پورا نام ہے "**الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله صلی الله علیه وسلم وسننه وأیامه**"

الجامع: یعنی تمام ابواب دین سے متعلق احادیث پر مشتمل یہ کتاب جامع ہے۔

المسند: یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی سند اتصال کے ساتھ پہنچتی ہے۔

الصحیح: اس کی احادیث شرائط صحت کی پانچ صفات کی جامع ہیں، وہ پانچ صفات یہ ہیں رواۃ ثقہ ہوں، راوی اور مروی عنہ کا سماع ولقاء آپس میں ثابت ہو، شذوذ سے بھی اس کی احادیث محفوظ ہوں اور علت بھی نہ ہو۔

المختصر: یعنی جتنی حدیثیں حضرت امام کے نزدیک صحت کی شرط پر پوری اترتی ہیں ان سب کو جمع نہیں کیا بلکہ ان ہی احادیث کو جمع کیا جو ترجمۃ الباب کا مقصد متعین کرنے میں معین و مددگار رہوں۔

من امور رسول اللہ الخ: اس کتاب کا مضمون اور موضوع آں حضرت کے امور یعنی افعال و اقوال اور احوال کا مجموعہ ہے۔

چوتھی بات مصنف علام نے اپنی کتاب صحیح بخاری کا آغاز جس حدیث سے فرمایا یعنی ''انما الأعمال بالنیات'' یہ کیف ماتفق نہیں ہے بلکہ امام کا مقصد یہ ہے کہ جو اس کتاب کو پڑھے، سب سے قبل اپنی نیت کی تصحیح کرلے، بدنیتی اور بے نیتی سے کام نہ کرے بلکہ ہر کام کو عبادت کے طور پر کرے اور یہ جب ہی ہوگا جب ہم اور آپ اپنی نیت کی اصلاح اور اس کی تصحیح کرلیں گے، یہاں تک کہ مسلمان کا کھانا، پینا، سونا، جاگنا، گفتگو کرنا، ملنا جلنا، لین دین، رہن سہن ہر چیز عبادت ہے بشرطیکہ نیت صحیح کرلے، اس وقت غالباً حضرت عبداللہ بن عباس کا ایک قول اور معمول بھی سنایا تھا وہ فرماتے ہیں: ''وانی لَأَحتَسِبُ نَوْمَتِیْ کَمَا أَحتَسِبُ قَوْلتی'' کہ میرا سونا بھی عبادت ہوجاتا ہے کہ میں ثواب کی نیت کرلیتا ہوں کہ میرا بدن آرام پائے گا تو عبادت میں نشاط ہوگا اور یہ میرا سوتے ہوئے نیت کرلینا ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نماز میں قیام بنیت ثواب کرتا ہوں، اسی طرح سوتے ہوئے بھی نیت کرلیتا ہوں تو سونا بھی عبادت ہوگیا۔ یہ چند باتیں مجھ کو اس درس کی یاد رہیں اس کے علاوہ بھی حضرت نے بہت سی باتیں آغاز درس میں بطور تمہید بیان فرمائیں۔

مذکورہ بالا چند باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو علم حدیث میں کس قدر درک حاصل تھا، بہر حال یہ چند باتیں سرسری طور پر اس عنوان ''خطیب الاسلام بحیثیت ایک محدث'' کے تحت ذکر کردی گئیں، ورنہ جس نے چالیس سال بخاری شریف کا درس دیا ہو، اس کے کمالات، اس کے تعمق فی الحدیث اور ان کی ذات سے مستفید ہونے والے حضرات اور وہ موتی جو انہوں نے چاردہائیوں تک بکھیرے اور نہیں معلوم کہ آپ نے کن کن عقامات پر یہ گوہر افشانی کی ہوگی، جس کا صحیح ریکارڈ تو ہمارے پاس نہیں صحیح بات تو حضرت کے وہ تلامذہ ہی بتا پائیں گے جنہوں نے حضرت سے کتب احادیث پڑھیں، یہ خود ایک ریسرچ اور تحقیق کا موضوع ہے، اس سلسلے میں مزید اگر کسی کے پاس کچھ ایسی معلومات موجود ہو جو حضرت کے درس حدیث سے متعلق ہوں تو برائے کرم راقم کو یا حجۃ الاسلام اکیڈمی کو وہ معلومات ضرور ارسال کردیں یہ آپ کی طرف سے اہم علمی تعاون ہوگا۔

حضرت خطیب الاسلام بحیثیت شاعر

جس طرح علمی اور دعوتی و دینی ذوق حضرت خطیب الاسلام علیہ الرحمہ کو خاندانی طور سے ورثہ میں ملا تھا اور پھر حضرت خطیب الاسلام نے اپنے اس علمی و دعوتی ذوق کو پروان چڑھانے میں دن و رات ایک کردئے تھے، اسی طرح آپ کو شعر گوئی کا ذوق بھی ورثہ میں ملا تھا، کہ آپ کے پردادا حجۃ الاسلام امام نانوتوی بھی نہایت قادر الکلام شاعر تھے، اور انہوں نے نعتیہ وغزلیہ کلام کہا تھا، اور مختلف موقعوں کی نظمیں کہیں تھی، ان کے بعد حضرت خطیب الاسلام کے والد گرامی حضرت حکیم الاسلام بھی نہایت قادر الکلام شاعر تھے، اورنہوں نے بھی مختلف اصناف سخن اور کئی زبانوں میں شاعری کی تھی، اسی طرح یہ خاص ذوق حضرت خطیب الاسلام میں بھی منتقل ہوا تھا، اور حضرت خطیب الاسلام زمانۂ طالبعلمی ہی سے اشعار کہنے لگے تھے، بلکہ نہ صرف اردو میں طبع آزمائی فرماتے تھے، فارسی میں بھی اشعار کہنے لگے تھے، جیسا کہ خود حضرت خطیب الاسلام نے اپنی بیاض خاص میں اس کی صراحت کی ہے کہ فارسی خانہ میں طالبعلمی کے دوران میں بلاتکلف فارسی کے اشعار کہہ لیتا تھا، حضرت خطیب الاسلام کو جہاں شعر گوئی کا ذوق اپنے والد سے ورثہ میں ملا تھا، وہیں حضرت خطیب الاسلام کی والدہ محترمہ کو بھی شعر گوئی کا اور برجستہ اشعار پڑھنے کا اور اچھے تعمیری اشعار یاد کرنے کا اچھا خاصا ذوق تھا، جیسا کہ اس کی تفصیلات راقم الحروف کو جناب اعظم قاسمی صاحب (علی گڑھ) نے اپنی والدہ کے حوالے سے بتائیں، علاوہ ازیں خود حضرت کی ننیہال والے بھی شعر گوئی کا اچھا ذوق رکھتے تھے، اور ان کے یہاں فی البدیہہ اشعار کہنے کا عام رواج تھا۔ اس لئے بھی حضرت خطیب الاسلام کے اندر شروع ہی سے یہ ذوق نہایت صاف ستھرا تھا، اور حضرت موقعہ بموقعہ اشعار کہتے رہتے تھے، اور اگر حضرت والا شعر گوئی کو ہی اپنا میدان بناتے تو آپ کی یہ پہچان سب سے نمایاں ہوتی، لیکن آپ نے شعر گوئی کو اپنا مستقل میدان نہیں بنایا، بلکہ موقعہ بموقعہ ہی اشعار گوئی کی عادت تھی اور تخلص ندیم قاسمی فرماتے تھے، بیاض میں حضرت کی کہی ہوئی جو نظمیں موجود ہیں، ان میں اکثر اسی نام سے لکھی ہوئی ہیں، جناب ڈاکٹر اعظم قاسمی صاحب مدظلہ العالی نے راقم الحروف کو یہ بات بڑی تفصیل سے بتلائی

کہ ہمارے بھائی میاں میں شعر گوئی کے علاوہ اچھے اور تعمیری اشعار اردو، عربی اور فارسی کے یاد کرنے کا انتہائی اہتمام تھا، جن میں اکثر سنجیدہ اور مزاحیہ اشعار ہوتے تھے، اور جب تمام اہل خانہ جمع ہوتے اور گھر میں محفل ہوتی تو انتہائی سنجیدہ اشعار بھی سناتے اور درمیان میں مزاحیہ اشعار بھی سنا دیتے جس سے محفل گل گلزار ہو جاتی، بیاض لکھنے کا اہتمام بچپن سے تھا، وہ اشعار ان بیاضوں میں لکھے جاتے تھے، اور اس بیاض اور شخصی مذکرات کی بے حد حفاظت کرتے اور اپنے ساتھ سفر وحضر میں رکھتے۔

جناب ڈاکٹر اعظم قاسمی صاحب نے راقم الحروف کو یہ بھی بتایا کہ لکھنؤ کے ایک سفر سے علی گڑھ صبح ہی صبح تشریف لائے، (علیگڑھ میں وہیں قیام ہوتا تھا) چہرہ پر انتہائی افسردگی کے آثار تھے، جو خلاف معمول تھا کہ بھائی میاں بڑے سے بڑے حادثے پر بھی صبر کرتے تھے، اور صبر کرنا اور صبر کی اپنے لوگوں کو تلقین کرنا ان کی طبیعت کا حصہ تھا۔ میں نے معلوم کیا کہ بھائی میاں کیا بات ہے، آپ پریشان لگ رہے ہیں، پہلے تو خاموش رہے، پھر فرمایا کہ آج سفر سے واپسی میں ہمارا بیگ چوری ہو گیا، جس میں میری پرانی بیاض تھی، اور کپڑے تھے، اس بیاض میں ان کی تصریح کے مطابق سو سے زائد نظمیں ان کی کہی ہوئی تھیں، اسی بیاض کے کھو جانے کی وجہ سے طبیعت میں اضمحلال تھا۔ اسی طرح مولانا شکیب قاسمی صاحب نے بھی بتایا کہ انتقال سے چند ماہ قبل میں نے کچھ چیزیں دیکھنے کے لئے ان سے معلوم کر کے وہ بیاض اندر رکھی، ایک دن گذرنے کے بعد تقاضہ کیا کہ وہ بیاض واپس کر دو، میں نے بغرض حفاظت اندر رکھ لیں تھیں، لیکن پھر دوبارہ تقاضہ فرمایا تو میں نے وہ بیاض لے جا کر سرہانے رکھدی کہ پھر اٹھالوں گا۔

جناب اعظم قاسمی صاحب مدظلہ العالی نے حضرت کی طبعی ظرافت کا تذکرہ فرماتے ہوئے اور اشعار یاد کرنے کے سلسلے میں بحر طویل کا خاص طور پر تذکرہ فرمایا، اور ہمیں اس کے کچھ اشعار بھی جو ان کو یاد تھے وہ سنائے اور فرمایا کہ اس بحر طویل کو بھائی میاں بڑے لطف لیکر سنایا کرتے تھے، اور میں نے اس کو جو کچھ یاد کیا ہے وہ انہی سے سنکر یاد کیا ہے، الگ سے یاد کرنے کی کوشش نہیں کی، انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جب سب لوگ جمع ہوتے تو سب بھائی میاں سے باصرار بحر طویل سنا کرتے تھے، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی اپنے تعزیتی خط میں اس بحر طویل کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ نے حضرت مفتی رفیع صاحب اور حضرت مفتی تقی عثمانی کے اصرار پر اپنے ایک پاکستانی سفر کے دوران دارالعلوم کورنگی میں سنائی تھی۔

بحر طویل کا مختصر تعارف

یہ بحر طویل، شاعر بے عدیل، موسوم بخلیل، رحمہ اللہ الجلیل یعنی خلیل لکھنوی کی آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہے، یہ علمی سرمایہ ضائع ہوجاتا اگر حضرت خطیب الاسلام نے اس کو محفوظ نہ فرمایا ہوتا۔

راقم الحروف کو ۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۷ء حضرت کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف ملا (گذشتہ نو دس سال میں راقم الحروف کو حضرت کی خدمت میں حاضری کا بحمد اللہ بہت شرف ملا جب بھی دیوبند حاضر ہوتا حضرت کی خدمت میں ضرور حاضری ہوتی اور نانوتہ سے دیوبند تقریباً مستقل ہی جانا آنا رہتا اور ہمارے حضرت مولانا شاہد صاحب خادم خاص سے بھی اکثر و بیشتر ملاقات ہوتی اور میری خوش نصیبی کہ مخدوم وخادم دونوں ہی مجھ ناچیز پر شفقت فرماتے، اللہ رب العزت حضرت مولانا شاہد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے) حضرت نے راقم الحروف سے واقعہ بیان فرمایا کہ

''ابا جی یعنی حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کو غالباً لکھنؤ کے سفر میں خلیل لکھنوی نے یہ بحر طویل سنائی تو حضرت حکیم الاسلام کو ایک مرتبہ سننے کے بعد یاد ہوگئی، اس کے بعد حکیم الاسلام نے گھر پر آکر اس کو مجھے (خطیب الاسلام کو) سنایا تو دو تین مرتبہ میں میرے بھی یاد ہوگئی پھر کسی موقع پر مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کو حضرت خطیب الاسلام نے سنائی ہوگی تو پاکستان کے سفر میں دار العلوم کراچی میں ناشتے پر مفتی محمد رفیع عثمانی نے باصرار فرمایا کہ حضرت اس کو سپرد قرطاس فرمادیں ورنہ ہم لوگ مستفید نہیں ہوسکیں گے تو میں نے اپنے حافظہ کی بنیاد پر اس کو محفوظ کیا''۔[1]

درج ذیل میں بحر طویل کو نقل کیا جارہا ہے۔

[1] مجلس حضرت خطیب الاسلام ۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۷ء

بحر طویل

از: شاعر بے عدیل، موسوم بخلیل رحمہ اللہ الجلیل

پہلا مصرعہ

اسے کیوں ہم نے دیا دل، جو ہے بے مہری میں کامل، جسے عادت ہے جفا کی، جسے چڑھ ہے مہر وفا کی، جسے آتا نہیں آنا، غم وحسرت کا مٹانا، جو ستم میں ہے یگانہ، جسے کہتا ہے زمانہ، بُتِ بے مہر و دغا باز، جفا پیشہ فسوں ساز، ستم خانہ برانداز، غضب جس کا ہر ایک ناز، نظر فتنہ مژہ تیر، بلا زلف گرہ گیر، جو غم ورنج کا بانی، قلق ودرد کا موجِد، ستم وجور کا استاذ، جو جفا کاری میں ماہر، جو ستم کیش ستم گر، جو جفا پیشہ ہے دلبر، جو تسلّی کو نہ جانے، جو تشفّی کو نہ سمجھے، جو کرے قول نہ پورا، کرے کام ادھورا، یہی دن رات تصور ہے، کہ ناحق اسے چاہا، کہ جو نہ آئے، نہ بلائے نہ کبھی پاس بیٹھائے، نہ کوئی بات بتائے، نہ لگی دل کی بجھائے، نہ غم ورنج گھٹائے، نہ رہ ورسم بڑھائے، جو کہو کچھ تو خفا ہو کہے، شکوے کی ضرورت؟ جو یہ ہی ہے تو نہ چاہو، جو نہ چاہو گے تو کیا ہے؟ نہ نبھاؤ گے تو کیا ہے؟ بہت اتراؤ نہ دل دے کے، یہ کس کام کا دل ہے، غم واندوہ کا مارا، ابھی چاہوں تو میں رکھ دوں، اسے تلووں سے مسل کر، ابھی منھ دیکھتے رہ جاؤ کہ ہیں! ان کو ہوا کیا، کہ انہوں نے میرا دل لے کے، میرے ہاتھ سے کھویا۔

دوسرا مصرعہ

بس اسی دھیان میں ہم تھے، کہ ہوئی پاؤں کی آہٹ، نظر اٹھی تو یہ دیکھا کہ چلا آتا ہے، وہ ماہ مبیں لُعبتِ چیں، زہرہ جبیں، دشمن دین، بانئ کہیں، پردہ نشیں، ساتھ مگر کوئی نہیں، دھک سے ہوا دل، کہ یہ اس وقت کہاں؟ اس سے جو پوچھا کہ بتا خیر تو ہے، کیوں ادھر آیا، تو جواب اس نے دیا، ہنس کے یونہی، تیرا کیا کام ہے، جو پوچھ رہا ہے، تو کوئی قاضی ہے، کہ مفتی ہے؟ تیرا کیا آتا ہے دنیا، جو مجھے ٹوک رہا ہے، یہ کہا بیٹھ گیا داب کے زانو، سوا دھر دیکھ، میرے دل کو ٹٹولا تو وہاں دل کا پتہ کب تھا، جو ملتا اسے ناچار کہا کیوں جی، کوئی اور بھی دل ہے؟ ہمیں خواہش ہے، جلا نیکی، ستا نیکی، کڑھا نیکی، اگر دو تو بڑا کام کرو، تو کہا میں نے، اک دل تھا سو تو لے ہی گیا، دو کہیں ہوتے بھی ہیں دنیا میں، جو تو لینے کو آیا، تو کہا اسنے اجی جاؤ، ذرا جی میں تو شرماؤ، بھلا حکم اٹھایا، کہ میری بات ہی کاٹی کہیں دیتے بھی ہیں، دنیا میں جواب ایسا ٹکا سا، ہٹو بیٹھو بھی، محبت کا بھلا نام ڈبویا۔

تیسرا مصرعہ

کبھی ان کو جو سنایا غم دل، سن کے وہ بولے بڑے جھوٹے ہو کہ توبہ! وہ سناتے ہو کہانی کہ یقیں جس پر نہ آئے، جو ذرا جی کو نہ بھائے، تم چھوڑ دو یہ بات، کہ گھڑھ گھڑھ کے سناتے ہو فسانے، ابھی دس اور سنیں اس کو، تو کیا جی میں کہیں، تم تو بڑے وہ ہو، خدا تم سے بچائے، چلو چنٹو ہمیں نیند آئی ہے، چولھے میں گئیں آپ کی باتیں، مرا دل ہو گیا مضطر، مجھے آنے لگے چکر، نہیں سننے کو ہوا کیا؟ سبھی سنتے ہیں کہانی، مگر ایسا بھی غضب کیا، کہ کہیں سر اور نہ کہیں پیر، وہی ہانک دی جو آ گئی دل میں، نہ سر کم سخی ہے، نہ غم دل شکنی ہے، جو ٹھنی ہے سو ٹھنی ہے، کہیں ان باتوں میں تم کھاؤ گے منھ کی، نہ ملے گا کوئی ثمرہ، سب لوگ کہیں گے یہ وہی ہے، جسے ضبط کا یارا نہیں، خموشی گوارا نہیں، جب جائیگی یہ تشہیر تو ہو جاؤ گے ہلکے، نہ کہے گا کوئی راز اپنا، کہ ایسا ہو کہدے کہ بنی بات بھی بگڑے۔

چوتھا مصرعہ

یہ سنا میں نے تو تلووں سے لگی، سر پہ بجھی، بھٹ سے کہا جہرے بت عیّار، تجھے پیار سے مطلب نہ محبت سے سروکار، الفت سے علاقہ نہ مروّت کا خریدار، تری نظروں میں چمن دشت ہے، گل خار، تجھے اپنی ہی صورت، پہ ہے یہ ناز کہ رکھتا ہی نہیں، پاؤں زمین پر، ارے یہ ہی ہوگا کہ عزازیل کو اللہ نے سجدے کے نہ کرنے پہ کیا موردلعنت، وہ ملک ہو کے بنا مفت میں شیطان، تو تیری او بت کافر نہیں کچھ خاک بھی ہستی، یہ جوانی لئے جو پھرتی ہے اترائی ہوئی، تجھ کو، یہ گزر جائے گی جس طرح دم صبح کا جھونکا، تجھے اس وقت کروں گا میں سلام، او بت کافر کہ کہاں ہے وہ تکبر، وہ تبختر وہ حراست وہ شرارت، وہ غضب ناز وہ انداز وہ شوخی، وہ عشوہ وہ تری قہر ادائیں، وہ تیری زہر جفائیں، وہ قیامت کی نگاہیں، وہ تیرا روپ وہ رنگت وہ تیرا حسن، وہ چھل بل، جو گئے یہ تو نہ آئیں گے، دوبار تو رہے سو جان سے جو یا۔

پانچواں مصرعہ

یہ تماشہ ہے کہ الٹی ہوئی مجھ سے، انہیں الفت، مجھے نفرت، انہیں رغبت مجھے کلفت، وہ مرے عشق میں روتے ہیں، میں ہنستا ہوں ہے، وہ کرتے ہیں شکایت، مجھے ہوتا ہے تکدّر، وہ وفاؤں کے

ہیں طلبگار، میں اس رسم سے بیزار، انہیں چاہ کا ارمان، مجھے ظلم کی خواہش، کہ ستاؤں مجھے جس طرح ستایا ہے، یونہی ان کو جلاؤں مجھے جس طرح جلایا ہے، یونہی ان کو رلاؤں مجھے جس طرح رلایا ہے، یونہی ان کو کڑہاؤں، مجھے جس طرح کڑھایا ہے، جو خوشی چاہیں تو غم دوں، جو سخن چاہیں تو دم دوں، جو کروں وعدۂ فردا تو مہینوں نہ خبر لوں، جو کروں آج کا اقرار تو برسوں میں ہو پورا، تو وہ پورا بھی ہو کیسے کہ میں ملوں، ملکے جلاؤں قلق ورنج بڑھاؤں، جو خوشی چاہے تو غم دوں، جو سخن چاہیں تو دم دوں، جو کہیں کچھ تو خفا ہوں، کہوں رہنے دو فرصت نہیں سننے کی، جو سنوں بھی تو بس اس کان سنوں اس کان اڑا دوں، وہ کہیں بہر خدا رحم کرو، مجھ سے مصیبت نہیں اٹھتی، یہ نیا رنگ زمانہ ہے، کہ میں تم پہ فدا ہوں، کرو تم یاد، وہ گھڑیاں کہ میری چاہ میں تم رہتے تھے گریاں، یہ ستم کیا ہے کہ معشوق سے رہتے ہو کشیدہ وکبیدہ۔

چھٹا مصرعہ

نہیں شک اس میں ذرا بھی، نہیں شک اس میں ذرا بھی، وہ مثل سچ ہے کہ آتا ہے کیا، اپنے ہی آگے انہیں دیکھو کہ جلاتے تھے، رلاتے تھے، ستاتے تھے، کڑہاتے تھے، ستم مجھ پہ وہ ڈھاتے تھے، نیا روز وہ طوفان اٹھاتے تھے، مہینوں صفت شمع گھلاتے تھے، نہ آتے تھے، نہ جاتے تھے، فقط دور سے باتیں ہی بناتے تھے، اب ایسے ہی کہ میں ان کو جلاتا ہوں، ستاتا ہوں، کڑہاتا ہوں، رلاتا ہوں، مہینوں صفتِ شمع گھُلاتا ہوں، ستم ان پہ میں ڈھاتا ہوں، نیا روز میں طوفان اٹھاتا ہوں، نہ آتا ہوں نہ جاتا ہوں فقط دور سے باتیں ہی بناتا ہوں، نہ وفاؤں کی طلب ہے، نہ محبت کی خبر ہے، جو اِدھر حال تھا پہلے، وہی اب حال اُدھر ہے، جو بنا پھرتا تھا قاتل، وہی اب سینہ سپر ہے، یہ عجب رنگ محبت ہے، کہ جو روتا تھا وہ ہنستا ہے، جو ہنستا تھا وہ رویا۔

ساتواں مصرعہ

گزر اپنا جو ہوا کوچہ خوباں میں تو دیکھا کہ بڑی دھوم مچی ہے، نئی اک بزم سجی ہے، مجھے جیسے کہ تعلق ہے محبت ہے، لگاوٹ ہے میں بیٹھ رہا ایک طرف کو، بس اتنے میں نمودار ہوا وہ گل رعنا، جسے خسرو نے کہا تازہ جواں، موئے میاں راحت جاں، جانِ جہاں، روز رخے زلف شبے، لعل لبے یوسف چہرے گل، بلکہ خرامان چمن صید کن وتیز ہش وسروقدے، گل بے زحمت خارے مئے بے رنج خمارے، سخن جملہ مسیح بہ زباں جملہ فصیح، بہ نظر جملہ فنون، آہوئے ضغیم فگن، زلف دوتا ابرو کشادہ پئے

کیں، خلیل آ کے بصد ناز وہ اترے، گل وبلبل ہیں ہوا شور کہ ہاں آیا ہے، وہ جو راحت و رونق ہے چمن کا، یہ گلستاں میں خوشیاں کہ تیم آئے میری رونق کو بڑھائے، میرے پھولوں کو ہنسانے، میرے نزدیک نہیں اس میں ذرا شک، کہ تم ہی جان چمن ہو، جو چمن جسم ہے، اس جسم کی تم ہی میری جاں جان ہو گویا۔

آٹھواں مصرعہ

پئے گل گشت گلستاں جو گئی، ان کی سواری تو، چلی باد بہاری، کھلی پھولوں کی کیاری، کہیں کلیاں ہوئیں ظاہر، کہیں غنچے ہوا پیدا، کہیں سوسن، کہیں شبّو، کہیں جوئی، کہیں لالہ، کہیں بیلا، کہیں نسرین، کہیں نرگس، کہیں لالے ہوئے شاخوں پر نمودار، شاخیں بھی برنگ سر تسلیم جھکیں ہیں، کہ ہے گل نورستۂ خوبی، جسے کہتے تو شایان کہ خورشید نظر ورشک قمر، غیرتِ گلہائے چمن سیم بدن، غنچہ دہن، دیکھ لیں گر اس کی پھبن، پھول ہوں شمع فگن، یہ اسی کیلئے سامان مہیا ہیں، یہ اسی کیلئے اسباب فراہم، کہیں سبزے کا بچھا فرش، کہ سوئے وہ گل تر کہیں پانی سے بھرے حوض کہ پی لے وہ سمن بر، کہیں پٹڑی کی تمنا کہ قدم اس کے میں چوموں، کہیں مہندی کی یہ خواہش کہ مجھے پیس ہی ڈالے، کہیں پھولوں کی یہ حسرت کہ ہمیں توڑ ہی ڈالے، کہیں پانی کی تمنا کہ یہاں آ کے نہالے، کہیں شاخوں کا یہ ارماں کہ ہم ہی سایہ فگن ہوں، کہیں قمری کو لگی دھن، کہ کئے جاتی ہے کُو کُو، کہیں بلبل تلاشی کہ کہاں ہے بتِ گل رو، بتِ گل رو، بتِ گل رو۔

یہ بحرطویل اردو زبان کا ایسا علمی وادبی شہ پارہ ہے کہ اگر حضرت خطیب الاسلامؒ کے پاس محفوظ نہ ہوتا اور حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے سامنے حضرت نے نہ سنایا ہوتا تو یہ بہت بڑا ادبی شہ پارہ اور ایک علم ہم سے دیگر علوم کی طرح جو سینہ بسینہ منتقل ہوتے چلے آرہے تھے کہ ذرا سی لاپرواہی سے ہم محروم ہو جاتے، حضرت مفتی صاحب کی فرمائش پر حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی قوت حافظہ سے لکھ کر چھپوایا اور آنے والی نسلوں کی طرف منتقل فرما دیا۔

بحرطویل کو اس طرح محفوظ کر دینا جہاں سلسلہ امانت علمیہ کو اگلی نسلوں کی طرف منتقل کر دینے کے متعلق حضرت کی غیوریت کو بتا رہا ہے وہیں حضرت کے شعری ذوق، اشعار یاد کرنے کے اہتمام اور سخن وری پر کمال قدرت کا بھی پتا چلتا ہے۔

بہر حال حضرت نے یہ پورا واقعہ راقم الحروف کو سنانے کے بعد حضرت مولانا شاہد صاحب کو حکم فرمایا کہ ''بحر طویل'' کی ایک کاپی مجھے دیدیں اور حضرت نے مولانا شاہد صاحب کو اس الماری کی چابی دی جس میں حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی بیاض اور دیگر خاندانی دستاویزات رکھی ہیں اور اس الماری سے بحر طویل کا ایک نسخہ نکلوا کر مجھے عطا فرمایا، جو راقم کے پاس کتابت شدہ شکل میں موجود ہے۔

حضرت کے اشعار کے نمونے

جذبات الم: بر وفات حسرت آیات رفیقۂ حیات امت الاکرام نور اللہ مرقدھا

مؤرخہ: ۳؍محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۱؍دسمبر ۲۰۰۹ء بوقت ۸؍بجکر ۴۵ منٹ صبح، بروز پیر

یہ اشعار اگر چہ اس سے قبل بھی نقل کیے جا چکے ہیں لیکن ان کی پر تاثیری اور حضرت کے شعری ذوق کی جھلک بتلانے کے لئے ان کو دوبارہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے کہ ان اشعار میں شعری جملہ عناصر موجود ہیں کہ خیالات بھی پاکیزہ ہیں، جذبات اور قلبی کیفیات کی سچی ترجمانی بھی اہلیہ محترمہ سے تعلق کا اظہار اور اس کی ایک طویل زمانے تک معیت اور ان کی وفاؤں کی داستان بھی ہے۔ جس سے پڑھنے والے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنے دلی جذبات کی بڑے ہی خوبصورت اور سادہ الفاظ میں عکاسی کی ہے۔

نہیں معلوم تھا فرقت میں دل پہ کیا گذرتی ہے
تمنا دل میں آنے سے جھجھکتی ہے لرزتی ہے
نہیں تھی آشنائی میری ان آنکھوں کو اشکوں سے
ان آنکھوں کو اگر اب چین ملتی ہے تو اشکوں سے
مرے اشکوں کے سچے موتیوں کا یہ نیا جھومر
سجے گا خوب یہ سجدوں کے عادی تیرے ماتھے پر
عطاء کرتی تھی ٹھنڈک تیری صورت خوش نگاہی کو
تری سیرت تھی درس عاجزی ہر کج کلاہی کو
تمنا تھی کہ برزخ میں تجھے لبیک میں کہتا
جدائی کے کڑے لمحے نہ اس دنیا میں میں سہتا
یہ تیرے واسطے تیری لحد گلزار جنت ہے

ترا مرقد مگر میرے لئے ایوان حسرت ہے
میں تجھ سے تھا مقدم عالم دنیا کی بستی میں
مگر عجلت سے نوحہ تو نے چھیڑا ساز ہستی میں
فدا کاری میں تونے زندگی ساری بتائی ہے
دم آخر وفا کی آخری اک رونمائی ہے
ترے اخلاق کی ہر ہر ادا میں اک تجلی تھی
تکلم سے دل بے چین کو ہر دم تسلی تھی
محبت سے تری دنیا میں منزل آشنا میں تھا
سفینہ تو تھی اسکی اور اسکا ناخدا میں تھا
سفینہ اپنا بحر عشق میں ایسا رہا جاری
تصور بھی نہ تھا چلنے سے یہ ہوجائے گا عاری
یہ بحر عشق اپنا معدن لؤ لؤ و لالہ تھا
کہاں سے لاؤں وہ موتی کہ جن کو تونے چاہا تھا
تو وہ سورج تھی نور آگیں تھی جس سے زندگی اپنی
خبر کیا تھی شب تاریک ہوجائے گی باقی زندگی اپنی
نگاہیں ڈھونڈتی ہیں گمشدہ رخشندگی اپنی
نہ تھا یہ وہم ہوگی زندگی شرمندگی اپنی
وہ تیری ذات تھی جس نے الم نا آشنا رکھا
تری فرقت نے مجھ کو تو کہیں کا بھی نہیں رکھا
تری قرآن خوانی توشئہ عرفان بنتی تھی
صلوۃ و صوم تیری دعوت عرفان بنتی تھی
احادیث نبی پڑھنے کا تجھ کو شوق وافر تھا
درودوں کے بکثرت ذوق پردل تیرا شاکر تھا
مسافر ہوں مگر ایسا کہ منزل ہی نہیں میری
زباں تو ہے مگر وہ ترجماں دل کی نہیں میری

تری شیریں زباں تھی جو سراپا گوش کرتی تھی
مروت سے تو گرد و پیش کو باہوش رکھتی تھی
تھی وابستہ تجھی سے زندگی رخشندگی اپنی
اور اب تو بن گئی ہے زندگی شرمندگی اپنی
تبسم بھی تکلم بھی امین راہ الفت تھے
بالفاظ دگر کہئے یہ معراج محبت تھے
بتوفیق الٰہی صبر پر سر خم نہ ہوجاتا
تو تیرے غم کا طوفاں کشتی ہستی ڈبو جاتا
غموں سے پر ہے اپنی زندگی تیری جدائی سے
خوشی ہے مغفرت کی جو ملی تجھ کو خدائی سے
گئی دربار حق میں تو بہت ہی سرخ رو ہوکر
یہاں ہم بھی ہیں لیکن اشک خوں سے سرخ رو ہوکر
تری رفعت کا اندازہ نہ تھا اپنے گمانوں میں
تصور بھی نہ کہ مسکن ترا ہوگا خیالوں میں
الم زدگی ملی سلمان و سفیاں کی آنکھوں کو
ذرا سن عاصم و عدنان کی ان سرد آہوں کو
یہ کیوں اسماء و عظمی رو رہی ہیں دل گرفتہ سی
مسلّط کیوں ہے ان پر یادِ ایّام گذشتہ کی
یہ آہیں نارسا ہو کر بھی وابسطہ یقیں سے ہے
حیات سرمدی ہے جو بنی ایمان و دیں سے ہے
معیت وہ رہی دنیا میں اپنی جو مثالی تھی
جدائی کے کسی ادنی تصور تک سے خالی تھی
تری خاموشیاں غمّاز ہیں جس کامرانی کی
سنادی وہ خبر ہاتف نے سب کو شادمانی کی

(محمد سالم قاسمی)

نذرا میر علمائے ہند

از محمد سالم قاسمی

مندرجہ ذیل اشعار حضرت نے والد گرامی حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی وفات پر کہے۔[1]

آفتاب دین حق کی ہے ضیائے علم و فن
حق نے بخشا ہے تجھے اسلاف کا ذوق سخن
شاہد عدل ہیں اس پر یہ زمین ویہ زمن
کلمہ طیب سے سرنگوں باطل رہا
زندہ رکھا ذوق حق ملت میں تونے عمر بھر
اس کے پشتیباں کتنے ہی ہیں گنگ و چمن
حق رسا ہے تیرے نغموں کی صدائے دلنشیں
داد کا طالب نہیں ہے تیرا ذوق فکر و فن
کر دیا تیرے معارف نے دلوں کو حق شناس
جن کی پر تاثیری نے گویا کر دیا سب کو مگن
شعر کو صرف حسن معنی ہی سے ملتا ہے دوام
حسن لفظی لاش ہے جس میں نہیں روح سخن
درد دل سے نغمۂ بیتاب بن جاتا ہے شعر
یہ نہ ہو تو شعر رہ جاتا ہے ایک بے جان تن
تھی رفیق زندگی، توفیق حق گوئی تری
تجھ پر قربان تاکہ ہوں دنیا کے تن من اور دھن
رحمت رب سے رہے روشن سدا تربت تری
یہ دعا دیتا ہے تجھ کو سالم مخلص کامن

[1] احیات طیب ج اول ص ۴۴۶ / ۴۴۷

تعمیری اشعار یاد کرنے کا اہتمام

مذکورہ بالا کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خطیب الاسلام کو متعدد اصناف سخن پر قدرت حاصل تھی۔ فن شعر گوئی میں حضرت نے مستقل طبع آزمائی نہیں فرمائی، بلکہ گاہ بگاہ تفنن طبع کے طور پر حضرت اشعار کہتے تھے۔ موقعہ اور مناسبت کے اعتبار سے بھی حضرت خطیب الاسلام اشعار کہتے تھے، جیسا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سفیان صاحب کے پہلی مرتبہ قرآن کریم سنانے پر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

اسی طرح حضرت نے اپنے برادر مکرم جناب مولانا اسلم صاحب قاسمی کے نکاح کے موقعہ پر تہنیتی اشعار کہے جو مندرجہ ذیل ہیں، حضرت مولانا اسلم صاحب کا نکاح مؤرخ اسلام حضرت مولانا محمد میاں صاحب کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔

اسی طرح حضرت نے ایک نظم ۱۹۹۷ء میں حج بیت اللہ سے واپسی پر لکھی تھی، جس کا تذکرہ حضرت کے اسفار حج کے درمیان گذر چکا ہے، اور وہ نظم وہاں نقل کر دی گئی ہے۔

اسی طرح حضرت نے ایک نظم اور بھی کہی، جو حضرت نفیس کے کسی شعر پر تضمین ہے۔ ان اشعار کے نیچے حضرت نے ایک نوٹ لکھا ہے، لکھتے ہیں:

''یہ ترانہ مظلومین خاص طور پر بچوں میں قوت ایمانی اعتماد علی اللہ اور جذبہ حب الوطنی کے ساتھ ہمتوں اور حوصلوں کو بلند رکھنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے، اس لئے یہ ترانہ بچوں کو یاد کرانے کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔''

ترانہ مظلومین کے اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

بحمد اللہ حق کا بول بالا ہونے والا ہے
سیاہی چھٹ رہی ہے اب اجالا ہونے والا ہے
خدا کے گھر کے دشمن سن ندائے غیب آتی ہے
کہ تو برباد اب تو لا محالہ ہونے والا ہے
دیار دل شیطاں کو کوئی جا کر یہ بتلا دے
تہہ و بالا تیرا ایوان بالا ہونے والا ہے

تو کرے ظلم تجھ سے مومنو پر ہوسکے جتنا
ترا اے روسیاہ منھ اور کالا ہونے والا ہے
شہیدوں کا لہو پیتے ہی ذرے بول اٹھتے ہیں
یہ خطہ آج کل میں کشت و لالہ ہونے والا ہے
شہادت پانے والوں مبارک وقت آپہنچا
تمہارے زیب تن خلدی دوشالہ ہونے والا ہے
مجاہد تاڑ کر اپنے مقدر پر کہ توکل کو
شہیدان احد کا ہم پیالہ ہونے والا ہے
مبارک ہو ندائے ھائف غیبی مبارک ہو
کہ تم سے کارنامہ ایک نرالا ہونے والا ہے
دلائل سے جو خالی ہاتھ ہوں وہ کیوں نہ گھبرائیں
کہ منھے ان کا عدالت میں بھی کالا ہونے والا ہے
جو حق پر جم کے اس پر جان تک قربان کرتے ہوں
تو دنیا میں مقام ان کا اعلیٰ ہونے والا ہے
مرا قرآن کہتا ہے مرا ایمان کہتا ہے
ظہور و نصرت باری تعالیٰ ہونے والا ہے

اس کے علاوہ حضرت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ہر موقع اوراس کی مناسبت سے حضرت کو اس قدر اشعار یاد تھے اور تین زبانوں میں یعنی اردو، عربی اور فارسی میں شعراء کے دیوان کے دیوان یاد تھے اور اشعار بھی ایسے برمحل ہوتے کہ جو سنتا حضرت کی عظمت کا قائل ہوئے بغیر نہ رہتا، برمحل اشعار سنانے پر ایک دو واقعے یاد آرہے ہیں ان کا تذکرہ کرتا چلوں۔

’’حضرت خطیب الاسلام اپنے وطن نانوتہ تشریف لائے بہت کچھ واقعات اپنے سفر کے سنائے۔

جب صبح ناشتے کے بعد تشریف لیجانے لگے تو والدہ کو بلایا، کچھ ہدیہ پیسوں کی شکل میں عنایت فرمایا جن کو والدہ محترمہ نے بطور تبرک لیا، اس کے بعد فرمایا بیٹے اجازت اور یہ شعر والدہ کے نام کیا!

گلستاں میں آئے سیر کیا شاد رہے
باغباں جاتے ہیں ہم گلشن ترا آباد رہے

والدہ اور دیگر گھر والوں نے اس پر آمین کہا اور پھر رخصت ہو گئے۔

ابھی تقریباً تین سال قبل کی بات ہے راقم الحروف حضرت کی خدمت میں صبح نو بجے در دولت پر حاضر ہوا، حضرت مطالعہ فرما رہے تھے، دوران گفتگو ''مسلم نو جوانوں'' کا تذکرہ آ گیا، اس پر نے علامہ اقبال کی وہ نظم جس کا عنوان ہے ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' سنائی، اس وقت حضرت نے تکیہ پر ٹیک لگا رکھا تھا اٹھ کر بیٹھ گئے، جیسے کسی نے دل کے تار چھیڑ دئے ہوں، نہیں معلوم کہ کب سے نوجوانانِ اسلام کے تئیں اپنے دل غمگیں میں یہ راز چھپا رکھا تھا، فرمایا: کاش ہماری قوم کے نوجوان اپنے اسلاف کی اقدار و قیم کے ترجمان ہوتے، جب میں نے اشعار سنائے تو آواز بھرا آئی، قریب تھا کہ آنکھوں سے آنسوں ٹپک پڑتے، بقول شاعر:

ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری

اس پر حضرت نے راقم کو اکبرالٰہ آبادی کی ایک نظم سنائی جس کو میں نے بعد میں ''کلیات اکبر'' میں آکر تلاش کیا تو وہ پوری نظم مل گئی میں نے ڈائری میں نوٹ کر کے اس نظم کو لکھ لیا، اقبال اور اکبرالٰہ آبادی کی دونوں نظموں کو مندرجہ ذیل لکھا جا رہا ہے۔

علامہ اقبال کی وہ نظم جو راقم الحروف نے حضرت کو سنائی تھی، اس کا عنوان ہے خطاب بہ جوانانِ اسلام، اس کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

کبھی اے نو جواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں تاجِ سرِ دارا
تمدّن آفریں، خلّاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب، یعنی شتربانوں کا گہوارا
سماں اَلْــــفَــــقْــــرُ فَــــخْــــرِیْ کا رہا شانِ امارت میں

بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دارو جہانبان و جہاں آرا

اقبال کے ان اشعار پر برجستہ حضرت نے مجھے اکبرالہ آبادی کی ایک مشہور نظم کے چند اشعار سنائے جن کو انہوں نے جناب نواب محسن الملک کی حسب فرمائش لکھا تھا۔

مسلمانو بتاؤ تمہیں اپنی خبر کچھ ہے
تمہارے کیا مدارج رہ گئے اس پر نظر کچھ ہے
اگر کچھ ہے تو سوچو دل میں بھی اس کا اثر کچھ ہے
حریفوں کی تعلّی باعثِ سوزِ جگر کچھ ہے
تمہیں معلوم ہی کچھ رہ گئے ہو کیا سے کیا ہو کر
کدھر آ نکلے ہو راہِ ترقی سے جدا ہو کر
کوئی آگے نہ تھا تم سے ترقی کی تگ و دو میں
کوئی دس میں چمکتا تھا تو تم ممتاز تھے سو میں
تمہیں نے فرق بتلایا تھا سب کو گندم و جو میں
تمہیں سے سیکھ کر بنتی تھیں عالمِ مغربی قومیں
شرف پایا تھا تم نے امتیازِ حق و باطل سے
مخالف بھی تمہاری قدردانی کرتی تھی دل سے
تمہاری عزتیں تھیں اوج تھا رتبہ تھا شانیں تھیں
تمہاری بات تھی احکام تھے کہنا تھا آنیں تھیں
تماری ذکر میں سرگرم دنیا کی زبانیں تھیں
تمہیں تم تھے زمانہ میں تمہاری داستانیں تھیں[1]

[1] اکبرالہ آبادی مرحوم کی اس نظم کا عنوان ہے 'نظم قومی' اس کے بقیہ اشعار کلیات اکبر ص ۱۹۹ سے ۲۰۱ تک ملاحظہ فرمائیں۔

یہ مشہور نظم سنانے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غیر معمولی کرب و بے چینی کا اظہار فرمایا۔ امت کی زبوں حالی پر غیر معمولی کرب کا اظہار فرمایا۔امت کی تڑپ اوراس کی زبوں حالی پر بے چین رہنا اہل اللہ اور وارثین انبیاء کی طبیعت اور مزاج بن جاتا ہے، کیونکہ یہ سنت نبوی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی سیرت بیان کرتے ہوئے یہ کہہ کر واضح فرمایا ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أن لا يكونوا مُؤمِنِين﴾ کیونکہ یہ کڑھن اور لگن اور مستقل انسانیت کی فکر میں گھلنا کار رسالت کی ینابیۃ انجام دہی کرنے والوں کو بطور انعام اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

اس کے بعد اس نظم کے بارے میں فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہئے اس کو خود بھی یاد کریں، مائیں بہنیں اپنے گھروں میں بچوں کو لٹا کر سنائیں اور ان کو یاد کروادیں، اہل مدارس مدرسوں میں اپنے طلبہ کو یاد کروائیں اور مکتب چلانے والے اپنے اپنے درجات میں اس نظم کو داخلِ نصاب کریں۔

جو حضرات اس کتاب کو پڑھیں وہ حضرت کی اس وصیت کو دوسروں تک ضرور پہنچائیں، اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ:

”مجھے امید ہے کہ اس سے بڑی ذہن سازی ہوگی اور آج کے حالات میں نسل نو کی اسلامی و دعوتی ذہن سازی کی بڑی شدید ضرورت ہے۔“

حضرت خطیب الاسلام کو جس طرح اردو شعر وشاعری اور سخن دانی وسخن سنجی کا ذوق خاص تھا، اسی طرح فارسی زبان میں شعر وشاعری اوراس کے ادب پر کامل دسترس حاصل تھی اور کبھی کبھی فارسی زبان میں طبع آزمائی بھی فرمالیتے، درجہ ذیل آپ کا ایک قصیدہ اور دیگر چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں، حضرت نے یہ قصیدہ علماء کی کسی مجلس میں خود ہی سنایا تھا۔

مولانا محمد سالم صاحب ابن حضرت مہتمم صاحب نے اپنا فارسی قصیدہ سنایا جو درج ذیل ہے:

بیا اے گوہر تابان ملت
خوشا اے حاصل ارمانِ ملت
بیا اے طوطئ بزم معانی
سرا، تا دل زسینہا ستانی
بیا اے دردمندِ نوع انساں
خوشا اے نازشِ ارباب ایمان

بیا اے نورِ راہِ رہ روا یاں
خوشا اے مرجعٔ ماب نوا یان
بیا اے زبدۂ بحرِ فصاحت
خوشا اے قدوۂ اہل سیاست
بیا اے چارہ گر نباض فطرت
خوشا غوّاص بحرِ علم و حکمت
بیا اے صاحب افکار عالی
خوشا اے واقفِ اسرار عالی

....

بیا انگیز کُن یادِ ہلالی
درو نم رابدہ سوزِ بلالیؓ
نہ پو یم تابہ کے راہِ خیالی
مرا در دیست نے حالی نہ قالی
زفکرِ آتشین سوزِ دروں دہ
بقول شکریں تابِ بروں دہ
زتمثال خودت درس عمل دہ
کلیدِ فتح دلہائے ملل دہ

اسی طرح حضرت کی چند رباعیات فارسی زبان میں بھی ہیں، جن سے حضرت کی قادرالکلامی اور حضرت کی فکری بلندی کا اندازہ ہوتا ہے وہ رباعیات درج ذیل ہیں:

زور ہائے عزائم پردہ واکُن
سن افتادہ را، راہِ نما کُن
ز پرواز بلندت آشنا کُن
نگاہِ مشفقانہ سوئے ما کُن

....

بفرما چیست کردار معظم
چگو نہ ہست افکار مکرم
یمے بودم ولے پایاب گشتم
دُرے بودم ولے نایاب گشتم

....

چناں آیم بسطح آبِ حیواں
چگوں بستم سرِ انساں بہ یزداں
کدائم لغزشے بر گشت دوران
بگوتا کے رَوَمَ افتاں و خیزاں

....

چہ شُدا اے محترم خیرالا مم را
کجایا بیم باب ہمم را
کہ بُرد از دست من عالی علم را
چرا بشکستہ شد دست و قلم را
مرا شغلے بجز تزیئن تن نیست
یقین دارم کہ ابن تقدیر من نیست
مبا ہاتم بماضی، ہیچ فن نیست
بپئے این نعش گویا ہم کفن نیست

بہر حال یہ چند اشعار اور چند رباعیات راقم الحروف نے بطور نمونہ کے پیش کر دیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کو شعری اصناف سخن پر دسترس حاصل تھی، لیکن حضرت خطیب الاسلام نے اپنا میدان عمل دعوت دین، تعلیم وتدریس اور اسلامی تہذیب وتمدن کی آبیاری کو بنایا، اسی طرح خطابت آپ کی زندگی اور نام کا جزء لاینفک بن گیا، اور آپ نے جو کلام میں حضرت مولانا نانوتوی کی فکر کی ویسی ہی ترجمانی فرمائی جیسی وقت کو ضرورت تھی، اور ان کے نقش قدم پر چل کر وارثت نبوی تقسیم فرمانے میں اپنی زندگی کے لمحات گذارے، اور کار رسالت کی انجام دہی کو فرمان خداوندی کے مطابق

مقصد زندگی بنایا، اور دنیا کو یہ بتلایا کہ انسانی زندگی کے فطری دو تقاضے ہیں، ایک بشری اور مادے تقاضے اور دوسرے ایمانی تقاضے، انہی ایمانی تقاضوں کی تشریح وتوضیح میں در در پہنچے، شہر شہر اور قریہ قریہ اسلامی ذہن سازی اور دعوتی فکر کی آبیاری کے لئے مدارس اسلامیہ اور مراکز دین قائم کرنے کی مسلسل سات آٹھ دہائیوں تک محنت فرماتے رہے، جن کی تفصیلات کافی حد تک کتاب میں آپ کے سامنے ہیں۔

خطیب الاسلام اور اپنے اکابرین کے تعارف کے لئے ایک لائحہ عمل

حضرت خطیب الاسلام نے فکر قاسمی اور علوم قاسمی کی ترجمانی کے لئے جس طرح اپنی تقاریر اور تحریروں کو ذریعہ بنایا اسی طرح ایسے ادارے بھی قائم فرمائے جن سے علوم قاسمی اور اکابرین دارالعلوم دیوبند کے فکر کی ترجمانی ہو، چنانچہ حضرت نے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک اہم ادارہ جنوری ۱۹۴۹ء میں ''تاج المعارف دیوبند'' قائم فرمایا جس کا مقصد بقول حضرت خطیب الاسلام:

''احقر ''ناظم ادارہ'' نے سب سے پہلے بنام خدا ''جماعت حقہ دارالعلوم'' کی بیشمار علمی اور اصلاحی تصانیف کے مکمل ''تعارف'' کا ایک عظیم ''پروگرام'' مرتب کیا ہے، جسے ''سرپرست ادارہ'' حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم اور دیگر مفکرین نے پسند فرما کر ضروری قرار دیا ہے''۔

حضرت آگے تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ادارہ ھذا نے ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۰ء میں مندرجہ ذیل چھ کتابیں پیش کیں، جن کو ہند و پاک کے علمی طبقوں نے بنظر قبول دیکھا اور ادارہ کی خدمات کو سراہا۔ کتابوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) فطری حکومت (۲) اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام (۳) کلمات طیبات (۴) کلمہ طیبہ (۵) اصول دعوت اسلام (۶) مسئلہ تقدیر۔

یہ ادارہ ۱۹۵۱ء میں بعض وجوہ کی وجہ سے بند کر دیا گیا اور تین سال بعد دوبارہ جنوری ۱۹۵۴ء سے دوبارہ اس کو کھولا اور ۱۹۵۴ء میں اس ادارہ سے چار کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئیں ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) اسلام اور فرقہ واریت (۲) مشاہیر امت (۳) روایات الطیب (۴) شان رسالت۔ اسی طرح حضرت ہی کی نگرانی میں ۱۹۵۵ء میں چار مطبوعات (۱) فلسفہ نماز (۲) سائنس اور اسلام (۳) شرعی پردہ (۴) داڑھی کی شرعی حیثیت۔ اسی طرح ۱۹۵۶ء میں درج ذیل چار کتابوں

کی اشاعت ہوئی۔ (۱) التشبہ فی الاِ سلام (جلد اول) (۲) التشبہ فی الاسلام (جلد دوم) (۳) سوانح ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (۴) علماء دیو بند کے بہترین مقالات۔

یہ کتابیں اس ادارہ سے چھپیں، بقول حضرت خطیب الاسلام:

''ان خدمات سے ادارہ کی ''صلاحیت کار'' کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے، حالانکہ گذشتہ تین سالوں میں ''تاج المعارف'' کو بہت کافی مالی زیر باری پیش آئی''۔[۱]

مسلمانوں کی آج کی اہم ذمہ داری

حضرت خطیب الاسلام مذکورہ بالا عنوان کے تحت اپنے رسالے ''ایک عظیم تاریخی خدمت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''نقل وحمل اور علم وخبر کے وسیلوں کو زیادہ تر ایسی چیزوں میں استعمال کیا جارہا ہے کہ جنہوں نے پوری دنیا کو امن و عافیت سے محروم کر دیا ہے۔ لیکن آپ کا فرض ہے کہ: ''اسلام'' (جو امن و سلامتی کا پیغامبر اور رشد وہدایت کا نقیب ہے) کا پیغام ان وسیلوں کے ذریعہ ساری دنیا کو پہنچا دیں کہ جس سے ایک مرتبہ نہیں، ہزاروں مرتبہ اور ایک قوم نہیں بلکہ متعدد قومیں ہدایت وعافیت اور امن وسلامتی کی روشنی حاصل کر چکی ہیں''۔

پوری امت کے اسی اسلامی فرض اور علمی طبقات کی اسی مبارک ومقدس آرزو کی تکمیل کے لئے ''ادارہ تاج المعارف دیو بند'' نے ارادہ کیا ہے کہ آج کے بہترین وسائل نشر واشاعت کو اختیار کر کے حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر موجودہ دور تک کے بزرگان دیو بند'' میں سے جملہ مصنفین کی تمام چھوٹی بڑی، علمی، اصلاحی تاریخی، ادبی، سیاسی، تصوفی اور اخلاقی تصانیف کا علیحدہ علیحدہ مکمل تعارف کتابی صورت میں مرتب کر کے شفاء روحانی کا یہ ''مجرب نسخہ'' عالم انسانی کے سامنے پیش کرے، انشاء اللہ''۔

دوسرا اقدام حضرت مزید تحریر فرماتے ہیں:

''ان کتاب کو صاف وسلیس اردو زبان میں مرتب کر کے شائع کیا جائے گا، اور اس کے بعد اس کو عالم اسلامی کے لئے ''عربی زبان'' اور ''یورپ وایشیا'' کے دیگر ممالک کے لئے ''انگریزی

---

[۱] ایک عظیم تاریخی خدمت از خطیب الاسلام ص ۱۱

زبان“ کا جامہ پہنا کر پیش کیا جائے گا۔

تیسرا اہم اقدام یہ ہوگا کہ ”اکابر بزرگان دیوبند“ کی بہترین ومفید ترین کتابوں کے ”عربی“ اور ”انگریزی“ ترجمے شائع کئے جائیں گے، تاکہ ہدایت وبصیرت کے ان علمی خزانوں سے پوری دنیا فائدہ اٹھا سکے۔

چوتھا اقدام ”بزرگان دیوبند“ کی مشکل تصانیف، جو سخت الفاظ اور مشکل عبارتوں کی وجہ سے عام لوگوں کے لئے فائدہ مند نہیں ہوتیں، ان کی آسانی کے پیش نظر اردو میں تشریحات کرا کے ازسرنو شائع کیا جائے گا، جس سے یہ علمی اور خاموش تبلیغ کا دائرہ وسیع اور عالمگیر ہو جائے گا۔“[1]

اس طرح حضرت خطیب الاسلام نے فکر قاسمی کو ملک وبیرون ملک قریہ قریہ بستی بستی جا کر یہ بتایا کہ ”فکر قاسمی مستفاد ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے“ چنانچہ آپ جہاں جاتے بحیثیت دارالعلوم وقف دیوبند کے سرپرست کے علاوہ بحیثیت شارح علوم وفکر قاسمی اور ترجمان فکر دیوبند جاتے۔ پھر حضرت وہاں بیان فرماتے اور اپنے اکابرین دیوبند اور خاص طور پر حضرت حجۃ الاسلام کے علوم کو اور ان کے عظیم الشان علمی، دعوتی، دینی کارناموں کو عوام الناس کے سامنے لاتے۔ جو ایک مرتبہ حضرت کا بیان سن لیتا وہ اس جماعت حقہ کا قائل ہو کر رہ جاتا۔

میری فطرت میں ہے خدمت کا فریضہ شامل
کوئی ڈوبے تو سہارے کو میں تنکا ہو جاؤں

[1] ایک عظیم تاریخی خدمت از خطیب الاسلام۔ ص ۱۹۔۲۰

باب ششم

قال اللہ تعالیٰ:

﴿اَفَمَنْ يَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوْ الْاَلْبَابِ. اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ. وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ. وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوْا الصَّلَاةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَئُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ. جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ. سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

(سورۃ الرعد)

قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

"من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ"

شعر

ہے خدا تجھ سے یہ سالم کی دعاء
کر اسے منظور بحرِ مصطفیٰ
اس پہ ہر دم رحمتِ باری رہے
فیض اس کا تاابد جاری رہے

باب ششم کے مشمولات

- ☆ حضرت کے ساتھ چند یادگار لمحات
- ☆ ایوارڈس
- ☆ سپاس نامے
- ☆ ختامہ مسک
- ☆ آخری سفر کی تیاری

حضرت خطیب الاسلام کے ساتھ چند یادگار لمحات

یوں تو احقر کا قریبی عزیز داری کی وجہ سے حضرت سے بچپن ہی سے تعلق ہے، اور بہت سے یادگار لمحے حضرت کے ساتھ احقر کے گذرے اور ہر خوشی اور غمی کے موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وطن مالوف نانوتہ میں تشریف دیکھا، اسی طرح جب اہل خاندان آموں کے موسم میں دعوت کرتے تو بھی حضرت تشریف لاتے، لیکن گذشتہ سالوں میں حضرت نے ہمارے گھر کو اپنی متعدد بار تشریف آوری سے نوازا، والحمداللہ، اس تقریبا ۳۵ سال کے دوران حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ احقر کے جو یادگار لمحات گذرے ان میں چند ایک کا تذکرہ کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ ان تمام واقعات اور یادوں کا تذکرہ کرنے کے لئے الگ سے مستقل تصنیف کرنے کی ضرورت ہے، اور اگر اللہ نے موقعہ دیا تو پھر کسی وقت ان تمام کو جو میرے پاس لکھے ہوئے محفوظ ہیں الگ سے کتابی شکل میں لکھنے کا اہتمام کروں گا، انشاءاللہ۔

بات بہت پرانی ہے، اس وقت بچپن کا ابتدائی زمانہ تھا، میری والدہ اور نانی مرحومہ ہم بہن بھائیوں کی تربیت اور تعلیم کے لئے ذہن بنانے کے لئے جن حضرات کا بہت تذکرہ کرتیں ان میں سرفہرست نام حضرت خطیب الاسلام، حضرت مولانا عامر صاب انصاری رام پوری، مولانا اسلم قاسمی وغیرہ کا تذکرہ کرتیں، اوران کے علمی ودعوی واقعات سناتیں، اور یہ بھی بتلاتیں ہ ان کے علم کی پتنگ بہت اونچی اڑ رہی ہے، تمہیں بھی اپنے علم کی پتنگ ان سے اونچی اڑانی ہے۔ اس ی لئے ہمارے سامنے جب بھی کسی عالم کا تذرہ ہوتا تو حضرت خطیب الاسلام نوراللہ مرقدہ ہی کا سراپا ذہن میں ابھرتا، اور ہم یہ تصور کرتے کہ عالم تو ایسی ہی شکل اور صورت کے ہوتے ہیں، اس کے بعد ذرا اور شعور بیدار ہوا تو حضرت کو ان سیرت پاک کے جلسوں میں نانوتہ میں دیکھا جو کبھی کبھی ہمارے اہل خاندان دینی جذبے کے تحت کراتے تھے، اوراس کی بہت تیاریاں ہوتی تھیں۔

اس کے بعد احقر کا داخلہ دارالعلوم میں ہوگیا، اس وقت میرے بھائی جان دارالعلوم میں زیر تعلیم تھے، اور ہم حضرت خطیب کی زیارت کرنے کے لئے کبھی کبھی جمعہ کی نماز جامع مسجد دیوبند میں پڑھتے تھے، حضرت اپنے مخصوص انداز میں چھڑی ہاتھ میں لئے تشریف لاتے اور خطبہ دیتے اور پھر

جمعہ کی نماز پڑھاتے، اور اکثر تلاوت مسنونہ فرماتے۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد اگر چہ تعلق اسی طرح تھا، لیکن احقر اپنی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے بہت زیادہ حاضری نہ دے سکا، لیکن والد محترم کے حکم پر اور اپنے قلبی میلان پر غالبات ۲۰۰۸ء میں حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی اور ہر اس کے بعد الحمد للہ کثرت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

مارچ ۲۰۰۹ء کی بات ہے کہ میں اور بھائی جان مولانا محمد اویس صدیقی اپنی سب سے پہلی تصنیف ''تعلیم وتدریس کی اسلامی ذمہ داریاں'' کا ٹائپ شدہ مسودہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اس کتاب کا مسودہ پیش کیا، اور یہ درخواست کی کہ ماموں صاحب! اس پر بطور مقدمہ آپ چند وقیع کلمات تحریر فرما دیں، تو حضرت نے انتہائی خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت کے ساتھ ہم لوگ ممانی جان (حضرت کی اہلیہ) سے ملے اور اس کے بعد حضرت نے ممانی جان سے اس مسودہ کا تذکرہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ ماشاء اللہ پہلی ہی کتاب ہے اور اس قدر اہم موضوع کا انتخاب جس کی امت کی اصلاح میں شدید ترین ضرورت ہے، کیونکہ اسکولوں اور مدرسوں میں جیسے مدرس ہوں گے، آنے والی نسلیں بھی ویسی ہی ہونگی۔ کتاب کے عناوین کو سرسری دیکھ لینے کے بعد فرمایا کہ ذیلی عناوین اور ترتیب بھی عمدہ ہے، مزید فرمایا کہ ابھی جلدی تو نہیں ہے، میں اس کتاب سے استفادہ کروں گا اور بتوفیق من اللہ چند کلمات بھی تحریر کردوں گا، اور اطلاع بھی کرادوں گا، پھر حسب معمول میری والدہ کے بارے میں معلوم کیا اور میری والدہ کی اولاد کی تربیت کے سلسلے میں نہایت عالی کلمات اہلیہ محترمہ کے سامنے کہے، جس کی انہوں نے بھرپور تائید کی، اور میری امی سے انتہائی درجے کے تعلق کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح اپنے حکیمانہ انداز اور نرم گفتاری کے ساتھ تعلیمی کام کرنے کے لئے حوصلہ افزائی فرمائی، پھر تقریباً ایک ماہ کے بعد حضرت مولانا شاہد صاحب کے ذریعہ اطلاع فرمائی کہ کتاب پر ضروری تحریر میں نے لکھ دی ہے، بھائی جان اس وقت دہلی میں تھے، میں اور بھائی صاحب حاضر خدمت ہوئے، تو وہ تحریر ہمیں عطا فرمائی، وہ تحریر لے کر ہم گھر آئے اور کتاب پر لکھے ہوئے عظیم کلمات کو سب کے سامنے پڑھ کر سنایا، جس سے ہمارے گھر میں عید کا سا سماں بنا رہا، کیونکہ حضرت نے مقدمے کے اخیر میں میرے بھائی جان کا نہایت ہی خوبصورت الفاظ میں تعارف کرایا تھا۔ وہ کلمات عالیہ نہ صرف یہ کہ کتاب کا جامع تعارف ہیں بلکہ مؤلف اور قائین کو اسلام کے لئے مسلسل جدوجہد کا جذبہ عطا کرتے ہیں۔

حضرت کی خدمت میں حاضری اور خاندانی شجرہ مرتب کرنے کا حکم

۲۰۱۰ء میں حضرت کی خدمت میں حاضری ہوئی، مخدوم ومکرم حضرت مولانا شاہد صاحب بھی تشریف فرما تھے، حضرت نے خاندانی سلسلہ اور مرتب شجرہ خاندان حضرت مولانا مفتی محمود صدیقی نانوتوی کا بھی ذکر فرمایا کہ ابّا جی (حضرت حکیم الاسلام) نے حضرت مفتی صاحب سے ایک مرتبہ فرمایا کہ خاندانی صدیقی کا شجرہ مرتب ہو جانا چاہئے، اس پر حضرت مفتی محمود صاحب نے خاندان صدیقی نانوتہ کا شجرہ اب سے تقریباً ساٹھ سال قبل مرتب فرمایا تھا، جس میں اس وقت تک موجود افراد کے نام اس میں درج تھے، حضرت مفتی صاحب کا بڑا کارنامہ ہے، لیکن ہمارے خاندانی شجرہ کو دوبارہ مرتب کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام میں تمہارے سپرد کرتا ہوں، مجھے ایک لمحہ تو یقین سا نہیں آیا، کیونکہ یہ ایک بڑی ذمہ داری تھی جو مجھ جیسے کم علم شخص کو سونپی گئی تھی مگر چونکہ حضرت کا حکم تھا اس لئے اس حکم پر سر تسلیم خم کئے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا، میں نے حضرت سے درخواست کی کہ حضرت دعاء فرمایئے مجھ جیسے نااہل کو اس ذمہ داری کو پورا کرنے کا اہل بنادے، حضرت نے دعائیں دیں اور فرمایا کہ کام کرو انشاء اللہ اہلیت بھی پیدا ہو جائے گی، چنانچہ میں نانوتہ آیا اور حضرت نوراللہ مرقدہ کے اس حکم کا تذکرہ اپنے والد محترم اور بھائی جان سے کیا کہ حضرت خطیب الاسلام نے مجھ کو ''خاندانی شجرہ مرتب کرنے کی ذمہ داری دی ہے، ان دونوں نے بھی میری حوصلہ افزائی کی۔ کام چونکہ تحقیق طلب تھا اس لئے اتنا آسان بھی نہ تھا، ان ایام میں کچھ لوگوں کی طرف سے اس قدر پریشان کن حالات پیدا کئے گئے تھے کہ ذہنی طور پر یکسوئی نہ ہوسکی، مگر اس ذمہ داری کا احساس برابر رہا۔

تقریباً دو ماہ تک طرح طرح کی ذہنی الجھنوں کا شکار رہا، چنانچہ ۲۷ دسمبر ۲۰۱۰ء میں باقاعدہ دو رکعت صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اس تحقیقی کام کا آغاز کیا۔ اس شجرہ کے صفحہ ۹ پر راقم نے لکھا ہے: ''اس ناچیز کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا فضل خاص، بزرگوں کی خصوصی توجہات، والدین کی دعائیں اور میرے مشفق ومربی سیدی وسندی سید العلماء واستاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ کی شفقت اور خصوصی نظر رہی کہ جس کی وجہ سے میں یہ جسارت کرسکا کہ اپنے بزرگان دین کے قائم کردہ خاندانی نسب نامہ کی ترتیب کو آگے بڑھاؤں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس کی اہلیت تو نہیں رکھتا مگر میرے مربی وشیخ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے حکم، والد محترم کی قلبی خواہش اور

خاندان والوں کے اصرار پر یہ جرأت کر سکا کہ اس خاندانی سلسلہ کو مزید آگے بڑھا سکوں۔ چنانچہ تین سال کی مسلسل محنت کے بعد یہ تحقیقی کام حضرت کی دعاؤں کی برکت سے مکمل ہوا۔

جس وقت تین سال کے بعد اس شجرہ کو مکمل کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت ٹیک لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور یہ جملہ ارشاد فرمایا:

''ہر زمانی تبدیلی میں کوئی ایک ہی باکمال اس آبائی عظمت کی برقراری کا وسیلہ بن کر خانوادے کی عظمتوں کو انمٹ بنا دیتا ہے۔''

مزید برآں اس ''شجرہ'' کے مقدمہ میں حضرت دامت برکاتہم کی طرف سے جو کلمات عالیہ اس ناچیز کے لئے تحریر کئے گئے وہ میری زندگی کا اہم ترین سرمایہ ہے، حضرت مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''موجودہ وقت میں اس اہم ترین ضرورت کا احساس اللہ تعالیٰ نے عزیز مکرم مولانا محمد اسامہ صدیقی نانوتوی سلمہ اللہ کو عطا فرمایا کہ انہوں نے غیر معمولی جدوجہد سے مختلف ملکوں اور مقامات میں بسنے والے صدیقیان نانوتہ کا بحد امکان تجسس کر کے بڑی حد تک مکمل شجرہ مدون کر دیا ہے۔ یہ شجرہ ان صدیقیان نانوتہ کے لئے غیر معمولی رہبر نسب ہوگا کہ جو ملک کے اندر دور دراز شہروں میں قیام پذیر ہیں، یا دیگر مما لک میں منتقل ہو گئے ہیں، یہ شجرہ ان کی نسبی عظمت کے لئے ایسا دستاویزی ثبوت ہوگا کہ نسلاً بعد نسلٍ ان کے لئے نہایت مفید و کارآمد ثابت ہوگا، اور وہ اس میں ان افراد کے ناموں کا اضافہ کر لیں گے کہ جو مرتب کے علم میں نہیں آسکے، حق تعالیٰ مرتب نسب نامہ کو بہتر جزائے خیر عطا فرمائے''۔[1]

حضرت کا مختلف موضوعات پر محاضرات تیار کرنے کا حکم

راقم الحروف کے مستقل برادران وطن میں اسلام کی دعوت کے تعلق سے اسفار ہوتے تو اکثر و بیشتر میں اپنی روداد سفر اور اس میں پیش آنے والے دعوتی واقعات کا تذکرہ حضرت سے کرتا، غالبًا ۲۰۱۰ء ہی کا واقعہ ہے کہ میں نے اپنے ایک ملکی دعوتی سفر کی مکمل روداد حضرت کو سنائی، اس دعوتی کارگزاری کو سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں، اسی مجلس میں میں نے دریافت کیا کہ حضرت! اکثر و بیشتر بہت سے پڑھے لکھے لوگوں میں بولنے کا موقع میسر آتا رہتا ہے اور ہر جگہ حالات

[1] شجرۂ خاندان صدیقی نانوتہ ص ۹

اور مقامات کے اعتبار سے الگ الگ موضوعات پر بولنے کا اتفاق ہوتا ہے، مگر مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ صحیح طرح اس موضوع کو بیان نہیں کر پایا اور اس کا حق ادا نہیں کر پایا، اس پر حضرت نے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ مختلف دینی ودعوتی موضوعات پر محاضرات تیار کرلو، انشاء اللہ احساس شرمندگی ختم ہو جائے گا۔ اس کے لئے اول وہلہ میں کم از کم ۳۰ محاضرات تیار کرلیں، جن میں ہر محاضرہ کم از کم ایک گھنٹہ کا ہونا چاہئے۔

چھوٹے چھوٹے رسائل تیار کرنے کا حکم

اس عاجز نے دوران قیام علی گڑھ ایک کتاب "قرآن کریم میں انسانی اقدار وقیم" کے عنوان پر تالیف کی، میں اس کے مسودہ کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے مجھے گجک اور حیدرآبادی بسکٹ کھلائے پھر میں نے حضرت کے ساتھ چائے نوش کی، حضرت نے فرمایا کہ جلدی تو نہیں، "یعنی فوری تو نہیں لکھنا" حضرت ان حضرات سے جو اپنی تصنیفات تقریظ یا مقدمہ لکھوانے کے لئے آتے ان سے معلوم کر لیتے کہ کتاب چھپنے میں جلدی تو نہیں، اگر کسی کو بہت جلد کتاب چھاپنے کا تقاضہ ہوتا تو فوری تحریر لکھ دیتے ورنہ کم از کم پندرہ یا بیس روز کا وعدہ فرماتے اور اسی مدت میں اس کتاب پر جو لکھنا ہوتا لکھ کر عنایت فرمادیتے۔

بہرحال میں نے عرض کیا کہ ابھی کوئی جلدی نہیں آپ حسب سہولت تحریر فرمادیں، میں یہ مسودہ دے کر نانوتہ آ گیا۔ پندرہ دن بعد حضرت نے خود ہی مطلع فرمادیا کہ اس کتاب پر آپ کی فرمائش پر لکھدیا ہے۔ حضرت کی انتہائی درجہ کی خردنوازی کی بات ہے کہ مجھ جیسا نااہل بے بضاعت اور کم علم شخص تک کا اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود خیال فرماتے۔

بہرحال اس مقدمے کو لینے کے لئے میں اور برادر مکرم مولانا محمد اویس صدیقی نانوتوی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے حضرت مولانا شاہد صاحب کو فرمایا کہ وہ مقدمہ کہاں ہے، مولانا نے وہ مقدمہ حضرت کو دیا، جو آپ نے مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب کئی جلدوں میں اگر چھپ جائے یا چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں چھپ جائے تو بہتر ہوگا۔ اس پر مزید ایک بات ارشاد فرمائی: "مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسائل تیار کئے جائیں، بڑی اور ضخیم کتابوں کے مقابلے میں ان کی آج کے دور میں معنویت زیادہ ہوگی"۔

رائپور معمولاً حاضری کا راقم سے تذکرہ

۲۰۱۲ء غالبًا اکتوبر کا مہینہ تھا راقم الحروف نانوتہ سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ارادہ یہ تھا کہ حضرت کے پاس جاؤں گا اور حضرت کو چھوٹا سا ہدیہ دوں گا، ہدیہ کیا بس ایک جگہ سے اچھا اور اصلی شہد منگوایا تھا، آج کل اصلی شہد نایاب سا ہوگیا، حدیث میں قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی گئی کہ دنیا سے جو سب سے پہلی نعمت قیامت کے قریب اٹھے گی وہ نعمت شہد ہوگی، بہر حال میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے شہد کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو کھولو یہ میرے وطن کا ہدیہ ہے، پھر حضرت نے ایک چمچہ اس میں سے تناول فرمایا۔ اسی دوران راقم نے حضرت سے حضرت کے سلسلۂ تصوف کے بارے میں معلوم کیا اور شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت کے اصلاحی تعلق کی تصدیق کی، اس پر حضرت نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ اباجی نے مجھے زمانۂ طالبعلمی ہی میں حضرت رائپوری کی خدمت میں جانے اور ان سے بیعت ہونے کا حکم فرمایا، اس لئے میں حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر بیعت ہوگیا، اور اس کے بعد پھر ہر جمعرات کو میرا معمول یہ تھا کہ میں دیوبند سے سہارنپور اور پھر رائپور حضرت کے پاس جاتا اور اگلے دن واپسی ہوتی، اس معمول پر کئی سال تک بحمد اللہ کاربند رہا۔ اس کے بعد حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا، پہلے اپنے بزرگوں میں ایک عالم کے لئے باقاعدہ یہ لازم تھا کہ وہ فراغت کے بعد کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہے تاکہ علم وعمل کا صحیح امتزاج ہوجائے، شیخ کامل کی صحبت کے بغیر علم سے نہ صرف محروم ہوتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر وہ علم اس کے لئے غیر نافع بن کر وبال جان بن جاتا ہے۔ اسی مجلس میں حضرت نے فرمایا کہ:

> ''ہمارے مدارس اسلامیہ کے اساتذہ کرام سمجھتے ہیں کہ صرف کتب بینی ہی میں محنت کرنا بڑی کامیابی ہے جبکہ ہمارے اسلاف کسی طرح بھی باطن کی اصلاح کے لئے ظاہر کو بنانے میں سے کم محنت نہیں کرتے تھے؟ مگر اب ظاہر کے لئے تو کسی درجے میں محنت کی اور کرائی جاتی ہے مگر باطنی اصلاح کی طرف دھیان باقی نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دور میں علماء تو ہوتے ہیں مگر عمل کی جیسی دولت چاہئے نصیب نہیں ہوتی۔ اب ہمارے مدارس اسلامیہ میں "**یعلّمھم الکتاب**" کے ساتھ تعلق ہے۔ ''یزکیھم''کو اہل مدارس بھول گئے ہیں، جس کا کافی نقصان ہوا۔''[1]

[1] یہ بات حضرت خطیب الاسلام نے اس وقت فرمائی جب ۲۰۱۲ء میں راقم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بہر حال حضرت خطیب الاسلام کا ہر ہفتہ جمعرات میں بحکم والد اپنے شیخ کی خدمت میں جانا لازم تھا اور یہ معمول حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک باقی رہا۔

محاسبہ نفس کی خاص طور پر تلقین

دسمبر ۲۰۱۳ء (تاریخ ذہن میں نہیں) حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے اپنا دست شفقت سر پر رکھا، خیر و عافیت دریافت فرمائی، والدین کے بارے میں معلوم کیا، میں نے حضرت سے طبیعت کے بارے میں معلوم کیا، فرمایا کہ طبیعت تو بالکل ٹھیک ہے، بس کمزوری اور ضعف ہے، حضرت کی خدمت میں جب بھی حاضر ہوا (اور الحمدللہ اکثر و بیشتر حاضری کا موقع ملتا رہا) اور طبیعت معلوم کی کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے تو یہی جملہ فرمایا کہ طبیعت تو ٹھیک ہے، ہاں البتہ کمزوری اور ضعف ہے، یہ جملہ ایسا سچ ثابت ہوا کہ اخیر ایام تک ڈاکٹر اور تمام معالجین یہی کہتے رہے کہ بس بیماری تو کچھ نہیں کمزوری، ضعف اور نقاہت ہے، ورنہ تمام اعضا اپنی اپنی جگہ پر صحیح کام کر رہے ہیں، وفات والے دن بھی راقم الحروف نے دیکھا کہ ہر عضو اپنی جگہ صحیح کام کر رہا ہے، نہ بی پی ہے، نہ ہارٹ متاثر ہے، نہ شوگر ہے اور نہ کوئی ایسا قابل ذکر مرض، بس کمزوری اور ضعف تھا اور وہی کمزوری اور ضعف مرضِ وفات بنا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ بہر حال میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا، حضرت نے محاسبہ نفس کی اس ناچیز کو خاص تاکید فرمائی اور یہ فرمایا کہ: شرحِ صدر اور سعادتِ قلب کے اسباب میں ایک عظیم سبب مستقل انسان کا اپنا محاسبہ نفس کرنا ہے، کیونکہ محاسبہ سے بندۂ مؤمن کو اللہ کی محبت اور اس کی رضا نصیب ہوتی ہے، حضرت خطیب الاسلام نے اس موقعہ پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی سنایا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قبل أن تحَاسَبُوْا وزنوا أعمالكم قَبْلَ أنْ تُوْزَنُوْا. وَتَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الأَكْبَرِ، يَوْمَ تُعْرِضُوْنَ، لا تخفى مِنْكُمْ خَافِيَةَ."

اس سے قبل کہ تمہارا حساب ہو تم اپنا محاسبہ خود کر لو اور قبل اس کے کہ تم کو ناپا تولا جائے تم اپنے آپ کو ناپ تول لو، اور ایک بڑی پیشی کے لے تم اپنے آپ کو (اعمال سے) آراستہ کر لو، اس دن جب تمہاری پیشی ہوگی اور تم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہوگی۔[1]

[1] اس پوری ملاقات کی تفصیلات راقم نے باب چہارم میں ذکر کر دی ہیں۔ بہر حال حضرت اس پر خاص تاکید فرماتے۔

لوگوں کی ایذاءرسانی پر صبر کی تلقین

غالباً جنوری ۲۰۱۴ء (تاریخ متعین طور پر ذہن میں نہیں) حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، مخدوم مکرم حضرت مولانا شاہد صاحب سے ملاقات ہوئی، مولانا غالباً دارالعلوم وقف جانے کے لئے تیار تھے، بہرحال میں حضرت کے پاس بیٹھ گیا طبیعت معلوم کی، والدہ اور والد صاحب کے متعلق سوال فرمایا اور دونوں کی علیحدہ علیحدہ خیریت دریافت کی، میں نے عرض کیا کہ حضرت! لوگ بہت پریشان کرتے ہیں، میں نے بارہا اپنے آپ کو ٹٹولا، ہوسکتا ہے کہ کوئی مجھ سے ایسی غلطی ہوگئی، مگر سوائے حسد کے اور کوئی وجہ بظاہر معلوم نہیں ہوتی، حضرت بہت پریشان کر رکھا ہے۔ حضرت نے پہلے تو بہت ہی خوبصورت کلمات میں تسلی دی اور یہ فرمایا، صبر کرو، لوگوں کی طرف سے بر بنائے حسد تکالیف کا پہنچنا تقرب الی اللہ اور ترقی مدارج کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ مزید انبیا علیہم الاسلام کی سنت بھی ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:

"اِنَّ أَشَدِ الناس بلاء اً اَلأَ نبیاء ثُمَّ اَلاَمْثَلُ فَاْ لاَمْثَلُ."

سب سے زیادہ مصائب اور تکالیف کا شکار حضرات انبیاء علیہم الاسلام ہوئے ہیں پھر درجہ بدرجہ جو ان کے طریقوں کے جس قدر قریب ہوتا ہے وہ اتنا ہی باری تعالیٰ کا مقرب بنتا چلا جاتا ہے، پھر اس کے بعد حضرت نے صبر کی تلقین کے ساتھ درج ذیل آیت تجویز فرمائی کہ اس کا ورد مستقل بغیر کسی تعداد کے چلتے پھرتے جب یاد آئے رکھا جائے، آیت ہے:

﴿رَبِّ اِنِّی لِمَاَ أ نْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ (سورۃ القصص: ۲۴)

میں نے محسوس کیا کہ حضرت کے چہرہ پر میری اس پریشانی کو سن کر افسوس اور غم کی ایک خاص کیفیت طاری تھی، اس کے بعد فرمایا: نہیں معلوم کہ لوگ دین کا چولا اوڑھ کر چرب لسانی کر لیتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں بلکہ ظلم تک کرنے لگتے ہیں، یقین نہیں آتا، بہرحال حضرت نے بڑا اظہار تشویش فرمایا اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ میں دعا کروں گا تم پریشان نہ ہونا۔

پھر ۲۰۱۴ء جنوری میں دوبارہ حاضری ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ انشاء اللہ ظالموں سے نجات مل جائے گی، ہاں البتہ اپنے مقصد اور ہدف پر نگاہ رکھنا، ان مسائل میں الجھ مت جانا، کیونکہ مسائل میں الجھ کر ہدف اور مقصد سے ہٹ جانا یہ نبی کریم ﷺ کی سیرت کے خلاف ہے، پھر اس پر حضرت

حاجی امداد اللہ اور حضرت تھانوی کا یہ واقعہ سنایا کہ: ''جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کام کرنے کا باقاعدہ ارادہ فرمایا تو بالقصد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت اقدس میں ایک خط اور عریضہ بھیجا جس میں یہ لکھا تھا کہ حضرت کچھ کام کرنے کا احقر ارادہ رکھتا ہے، مجھے نصیحت فرما دیجئے تو شیخ نے جواب میں لکھا، قابل مبارکباد ہو کہ اللہ نے دین کا کام کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔ اس راہ کے مسافر کو کبھی کبھی مصائب وتکالیف اور مشقتوں کا سامنا اور مخالفین کی طرف سے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جو مسافر منزل پر نظر رکھ کے آگے نکل گیا تو مطلوب ومقصود کو پہنچ گیا اور جو الجھ کر رہ گیا تو وہ منزل سے ہٹ کر راہ کی گمراہ وادیوں میں بھٹک جاتا ہے۔ تم اپنے ہدف پر نظر رکھنا اور مسائل میں مت الجھنا۔''

اکابر دیوبند کے اظہار عبدیت کا عجیب واقعہ

فروری ۲۰۱۴ء میں حضرت کی خدمت میں جانا ہوا مقصد دراصل اس حاضری کا ایک دعوتی سفر کی اجازت لینی اور دعاء کی درخواست کرنی تھی، میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا، غالباً مولانا شاہد صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے، میں حضرت سے مختلف موضوعات پر سوالات کرتا رہتا، میں نے معلوم کیا کہ حضرت جو لوگ بیمار ہوتے اور وہ بہت ہائے ہُلّا مثلاً ہائے مر گیا ہائے مر گیا، اس طرح کہنا درست ہے کہ نہیں، یہ شان عبدیت کے خلاف تو نہیں؟ اس پر حضرت خطیب الاسلام نے اپنے دادا، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت حاجی صاحب کا ایک واقعہ سنایا۔ اس واقعہ کو حکیم الاسلام کی مجلس میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ حکیم الاسلام کی زبانی نقل کرتا ہوں:

> ''میرے والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عام عادت تھی کہ تھوڑی سی تکلیف پر ہائے ہائے کرتے تھے۔ ہم لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ کوئی بڑی تکلیف ہو تو ٹھیک مثلاً زکام ہو گیا اور ہائے ہائے شروع کر دیتے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی بڑی تکلیف ہو اور بعض بڑی بڑی تکلیف پر بھی ساکت وصامت رہتے تھے مگر عام حالت یہ تھی کہ ہائے ہائے کرتے تھے۔
>
> مجھ سے ایک مرتبہ صبر نہ ہو سکا معمولی زکام تھا اور کچھ حرارت تھی ہم لوگ پیر دبا رہے تھے۔ اور ان کے یہاں ہائے ہائے ہو رہی تھی، ان کا رعب بہت غالب تھا اور ہم لوگ بہت ڈرتے تھے۔ مگر میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ ابّا جی: یہ تو تسلیم ورضا کے خلاف معلوم ہو رہا ہے کہ

ذرا سی تکلیف آئی اور آپ نے بہت زیادہ شور مچا دیا۔ ہنس کر کہنے لگے کہ نالائق ہم کو نصیحت کرنے آئے ہو، بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ میں نے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہے، لیکن تین ایسے بزرگ ہمارے سامنے تھے کہ ان کو صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ ان کی زندگی میرے سامنے ہے۔

حاجی امداداللہ صاحبؒ کا اظہارِ عبدیت

ایک تو حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ ان کے یہاں معمول تھا کہ تھوڑی سی تکلیف آئی تو کڑھنا کراہنا اور ہائے ہائے بہت زیادہ کرتے تھے تو کسی نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بظاہر تسلیم و رضا کے خلاف ہے اور بے صبری کا اظہار ہے۔ تقدیرات الہیہ پر صبر ہونا چاہئے۔ یہ تو خلاف معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے اللہ کے سامنے بہادر بنوں اور باور کراؤں کہ میں بڑا طاقت ور ہوں۔ مجھے آپ جس ابتلاء میں ڈالیں گے اس کو اٹھالوں گا، بلکہ میں اپنے ضعف کا اظہار کرتا ہوں کہ اے اللہ! میں ابتلاء کے قابل نہیں ہوں۔ میرے اندر طاقت ہے ہی نہیں آپ تو مجھے بلا ابتلاء اور آزمائش ہی کے بخش دیں تو میں اپنی فروتنی اور عجز و نیاز پیش کرتا ہوں۔ اور فرمایا کہ اپنی فروتنی اور عجز و نیاز کا اظہار کرنا، ہی عبدیت ہے تو عبدیت یہی ہے کہ آدمی اپنی عجز اور بیچارگی کو ظاہر کرے کہ میرے اندر کوئی طاقت نہیں ہے۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کا اظہارِ عبدیت

اور فرمایا کہ دوسرے بزرگ میرے والد ماجد یعنی حضرت نانوتویؒ ان کو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ بلکہ ان کی زندگی میرے سامنے ہے۔ ان کے یہاں معمول یہ تھا کہ بڑی سے بڑی تکلیف آتی مگر پتہ ہی نہیں دیتے تھے کہ کوئی تکلیف آئی تھی آپ تحمل کرتے تھے۔ مہینوں کے بعد کبھی فرماتے کہ فلاں تکلیف آئی تھی تو معلوم ہوتا کہ بڑی شدید تکلیف تھی ظاہر نہیں کرتے تھے اور فرمایا کہ ہر چہ از دوست می رسد نیکواست، یعنی اللہ کی طرف جو کچھ آئے آدمی صبر و رضا سے کام لے۔ بیماری آئے تو صبر کرے کوئی دوسری مصیبت آئے تو صبر کرے اور فرمایا کہ یہی ہے عبدیت۔ ان کے یہاں اظہار عبدیت کا یہ طریقہ تھا۔ یعنی تسلیم کہ جو کچھ اُدھر سے آئے وہی میرے لیے حکمت ہے تو یہاں ہائے ہائے نہیں تھی بلکہ رضا و تسلیم سے گردن جھکا دیتے تھے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا اظہار عبدیت

اور فرمایا کہ تیسرے مولانا گنگوہیؒ ہیں جو میرے مربی بھی ہیں اور استاذ بھی، وہاں یہ تھا کہ تھوڑی سی تکلیف آتی تو ہائے وائے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ دوا کا اہتمام ہوتا۔ طبیب کو بلاؤ۔ ڈاکٹر کو بلاؤ دوا دو۔ پھر غذا کیا ہوگی۔ پرہیز کیا ہوگا۔ ڈاکٹر آرہے ہیں اطبّاء آرہے ہیں تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بظاہر توکل کے خلاف ہے کہ تھوڑی سی بیماری آئی اور اس کے دفعیہ کے لئے آدمی اتنا اہتمام کرے کہ انتہاء کردے۔ یہ تو توکل کی شان کے خلاف ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بدن سرکاری مشین ہے، اس کے مالک ہم نہیں ہیں، بلکہ مالک حق تعالیٰ شانہٗ ہیں البتہ اس کی حفاظت ہمارے اوپر فرض ہے یہ امانت ہے اس کی حفاظت کرو تا کہ خیانت نہ ثابت ہو۔ بندہ جب بیمار ہو تو طریقہ سنّت یہ ہے کہ علاج کرے تا کہ سرکاری مشین کی حفاظت ہو اور ہمارے ذمّہ حفاظت ہی کرنا فرض ہے اور فرمایا اتباع سنت ہی اصل عبدیت ہے۔ تو عبدیت کے ان کے یہاں یہ معنی تھے پھر والد صاحب فرمانے لگے کہ میں نے ان تین بزرگوں کو دیکھا ہے۔

بعض ہائے ہائے کرتے جیسے حاجی صاحبؒ اور بعض سکوت کرتے جیسے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور بعضے دفعیہ کے لئے تدارک کرتے تا کہ اتباع سنت ظاہر ہو۔ تو ایک جگہ اظہار عجز ہے اور ایک جگہ تفویض ہے اور ایک جگہ مرض کا دفعیہ ہے۔ یہ ساری چیزیں عبدیت ہیں تو فرمایا کہ میں بیماری میں کبھی اپنے پیرومرشد حضرت حاجی صاحبؒ کی اتباع کرتا ہوں۔ تھوڑی بیماری میں ہائے ہائے کرتا ہوں تا کہ میرا عجز ظاہر ہو جائے اور بعض مرتبہ اپنے والد بزرگوار کے نمونہ پر عمل کرتا ہوں کہ بڑی سے بڑی بیماری میں پتہ تک نہیں دیتا تا کہ تفویض واضح ہو جائے۔

اور بعض مرتبہ علاج کے اندر تھوڑا سا غلو کرتا ہوں اور اہتمام کرتا ہوں تا کہ اپنے استاذ حضرت گنگوہیؒ کے اُسوہ پر عمل ہو اس کے بعد ہم کو معلوم ہوا اور بات کھلی کہ یہ ہے قصّہ، بہر حال عبدیت کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک تو ظواہر سنت کا اتباع کرنا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اس کی علت کیا ہے؟ حکم ہے کرنے کا اس لیے کرتے ہیں اور یہی عبدیت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی سر اور علت اور راز معلوم کر کے اس پر چلو اور یہ فقہ باطن ہے یہ بھی اتباعِ سنت ہے اور بعض

دفعہ اظہار عجز ہے یہ بھی اتباع سنّت ہے۔ فرمایا کہ مختلف بزرگوں کے مختلف نمونوں پر مختلف اوقات میں عمل کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرتؒ کو سخت دورہ پڑا۔ سردی کا زمانہ تھا مگر کسی کو اطلاع نہیں دی۔ ہمارا بچپن تھا والدہ مرحومہ کے سامنے جب اس واقعہ کا ذکر آیا تو کہا کہ آپ نے مجھے کیوں نہ اٹھالیا۔ بس بگڑ گئے اور فرمایا کہ یہ تمہارے ساتھ مشغول ہونے کا وقت تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ ہمارا آخری وقت ہے تو ایسے وقت میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا۔ یا تمہاری طرف متوجہ ہوتا۔ میں نے توجّہ الی اللہ کی اور ذکر شروع کردیا کہ شاید یہ وقت اخیر ہو۔

چنانچہ حیدر آباد میں یہی ہوا کہ جب لوگ مایوس ہوگئے اور حالت آخری ہوئی تو بعض لوگوں نے کہا کہ کیا طیّب اور طاہر کو تار دے کر بلالیں فرمایا...... ہرگز نہیں۔ کیا یہ طیب وطاہر میں مشغول ہونے کا وقت ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا وقت ہے۔''[1]

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کے عمل کے رنگ مختلف ہیں۔ لیکن مقصد ایک ہی ہے۔ اکابر اہل اللہ کے عمل کے ڈھنگ الگ ہیں۔ مگر سب سے اخیر میں آکر یہی اتباع سنت اور اتباع شریعت نکلتی ہے۔ ظاہر میں عمل کے نمونے مختلف ہیں۔ واقعی معلوم یہ ہوا کہ جب تک اہل اللہ کا طرز عمل سامنے نہ ہو مختلف اوقات میں کیا ڈھنگ اختیار کرتے تھے بعض اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے اور محض اپنی رائے سے اصل بات کھلتی نہیں نمونہ سامنے آنے سے کھلتی ہے۔

حضرت نانوتوی کی عربی سوانح حیات اور حضرت خطیب الاسلام کا اظہار مسرت

۱۰ جولائی ۲۰۱۱ء کا غالبًا واقعہ ہے کہ میں اور بھائی جان حضرت حجۃ الاسلام کی سوانح کا عربی مسودہ لے کر حاضر خدمت ہوے، میں نے اس کتاب کے متعلق بتایا حضرت بہت خوش ہوئے، بھائی جان نے کتاب کا مسودہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور کتاب کا عنوان دکھایا، عنوان کتاب تھا ''الإمام الکبیر محمد قاسم النانوتوی رحمہ اللہ''

اور حضرت سے اس عنوان کے بارے میں مشورہ کیا، حضرت نے بڑی خوبصورت ایک ترمیم فرما کر اصلاح فرمائی کہ بجائے'' الإمام الکبیر'' کے ''الإمام الأکبر'' اگر کردیں تو جامعیت زیادہ

[1] مجالس حکیم الاسلام

ہوگی، بقول بھائی جان جو مفہوم میں ادا کرنا چاہتا وہ حضرت کی اس ترمیم اور اصلاح سے ادا ہوگیا اس کے بعد حضرت نے فرمایا: ''حضرت حجۃ الاسلام کا جو قرض پوری جماعت دیوبند کے ذمہ تھا اس کی ادائیگی اللہ نے تم سے کرائی ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کو قبولت عامہ وتامہ عطا فرمائے۔ (اس واقعہ کا تذکرہ میں اوپر بھی کر چکا) اس کے بعد حضرت نے اس کتاب پر ایک جامع اور مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا جس میں حضرت نانوتوی کی شخصیت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ان کی ہمہ گیر کوششوں کا مختصر تعارف کرانے کے بعد چیدہ چیدہ اس زمانے کے پرآشوب حالات پر بھی روشنی ڈالی، اور اس حقیقت کا بھی اظہار فرمایا کہ حضرت الامام النانوتوی پر اب تک ڈیڑھ سو سال میں کوئی بھی کتاب عربی زبان میں نہیں لکھی گئی، یہ سعادت من جانب اللہ آپ کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔ اور بڑے ہی عالی کلمات میں مؤلف محترم کی حوصلہ افزائی فرمائی اور مؤلف کو اور مؤلف کے والدین کو ابدی سعادتوں اور کامرانیوں کی دعائیں مرحمت فرمائیں۔

حضرت نانوتوی کی سوانح عمری (عربی) کا نانوتہ میں اجراء اور اجلاس عام سے حضرت کا خطاب

۱۹/اکتوبر ۲۰۱۱ء مطابق ۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ کو حضرت خطیب الاسلام کے ایما پر ہی حضرت حجۃ الاسلام (مولانا قاسم صاحب نانوتوی) کے وطن مالوف میں جامع مسجد نانوتہ کے سامنے بعد نماز مغرب متصلاً ایک عظیم الشان اجلاس اراکین جمعیۃ الامام محمد قاسم النانوتوی نے منعقد کیا، جس میں مشاہیر امت، علماء وصلحاء اتقیاء اور دانشوران قوم نے شرکت فرمائی، اور ہندوستان کے مختلف کونوں سے لوگ اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لائے، پروگرام کی مقبولیت علماء کی شرکت اور عوام الناس کے ایک جم غفیر کی موجودگی کو دیکھ کر اکثر ہماری ہمشیر کہتی ہے کہ ۱۹۸۰ء میں تو دیوبند میں صد سالہ ہوا تھا اور ۱۹/اکتوبر ۲۰۱۱ء کا یہ عظیم الشان اجلاس نانوتہ اور اہالیان نانوتہ کے لئے صد سالہ کی حیثیت رکھتا ہے، ایسا کوئی علمی ودینی اجلاس اس سے قبل حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے وطن مالوف میں منعقد نہیں ہوا تھا، اس عظیم الشان اجلاس کی صدارت بھی حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ نے فرمائی۔

اس عظیم الشان اجلاس میں شرکت فرمانے کے لئے آپ کی معیت میں جانشین خطیب الاسلام حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی، مولانا شاہد صاحب اور مولانا عبداللہ ابن القمر صاحب بھی تشریف

لائے۔ اگر چہ حضرت کی پیرانہ سالی تھی، لیکن وطن مالوف اور خاندان صدیقی میں اس علمی و دعوتی اجلاس اور اس کاوش کو دیکھتے ہوئے طبیعت بہت ہشاش بشاش تھی، کیونکہ حضرت کا مزاج علمی اور دعوتی تھا، اس لئے جہاں بھی علمی و تعلیمی اور دعوتی پیش رفت ہوتی طبیعت میں تازگی آجاتی۔ طبیعت کی اس تازگی کی وجہ سے آواز بھی بالکل صاف تھی۔ احقر نے اخیر کے چند سالوں میں اتنی صاف آواز حضرت کی یا تو اس موقعہ پر دیکھی یا پھر اس وقت طبیعت نہایت تازہ دم تھی، جس روز دارالعلوم وقف دیوبند کے احاطے میں حیات طیب اور عکس احمد نامی کتابوں کے ساتھ ساتھ حجۃ الاسلام اکیڈمی کی دیگر مطبوعات کا اجراءعمل میں آیا تھا۔ حضرت کے استقبال کے لئے ایک جم غفیر نانوتہ بس اسٹینڈ پر تھا اور گاڑی آہستہ آہستہ جلسہ گاہ کی طرف رواں تھی اور ہزاروں فرزندان توحید اس نورانی منظر کا نظارہ کررہے تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے محلے میں جیسے ہی حضرت نے قدم رنجہ فرمایا، چاروں طرف سے نعرۂ تکبیر بلند ہوا، اور حجۃ الاسلام محمد قاسم النانوتوی کے وطن مالوف کی فضائیں زمین سے لے کر آسمان تک غلغلہ توحید سے گونجنے لگیں، اور پھر یہی سماں اس وقت تک جاری رہا جب تک حضرت اسٹیج پر نہیں پہنچے، اسٹیج پر موجود تمام بڑے بڑے علمائے کرام نے حضرت والا کا انتہائی والہانہ استقبال فرمایا۔

والد محترم اور احقر کی طرف حضرت کی محبت آمیز اور شاباش دینے والی نظریں ہمارے جذبوں اور حوصلوں کو اوج ثریا تک پہنچا رہی تھیں اور دل میں یہ جذبات انگڑائیاں لے رہے تھے کہ جس طرح آج حجۃ الاسلام کا وطن مالوف توحید کے غلغلوں سے معمور ہوا ہے، پوری دنیا بھی اسی طرح توحید کے غلغلوں سے معمور ہوجائے اور ہمیں اس کا ذریعہ بنا دے۔ ان ایمانی اور مسرت انگیز کیفیات کا ادراک اسی کو ہوسکتا ہے جس نے اپنی آنکھوں سے اس یادگار تاریخی اجلاس کا نورانی، عرفانی، علمی اور دعوتی منظر اور ماحول دیکھا۔ احقر اپنے لئے ان لمحات کو زندگی کا سرمایہ سمجھتا ہے کہ اس نورانی محفل کی نظامت بھی احقر کو کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، دارالعلوم دیوبند کے استاذ محترم عالی مرتبت شیخ القراء اور استاذ الأساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالرؤف صاحب بلندشہری مدظلہ العالی کی خوبصورت تلاوت سے اجلاس کا افتتاح ہوا، اور پھر چند منٹ کے لئے ہمارے مخلص دوست جناب مولانا قاری ارشاد صاحب استاذ تجوید وقرأت دارالعلوم دیوبند نے بھی انتہائی خوش الحانی کے ساتھ چند آیات تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی، فجزاھم اللہ کل خیر.

تلاوت کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں مختلف لوگوں نے نعتیں پیش کیں، جن میں ایک نہایت مقبول نام جناب قاری احسان محسن صاحب دامت برکاتہم کا بھی ہے۔ جنہوں نے نہ صرف نعت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سامعین کومحظوظ کیا، بلکہ حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خطیب الاسلام کی شان اقدس میں برجستہ اشعار پڑھے۔ دارالعلوم وقف دیوبند کا ترانہ طلبائے دارالعلوم وقف دیوبند نے پڑھا۔ دارالعلوم کے موجودہ مہتمم جناب مولانا ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ[1] نے اظہار خیال فرمایا، اور مؤلف محترم کی اس محنت اور کاوش کو عالی کلمات سے سراہا، اسی طرح دیگر علمائے دین ودانشواران نے بھی خطاب کیا، جن میں حضرت مولانا راشد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم[2] حضرت مولانا جمال الدین صاحب دہلوی[3] مولانا احترام الحسن صاحب کاندھلوی[4] مولانا کامل صاحب رحمتہ اللہ علیہ[5] حضرت مولانا زکریا

[1] حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی کا اصل تعلق بنارس صوبہ یوپی سے ہے، آپ دارالعلوم کے فارغ التحصیل اور جید عالم دین ہیں، ضلع بنارس اور اس کے اطراف میں مفتی صاحب کی بڑی دینی خدمات ہیں، ۲۰۱۰ء میں حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کے انتقال کے بعد آپ کو دارالعلوم دیوبند جیسے ادارے کا مہتمم بنایا گیا، اور اس کے بعد مسلسل ادارے کی مادی ومعنوی ترقی کے لئے سرگرم عمل ہیں، مفتی صاحب حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔

[2] مولانا راشد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم، مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کے سب سے بڑے صاحبزادے اور جید عالم دین ہیں، مظاہر علوم سے فارغ التحصیل ہیں، انتہائی علم دوس انسان ہیں، علمی تحقیق اور جستجو آپ کا خاص ذوق ہے، آپ کے جیسا صاف ستھرا تحقیقی ذوق رکھنے والے اصحاب علم وفضل نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، مولانا مملوک العلی، مولانا مظہر نانوتوی کی حیات وعلمی خدمات پر ان کی مستقل تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں، نادر اور نایاب کتابیں اور تحقیقات پر ان کی لائبریری کاندھلہ میں ہے۔

[3] مولانا جمال الدین صاحب اصل میں بہار کے رہنے والے ہیں، اور مولانا مناظر احسن گیلانی کے بھتیجے ہیں، ایک لمبے زمانے سے جامع مسجد دہلی میں روزانہ قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتے ہیں، صاحب ورع وتقویٰ ہیں، اور آج کل دہلی ہی میں مقیم ہیں۔

[4] مولانا احترام الحسن کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ مولانا الیاس صاحب کاندھلوی کے خاندان سے تعلق رکھنے والی ایک بزرگ شخصیت تھے، اور مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کے داماد تھے اور اچھا علمی ذوق رکھتے تھے، ابھی دو تین سال قبل حضرت کا انتقال ہوگیا، کاندھلہ واطراف میں ان کی اچھی دینی خدمات تھیں۔

[5] آئندہ صفحہ پر

صاحب سنبھلی[۱] استاذ حدیث دارالعلوم ندوہ العلماء، پروفیسر اختر الواسع[۲] جناب عزیز برنی[۳] سابق ایڈیٹر راشٹریہ سہارا وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ اسی دوران حضرت نانوتوی کی عربی سوانح، ''الامام الأکبر محمد قاسم النانوتویؒ'' وجھودہ فی إعلاء کلمۃ اللہ'' کا اجراء حضرت خطیب الاسلام کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔ کتاب کا اجراء ہونے کے بعد حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی جامع اور بصیرت افروز خطاب ہوا اور خطاب اس آیت مبارکہ سے شروع فرمایا:

﴿هو الذی بعث في الاميين رسولاً منهم يتلو عليهم آياته و يزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفی ضلال مبين﴾ (سورۃ الجمعہ: ۲)

خطاب کی ابتداء میں مؤلف کتاب جناب مولانا اویس صدیقی صاحب کی اس علمی کاوش کو سراہا اور نہایت حوصلہ افزاء کلمات ارشاد فرمائے، اور فرمایا کہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ

(حاشیہ۵ صفحہ گذشتہ) مولانا کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے جید عالم دین اور خدا ترس انسان تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں سے تھے، اور ان کے دست گرفتہ تھے، حضرت ہی کے حکم سے آپ نے موضع گڑھی دولت میں ایک مدرسہ قائم فرمایا، ان کی شبانہ روز کوششوں سے مدرسے نے بہت جلد ترقی کی، وہاں اب دورہ تک اچھی تعلیم ہوتی ہے۔ گوجروں کی برادری میں مولانا کی بڑی دینی خدمات ہیں، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

۱ مولانا زکریا صاحب سنبھلی دامت برکاتہم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کامیاب ترین اور مقبول اساتذہ میں سے ہیں، آپ مولانا منظور نعمانی صاحب کے بھتیجے ہیں، میرے والد محترم کے درسی ساتھیوں میں سے ہیں، دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاذ حدیث خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ کے ہزارہا شاگرد پوری دنیا میں موجود ہیں، تقریر وتحریر کا بہت اچھا ذوق ہے۔ مولانا نانوتوی اور خانوادۂ قاسمی سے خاص لگاؤ رکھتے ہیں۔

۲ پروفیسر اختر الواسع صاحب ایک نہایت فعال اور علم دوست انسان ہیں، علم اور تعلیم کے میدان میں آپ کی نمایاں علمی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ علیگڑھ سے تعلق رکھتے ہیں، اور علیگڑھ ہی سے تعلیم حاصل کی ہے، اس کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ایک لمبے عرصے سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں آپ کو پدم شری ایوارڈ سے نوازا گیا ہے، اس وقت آپ جودھپور میں واقع مولانا آزاد یونیورسٹی کے مؤقر وائس چانسلر اور جامعہ ملیہ اسلامیہ شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں پروفیسر ایمریٹس ہیں۔

۳ عزیز برنی صاحب ہندوستان کے مشہور اور صحافی ہیں، پہلے کافی سالوں تک راشٹریہ سہارا اردو اخبار کے مؤقر ایڈیٹر ہے، پھر آپ نے اپنا روزنامہ، عزیز الہند کے نام سے جاری کیا جو تقریبا دو سال مسلسل نکلتا رہا، اور بڑا مقبول ہوا، آپ کا تعلق ضلع اعظم گڑھ سے ہے، اور اردو زبان اور تحریر پر اچھی دسترس ہے، کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

علیہ کی خاندان صدیقی سے عایت درجہ تعلق اور محبت کا یہ عجیب اتفاقی ثبوت ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کی سب سے پہلی اردو سوانح لکھنے کی سعادت اسی خاندان صدیقی کے مرد جلیل، عالم ربانی دارالعلوم کے پہلے صدر المدرسین حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ کو حاصل ہوئی، اور پھر تقریباً ڈیڑھ صدی گذر جانے کے بعد عربی کی ضخیم سوانح بھی اسی خاندان کے ہونہار عالم عزیزم مولوی اویس سلمہ اللہ تعالی کو حاصل ہوئی، یہ ان کے لئے ان کے والد گرامی اور پورے گھرانے کے لئے انتہائی اعزاز کی بات ہے۔ اس کے بعد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ کے عظیم الشان علمی ودعوتی اور ہمہ گیر کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اسلام تین چیزوں کا نام ہے، شریعت، طریقت اور سیاست، حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ ان تین چیزوں سے عبارت تھی، جس کا ثبوت دارالعلوم اور فضلائے دارالعلوم کا فکری، علمی اور عملی اسلوب اور منہج ہے جس میں شریعت بھی ہے، طریقت بھی ہے اور سیاست بھی ہے۔

حضرت خطیب الاسلام نے مزید فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی، عملی، دعوتی اور عرفانی فیض پوری دنیا میں واسطہ اور بلا واسطہ جاری وساری ہے، ایک طرف تو یہ فکری پرواز تھی کہ پوری دنیا کو نور توحید سے روشن کر دیا، اور دوسری طرف زندگی تواضع اور سادگی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھی، کہ صرف تین ہی کپڑوں پر زندگی کا گذر بسر تھا، اور اتباع سنت میں فقر اضطراری نہیں اختیاری تھا۔ حضرت نانوتوی کی رفعت شان کا ذکر کرتے ہوئے ان کے عالی مرتبت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ کا یہ ملفوظ بھی حضرت نے اسی موقعہ پر سنایا کہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے:

''میرے اوپر جو علوم ومعارف کا اس طرح فیضان ہوتا ہے وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے علوم و معارف کا فیضان ہے۔''

اللہ اکبر کیا شان ہے کہ شیخ ومربی نے اپنے دست گرفتہ شخص کے لئے اس قدر عالی کلمات ارشاد فرمائے۔ خطاب کے اخیر میں پھر دوبارہ مؤلف محترم اور ان کے والد گرامی کو دعاؤں سے نوازا اور مبارکباد پیش فرمائی۔

اس پروگرام کی تفصیلی رپورٹ ۱۲؍ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو ملک کے اکثر قومی اردو وھندی اخبارات نے بڑے ہی اہتمام کے ساتھ شائع کی، اور پھر اس پروگرام کا لائیو کوریج ETV اردو، حیدرآباد سے نشر کیا

گیا۔ غالباً ۱۲؍ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو راشٹریہ سہارا کے سابق ایڈیٹر جناب عزیز برنی صاحب نے اپنے اخبار عزیز الھند کے اداریے میں اس پروگرام میں اپنی شرکت اور پروگرام کے تعلق سے اہم باتیں ذکر کیں۔اس کے بعد ملک کے مؤقر جرائد اور رسالوں میں بھی اس عظیم الشان اجلاس کی تفصیلی رپورٹیں شائع ہوئیں، پروگرام کی انتہائی مقبولیت زبان زد خاص وعام تھی جس کی اصل وجہ حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کا فیض اور حضرت خطیب الاسلام کی احقر اور میرے والدین کے لئے مسلسل دعائیں تھیں۔

حضرت خطیب الاسلام کی نانوتہ تشریف آوری اور حضرت نانوتوی کے مکان کی زیارت

حضرت خطیب الاسلام ۲۰۱۲ء میں نانوتہ تشریف لائے۔ والد محترم نے آم کی دعوت کر رکھی تھی، حضرت کو آم بہت مرغوب تھا، ساڑھے دس بجے حضرت نانوتہ تشریف لا چکے تھے، پہلے مختلف اقسام خاص طور پر دیسی آم حضرت نے بڑی رغبت اور اہتمام کے ساتھ تناول فرمائے، فرمایا کہ وطن کے آم کا مزہ ہی الگ ہے۔اس دوران مختلف شاعروں کے اشعار بھی آم کے بارے میں سنائے۔

اس کے بعد حضرت نے الائچی کا ٹھنڈا دودھ نوش فرمایا۔ پھر حضرت کو ان کے آبائی مکان پر جو راقم الحروف کے گھر کے قریب ہی ہے وہاں لے گئے۔حضرت نے اپنے جد امجد کے مکان کی بڑے اشتیاق اور غایت درجہ محبت بلکہ والہانہ عقیدت کے ساتھ زیارت فرمائی، راقم حضرت خطیب الاسلام کے ساتھ ساتھ تھا، حضرت نانوتویؒ کے مکان کی اس حصہ کی بھی زیارت کرائی جو اس مکان میں مردانہ حصہ ہے اور جس میں مردوں کا نظم مکمل طور پر باہر کے باہر ہی رہتا، وہ زینہ بھی دکھایا جو دروازے میں داخل ہوتے ہی اوپر جاتا ہے اور حضرت حجۃ الاسلام جب اوپر ہوادار اٹاری میں تشریف رکھتے تو ملاقات کرنے والے باہر کے باہر ہی دروازے والے زینے سے اوپر جاتے اور ملاقات کر لیتے، وہ چھوٹا سے کنواں بھی دکھایا جس کا پانی اوپر ہوادان اٹاری پر پہنچ جاتا اور اوپر ہی سے پانی کنویں سے نکال لیا جاتا۔ پھر اس کے بعد اندر حرم سرا (زنانہ مکان) کی زیارت کی، الگ الگ مکان کے تمام حصوں کو دیکھا، باورچی خانہ دیکھا، برآمدہ دیکھا، سامنے کا بڑا کمرہ دیکھا، حضرت کے گھر کا حجرہ دیکھا، جس میں حضرت حجۃ الاسلام عبادت وریاضت میں مشغول رہتے، راقم الحروف ہی ان جگہوں

کی زیارت کرارہا تھا، اس کے بعد راقم حضرت کو لے کراس باغیچہ میں گیا جو بڑے کمرہ کے پیچھے تھا اور جس میں حضرت نانوتویؒ اپنے مخصوص اوقات میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ وہاں سے واپس آئے ظہر کی نماز کے بعد، کھانا تناول فرمایا اور یہ فرمایا کہ آم کے زمانہ میں بس کھانا آم ہی ہوتا ہے، والدہ محترمہ نے بیڑی کی روٹی (دال بھری روٹی) بنارکھی تھی۔ ہمارے یہاں اس روٹی کو مخصوص لوازمات کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، ان لوازمات میں اصلی گھی، لہسن مرچ کی چٹنی، سرکے کے پیاز اور آم کو نچوڑ کر اس کا اچار ان کے ساتھ بیڑی کی روٹی کا استعمال کیا جاتا ہے جو ہمارے حضرت کو بہت پسند اور مرغوب تھی۔ یہ واقعہ اگست ۲۰۱۲ء کا ہے۔

بھائی جان سے بر سبیل مزاح فرمایا کہ استاذ الاساتذہ بن گئے

ایک مرتبہ حضرت نانوتہ تشریف لائے، بھائی جان دہلی سے نانوتہ تشریف لائے تھے، والد محترم حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی حضرت کی خدمت میں دیوبند تشریف لے گئے، حضرت نے فرمایا کہ وطن جانے کو طبیعت چاہ رہی ہے، وہیں تاریخ مقرر کی اور حضرت کو نانوتہ آنے کی دعوت دی، حضرت اس مقررہ تاریخ پر نانوتہ تشریف لائے، حضرت نے بھائی جان سے معلوم کیا کہ آج کل کیا کر رہے ہو، بھائی جان نے بتایا کہ ماموں صاحب میں جامعہ میں ٹی ٹی آئی (ٹیچرس ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ) میں پڑھا رہا ہوں۔ وہاں کیا پڑھاتے ہیں؟ بھائی جان نے جواب دیا کہ ماموں صاحب، وہاں اساتذہ کی تدریس کے لئے ٹریننگ ہوتی ہے، حضرت نے بر سبیل مزاح فرمایا: ماشاء اللہ استاذ الاساتذہ بن گئے۔ راقم کی والدہ وہاں پر تشریف فرما تھیں، کہنے لگیں ماموں جان دعا فرما دیجئے اس کے حق میں، اللہ آپ کی زبان مبارک فرما دے۔

حضرت کی ایک خاص بات یہ تھی کہ حضرت ہمیشہ ایسے لوگوں کی ملاقات سے بہت خوش ہوتے تھے جن کا مزاج تعلیمی ہوتا اور علمی گفتگو کرنے والے سے تو حضرت کو خاص انس اور لگاؤ ہو جاتا، میں نے تو ایک خاص بات یہ محسوس کی کہ ایسے حضرات سے حضرت از خود مخاطب ہوتے، تاکہ کوئی مزید علمی بات سامنے آئے جس کا علم اب تک نہیں ہو سکا۔

حضرت کو اپنے معمولات سے باخبر رکھنا اور ہر عمل کی اجازت لینے کا التزام

میں جب بھی حضرت کے پاس جاتا تو کوشش کرتا اپنی اصلاح کی غرض سے اپنے احوال ظاہری

وباطنی کا تذکرہ کروں، چنانچہ میں حضرت کی بتائی ہوئی تسبیحات اور صبح وشام کے معمولات اکثر وبیشتر ذکر کرتا تو حضرت بشرط مداومت ان ہی پر اکتفار کھنے کا حکم فرماتے، اکثر وبیشتر تو ایسا ہی ہوتا مگر جہاں ضرورت محسوس فرماتے وہاں مزید کچھ اور بھی اوراد کا اضافہ فرمادیتے، اور چھوٹے چھوٹے عمومی جملوں کے ذریعہ اصلاح طلب امور کی طرف توجہ دلاتے، شریعت کے احکامات پر استقامت کا حکم فرماتے، اور ہر حال میں اتباع سنت کو ملحوظ خاطر رکھنے کی تاکید فرماتے۔ لعن طعن نہ کرتے اور نہ ہی کسی خلاف ادب بات کو دیکھ کر ٹوکتے تھے، البتہ اس پر بڑے ہی خوبصورت انداز میں نکیر فرماتے اور توجہ دلا تدیتے۔ ابھی حضرت کے وصال سے ڈیڑھ سال قبل کی بات ہے میں حاضر خدمت تھا اور اپنے پڑھنے پڑھانے کے معمولات کا ذکر کررہا تھا، تو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے روزانہ قرآن کریم کی ایک منزل پڑھنے کا ارادہ کیا ہے، آپ سے اجازت چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ مبارک ہو معمول بہت اہم ہے اللہ اس پر استقامت نصیب فرمائے، پھر مجھ سے معلوم کیا کہ کیا اس کو مواظبت سے کرلوگے، میں نے عرض کیا کہ حضرت دعاء فرمادیجئے کہ اس معمول پر مستقیم ہوجاؤں، حضرت نے دعائیں دیں، ایک مجلس میں میں نے عرض کیا کہ حضرت فجر کے بعد نانوتہ خانقاہ میں ذکر جہری کا معمول ہے اور کافی حضرات ذکر اللہ کی مجلس میں پابندی سے شرکت کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ بہت عمدہ معمول ہے، اس کو جاری رکھنا، انشاء اللہ بستی کے لوگوں کو فیض پہنچے گا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ. وَلَهُ الْحَمْدُ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ (سورۃ الروم: ۱۸،۱۷)

اس میں صبح کو بھی ذکر کا حکم ہے اور شام کو بھی ذکر کا حکم ہے۔ اس کے بعد حضرت نے ذکر اللہ کے چند شرائط وآداب بیان فرمائے منجملہ ذکر اللہ کی شرائط یہ ہیں کہ افضل الذکر نفی اثبات (**لا اله إلا اللّٰه**) پر مواظبت کرے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور قول سدید کہو، اور قول سدید کی تفسیر کلمہ طیبہ سے کی گئی ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **لا اله إلا اللّٰه** کہو تا کہ فلاح پاؤ، نیز یہ بھی شرط ہے کہ ذکر کرنے والا اپنے بدن، کپڑے اور اپنی جگہ کو پاک کرے اور وضو وغسل سے طہارت کاملہ حاصل کرے، چار زانو رُو بقبلہ بیٹھے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں کے سرے پر رکھے، یا داہنے ہاتھ کی پشت کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے تھامے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا بیرونی

حصہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندرونی حصہ سے پکڑے، یہ طریقہ حضرت نے علامہ علمی کے حوالے سے بیان کیا کہ علامہ علمی نے اپنی کتاب میں فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اور طریقہ بیان کیا۔ ایک روز حضرت سے میں نے اسم ذات کے ذکر کے بارے میں معلوم کیا، تو حضرت نے بیان فرمایا کہ جب تم اسم ذات کا ذکر کیا کرو تو ایک تسبیح میں کم ازکم تین مرتبہ ''اَللّٰـهُ حَـاضِرِیْ اَللّٰـهُ ناظری الله مَعِیْ'' کہہ لیا کرو۔

فرمایا: زبانی ذکر کے ساتھ فکر، یعنی اعمالِ فکر نہایت ضروری ہے تا کہ ذکر کامل نصیب ہو۔

الحمدللہ راقم باطمینان قلب یہ بات کہہ سکتا ہے کہ جو میرے معمولات رہے ان کو من وعن حضرت سے ضرور بیان کرتا۔ حضرت کے علم میں لائے بغیر کسی بھی یومیہ معمول میں کمی یا زیادتی نہ کرنا۔

جامع مسجد نانوتہ میں تفسیر قرآن کریم کا آغاز اور شجرۂ خاندان صدیقی نانوتہ کا اجراء

۱۴ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ کو نانوتہ جامع مسجد میں حضرت خطیب الاسلام نے صبح دس بجے خاندان صدیقی نانوتہ کے شجرہ کا اپنے دست مبارک سے اجراء فرمایا، یہ اجراء ہمارے نانوتہ کے مشہور چوک میں ہوا اس میں حضرت خطیب الاسلام نے تمام اہل خاندان کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس میں شجروں کی حفاظت اور اس کی افادیت اور موجودہ دور میں اس کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی۔ اس سے قبل اہل خاندان اور میرے والد گرامی کی طرف سے حضرت خطیب الاسلام کو ایک سپاس نامہ پیش کیا گیا جس کو راقم الحروف ہی نے پڑھ کر سنایا تھا۔ سپاس نامہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انتہائی محبت اور وفور شوق کے ساتھ قبول فرما کر سر پر رکھ لیا اور یہ فرمایا کہ خاندان والوں کی طرف سے سپاس نامہ پیش کیا جانا میری سعادت مندی ہے، اس کے بعد جمعہ کی نماز سے اپنے جد امجد کے مکان کے سامنے جامع مسجد نانوتہ میں تفسیر کا آغاز فرمایا، خطاب کی ابتداء میں سورہ فاتحہ تلاوت فرمائی پھر حضرت نے اس پر بیان فرمایا اور سورہ فاتحہ کی تفسیر میں یہ حدیث بیان فرمائی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرا بندہ مجھ سے جو مانگتا ہے وہ میں دیتا ہوں جب بندہ کہتا ہے الحمدللہ رب العالمین تو اللہ تعالی فرماتا ہے حـمـدنـی عبـدی میرے بندے نے میری تعریف کی، پھر بندہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم اللہ تعالی فرماتا ہے أثـنـی عـلي عبدِی میرے بندے نے میری ثنا بیان کی، پھر بندہ کہتا ہے مـالک یوم

الدین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجدنی عبدی یعنی میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، پھر بندہ کہتا ہے ایّاکَ نعبد و ایاک نستعین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان کا معاملہ ہے اور میرا بندہ مجھ سے جو مانگے گا میں دونگا۔اس حدیث پر حضرت نے جامع اور مبسوط کلام فرمایا۔اس وقت سے بعد نماز عشاء جامع مسجد نانوتہ میں دوران قیام قرآن کریم کی تفسیر کرنے کی سعادت عاجز کو میسر آرہی ہے، حضرت کے فیوض و برکات اور دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ ابتداء سے پونے چار پارے مکمل ہوگئے ہیں، اللہ اس مبارک سلسلہ کو قبول فرماکر اخلاص عطا فرمائیں اور پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔اس مبارک پروگرام کی تفصیلی رپورٹ اردو کے تمام اخبارات میں شائع ہوئی، جن میں ’’راشٹریہ سہارا‘‘، ’’عزیز الہند‘‘، ’’صحافت‘‘، ’’ہمارا سماج‘‘ اور ’’انقلاب‘‘ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یہ رپورٹیں ۱۵ مارچ ۲۰۱۴ء بروز شنبہ شائع ہوئیں۔

حضرت نانوتوی کی سوانح انگریزی میں لکھنے کا حکم

جیسا کہ اس سے قبل ذکر کیا جاچکا کہ حضرت خطیب الاسلام نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی عربی سوانح عمری کا نانوتہ میں اجراء فرمایا تھا، اس کے چند دن گذر جانے کے بعد میں اور بھائی جان حضرت کی خدمت اقدس دیوبند میں حاضر ہوئے، تو پھر دوبارہ حضرت نے پروگرام کی کامیابی اور حضرت نانوتوی کی عربی سوانح عمری کا نہایت اچھے الفاظ میں ذکر فرمایا، اور بھائی جان محترم کو یہ حکم فرمایا کہ اس کام کے لئے من جانب اللہ آپ کا انتخاب ہے، میری خواہش ہے کہ تم حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری انگریزی زبان میں بھی تیار کرو جس میں نہ صرف حضرت نانوتوی کا جامع تعارف ہو بلکہ اہل یوروپ کے جدید ذہنوں کو سامنے رکھتے ہوئے جماعت اہل حق کا بھی تعارف ہوجائے، اور جو ہمہ گیر خدمات فروغ انسانیت اور فروغ تعلیم اور انسانیت کی فلاح و بہبود میں علمائے دیوبند نے انجام دی ہیں ان کو آشکارا کردیا جائے، تاکہ اقوام مغرب ان عظیم الشان کارناموں کا علم ہوسکے جو ہندوستان میں علمائے حق نے انجام دئے اور علم دوست تحقیق کی دلدادہ مغربی اقوام کے لئے دعوتی راہیں کھل سکیں۔اور وہ قریب آسکیں۔ بھائی جان محترم نے کہا حضرت یہ بات کبھی ذہن میں نہیں آئی تھی، لیکن آپ دعا فرمادیں میں انشاء اللہ کام شروع کرتا ہوں، اور بھائی جان نے کام شروع کردیا۔تقریبا دوسال کے عرصے میں انگریزی سوانح مکمل کرلی، اور ۲۰۱۴ء میں راقم بھائی جان

کی معیت میں سوانح کا مسودہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے معلوم کیا کونسی کتاب ہے، بھائی جان نے عرض کیا کہ حضرت نانوتوی کی انگریزی زبان میں سوانح ہے، حضرت نے بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کے حالات کے اعتبار سے اس کی بڑی ضرورت ہے اور پھر برسبیل مزاح فرمایا کہ ''زبان یار من ترکی ومن ترکی نمی دانم'' اس کے بعد بھائی جان نے عرض کیا کہ حضرت اس پر آپ مقدمہ تحریر فرمادیں گے تو اس کتاب کی وقعت دو بالا ہو جائے گی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی فہرست کہاں ہے؟ بھائی جان نے فہرست دکھائی فہرست کو دیکھ کر فرمایا، مسودہ یہیں چھوڑ دو، کتاب کا مسودہ حضرت کو دے کر ہم لوگ آ گئے، حضرت نے مخدومی ومکرمی جناب مولانا شاہد صاحب سے فرمایا کہ مجھے یاد دلا دینا۔ مجھے اس پر لکھنا ہے پھر اس کتاب پر بھی حضرت نے بڑا وقیع مقدمہ تحریر فرمایا، اور پھر چند دن گذرنے کے بعد بھائی جان کو بلا کر دیا اور فرمایا کہ کتاب حجۃ الاسلام اکیڈمی سے چھپ جائے تو بہتر ہو، بھائی جان کے لئے اس سے زیادہ آسان بات کیا ہوسکتی تھی، بھائی جان نے کہا کہ میں ذرا اس کتاب پر نظر ثانی کرلوں اور پھر حجۃ الاسلام اکیڈمی کو دے دوں گا، پھر اس پر نظر ثانی کا کام شروع کیا، تو کچھ نئے پہلوؤں کی طرف ذہن منتقل ہوا، ان کے حذف واضافہ میں وقت تیزی سے گذرتا رہا، ادھر بھائی جان کچھ ایسے علمی ودعوتی کاموں میں مشغول ہوئے کہ پھر اس پر کام رک گیا اور پھر دوبارہ شروع کرنے کی نوبت نہ آئی، اور حضرت کی حیات مبارکہ میں یہ علمی کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا، اب انشاء اللہ جلد ہی اس کی تکمیل کا ارادہ ہے اور حضرت کے حکم کے مطابق کتاب کو طباعت کے لئے حجۃ الاسلام اکیڈمی کے سپرد کردیا جائے گا، اِن شاءاللہ۔

حضرت خطیب الاسلام کا نانوتہ میں قیام

حضرت خطیب الاسلام ۲۰۱۴ء میں نانوتہ تشریف لائے اور ہمارے یہاں قیام فرمایا، بعد نماز مغرب کھانا تناول فرمایا اس نادر موقعہ پر ہمارے تمام اہل خانہ موجود تھے۔ حضرت نے کئی واقعات سنائے، ایک واقعہ حضرت حکیم الاسلام کا سنایا کہ کسی جگہ پر حضرت حکیم الاسلام کھانا کھا رہے تھے اور ایک صاحب ضیافت میں تکلیف مالا یطاق کر رہے تھے اور اپنی مرضی سے کھانا کھلانے کو ضیافت سمجھ رہے تھے، اس پر حضرت حکیم الاسلام نے فرمایا کہ: بھائی کھانا رغبت سے کھایا جاتا ہے ترغیب سے نہیں۔

صبح کو ناشتے کے بعد حضرت جب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے والدہ محترمہ کے لئے مندرجہ ذیل شعر پڑھا

بہت دل خوش ہوا اے ہمنشیں آج آپ سے ملکر
ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

شعر سن کر میری والدہ بہت خوش ہوئیں اور مہینوں ان ساعتوں سے محظوظ ہوتی رہیں، اور فرماتی رہیں کہ آج تو ہماری ننیہال کا پرانہ زمانہ یاد آ گیا۔

مقدمہ سوانح مسعودہ بیگم اور حضرت کی خدمت میں حاضری

جب میں نے قوم کی بیٹی مسعودہ بیگم رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح لکھی اور ٹائپنگ کے مراحل سے فراغت ہوگئی تو میں والدمحترم حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتوی کے ہمراہ حضرت خطیب الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کتاب کا مسودہ میرے ساتھ تھا۔ ملاقات پر حضرت بڑے خوش ہوئے، والدہ کے بارے میں معلوم کیا، اس کے بعد حضرت ہمیں لے کر اندر ممانی جان کے پاس گئے وہاں پر راقم، والد صاحب، ممانی جان اور خود حضرت تشریف فرما تھے، گھر کا کونہ کونہ اس طرح چمک رہا تھا کہ دانہ بکھیر کر چن لیا جائے، صاف شفاف۔ ممانی جان کی طبیعت میں نظافت بہت تھی، بہرحال شہید اسلام مسعودہ بیگم کی سوانح والدمحترم نے حضرت کے سامنے رکھی کہ حضرت اس پر چند کلمات عالیہ تحریر فرمادیں۔ ممانی جان اور حضرت اس کتاب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور یہ فرمایا کہ ایسی صاحب ایمان خواتین کے تذکروں سے ایمان میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے چہ جائیکہ کسی کو یہ سعادت ملے کہ ان کی سوانح لکھے یہ کتاب اس زمانے میں خواتین کی ایمانی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک اہم تصنیف ہے، جو یقیناً خواتین اسلام کے ایمان میں اضافہ اور غیرت ایمانی کے بیدار کرنے کا سبب ہوگی۔ اس کے بعد چائے آ گئی اور چائے پر آدھے گھنٹہ تک بس مسعودہ بیگم کا تذکرہ ہوتا رہا، حضرت نے معلوم کیا کہ جلدی تو نہیں، اس پر ممانی جان فرمانے لگیں، آپ سب کام کو مؤخر کر دیجئے اور آپا مسعودہ کی مومنانہ حیات مبارکہ پر لکھی گئی اس کتاب پر آج ہی رات کو مقدمہ لکھدیں، ان کا ہم سب پر قوم کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے اور قرابتداری کی وجہ سے ڈبل حق بنتا ہے، چنانچہ حضرت نے وعدہ فرمایا کہ آج رات کو انشاء اللہ مسعودہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا کی ایمان افروز داستان

حیات پر حسب استطاعت لکھوں گا۔ ممانی جان فرمانے لگیں میں اس کتاب کی شدت سے منتظر ہوں جب چھپ کر آئے گی تب ہی دیکھوں گی، اس کے بعد ہم سب لوگوں نے کھانا کھایا، قیمہ، خشکہ، دال اور کچھ چیزیں بنی ہوئی تھیں، کھانے کے بعد ہم لوگ نانوتہ واپس آ گئے۔

جامعۃ الامام محمد قاسم النانوتوی کا سنگ بنیاد اور حضرت کی نانوتہ تشریف آوری

حضرت خطیب الاسلام ۱۳؍جون ۲۰۰۹ء کو نانوتہ جامعۃ الامام محمد قاسم النانوتوی کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے، صبح نو بجے سے پروگرام تھا، علاقے کے ائمہ مساجد، اور کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ ٹھیک پونے نو بجے مولانا عبدالسلام منزل تشریف لے آئے، معیت میں مخدومنا المکرّم جناب مولانا شاہد صاحب اور دیگر حضرات تھے، حضرت نے حسب معمول انتہائی عمدہ لباس زیب تن فرمایا ہوا تھا، اس مبارک دعوتی ادارہ کی بنیاد دیگر اکابرین علماء کی موجودگی میں حضرت خطیب الاسلام نے اپنے دست مبارک سے رکھی، بنیاد رکھنے کے بعد حضرت اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے پروگرام کی صدارت فرمائی اور بہت جامع تقریر فرمائی اور یہ آیت

﴿وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمَاعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (البقرہ:۱۲۷)

تلاوت فرما کر جامع بیان فرمایا، آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے کعبہ کی تعمیر اور اس کی مبارک بنیادیں بھرنے کا ذکر فرمایا ہے، جامعۃ الامام محمد قاسم النانوتوی کے حضرت نانوتوی کے وطن مألوف میں قیام کو نسبت دی اس بنائے ابراہیمی سے کہ جس کے فیض ہدایت سے سارے عالم منور ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ہم بھی قاسم العلوم والخیرات کے وطن میں اس دعوتی ادارے کی بنیاد رکھ رہے ہیں اور بنیادیں اٹھا رہے ہیں کہ جس طرح آپ نے بنائے ابراہیمی کو قبولیت کا شرف بخشا، اللہ تعالیٰ اس ادارے کی بناء کو بھی قبولیت کا شرف بخش کر بانیان کی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرما اور اس کے فیض کو پورے عالم میں پہنچا کر ذریعہ ہدایت بنا۔

کعبہ کی بناء کے بعد دارالعلوم دیوبند اور بانیٔ دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ کے اخلاص اور اس عالمی ادارہ کے قیام کے پیچھے ان کے مقاصد کو بیان فرمایا اور یہ بھی بیان فرمایا کہ جب تک ادارے ان اکابرین کے منہج کو سامنے رکھ کر چلائے جائیں گے ان کے فیوض سے خلق

خدا مستفید ہوگی اور جب بانیان کوان کے نہج سے الگ ہٹ کرکسی اور نظام پر چلائیں گےتو وہ بے روح جسم ثابت ہوں گے۔

مسلک ومشرب قابل ترجیح تو ہوسکتا ہے قابل تبلیغ ہرگزنہیں

میں حضرت کی خدمت میں ۲۰۱۷ء فروری میں گیا، میں نے حضرت کو اپنی دعوتی سفر کی کارگذاری سنائی، حضرت نے بہت دعائیں دیں اورفرمایا کہ تبلیغ تو یہی ہے کہ غیرایمان والوں کو اسلام کی دعوت پہنچائی جائے۔اسی کاررسالت کی تبلیغ امت کے ہرفرد کی ذمہ داری ہے۔اس کے بعدفرمایا کہ آج کل امت مسلک ومشرب کی تبلیغ کرنے میں لگ گئی ہے حالانکہ مسلک ومشرب قابل ترجیح تو ہوسکتا ہے قابل تبلیغ ہرگزنہیں، اس مضمون کوحضرت نے مختلف مجالس اور کانفرنسوں میں بھی بیان فرمایا، چنانچہ ڈاکٹر خالد جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی حضرت کے وصال کے بعد اپنے تعزیتی پیغام میں لکھتے ہیں کہ:

”آپ کو میں نے یکم نومبر ۱۹۹۵ء میں ایس آئی او کی شمالی ہند پٹنہ کانفرنس میں دیکھا اور سنا تھا ،آپ کا ایک جملہ آج بھی ذہن پرنقش ہے،آپ نے بہت دردمندی کے ساتھ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے دین کی دعوت دی۔تابعین کے زمانے میں مسلک کی تبلیغ ہونے لگی، پھر تبع تابعین کے زمانہ میں مشرب کوترجیح دی جانے لگی اور آج لوگ اپنے اپنے ذاتی ذوق کی اشاعت کررہے ہیں۔لوگو! آؤ مسلک،مشرب اور ذوق کے بجائے دین کی دعوت دو۔“[1]

حضرت نے اس سلسلے میں امت کے علماء کے بڑے طبقے کی رہنمائی فرمائی۔

کتاب (سوانح خطیب الاسلام) کواشاعت سے قبل دکھالینا

آج ۲۵ ذی الحج ۱۴۳۸ھ بروز یک شنبہ مطابق ۱۷ستمبر ۲۰۱۷ء راقم الحروف حضرت خطیب الاسلام کی خدمت اقدس میں ساڑھے گیارہ بجے دن حاضر ہوا۔محترم ومکرم حضرت مولانا شاہد صاحب (خادم خاص حضرت خطیب الاسلام) تشریف رکھتے تھے،حضرت سے ملاقات ہوئی،حضرت نے خیر وعافیت دریافت کی۔پھر میں نے حضرت سے حضرت کی سوانح عمری لکھنے کے ارادے کا اظہار کیا کہ حضرت احقر یہ چاہتا ہے کہ آپ کی سوانح مرتب کردوں اس سے قبل میں نے اس خیال کا تذکرہ والد

[1] تعزیتی مکتوب از ڈاکٹر خالد صاحب، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ یہ مکتوب کتاب کے باب ہفتم میں شامل ہے۔

گرامی سے کیا تھا، تو والد گرامی نے اس خیال کی حوصلہ افزائی فرمائی، اور فرمایا کہ میری دلی خواہش ہے کہ ماموں صاحب کی سوانح عمری ان کی حیات مبارکہ میں طبع ہوکر منظر عام پر آ جائے لیکن تم پہلے جا کر حضرت سے اجازت لے لو، اگر وہ اجازت دے دیں تو فورا کام شروع کردو۔ میں دیوبند حاضر خدمت ہوا اور میں نے جا کر اس خیال کا تذکرہ حضرت سے فرمایا، حضرت نے نہ صرف مجھے اس کی اجازت دی، بلکہ فرمایا کہ یہ تو اچھا خیال ہے، البتہ جو کچھ لکھو اس کو دکھا لینا۔ میں نے عرض کیا کہ ''حضرت ٹائپ ہونے کے بعد مسودہ سب سے پہلے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔'' آپ دعا بھی فرما دیجئے تا کہ قابل اصلاح مقامات کی نشاندہی ہو سکے، اس طرح حضرت کی زندگی میں تقریبا تین سال قبل مواد جمع کرنے کا کام شروع کردیا، اور اس بابت بہت سی باتیں براہ راست خود حضرت سے دریافت کیں۔ دوران تصنیف میں نے اس کتاب میں یہ کوشش کی کہ جو نئی بات مجھے حضرت کے متعلق معلوم ہوتی تو میں اس کی تصدیق خود حضرت خطیب الاسلام سے کر لیتا، یا حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم سے اور ابتدائی دور سے متعلق حضرت سے معلوم کرتا، اس سلسلے میں مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد شاہد صاب خادم خاص حضرت خطیب الاسلام نے بھی بہت علمی تعاون فرمایا۔ مگر اسفار کی کثرت اور حرم مقدس کی حاضری، پھر وہاں سے آنے کے بعد لگا تار سفر میں ہی رہنا ہوا اسلئے یہ کتاب حضرت کی زندگی میں گرچہ مکمل نہ ہو سکی جس کا قلق مجھے تا زندگی رہے گا، مگر کاتب تقدیر کے اس نظام 'ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن' کے سامنے سر جھکانا ہی عین ایمان ہے اس لئے دل کو قرار آ جاتا ہے، ادھر حضرت کی سوانح کا اختتام ہوا چاہتا تھا، ادھر حضرت کی کتاب زندگی کے اوراق بھی پلٹتے جا رہے تھے اور اس کا بھی اخیر ہی ہو رہا تھا، تقدیر کا فیصلہ غالب آیا اور سوانح عمری کی تکمیل سے قبل ہی کتاب زندگی کے اوراق مکمل ہو گئے۔ **إنا للہ وإنا الیہ راجعون**

نانوتہ جانے کو طبیعت چاہتی ہے

ایک حاضری کے موقعہ پر فرمایا کہ وطن نانوتہ جانے کو طبیعت چاہ رہی ہے اور مجھے اپنے وطن اصلی یعنی نانوتہ سے طبعی مناسبت ہے اور وطن سے موانست طبعی اور فطری عمل ہے۔

پھر حضرت مولانا شاہد صاحب کو بلا کر چابی مرحمت فرمائی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ خاص کی میں نے زیارت کی اور مولانا شاہد صاحب نے حضرت کے حکم پر حضرت حکیم الاسلام کی

بیاض سے ایک خواب بھی نقل کروایا، جس میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی بشارت ہے۔اس کے بعد جناب مولانا محمد شکیب قاسمی سلمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ مرثیہ بھی دیا جو حضرت نے اپنی اہلیہ کی وفات پر رقم فرمایا تھا۔

راقم کو اجازت حدیث

۱۴؍محرم الحرام ۱۴۳۹ھ بروز جمعرات مطابق ۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۷ء میں راقم الحروف نے حضرت خطیب الاسلام سے حضرت مولانا محمد شاہد صاحب کی موجودگی بلکہ ان کی درخواست پر اجازت حدیث حاصل کی، حضرت کے سامنے راقم الحروف نے بخاری شریف کی پہلی حدیث 'إنما الأعمال بالنیات وإنما لإمر مانوی فمن کانت هجرته الی الله ورسوله الخ پڑھی، حضرت نے مجھے صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ تمام جوامع، مسانید، وسنن کی خاص طور پر اجازت مرحمت فرمائی اور مختلف اسانید اور طرق سے اجازت دے کر ایک سند بھی اپنے دستخط کے ساتھ مرحمت فرمائی، فلـه الحمد أولاً وآخراً.

اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں، جب میں بخاری شریف کھولے حضرت کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، حضرت نے فرمایا پڑھو، چنانچہ میں نے سند پڑھنی شروع کی، اس وقت ایک عجیب سی کیفیت مجھ پر طاری تھی، وہ کیفیت کیا تھی، جلالت علم کی ہیبت تھی، ایک محدث کے علم کا رعب تھا، اس حدیث کو میں نے بارہا پڑھا مگر کبھی اس طرح کی کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ میرے لئے یہ ایک عظیم سرمایہ تھا جو مجھے ایک جلیل القدر محدث کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ حدیث کی اجازت مرحمت فرماتے وقت جو کلمات حضرت کی زبان سے ادا ہوئے تھے وہ کلمات میرے کانوں میں مستقل گونجتے رہتے ہیں۔

والد گرامی اور مجلس مشاورت دار العلوم وقف دیوبند کی رکنیت

مورخہ ۱۸؍شوال ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۵ اگست جناب مولانا سفیان صاحب دامت برکاتہم کا احقر کے نمبر پر فون آیا کہ ذرا بھائی سے فورا میری بات کرادیں، میں نے تھوڑی دیر بعد والد گرامی سے مولانا کی بات کروادی، تو مولانا نے فرمایا کہ بھائی کل آپ نانوتہ ہی میں موجود ہیں، کہیں کا سفر تو نہیں ہے، میں بھائی صاحب کا ایک پیغام لے کر آنا چاہتا ہوں، والد گرامی نے فرمایا، بھائی آپ

ضرور تشریف لائیں، البتہ میں شام پانچ بجے دہلی کے لئے روانہ ہورہا ہوں، آپ اس سے قبل تشریف لے آئیں، مولانا نے فرمایا، جی میں کل مدرسہ کے اوقات کے بعد آؤں گا، ان شاء اللہ۔ اگلے روز حضرت مولانا سفیان صاحب تشریف لائے، اور والد گرامی قدر حضرت خطیب الاسلام کا والا نامہ پیش فرمایا، جس میں والد گرامی کو اس بات سے مطلع فرمایا گیا تھا کہ آپ کو دارالعلوم وقف دیوبند کی مؤقر مجلس مشاورت کا رکن منتخب کیا گیا ہے، آپ کے تحریری مثبت جواب کا انتظار ہے تاکہ ماہ ستمبر میں پہلی باقاعدہ مجلس مشاورت کا اجلاس منعقد کیا جاسکے۔ حضرت خطیب الاسلام اس خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”گرامی قدر محترم المقام جناب مولانا زکریا صاحب، زید مجدہ، نانوتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

آنمحترم کی وسعت فکر ونظر سے یہ حقیقت یقیناً پوشیدہ نہیں ہے، کہ دارالعلوم وقف دیوبند اپنی عظمت وشہرت، مقبولیت اور حسن کارکردگی کی بنیاد پر نہ صرف اندرون ملک، بلکہ بین الأقوامی سطح پر ایک منفرد اور ممتاز حیثیت عرفی کا حامل ادارہ ہے۔ بہ تعبیر دیگر دنیا میں جہاں جہاں بھی مسلک صحیح کے مطابق دین مبین کی خدمات انجام دی جارہی ہیں خواہ وہ کسی نوعیت کی ہوں وہ فخر امت حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ، بانی دارالعلوم دیوبند کے اخلاص نیت، للّٰہیت اور ان کے فکر آفاقی کے زیر اثر عظیم ترین انقلابی وتعلیمی تحریک کا ہی فیض ہے، اس تحریک کے اسباب وعوامل، اھداف ومقاصد اور اس کے تاریخی پس منظر کا بیان آنجناب کے وسیع تر علم وخبر کے پیش نظر محض طول بیان کے ہی مترادف ہوگا، البتہ اس حقیقت کو بالإجمال تعارف کے طور پر اسلاف واکابر رحمہ اللہ کی زریں وتابناک علمی وتاریخ ساز خدمات اور مثل آفتاب روشن ترین اصول دین کے تحفظ کا عنوان اور اس کے تاریخی تسلسل سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔“[۱]

حضرت نے اپنے اس مکتوب گرامی میں دارالعلوم وقف کی مسلسل علمی تعلیمی، دعوتی اور اصلاحی جدو جہد اور ادارے کی مسلسل ترقی اور قانونی حیثیت کا بھی ذکر فرمایا، اس کے بعد حضرت رقم طراز ہیں:

”حق تعالی نے آنمحترم کو علمی وفکری رفعت کی بنیاد پر بین الخلائق جس مقام عزت واقبال پر

---

[۱] مکتوب گرامی حضرت خطیب الاسلام بنام مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتوی۔

سرفراز فرمایا ہے اس کے پیش نظر دارالعلوم وقف دیوبند جیسے باعظمت ادارہ کی بحیثیت ممبر مجلس مشاورت ورکن مجلس عاملہ آنمحترم کی سرپرستی جہاں ایک طرف جملہ وابستگان ومحبان ادارہ کے لئے باعث صد مسرت وافتخار ہوگی، وہیں دوسری جانب (وأمرهم شوری بینهم) کے قرآنی اصول کے تحت روشن تاریخی روایت سلف کا بھی ان شاء اللہ احیاء ثابت ہوگی۔ لہٰذا اسی غرض وغایت کے ساتھ مولانا سفیان قاسمی صاحب نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند کے بدست عریضۂ ھذا ارسال خدمت کر رہا ہوں، تاکہ آنمحترم کی تحریری منظوری کے بعد مجلس مشاورت کی ابتدائی میٹنگ کو ستمبر پہلے ہفتے میں منعقد کیے جانے کے خیال کو حتمی شکل دی جاسکے۔ اس سلسلے میں راقم السطور آنجناب کی جانب سے مثبت جواب کا متوقع ومنتظر ہے۔''[1]

والسلام

محمد سالم قاسمی

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

مؤرخہ ۱۹ شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ

مطابق ۱۶ اگست ۲۰۱۴ء

والد محترم مولانا زکریا صدیقی صاحب نے والا نامہ لیکر سر پر رکھ لیا، اور خود والد محترم اور تمام اہل خانہ کی مسرت کی انتہا نہ رہی کہ الحمد للہ دارالعلوم سے خاندان صدیقی کا جو رشتہ اور تعلق دارالعلوم کے یوم تاسیس سے چلا آرہا تھا، اس کی بالفعل تجدید ہوگئی کہ اس سے قبل والد گرامی کے تائے محترم جناب مولانا محمد محمود صاحب نانوتوی مفتی مالوہ بھی تاحیات دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری کے رکن رکین رہے۔

پھر فوراً اس کے بعد والد گرامی نے حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے والا نامے کا مثبت جواب اور کلمات تشکر اور خوردنوازی کے احسان مندانہ جذبات کے ساتھ ارسال فرمادیا۔ اور بایں طور پر والد گرامی دارالعلوم وقف دیوبند کی مجلس مشاورت کے مستقل رکن بنادیے گئے، اگر چہ حضرت کے بعد بہت سے ایسے یادگار مواقف ہیں، جن کا تعلق میری ذاتی زندگی سے ہے، اسی طرح بعض دیگر معاملات کے تعلق سے بھی حضرت نے احقر کو بہت سی باتیں بتلائی تھیں، لیکن طوالت کے خوف سے ان کو اس وقت ذکر نہیں کیا جاسکتا۔

[1] مکتوب گرامی حضرت خطیب الاسلام

مناصب اور دینی معاہد ومدارس کی سرپرستی

حضرت کی شخصیت کوحق تعالی شانہ نے نہایت ممتاز بنایا تھا کہ ان کی ذات والا صفات کا کسی منصب اور عہدے کوقبول کر لینا اس منصب کی اور اس عہدے کی قدر و قیمت میں اضافہ کرتا تھا، علاوہ ازیں خانوادہ قاسمی کا ہمیشہ ہی سے یہ امتیاز رہا ہے کہ اس خانوادہ کے افراد نے ہمیشہ ہی منصب اور عہدوں سے اوپر اٹھ کر قوم اور امت اسلامیہ کی مسلسل خدمت اور راہ نمائی فرمائی ہے، جس کا سلسلہ بحمد اللہ جاری ہے، طبیعتوں میں شان استغنائی ایسی ہے کہ صحابہ کرام اور خیر القرون کے لوگوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، اور اسی شان واستغناء کو یہ لوگ اپنے لئے ہر دور میں اپنا سب سے بڑا اثاثہ اور سرمایہ تصور کرتے آئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ منصب اور عہدے ان کے پیچھے پیچھے رہے ہیں، ان حضرات نے دین وملت کی خدمت کرنے کے لئے مناصب اور عہدوں کا سہارا نہیں لیا بلکہ ہر حال میں ان کا اعتماد وذات وحدہ لاشریک پر رہا کہ جس کا سہارا ہی اصل سہارا ہے، اس کی واضح دلیل دارالعلوم وقف دیوبند کا قیام اور انتہائی قلیل عرصے میں تعلیمی، تعمیری اور ادارہ جاتی ترقی ہے۔ مجھے اس وقت وہ واقعہ یاد آرہا ہے جس کا تذکرہ حضرت خطیب الاسلام رحمتہ اللہ نے انتہائی عاجزی کے ساتھ احقر سے فرمایا، حضرت فرماتے ہیں: کہ مرکز میں کانگریس کی حکومت تھی، کانگریس کی صدر سونیا گاندھی کی طرف سے یہ پیش کش ہوئی کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو اعزازی طور پر .M.P ممبر پارلیمینٹ بنادیا جائے، آپ ہماری اس پیش کش کو قبول فرما کر ہم سب کو مشکور فرمائیں۔ یہ مضمون اور یہ پیش کش پارٹی کی صدر سونیا گاندھی کی طرف سے دی گئی۔

حضرت نے فوراً جوابی عریضہ لکھا کہ آپ کی یاد فرمائی کا شکریہ، البتہ مجھے اس منصب اور عہدہ کی کوئی حاجت نہیں، ویسے بھی ہم اپنے خاندانی روایات کے اعتبار سے اس کے متحمل نہیں ہیں۔

بہر حال حضرت نے صاف منع فرما دیا، اوپر مسلم پرسنل لاء بورڈ کی صدارت کا جب معاملہ سامنے آیا، پہلے اپنے شاگرد رشید قاضی مجاہد الاسلام صاحب کے حق میں دستبردار ہو گئے، پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے حق میں اپنا ووٹ دے کر صحابہ

کرام والی مثال قائم کی کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے انتہائی پر تاثیر لہجے میں تعریف فرمائی، ارشاد فرمایا ﴿ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة﴾ (سورۃ الحشر) جو ذمہ داری منصب کے بعد انسان پر عائد ہوتی ہے حضرت بغیر منصب پر فائز ہوئے اس کو بحسن وخوبی نبھاتے اور اس کی سرپرستی بھی فرماتے۔ حضرت کے سامنے اپنے اسلاف کا کردار ہے کہ سیدنا حضرت خالد بن الولید کو جب حضرت عمر نے عہدے اور کمانڈری سے معزول کردیا تو کمانڈر سے سپاہی بن گئے مگر جب دشمنوں سے لڑے تو پہلے سے زیادہ جانبازی کے ساتھ لڑے، کسی نے پوچھا کہ آپ کمانڈر سے معزول ہوئے اور سپاہی بنا دئے گئے آپ کی طبیعت پر کچھ تأثر نہیں ہوا تو فرمایا تأثر کیسا؟ میں پہلے بھی اللہ کے لئے لڑ رہا تھا اور اب بھی اللہ ہی کے لئے لڑ رہا ہوں۔ یہ کردار ہے حضرت خطیب الاسلام کے سامنے کہ کام عہدوں اور مناصب کے لئے نہیں اللہ کے لئے کرو۔

خاندانی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی رہی کہ عہدوں اور مناصب کو کبھی خاطر میں نہیں لائے، راقم نے ایک جگہ لکھا ہے:

''اس خاندان یعنی شیخ میراں بڑے کی اولاد میں نانوتہ اور اطراف نانوتہ کی قضات اور دیگر عہدے رہے، مگر مغلوں کے زوال کے وقت جب چاروں طرف سے شیعیت کو فروغ ہو رہا تھا، اس وقت خاندان صدیقی پر عہدہ قضا اس شرط پر پیش کیا گیا کہ تم کو شیعہ ہونا پڑیگا، مگر خاندان کی اس شاخ نے جس میں عہدہ قضاء تھا شیعہ ہونے سے انکار کردیا اور عہدۂ قضا سے سبکدوش ہو کر اس منصب جلیل سے علیحدہ ہو گئے''۔[1]

بہرحال جہاں آپ مناصب سے دور رہنے ہی کو گوشۂ عافیت سمجھتے وہیں کچھ ذمہ داریاں اور ضروریات بھی تھیں جن کو سامنے رکھنا بھی وقت کی اہم ضرورت تھی، چنانچہ اس ضرورت کو سامنے رکھ کر اور ارباب مدارس ومعاہد کی باصرار درخواست پر آپ نے چند معاہد کی سرپرستی بھی فرمائی، اور ملت کی مؤثر قیادت کے لئے ملک میں موجود ملی و اسلامی غیر حکومتی تنظیموں اور مجالس کے صدر اور سرپرست بھی رہے۔ حضرت خطیب الاسلام کی سرپرستی فرمالینا ہی ان اداروں کے لئے باعث خیر و برکت ہے، ان میں سے چند کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

(۱) مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند ۱۹۸۳ء تا ۲۰۱۴ء

---

[1] خاندان صدیقی نانوتہ۔ از راقم الحروف ص ۲۲-۲۳۔

(۲) صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند ۲۰۱۴ء تا حین حیات ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء مطابق ۲۶ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

(۳) مسلم پرسنل لاء بورڈ کی باوقار رکنیت۔

(۴) سینئیر نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ۔

(۵) سابق صدر وموجودہ سرپرست آل انڈیا مجلس مشاورت

(۶) سرپرست مجلس شوریٰ مظاہر علوم وقف سہارنپور

(۷) رکن مجلس انتظامیہ وشوریٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۸) سابق رکن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ

(۹) سرپرست ششماہی عربی مجلّہ محکمہ ''وحدۃ الأمۃ''

(۱۰) سرپرست اردو ماہنامہ ''ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۱) سرپرست سہ ماہی انگریزی مجلّہ ''وائس آف دارالعلوم وقف''

ملک وبیرون ملک کے مختلف دینی وملی اداروں اور مدارس اسلامیہ کی بھی حضرت نے سرپرستی فرمائی اور بہت سارے مدارس اپنے والد کے طرز پر قائم فرمائے۔ جن میں چند کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) مدرسہ نور الاسلام شاہ پیر گیٹ میرٹھ قائم کردہ حکیم محمد اسلام صاحب، حضرت خلیفہ حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہٗ

(۲) جامعۃ الامام محمد قاسم النانوتوی، نانوتہ۔ قائم کردہ حضرت مولانا زکریا صاحب نانوتوی

(۳) سرپرست فقہ اکیڈمی

(۴) جامعہ عثمانیہ دارالعلوم ہلدوانی قائم کردہ مفتی ذوالفقار صاحب

(۵) جامعۃ الابرار امدادیہ اشرفیہ مدن پور EXT اوکھلائی دہلی

(۶) جامعہ اسلامیہ حسینیہ اغوان پور میرٹھ (یوپی)

(۷) جامعہ اسلامیہ سراج العلوم ہلال سرائے سنبھل قائم کردہ مولانا محمد میاں صاحب سنبھلی

(۸) مدرسہ کاشف العلوم سرائے خام بریلی، مفتی محمد میاں صاحب بریلوی

(۹) مدرسہ ضیاء القراان سیال نگلہ میرٹھ، مولانا حامد صاحب

(۱۰) دارالعلوم قاسمیہ اسراہا دربھنگہ بہار، مولانا محمد اشرف علی قاسمی

(۱۱) معہد طیب مقام پوسٹ نور چک ضلع مدھوبنی بہار، قاری حکیم الدین قاسمی

ان کے علاوہ بہت سے دینی وملی اداروں کی سرپرستی فرمائی جن کا احاطہ کرنا اس وقت مقصود نہیں۔

یہ ایک مختصر فہرست آپ کے سامنے پیش کردی گئی ہے، بے شمار دینی وملی ادارے ومعاھد اور تنظیمیں ایسی ہیں کہ جن کی آپ نے مستقل سرپرستی اس طرح فرمائی کہ جب بھی کوئی ذمہ دار آپ کی خدمت میں اپنے ادارہ یا کسی علاقے کے جلسے وغیرہ کے لئے وقت لینے آتا تو کبھی ان کو انکار نہیں فرماتے بلکہ سب سے پہلے پروگرام کی ڈائری اٹھاتے اور پروگرام کی تاریخیں دیکھتے، اگر ان تاریخوں میں پہلے سے پروگرام ہوتا تو پھر فرماتے کہ اس تاریخ میں تو ممکن نہیں کوئی اور تاریخ متعین کرلیں اور اس کے بعد جو تاریخیں خالی ہوتیں ان کو بتا دیتے تو اکثر و بیشتر جو حضرات پروگرام لینے کے لئے آتے ان کو مایوس نہ بھیجتے، ایک مرتبہ ایک صاحب حضرت کا پروگرام لینے کے لئے آئے، جس تاریخ میں درخواست کی تھی اس تاریخ میں کسی اور جگہ پروگرام تھا تو حضرت نے منع نہیں فرمایا، بلکہ اپنی خالی تاریخیں بتا دیں، پھر ان صاحب نے حضرت کی تاریخوں کے اعتبار سے پروگرام طے کر لیا۔ جب وہ صاحب چلے گئے تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ جو شخص بھی پروگرام لینے کے لئے آئے، کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وہ مایوس نہ جائے، کیونکہ وہ آپ کے پاس بڑی امیدوں سے پیسہ خرچ کر کے اپنا وقت نکال کر باقاعدہ آیا ہے۔ سبحان اللہ کیا بات فرمائی۔

اعزازات اور ایوارڈس

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جو شخصیات للہ و فی اللہ اسلام کی خدمت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں ان کی احسان شناسی کا جذبہ پیدا فرما دیتے ہیں، اس احسان شناسی کے جذبات کے اظہار کے لئے اور ان کی بے لوث خدمات کے اعتراف میں حکومتیں اور مؤقر مجالس و تنظیمیں ان کو علمی ایوارڈ اور انعامات و اعزازات سے نوازتی ہیں۔ چونکہ حضرت خطیب الاسلام زندگی بھر میدان دعوت، میدان تعلیم اور اصلاح و تربیت انسانیت کے میدانوں میں خالصۃ لوجہ اللہ مسلسل جدوجہد فرماتے رہے، آپ کی انہی خدمات کے اعتراف میں آپ کو ملکی و غیر ملکی سطح پر اعزازات و اکرامات سے نوازا گیا۔ جن میں چند اہم کا تذکرہ برمحل ہے۔

۱) مصر میں ''نوط الامتیاز'' نامی ایوارڈ سے سرفراز

مصر کی وزارت اوقاف کئی سالوں تک حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ کو اپنی سالانہ کانفرنسوں میں مدعو کرتی رہی، حضرت کے خادم خاص حضرت مولانا شاہد صاحب ۱۹۹۷ء میں حضرت کے ساتھ تھے، اسی سال حکومت نے آپ کی عالمگیر و ہمہ گیر علمی، دعوتی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے یہاں کے مؤقر ایوارڈ 'نوط الامتیاز' سے ایک باوقار تقریب میں سرفراز کیا۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کے علمی حلقوں، خاص کر دیوبندی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور بہت سارے اخبارات نے اس خبر کو بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

۲) شاہ ولی اللہ ایوارڈ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی، دہلی کی طرف سے حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ کو ''شاہ ولی اللہ ایوارڈ'' سے سرفراز کیا گیا، دینی و علمی حلقوں میں اس فیصلے کا پرزور خیر مقدم کیا گیا۔

(۳) جائزہ الامام محمد قاسم النانوتوی

۲۰۱۴ء میں حضرت کو عالمی ایوارڈ ''جائزۃ الامام محمد قاسم النانوتوی'' سے نوازا گیا اس ایوارڈ کے اصل محرک حلب کے بہت بڑے محدث مقیم حال مدینہ منورہ شیخ محمد محمد العوامۃ تھے، جنھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دنیا کے چند بڑے عالم اور محدثین کا انتخاب کر کے ان کو ہر سال ایک عالمی ایوارڈ دیا جائے، اس عالمی ایوارڈ کا نام انہوں نے ''جائزۃ الامام محمد قاسم النانوتوی'' رکھا۔ ان ہی عالمی شخصیات میں سے ۲۰۱۴ء میں حضرت خطیب الاسلام کے نام کا انتخاب کیا گیا اور حضرت کو اس ایوارڈ سے نوازا گیا، اس عالمی ایوارڈ کی کمیٹی میں ایک اہم نام شیخ محمد محمد العوامۃ حفظہ اللہ کے صاحبزادے ڈاکٹر شیخ محی الدین العوامۃ کا بھی ہے، حضرت کو جائزۃ الامام محمد قاسم النانوتوی ایوارڈ سے ایک ایسی نورانی تقریب میں سرفراز کیا گیا جس میں تقریباً بقول خطیب الاسلام ''۹۰ ممالک کے کے نمائندہ علماء حضرات نے شرکت فرمائی'' حضرت خطیب الاسلام نے راقم کو بتایا کہ پروگرام ختم ہو جانے کے بعد وہاں پر سبھی حضرات نے مجھ سے درخواست کی کہ ہم سب کو آپ اجازت حدیث مرحمت فرمائیں، پھر حضرت نے سبھی حضرات کو عمومی طور پر اجازت حدیث دی۔ راقم اگر چہ اس محفل میں تو شرکت نہیں کر سکا تھا مگر جب میں چند دن کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے وہ ایوارڈ بھی دکھایا اور تحریری شہادت بھی دکھائی۔ حضرت کو یہ عالمی ایوارڈ ملنے پر ملک کے تمام ہی علمی حلقوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، اور ملک کے مختلف اردو روزناموں نے اس خبر کو بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا، روزنامہ انقلاب میں یہ خبر شائع ہوئی۔ چنانچہ سعید ہاشمی صاحب اس ایوارڈ کی خبر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''عالمی شہرت یافتہ دینی درسگاہ دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم وجید عالم دین مولانا سالم قاسمی کی دینی، علمی وملی خدمات کے اعتراف میں آج جنوبی افریقہ کے مشہور شہر جوہانسبرگ کے مشہور دینی ادارے دارالعلوم آزادویل میں مؤتمر عالمی لخدمۃ الانسانیۃ ''کے زیر انتظام اسی نمائندگی پر مشتمل کانفرنس میں ''امام نانوتوی عالمی ایوارڈ'' ملنے کی خبر ملتے ہی ارباب مدارس اور علمی دانشگاہوں سمیت علمی ودینی حلقوں میں فرحت ومسرت کی لہر دوڑ گئی۔
>
> کانفرنس کی صدارت شیخ محمد عوامہ شامی اور نظامت ڈاکٹر محي الدين عوامہ نے کی، اس تقریب

میں مفتی محمد رفیع پاکستان، مفتی ابوالقاسم نعمانی، شیخ عبدالرحمٰن حبیب مغربی، شیخ عمر مسعود التیجانی، ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی لکھنؤ،[1] مولانا سید ارشد مدنی[2] سمیت بہت سارے ممالک کی علمی و مذہبی شخصیات نے شرکت کی، قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس سے قبل یہ ایوارڈ عالم اسلام کے نامور عالم دین ترکی کے رہنے والے شیخ محمود آفندی کو ان کی سوسالہ علمی خدمات کی بنیاد پر ۲۰۱۱ء میں ترکی کے شہر استنبول میں پیش کیا گیا تھا، یہ اتفاق ہی ہے کہ اس نوعیت کا ایوارڈ پہلے بار ہی کسی ہندوستانی عالم دین بالخصوص خانوادہ قاسمی کے ممتاز عالم دین کو دیا گیا۔

تمہیدی خطاب میں ملیشیا کے سابق وزیر اعظم عبداللہ البدوی نے مولانا سالم قاسمی کی ملی وسماجی اور علمی خدمات پر روشنی ڈالی، محدث عصر شیخ محمد عوامہ،[3] صدر شعبہ تخصص فی الحدیث، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ نے از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کی ڈیڑھ صدی پر محیط علمی ودعوتی خدمات پر روشنی ڈالی، اور اس کو امام نانوتوی کے اخلاص کا نتیجہ قرار دیا، نیز کہا کہ مولانا سالم قاسمی کی ادارہ کے تئیں خدمات ناقابل فراموش ہیں، انہوں نے کہا کہ حجۃ الاسلام الامام النانوتوی کی علمی و دعوتی تحریک بشکل دارالعلوم دیوبند مستند حیثیت رکھتی ہے، جس سے پورا عالم مستفید ہورہا ہے،

---

[1] حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی برصغیر کی انتہائی مؤقر شخصیت ہیں، اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم ہیں، دارالعلوم وقف کی مجلس مشاورت کے نہایت مؤقر رکن ہیں۔ عربی اور اردو دونوں زبانوں کے ماہر اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ندوۃ العلماء سے نکلنے والے عربی ماہنامہ ''البعث الإسلامی'' کے ایڈیٹر ہیں، اور تقریباً ۴۰ سال سے زائد پابندی کے ساتھ اس کو نکال رہے ہیں۔ وقت کی پابندی آپ کی انتہائی اہم خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم فرمائے۔

[2] حضرت مولانا سید ارشد مدنی حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے صاحبزادے ہیں، رابطہ عالم اسلامی کے مستقل رکن ہیں اور جمعیۃ علماء ہند کے نہایت مؤقر صدر ہیں۔ ملک گیر پیمانے پر دینی، ملی وسماجی کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ ایک عرصۂ دراز سے دارالعلوم دیوبند میں ترمذی جلد ثانی پڑھاتے ہیں، اس وقت عالم اسلام کی نہایت مؤقر شخصیت ہیں۔ حضرت والا راقم کے استاذ ہیں کہ راقم نے حضرت دامت برکاتہم سے ترمذی شریف جلد ثانی پڑھی ہے۔

[3] ڈاکٹر محی الدین محمد عوامہ، حلب کے رہنے والے مشہور محدث جناب شیخ محمد محمد عوامہ کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے ہی ''جائزۃ الإمام محمد قاسم النانوتوی'' کا سلسلہ شروع کیا۔
ان کی ولادت مدینہ منورہ کی ہے، انہوں نے علم حدیث میں پی ایچ ڈی کی ہے، اور علم حدیث کے مختلف مجموعوں پر اپنے والد کی نگرانی میں کام کررہے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد رفیع عثمانی[۱] نے کہا کہ امام قاسم ایوارڈ کے لئے یہ انتخاب انتہائی موزوں ہے، میں اس کا خیرمقدم کرتا ہوں، انہوں نے کہا کہ صحیح معنوں میں مولانا سالم صاحب کی ذات اس نوعیت کے ایوارڈوں سے بلندتر ہے، ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی نے کہا کہ یہ ایوارڈ کا سلسلہ فکر قاسمی کی ترویج واشاعت میں اہم کردارادا کرے گا۔ کیونکہ مولانا سالم قاسمی کا علمائے دیوبند میں منفرد مقام ہے، وہ خاندان قاسمی کا چشم و چراغ ہیں، کانفرنس کی آخری نشست میں دارالعلوم وقف دیوبند میں قائم علمی و تحقیقی شعبہ حجۃ الاسلام اکیڈمی کے عربی ششماہی مجلّہ محکمہ ''وحدۃ الأمۃ'' کی اس پروقار تقریب میں رونمائی عمل میں آئی، مجلس کی ادارت میں ۱۶ ماہرین قلمکاروں کو شامل کیا گیا ہے، مجلس کی ادارت اکیڈمی کے فاضل ڈائریکٹر جناب مولانا شکیب قاسمی فرمارہے ہیں، جس کی علمی کاوشوں کو شرکائے کانفرنس نے قابل تحسین اور مساعی جمیلہ کو لائق ستائش قرار دیا۔''[۲]

یہ چند ایوارڈس تھے جن کا مختصر تذکرہ کردیا گیا ہے، ورنہ حضرت خطیب الاسلام کے لئے اصل ایوارڈس تو وہ بے شمار مدارس دینیہ ہیں جو دین کی مسلسل آبیاری کررہے ہیں، اسی طرح وہ ہزاروں لاکھوں شاگردان ہیں جو دارالعلوم دیوبند سے اور پھر دارالعلوم وقف دیوبند سے وارثت نبوت لے کر اٹھے، اور پھر سارے جہاں پر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق نورنبوت کی کرنیں بکھیر رہے ہیں۔

---

[۱] مفتی رفیع صاحب حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کے صاحبزادے ہیں، اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کے بڑے بھائی ہیں، اور نہایت جید عالم ہیں، ایک لمبے زمانے سے دارالعلوم کورنگی پاکستان میں حدیث کے استاذ ہیں، اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں، نہایت متواضع اور سادہ طبیعت کے انسان ہیں، اور اکابر دیوبند کے طرز پر زندگی گزارتے ہیں۔ پاکستان میں بہت سے مدارس اسلامیہ کے سرپرست بھی ہیں۔

[۲] روزنامہ انقلاب ماہ نومبر ۲۰۱۴ء

سپاس نامے

حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ کو جہاں مختلف اعزازت سے نوازا گیا، وہیں ان کی علمی و دعوتی ہمہ گیر خدمات کے اعتراف میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں اور دارالعلوم وقف دیوبند میں قائم اصلاحی و دعوتی انجمنوں نے بہت سارے سپاس نامے بھی پیش کئے ہیں، جن میں کچھ منظوم بھی ہیں اور کچھ منثور ہیں۔ درج ذیل چند سپاس نامے شامل کتاب کیے جارہے ہیں جو حضرت خطیب الاسلام کو مختلف جگہوں پر مختلف اوقات میں لوگوں نے اور طلبہ نے پیش کئے ہیں۔

نذرانۂ عقیدت

بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہٗ العالی مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام اے حضرت طیب کے فرزند جلیل
شارح اسرار ایمان و یقیں مرد بطیل
داعئ رشد و ہدایت اے مجسم نیک خو
تیری ہستی علم و دانش کے چمن کی آبرو
اے امام آگہی اے عالم روشن صفات
دیں کی تبلیغ و اشاعت تیرا ہر درس حیات
ترے نطق دل نشیں سے عالم ذی افتخار
علم قاسمؔ ، فہم احمدؔ ، طیب آشکار
تیرے نوک کلک گوہر بار سے اے ذی وقار
پھوٹتی ہے حکمت و دانش کی شیریں آبشار
تیری سنجیدہ خطابت کا جو ایک انداز ہے
اس پہ ہر شیریں بیانی کو سراپا ناز ہے

جلوہ فرما ہے جہاں تو اے بہار انجمن
ہے ریاضؔ احمد کی دلکش آرزوں کا چمن
فیض اقدس سے انہیں کی یہ چمن آباد ہے
ہر کلی شاداب ہے ہر لالہ و گل شاد ہے
چھیڑا اس انداز سے ایسی نوارنگیں نوا
ہر آبِ گل برگ سے پھوٹے شمیم جاں فزاں
ہے یہ وارث کی دعا اے نازش ہندوستاں
ہر طرح سالم تجھے رکھے خدائے مہرباں

سپاس نامہ

آمد بر مکان محمد شاہد قاسمی (خادم خاص حضرت خطیب الاسلام) مقام بھگورا ضلع مدھوبنی (بہار)

حضرت مولانا شاہد صاحب حضرت کے خادم خاص ہیں، حضرت ان کے مکان پر گئے تو ان کی طرف سے یہ منظوم سپاس نامہ پیش کیا گیا۔

وہ کون ہیں کہ فاضل دوراں کہیں جسے
افضل ہر اک سے مہماں کہیں جسے
ہے فخر جس کی ذات پر دارالعلوم کو
طیب کے پاک قلب کا ارماں کہیں جسے
روشن ہے جس کے نور سے بیرون ملک بھی
ہندوستان کا مہر درخشاں کہیں جسے
گلزار علم و فن کے گلابوں میں ایک گلاب
رنگِ نشاط بوئے گلستاں کہیں جسے
اس دور پر فتن میں بھی روشن ہے یہ چراغ
طوفاں کے زد پہ شمع فروزاں کہیں جسے
ہستی ہے جس کی شہرۂ آفاق کون میں
وہ کون ہیں کہ رشکِ بہاراں کہیں جسے
ملت بھی ناز کرتی ہے جسکی حیات پر
بیمار قوم کیلئے درماں کہیں جسے
کیوں نہ شاہدؔ کو ہو شادمانی
جس کی محنت درخشاں کہیں جسے
ناصر جو سپاس نامہ لکھا آپ نے
سالم کے فیض ہی کا یہ ساماں کہیں جسے

بخدمت حضرت مولانا محمد سالم صاحب استاد دارالعلوم دیوبند

ازاحقر الزماں محمد محفوظ الرحمٰن

مرحبا اے ملت اسلام کے روح رواں
حضرت سالمؔ حقیقت اور صداقت کے نشاں
ناز فرما آپ پر ہے مادرِ ہندوستاں
اے محبّ قوم ناموس وطن کے پاسباں
خاندانِ قاسمؔی کے آپ ہیں چشم و چراغ
گلستانِ حضرتِ نانوتوی کے باغباں
مرحبا اے شیخ تفسیر و حدیث دیوبند
راز ہائے علم باطن کے حقیقی رازداں
نیک صورت نیک سیرت عالم دین مبیں
پیکرِ خلق کریمانہ خطیب خوش بیاں
اے نبی کی سیرت پاکیزہ کے راز آشنا
اے سحاب فیض بار و آفتاب ضو فشاں
مرحبا اے ابن طیبؔ آپ کی تشریف سے
فرش رہ ہیں دیدہ و دل اے معزز مہماں
کیا بتائیں آپ کو اس مدرسہ میں پائے ہم
کسقدر نازاں ہیں خود پر کسقدر ہیں شادماں
مدرسہ رحمانیہ گرچہ ابھی کم عمر ہے
پر یہاں ہے روز شب فیض کا دریا رواں
کر رہا ہے رات دن یہ خدمت دین مبیں
ہو رہے ہیں سیر حضرت علم کے پیا سے یہاں
چل رہا ہے شان سے ابتک بفضل ایزدی

حادثاتِ وقت سے ہے گرچہ بے تاب و تواں
آپ کا تشریف لانا کاش فالِ نیک ہو
دور ہو جائیں ہماری مشکلات درمیاں
اور گھٹا رحمت کی چھائیں بارش انعام ہو
لوٹ آئے اس دبستاں میں بہار بے خزاں
کاش پھر تشریف لائیں پھر کرم فرمائیں آپ
پھر اسی انداز سے ہوں آپ نغمہ خواں

گلہائے عقیدت

نتیجہ فکر:۔ محمد کبیر الدین قاسمی چمپارنی (مورخہ ۸ جنوری ۱۹۹۲ء)

یہ سپاس نامہ مولانا کبیر الدین قاسمی صاحب نے لکھا، اور اس کو مدرسہ عربیہ سراج العلوم بالکنڈی بلگام کرناٹک کی طرف سے پیش کیا گیا۔

بخدمت اسلام جانشین حکیم الاسلام استاذ نا حضرت مولانا محمد سالم صاحب وقف دار العلوم دیوبند و بخدمت اقدس خطیب بے نظیر وارث علوم علامہ انور شاہؒ استاذ حضرت مولانا محمد انظر شاہ صاحب کشمیری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

بہار آئی چمن میں بلبل خوشتر کی آمد پر
منور ہے فضا مہرومہ اختر کی آمد پر
کریں شمس و قمر بھی رشک تو اس پہ تعجب کیا
فقیروں بے کسوں کے درمیاں بر تر کی آمد پر
ہزاروں علم والے جوتیاں سیدھی کریں جن کی
چمک اٹھا مقدر سرور و رہبر کی آمد پر
عقیدت کا تقاضا ہے کریں جھک کر قدم بوسی
شہ عالی صفات و علم کے پیکر کی آمد پر
ذرا تشنہ لبو ٹھیرو یقیناً ہوگی سیرابی
مکرم نائبین ساقی کوثر کی آمد پر
زباں شیریں بیاں دلکش ادا ہر ایک ملکوتی
گل گلزار طیب سالم اشہر کی آمد پر
امیر درس تفسیر و حدیث و ماہر قرآں
امین ثروت انور شہ انظر کی آمد پر
دعا ہے رب اکبر سے رہے حاصل اکابر کا
یوں ہی سایہ ہمیشہ خاص کر محشر کی آمد پر

پیش کنندگان:۔ خدام مدرسہ عربیہ سراج العلوم بالیکندری (بزرگ) بلگام (کرناٹک)

نذرانۂ عقیدت

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

کاوش قلم: وارث ریاضی، مدرس دارالعلوم بستی

السلام اے حضرت طیبؒ کے فرزند جلیل
پیکر صدق وصفا، مہروفا، مرد نبیل
السلام اے مردِ حق آگاہ، فخر روزگار
تجھ سے قائم آج ہے گلزارِ قاسمؒ کی بہار
آئینہ دارِ شریعت تیرا کردار جمیل
تیری ہستی عظمت اسلام کی روشن دلیل
تیری آمد باعثِ صد رشکِ شیراز کہن
تیرے دم سے نازشِ بغداد ہے یہ انجمن
فخر کرتے ہیں تری تشریف ارزانی پہ ہم
شاد ہیں لطف و محبت کی فراوانی پہ ہم
تو جہاں تشریف فرما ہے بلاشبہ ذی احترام
یہ چمن دیوراج سے منسوب ہے بَیْنَ الانام
لوگ کہتے ہیں کبھی رہتے تھے دوراجہ یہاں
ہوگیا ''دوراج'' سے ''دوراج'' پھر یہ گلستاں
یہ چمن جہاں اے رونق صد انجمن
ایک بھائی کی طرح رہتے ہیں شیخ و برہمن
اس چمن میں ایک بد نامی سے وابستہ ہیں ہم
تو بھی سُن لے یہ ہماری داستانِ پُر اَلَم
روز افزوں ہے ترقی پر تلک لینے کا روگ
بیچتے ہیں بر سرِ بازار فرزندوں کو لوگ

باپ ہے مجبور و بے کس ہوگئی لڑکی جواں
کس طرح شادی کرے نوشہ کی قیمت ہے گراں
گھر کا ہر سورا جو پنساری سے لیتا ہے اُدھار
اس کے لڑکے کی ہے قیمت نقد زر ستر۷۰ ہزار
رورہی ہے اپنی بد بختی پہ ہر صنفِ بتولؓ
الفتِ سلمیٰؓ کی باتیں لوگ کرتے ہیں فضول
عصمتِ سیتا چلی جائے نہیں کچھ اس کا سوگ
دے رہے ہیں دعوتِ عصمت دری راون کو لوگ
آ رہا ہے لڑکیوں کے دفن کرنے کا رواج
پھر وہ تاریخِ عرب دہرا رہا ہے دیوراج
مبتلا اس رسم میں عالم بھی ہیں جاہل بھی ہیں
حاجی بیت الحرم بھی، عارف کامل بھی ہیں
رہنمائے قوم بھی ظلم و ستم ڈھاتے ہیں آج
راہبر کے بھیس میں رہزن نظر آئے ہیں آج
کیا ترقی کر سکے گی تا قیامت وہ سماج
جس میں بیسوں سال سے ہو روز افزوں یہ رواج
خیر اس انداز سے ایسی نواہ رنگیں نوا
اس چمن میں پھر سے آجائے بہارِ جانفزا
ہے یہی وارثؔ ریاضی کی دعا اے مہرباں
تجھ کو سالم ہر گھڑی رکھے خدائے دوجہاں
منجانب: اراکین مجلس استقبالیہ کانفرس

سپاس نامہ

بخدمت اقدس بن حضرت مولانا محمد سالم صاحب القاسمی دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

منجانب: ذمہ داران مدرسہ رشیدیہ حسینیہ، دمیا، صفی پور، پورنیہ

الحمد اللّٰہ و کفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی. امابعد

مہمانِ مکرم! مدرسہ رشیدیہ حسینہ دمیا، صفی پور ضلع پورنیہ (بہار) کے اساتذہ طلبہ اور کارکنان کیلئے یہ ساعت مسعود بے انتہا مسرت بخش ہے کہ سالہا سال کی آرزو اور تمنا کے بعد خانوادہ قاسمی کے چشم و چراغ نے ہم جیسے محبت کرنے والوں کی دعوت قبول فرمائی اور ہزاروں میل کا سفر اور اسکی زحمتیں برداشت کر کے یہاں تشریف لائے اس موقع سے ہم ارباب مدرس اور اساتذہ وطلبہ جس قدر بھی خوشی کا اظہار کریں کم ہے، انشاء اللہ یہ ذرّہ نوازی کبھی فراموش نہ ہوسکے گی۔

استاذ محترم! یہ ایک حقیقت ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی قُدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد دارالعلوم دیوبند کی داغ بیل ڈال کر برصغیر کے گرتے ہوئے مسلمانوں کو تھام لیا اور کتاب وسنت کی تعلیم وترویج کا سامان فراہم کیا اگر دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں نہیں آیا ہوتا تو بلا شبہ برصغیر میں قال اللہ اور قال الرسول کا جو غلغلہ ہے دیکھنے میں نہیں آتا اور برصغیر کے مسلمان مذہبی تعلیمات میں بہت پس ماندہ ہوتے یہاں کا کوئی مسلمان نہ حضرت نانوتویؒ کے اس احسان عظیم کو فراموش کرسکتا ہے اور نہ اس سے سبکدوش ہوسکتا ہے۔

عالم ربانی! یہ مدرسہ جہاں حضرت تشریف فرما ہیں اور دیگر مدارس دینیہ دراصل دارالعلوم دیوبند کے ہی فیوض وبرکات کے نتائج ہیں کہ وہ برصغیر میں اسلامی عقائد واعمال اور دینی احکام ومسائل کی اشاعت اور ساتھ ہی انکے بقاء وتحفظ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، مدرسہ رشیدیہ حسینہ گو اس علاقہ کا ایک بہت چھوٹا مدرسہ ہو مگر اس کے قیام کے بعد علاقہ کے مذہبی حالات بحمد اللہ ترقی پذیر ہیں اور اطراف کے مسلمانوں کا دین قیم سے شغف اور تعلق بڑھتا جا رہا ہو یہاں کے مسلمان بچوں اور

نوجوانوں میں اسلامی اسپرٹ جو دیکھنے میں آرہی ہیں میں مدرسہ موصوفہ کی جدّ و جہد کا بڑا حصہ ہے جس طرح یہاں بیٹھ کر اساتذہ درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں اس طرح خواص و عام کی دعوت پر مختلف آبادیوں میں جا کر رب العالمین کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور انہیں راہ راست پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تلقین کرتے ہیں، دعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری خدمات قبول فرمائیں اور مدرسہ اپنے مقاصد میں زیادہ سے زیادہ کامیابی سے ہمکنار ہو۔ استاذ دارالعلوم دیوبند! ہمیں شدت سے احساس ہو کہ حضرت والا کے شایان شان ایسا انتظام نہ کر سکے جس سے حضرت والا راحت و عافیت محسوس کرتے امید کہ ہماری اس کوتاہی سے صرف نظر فرمائینگے اور ہمارے مدرسہ کیلئے دعاء کرینگے کہ وہ ترقی کی منزلیں جلد طے کر لے اور اس سے مسلمانوں کی بیش از بیش خدمات انجام پذیر ہوں۔ اخیر میں پھر ایک دفعہ ہم حضرت والا کے شکر گذار ہیں کہ آپ نے ہماری حقیر دعوت قبول فرمائی اور یہاں قدم فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کا سامان فراہم کیا، اللہ تعالیٰ آپکی عمر صحت وسلامتی کے ساتھ دراز فرمائیں اور ہمیں آپکی ذات سے بار بار مستفید ہونے کا موقع میسر فرمائے۔ آمین

سپاس نامہ

بعالی خدمت حکیم المسلمین حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

مخدومنا المحترم! ہم جمیع اراکین انجمن امدادیہ جناب کی خدمت بابرکت میں تہ دل سے ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں، کہ باوجود قلت وقت اور کثرتِ مشاغل کے جناب والا نے ہماری دعوت پر نہایت خندہ پیشانی سے لبیک کہتے ہوئے مسند صدارت کو زینت بخشی اور ہم خدام انجمن کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ آنمحترم کی اس کرم ونوازش پر جس قدر بھی شکریہ ادا کریں اور جتنا بھی اظہار مسرت کریں کم ہے کیونکہ آج ہم ایک ایسی ہستی کو اپنے درمیان پا رہے ہیں کہ جن کا نور علم رشد وہدایت بن کر نہ صرف سرزمین ہند کو منّور کر رہا ہے بلکہ ساری دنیا میں ضوافشانی کرتے ہوئے تشنگان رشد و ہدایت کو سیراب کر رہا ہے۔ حضرت والا! ہم خدام انجمن امدادیہ جناب والا کی اس کرم فرمائی اور ذرّہ نوازی پر عقیدت کے پھول پیش کرتے ہیں اور مکرر ہدیہ تشکر نذر کرتے ہیں۔

لائق صد احترام! حضور والا کا دورۂ آسام کی طرف ہے ہم حضرت والا سے یہ درخواست کرنے کی جسارت کرینگے کہ آنجناب اپنے مشاہدات کی روشنی میں ہمارے نقائص کی نشاندہی فرما کر مفید مشوروں سے نوازیں تاکہ ہم اپنے وطن جاکر اسلاف کا صحیح نمونہ بن سکیں۔

حضرت والا! ہماری یہ انجمن آپ جیسی ہستی کے معارف سے فیض حاصل کرنے پر فخر کرتی ہے ہمیں امید ہے کہ حضرت والا اپنے ارشادات گرامی اور اقوال زرّیں سے ہمیں بہرہ اندوز ہونیکا موقع عنایت فرمائیں گے۔

تاکہ انجمن امدادیہ کے یہ خدام دنیائے اسلام کیلئے سچے جاں باز اور سپاہی ثابت ہوں۔

ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد

ہم ہیں آپ کے خدام

انجمن امدادیہ طلباء آسام دارالعلوم دیوبند

سپاس عقیدت

بخدمت عالیجناب خطیب العصر حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

مخدوم مکرم! ہم اراکین بزم طیب آج بیحد فخر ومسرت کے ماحول میں آنجناب کے سفر اور اس سے واپسی پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور باری تعالیٰ سے دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ وقف دارالعلوم کو آپ کے اہتمام میں ترقیات اور کامرانیوں سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

حضرت والا: بزم طیب طلبۂ صوبہ بہار وقف دارالعلوم دیوبند کی ایک ایسی انجمن ہے جسے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے نام سے منسوب ہونے کی سعادت حاصل ہے، صاحبزادۂ محترم جناب مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی جیسے اساتذہ کی نگرانی میں طلبہ میں اتحاد و یگانگت بنا کر نہ صرف تقریری وتحریری مشق کی منزلیں طے کر رہی ہے بلکہ یہ انجمن وقف دارالعلوم کی نیک نامی اور اسکی شہرت کا ذریعہ بننے کیلئے کوشاں ہے، آج انجمن کے پروگرام میں باعث سعادت ہے کہ جانشین حکیم الاسلام یعنی آنجناب کی شخصیت جلوہ افروز ہے۔

عالیجاہ! ہندو بیرون ہند مسلمانوں پر خاندان قاسمی کے جو علمی احسانات ہیں وہ تاریخ کے اوراق میں ثبت ہیں، دارالعلوم دیوبند کی تاسیس اور اس کی عالمگیریت اس کا بین ثبوت ہے۔ حضرت نانوتویؒ کے قائم کردہ اس ادارہ نے جو کردار ادا کیا ہے وہ اظہر من الشّمس ہے۔ پھر حضرت حکیم الاسلامؒ نے ۶۰ سال تک مسلسل اس ادارہ کی ترقی اور تعارف کیلئے جو جہد و جہد کی اور سینکڑوں اسفار کئے جو تاریخ دارالعلوم کا زریں باب ہے۔ آپ کا سفر حضرت حکیم الاسلام کے روایات کا ایک نمونہ ہے اور ہمیں یقین ہے کہ آنجناب وقف دارالعلوم کی ترقی اور تعارف کیلئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مختلف ممالک کے اسفار میں اور اپنے دعوتی وتبلیغی اجتماعات میں نمایاں کردار ادا کریں گے اور اندرونی طور پر ہم طلبہ کے فلاح و بہبود اور تعلیم وتربیت کے لئے نظر کرم فرمائیں گے۔

گرامی قدر! آج کا یہ اجتماع بزم طیب کا افتتاحی اجلاس ہے جس میں ہم آپ کے تاثرات سفر اور حکیمانہ خطاب سے مستفید ہونے کے لئے جمع ہیں، جو ہمارے لئے خوشی اور سعادت کا موقع ہے۔ سفر

امریکہ سے واپسی پر ہم دوبارہ مبارکباد پیش کرتے ہوئے اس بات کے لئے بیحد مشکور ہیں کہ آنجناب نے اپنی تشریف آوری سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور ہمیں اپنے علوم ومعارف سے استفادہ کا موقع عنایت فرمایا۔

پیش کش

اراکین بزم طیب طلبہ صوبہ بہار دارالعلوم وقف دیوبند

تہنیت نامہ

بخدمت اقدس سیدی وسندی ومرشدی، استاذ الاساتذہ، سید العلماء،

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

بموقعہ انتخاب برائے 'جائزۃ الامام محمد قاسم النانوتوی'،

واجرائے ''شجرۂ خاندان صدیقی نانوتہ''

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

نسبت قاسمی کے حاملین وخانوادۂ قاسمی کے لئے یہ بہت ہی مبارک ومسعود موقع ہے کہ حال ہی میں حضرت خطیب الاسلام کو 'جائزۃ الامام محمد قاسم النانوتوی' سے سرفراز کیا گیا۔ الحمد للہ! اس مبارک اور پرمسرت موقع پر میں حضرت دامت برکاتہم کی خدمت میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار تہنیتی کلمات کی شکل میں پیش کرنے سے قبل عالم اسلام کے نسبت قاسمی رکھنے والے تمام برادران کو خاص طور پر اور برصغیر ہندوپاک کے مسلمانوں کو عموماً صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ موجودہ دور میں نسبت قاسمی کے امین اور روح رواں خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کے نام گرامی کا اس عالمی ایوارڈ کے لئے انتخاب 'جائزہ الامام محمد قاسم النانوتوی کمیٹی' کا ایسا فیصلہ ہے جو خود اس کے لئے قابل صد افتخار ہے، حقیقت یہ ہے کہ حضرت کے مقام، آپ کی عند اللہ وعند الناس مقبولیت تامہ نے آپ کو ان تمام چیزوں سے بالاتر کردیا ہے۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے پاس دنیا فرمان نبوی صلی اللہ علیہ والسلام کے مطابق ذلیل ہوکر آتی ہے، أتتة الدنيا وهي راغمة کہ دنیا ان کے قدموں میں ہمیشہ ذلیل ہوکر آتی رہی ہے...... اخلاص ایسی ہی چیز ہے کہ وہ مشک کی طرح مستور نہیں رہ سکتا اس امت کے پاس چودہ صدی کے مخلصین حضرات کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو نام ونمود، شہرت وریاء سے بچا کر اخلاص واخفائے حال کا طریق اختیار کیا ہے، مگر جیسا کہ 'جائزۃ الامام محمد قاسم النانوتوی' کمیٹی (مدینہ منورہ) کے عالی وقار صدر وروح رواں محدث کبیر شیخ محمد محمد عوامہ دامت برکاتہم نے اپنی نانوتہ تشریف آوری کے موقعہ پر فرمایا۔ الاخلاص

یصنع العجائب' (اخلاص کی بنیاد پر عجائبات رونما ہوتے ہیں) اخلاص نے مخلصین کے احوال کو امت پر منکشف کر کے دوامی مقبولیت کی مہر ثبت کر دی کہ

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے مخلصین کے بند حجروں کو عالمینی مرکز بنا دیا، اور ان کے ناموں کو قیامت تک آنے والی نسلوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا...... برصغیر کے ان منتخب من اللہ خاندانوں میں سے ایک خاندان قصبہ نانوتہ کا یہ صدیقی خاندان ہے جس کے جد امجد سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، جن کی اولاد میں شیخ قاسم بن محمد، اور بارہویں اور تیرہویں صدی میں استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی نانوتوی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مظہر نانوتوی، بانی مظاہر علوم سہارنپور اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی جیسے علم و معرفت کے ائمہ اور جبال العلم پیدا ہوتے رہے، جن کے فیوض و برکات سے ایک عالم مستفیض ہوا اور بحمد اللہ ہو رہا ہے......اس صدیقی خاندان کے خانوادۂ قاسمی پر حق تعالیٰ شانہ نے علم و عمل، معرفت و حکمت، اخلاص وللّٰہیت اور عالمینی فکر کے ایسے دریچے وا کئے کہ گذشتہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے اس خانوادہ کے افراد برصغیر میں غیرت حق کے ترجمان اور قصر ایمان کے پاسبان بنے ہوئے ہیں، (ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء)...... چنانچہ ملت اسلامیہ کی ذمہ داری جب قاسم کے کندھوں پر ڈالی گئی تو اس مرد حق پرست نے ملک و ملت کو شعور زندگی اور معرفت کا سوز و ساز دے کر اس طرح آگے بڑھایا کہ تہذیب و شرافت اور فہم و فراست کا مرکز دارالعلوم دیوبند معرض وجود میں آ گیا، جو تقریباً ڈیڑھ صدی سے مسلسل فکر ولی اللہی کی آبیاری کر رہا ہے جس کے ملہم من اللہ ہونے اور مزاج نبوی کا صحیح ترجمان ہونے پر برصغیر کے علماء کا تقریباً اتفاق ہے۔ پھر یہ عظمت و کردار کی وراثت، جب احمد نے سنبھالی تو قاسم کے لگائے ہوئے حکمت و عرفان کے چمن کی تقریباً نصف صدی تک بڑی خاموشی سے آبیاری فرمائی، پھر یہی نور دیدۂ احمد سے نکل کر جب طیب و طاہر میں منتقل ہوا تو ان کا کلام، خطیبانہ انداز میں کتاب علم کی تفسیر، ملت کے حسیں جذبات کا ترجمان اور حسن تدبیر کی دلیل بن گیا......مزید برآں ان حضرات نے اسلامی افکار و اخلاق کی اس قدر شائستہ پیرائے میں ترجمانی کی کہ تصوف کے صبح و شام اور جمال و جلال کی معراج کو سمجھا کر یہ پیغام دیا کہ تصوف ہی وہ حقیقت ہے جس کے ذریعہ دلوں پر حکومت کی جا سکتی ہے اور شریعت و طریقت کا جامع و حسین امتزاج ہی فاتح قلوب ہے...... پھر جب

اس معرفت وعرفان کی کشتی پر سالم واسلم سوار ہوئے تو عصری تقاضوں کو سامنے رکھ کر کتاب وسنت کی سلف صالحین کے افکار کی روشنی میں ایسی تشریح فرمائی جس میں مسلمانان عالم کے لئے پیغام حق، ماضی کی یاد، مستقبل کا تصور، زندگی کا احساس اور عمل کا جوش پیدا کردیا۔

میں حضرت کو ان کی خدمات پر مبارک باد دیتا ہوں جو حضرت نے بتوفیق من اللہ اپنے اسلاف کے طریق کار کو سامنے رکھ کر انجام دیں، مبارک باد پیش کرتا ہوں آپ کے اس عزم راسخ اور سعی وپیہم کو جس کا مشاہدہ میں نے بارہا اپنی زندگی میں کیا، مبارک ہو آپ کو آپ کا مزاج حلیمانہ اور پیکر صدق وصفا ہونا، مبارک ہو تجھ کو اے شمع محفل علم امین اسوۂ خیرالانام اور ہمدرد وغمگسار ملت احمد ہونا......اے میر کاروان چمنستان قاسمی مبارک ہو تجھ کو وہ قوت وکردار اور پیار کی گفتار جو بیکسوں کے درد کا درماں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا ذریعہ بنی۔

اے نشان خلوص مہر ووفا، اے وارث انبیاء، اے نمونہ اسلاف، اے عالی مقام، اے اداشناس حیات دوام، اے رونق گلزار قاسم، اے بادۂ عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مخمور، اے مثال شمع سرراہ جلنے والے، ہم سب خاندان صدیقی کے افراد ُجائزۃ الامام محمد قاسم النانوتوی' عالمی ایوارڈ ملنے پر صمیم قلب سے مبارک باد اور مرحبا صد مرحبا کہتے ہیں اور میں اپنی جانب سے ان سب خوش نصیب حضرات کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جن کو ایسی مرکزی شخصیت کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہونے کا موقع ملا، بقول شاعر

تیری صورت، تیری سیرت، تیرا نقشہ، تیرا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

میں اور تمام اہل خاندان، جمعیۃ الامام محمد قاسم النانوتوی کے جملہ اراکین دست بدعا ہیں کہ حضرت دامت برکاتہم کے سایۂ عاطفت کو ہم سب پر بصحت وعافیت تادیر قائم رکھے۔ امین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ والسلام

منجانب

احقر محمد زکریا صدیقی نانوتوی خادم جامع مسجد، رکن مجلس مشاورت دارالعلوم وقف دیوبند
وجملہ اراکین جمعیۃ الامام محمد قاسم النانوتوی، نانوتہ

بخدمت گرامی حضرت مولانا محمد سالم صاحب القاسمی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

بسلسلہ اجلاس سالانہ ۹۶ھ انجمن تہذیب الافکار در بھنگہ

حضرت صدر محترم!

ہم آج بے پناہ خوش ہیں، ہمارا دل پھولے نہیں سما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم بے بضاعتوں پر آپ جیسی عظیم ترین شخصیت جن کے کلمات زریں سے نہ صرف ہند بلکہ بیرون ہند اور ایشیاء سے یورپ تک سارا جہاں مستفید ہوتا ہے، جن کی آوازوں سے خوابیدہ دل بیدار ہوجاتے ہیں، اور سوتا ہوا ضمیر جاگ اٹھتا ہے اور جن کے مواعظ حسنہ سے نہ جانے کتنے بھٹکے ہوؤں کو روشنی ملی ہے آپ کی صدارت میں اپنی سال بھر کی تقریری اور تحریری کاوشوں اور محنتوں کو پیش کرنے کا موقعہ ملا اور آپ اپنی گرانقدر مشغولیات اور مصروفیات سے وقت نکال کر ہماری حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لائے۔

آپ اگر چہ زمین کی مسافت کے لحاظ سے ہمارے وطن سے بہت دور ہیں لیکن دارالعلوم دیوبند کا رشتہ تعلیم اور حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے روحانی و عملی تعلق اور بے پناہ عقیدت و محبت نے ہمارے اور آپ بزرگوں کے درمیان کوئی بعد اور دوری باقی نہیں رکھی ہے ہم اپنے وطن سے ہزار میل کی دوری پر ماں باپ، بھائی، بہنوں سے چھوٹ کر، اعزاء واقربا سے علیحدہ ہوکر اس مقدس درسگاہ میں زندگی گذار رہے ہیں لیکن یہ وہی مضبوط رشتہ ہے کہ آپ جیسے مشفق و مہربان سرپرست اور اساتذہ کی موجودگی میں اپنی مادر علمی کی آغوش میں بننے والے مخلص بھائیوں کا سہارا پاکر ہم اپنے آپ کو بے وطن اور پردیسی محسوس کرتے ہیں اور نہ کبھی یہ سوچتے ہیں کہ یہاں ہمارے ماں باپ اور بہن بھائی نہیں ہیں۔ ہمیں جس طرح مادر وطن کی سرزمین سے محبت ہے بالکل اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ مادر علمی کے ہر ذرے سے پیار ہے۔ اس مضبوط اور گہرے تعلق کے بعد آپ کی امداد آپ کی نوازش سے ہمیں کتنی اور کس قدر مسرت ہے یہ نا قابل بیان ہے اور نہ محتاج بیان۔

در بھنگہ کی سرزمین کا رشتہ دارالعلوم دیوبند سے بڑا گہرا اور بہت پرانا ہے۔ اور ہر سال اور ہر دور میں بہار کے طلبہ میں در بھنگہ کو اکثریت اور اولیت حاصل رہی ہے۔ یہیں سے علامہ عبدالوہاب فاضل بہاری، مولانا عبدالحفیظ، مولانا عبدالرحیم صاحب، مولانا رؤف صاحب ہرسنگھ پوری، جیسے علماء اور

مصلحین قوم پیدا ہوئے اور آج بھی مولانا عثمان صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ رحمانیہ سوپول جن کو علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے اور مولانا مجاہد الاسلام قاضی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کی سند گیر شخصیت اسی سرزمین علم خیر کی دین ہے ہمیں بے احد اور بجا فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس شرف سے نوازا ہے۔ فالحمد للہ غایۃ الحمد

اب ہم اخیر میں ایک بار پھر تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اپنے اپنے گرانما اوقات سے کچھ قیمتی وقت نکال کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور جب آپ ہی حضرات ہمارے بزرگ، رہنما اور سب کچھ ہیں تو آخران موقعوں پر ہماری حوصلہ افزائی اور کون کرسکتا ہے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے کچھ حکیمانہ ارشادات ونصائح سے نوازیں اور ہمارے لئے فلاح دارین انجمن کی علمی وعملی ترقی اور کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

ہم ہیں آپ کے مخلصین
راقم نوراللہ دربھنگوی

نذرانۂ عقیدت

بجناب خطیب العصر حضرت مولانا محمد سالم صاحب

خلف الرشید حکیم الامت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ عالی

منجانب

نوجوانان سیرت کمیٹی، مادھوپور، ترولیا، مشرقی چمپارن

محترم مہمان!

آج اپنے درمیان آپ کو پا کر ہمارے دلوں میں جو پیش وخوش کی گنگا اُمڈ رہی ہے۔ قسمت مسکرا رہی ہے، ہمت جوان انگڑائیاں لے رہی ہے۔ آپ نے ہماری دعوت قبول فرما کر اور ہماری مجلس میں شریک ہو کر ہمیں اور ہماری سرزمین کو جو اعزاز بخشا ہے ہم اس احسان عظیم کی بابت میں کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے

لطف ہے عیش ہے مسرت ہے
آپ آئے ہماری قسمت ہے

امت کے پیشوا!

آپ نے تمام برصغیر ہندوستان کے طول وعرض میں کتاب وسنت کا بھولا ہوا سبق رقت آمیز انداز میں قوم کو یاد دلا کر نئے سرے سے امت کی شیرازہ بندی کا جو اہم فریضہ انجام دیا ہے، رب کعبہ کی قسم ’کملی والے آقا کی مکی زندگی‘ کا سچا خاکہ فرزندان توحید کی آنکھوں میں سما گیا ہے۔ آپ کی جادو دانی نے غفلت کے متوالے کلمہ خوانوں کو خواب خرگوش سے بیدار کیا ہے۔ ان کے بے جان دلوں کو ملی جوش اور امنگ سے معمور کیا ہے۔ ان کو مدہوشی وخرمستی سے نکال کر طریقہ محمدی کی جادہ وپیمائی پر مستقیم کیا ہے۔ امت آپ کی اس رہبری سے سعادت دارین کا حصہ دار بنی ہے اور بن رہی ہے۔

علم ومعرفت کے گنجینہ بے بہا!

آپ کو لاریب علم وحکمت کے خزانہ میں اسلوب بیان وراثت میں، اسلاف سے ملا ہے باتیں دل کی گہرائیوں میں اتارنا دنیا آپ ہی کو آتا ہے۔ آپ کے ذہن اطہر سے نکلتے ہوئے فقرے ایک

طرف کانوں میں رس گھولتے ہیں تو دوسری طرف دلوں میں گرمی اور گدگدی پیدا کرتے ہیں وہ یقیناً دل نہیں جس نے آپ کے میٹھے بول میں لذت نہ پائی اور آپ کے کلمات حکمت پر دھڑکن محسوس نہ کی۔

نوجوانوں کے رہنما!

آپ کی تبلیغی جدوجہد سے پوری امت مسلمہ نے عموماً اور نوجوان طبقہ نے خصوصاً استفادہ کیا ہے۔آپ نے جوانوں کو عزم لے کر دیا ہے۔رحمت و پامردی بخشی ہے۔ذوق مستی عطا کی ہے۔ہم نوجوانان چمپارن آپ سے دلی عقیدت رکھتے ہیں۔آپ کی رہبری پر ہمیں کافی اعتماد ہے۔خدا آپ کا سایہ بہت دنوں تک ہمارے سروں پر باقی رکھے۔آمین

باسمہٖ تعالیٰ

اظہار عقیدت وحقیقت

پیش خدمت جانشین حکیم الاسلام نبیرۂ قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام،

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہ

مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند

حضرت والا ایک طویل مدت کے بعد آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مرہٹواڑہ کی سب سے قدیم دینی درسگاہ ام المدارس جامعہ اسلامیہ دارالعلوم ناندیڑ کربلا روڈ کو مشرف فرمایا۔ ہم ارباب دارالعلوم کے لئے انتہائی خوشی ومسرت کا مقام ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ افسوس بھی ہوتا ہے کہ حضرت والا کے ورود مسعود کی خبر فرحت اثر کی اطلاع اس وقت پہنچی جب کہ دارالعلوم طلبہ عزیز سے یکسر خالی ہے۔ آج اساتذۂ کرام طلبۂ عزیز حضرت والا کی ملفوظات عالیہ سے مستفید ہونے سے محروم رہے۔

نازش قوم وملت! آپ کے جد محترم حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم صاحبؒ نے مادر علمی دارالعلوم دیوبند قائم کرکے عالم اسلام پر جو احسان عظیم فرمایا وہ اظہر من الشّمس ہے۔ یہ مدرسہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم ناندیڑ اسی مادر علمی کی ایک شاخ کی شکل میں آج تقریباً نصف صدی سے مرہٹواڑہ کی بنجر سرزمین کی علمی آبیاری کررہا ہے۔ اس نصف صدی کے اندر بے شمار علماء وحفاظ وقراء اس ادارہ سے اپنی علمی تشنگی دور کرنے کی سعادت حاصل کرچکے ہیں۔ مدرسہ کاشف العلوم اورنگ آباد میں مولانا محمد مجیب صاحب قاسمی، نظام آباد، آندھرا پردیش میں مولانا عطاء الرحمٰن صاحب جامی، مدرسہ دارالعلوم محمد حمایت نگر میں مولانا محمد مجیب الدین صاحب قاسمی، مدرسہ مرکز العلوم ناندیڑ میں مولانا محمد معین الدین صاحب قاسمی اور جامعہ اسلامیہ دارالعلوم ناندیڑ کے اکثر اساتذۂ کرام اسی ادارہ سے خوشا چینی کے بعد صوبہ وبیرونی صوبہ کے مختلف مقامات پر علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت والا آپ کا خاندان ایک خالص علمی وروحانی خاندان ہے اور ایک علمی تاریخ ہے جس پر قیامت تک دنیا اسلام ناز کرتی رہے گی۔ آپ کے والد محترم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی خدمات جلیلہ کے علاوہ اپنے مواعظ حسنہ وتقریر وروحانی کل جو نقشہ لازوال چھوڑا ہے قیامت

تک عالم اسلام اس کو فراموش نہیں کر سکتا۔ آپ سے پہلے ۱۳؍شعبان ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۷۶ء بروز سہ شنبہ آپ نے اس عظیم دینی درسگاہ کی سنگ بنیاد اپنے دست مبارک اور خصوصی دعاؤں کے ساتھ ساتھ رکھا تھا۔ جس کی تاریخ دارالعلوم پر نقشہ دیوار ہے۔ اور دارالعلوم کی یہ جو دومنزلہ عمارت آپ کے دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ بحمد اللہ! آج اس دارالعلوم میں دیوبند کے نصاب کے مطابق درجہ پنجم تک کی تعلیم انتہائی احسن طریقہ سے ہورہی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مسلم بچیوں کو عالمہ بنانے کی نہایت نظم ونسق کے ساتھ مسلم معلمات کے ذریعہ تعلیمات کا سلسلہ جاری ہے اور عصری تقاضہ کے مطابق فن خطاطی کی تعلیم بھی انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اس ادارہ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے جس کا مشاہدہ حضرت والا اپنی آنکھوں سے فرمائیں گے۔

زعیم ملت ومفکر قوم وقت کی تنگی کا احساس ہے اس لئے بصد احترام اتنا ہی عرض ہے کہ حضرت والا کی تشریف آوری کے بعد ہمیں بہت کم موقع ملا۔ اس لئے ہم جناب والا کا شایان شان استقبال نہ کر سکے اس لئے ہم بصمیم قلب معذرت طلب ہیں۔ امید کہ العذر عندکرام الناس مقبول) کے پیش نظر ہمیں معذور سمجھ کر معاف فرما جائے گا۔ ہمارے اخلاص ومحبت میں کمی نہیں ہم نے حضرت والا کو آنکھوں کی کھڑکیوں سے دل کے قیام گاہ میں اتارا ہے۔ اور یہ سچی حقیقت ہے کہ خاندان قاسم العلوم والخیرات نے شاہ ولی اللہ کے خاندان کی علمی وروحانی میراث کو جس وسعت قلب کے ساتھ عالم اسلام کو تقسیم کیا ہے۔ اس احسان کا حق ادا کرنے کی ہم ہی نہیں بلکہ عالم اسلام میں سکت نہیں ہے اور اب ہم اس کے بعد حضرت والا کی پر خلوص دعاؤں اور زریں نصائح کے طلبگار رہیں۔

فقط حکیم محمد سلیم، گلبر گوئی، معتمد جامعہ اسلامیہ دارالعلوم ناندیڑ کربلا روڈ، ناندیڑ

وصدر ودیگر اراکین دارالعلوم ناندیڑ

۱۳؍شعبان ۱۴۱۷ھ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۲ء

نذرانہ تہنیت

بخدمت عالی جناب خطیب العصر لسان الامام

حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہم العالی

استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند

برموقع افتتاح رحمانی کلینک جناب ڈاکٹر عقیل الرحمٰن صاحب رحمانی، محلّہ ابوکا تھبٹہ شہر غازی آباد

نتیجہ فکر: مولانا حکیم محمد عمر صاحب نظمی قاسمی، ہاپوڑ

وہ آج تشریف لائے ادھر — قدم جن کا نظمی سعادت اثر
وہ ہر فتنہ و شر سے سالم بھی ہیں — مقدس ہیں، غازی ہیں عالم بھی ہیں
مفسر، محدث، فقیہ و ادیب — مقرر ہیں لیکن عجیب و غریب
سیاست کی آلودگی سے بری — جبیں سے عیاں جلوہ رہبری
وہ ہیں زہد و تقویٰ کے آئینہ دار — دل مرد مومن ہیں جن کا وقار
خدا دولت علم دے لازوال — عمل سے نکھر جائیں سارے کمال
رہے ضوفشاں ان کی سیرت کا نور — حریصوں کی چشم عداوت سے دور

قطعہ افتتاح

افتتاح از دست سالم مرحبا صد مرحبا — نکلی ہر لب سے صدا اہلا وسہلا مرحبا
کوچہ بکوچہ ہر طرف بالخیر یہ تشہیر ہو — اے دوستوں ہوگیا رحمانیہ دارالشفا

پیش کنندگان

قاری عبدالرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ ہاپوڑ — جناب شیخ عبدالقدیر صاحب موٹر والے دہلی
جناب عبدالمجید صاحب روغن گر رئیس غازی آباد — جناب ڈاکٹر علاؤالدین صاحب (ایم بی بی ایس سہارنپور)
جناب مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب قاسمی رحمانی، ہاپوڑ — جناب حافظ محمد یعقوب صاحب ہاپوڑ
[جناب محمد نعیم صاحب رئیس مراد آباد — ماسٹر جمیل احمد صاحب کھیکڑہ
مولوی قاری فضل الرحمٰن صاحب ہاپوڑ — ۴/اکتوبر ۱۹۸۰ء شنبہ

باسمہ تعالیٰ

سر سے پاؤں تک حضرت طیب ہی سا لگتا ہے تو
خاندان قاسمی کا گوہر یکتا ہے تو

ہدیہ سپاس

بخدمت فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی حفظہ اللہ

مدرس دارالعلوم دیوبند (وقف)

بموقع جلسہ تکمیل درس بخاری شریف دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

بتاریخ ۲۸؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ بروز جمعرات

از: سید مسرور احمد مسرور

کاشفِ اسرارِ قرآن اے امیر کارواں
ہیں روایات سلف کے آپ تابندہ نشاں
مرحبا صد مرحبا علم و عمل کے آفتاب
آپ کی نظریں ہیں روشحال مثل آفتاب
کاوشوں سے آپ کی روشن سلف کا نام ہے
علم وعرفاں کا سدا گردش میں رہتا جام ہے
آپ کی ہستی اکابر کی حسیں تصویر ہے
دل کے ارماں اور خوابوں کی کھلی تعبیر ہے
ہے عیاں واللہ تمثیل و بیاں سے آپ کی
آب کوثر سے دھلی شاید زبان ہے آپ کی
حضرت سالم کی نرالی آپ کی تقریر ہے
میر و مومن کی غزل سے آپ کی تحریر ہے
کبر ونخوت سب ہی کہتے ہیں تری عادت نہیں
حضرت مومن و خالد بھی ہیں تیرے خوشہ چیں
سر سے پا تک حضرت طیب ہی سا لگتا ہے تو
خاندان قاسمی کا گوہر یکتا ہے تو
کامرانی کا تری سرگرمیوں میں راز ہے
افتخارِ دین و ملت، تجھ پہ ہم کو ناز ہے
غم نہیں محرمیوں کا جب کہ تیرا ساتھ ہے
ڈوبتی نبضوں پہ ملت کی جو تیرا ہاتھ ہے
کاروانِ علم کا سرخیل کہلاتا ہے تو
راہ سے بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھلاتا ہے تو
لطف خاص و عام پہ تیرا ہے یوں سایہ فگن
دور بے حدود تیری بزم سے رنج و محن
تو جنوں کے دور میں اکثر رہا چارہ ساز
تجھ کو راس آتا نہیں اہل ہوس سے ساز باز
رنگ لائے گی یہ کاوش دین اور ایمان کی
تو نے جو بازی لگادی اپنے جسم و جاں کی

انجمن سے تیری علم و فن اجاگر ہوگیا
غنچۂ علم و عمل سے دل منور ہوگیا

خوئے تعلیم و تعلم دل کو گرمانے لگی
بوئے گل پھر مہکی مہکی فکر پہ چھانے لگی

سو رہے ہوتے ہیں سب تو جاگتا رہتا ہے تو
عالم اسلام کے حق میں دعا کرتا ہے تو

قاسمِ نانوتویؒ کے باغ کا بلبل ہے تو
خارزادوں میں جو خندہ زن ہے وہ گل ہے تو

اے خوشا کہ پالیا تونے سراغ زندگی
دعوت تحقیق ہے تیرا شعار زندگی

فیض تیرے عزم کا فضل خدا سے عام ہو
تیر چرچا علم کی دنیا میں صبح و شام ہو

ہو تیرا حسن عمل دونوں جہاں میں باثمر
خضر کی سی زندگی پائے رہے تو با اثر

الغرض کو ہے دل کا مسرور کا یہ مدعا
تو رہے تابندہ تر سب دل سے کرتے ہیں دعا

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہ

رئیس اہتمام دار العلوم وقف دیوبند

محترم حضرت الحاج قاری عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ بانی جامعہ رحمانیہ ہاپوڑ

شمعِ حق شمعِ وفا شمعِ منور سالم
دین کی روح ہیں اسلام کا پیکر سالم
دل سے اک بار دعا دی تھی مجھے وقتِ سفر
آپ سے جو بھی ملے کیسے وہ تنویر نہ ہو
زندگی آپ نے کی میری منور سالم
آپ کی پاک دعاؤں میں ہے گوہر سالم
شمعِ حق شمعِ وفا شمعِ منور سالم
دین کی روح ہیں اسلام کا پیکر سالم
کسی شیطان کے دھوکہ میں نہیں آئیں گے
آپ للہ ہمیں دل سے دعا دیجئے گا
چن لیا آپ کو اب قوم نے رہبر سالم
ہم نے دیکھے ہیں بڑے درد کے منظر سالم
شمعِ حق شمعِ وفا شمعِ منور سالم
دین کی روح ہیں اسلام کا پیکر سالم
اس کا دنیا میں کوئی روکنے والا نہ ہوا
لاالٰہ کا سبق آپ نے دنیا کو دیا
آپ کی نظر کرم اٹھ گئی جس پر سالم
آپ کے نام کا ہے تذکرہ گھر گھر سالم
شمعِ حق شمعِ وفا شمعِ منور سالم
دین کی روح ہیں اسلام کا پیکر سالم

تم کو سرکارِ مدینہؐ کی ہے قربت حاصل
وارثِ علمِ نبیؐ رہبرِ دینِ حق ہیں
تم سا ملتا ہے بھلا کس کو مقدر سالم
امتِ شاہِ اممؐ کا ہیں گوہر سالم
شمعِ حق شمعِ وفا شمعِ منور سالم
دین کی روح ہیں اسلام کا پیکر سالم
دل سے کر دیجئے دعا نام محمدؐ لے کر
جتنے حاسد ہیں اسی سوچ میں گم ہیں لوگوں
بس چمک جائے مدرسہ کا مقدر سالم
دیکھئے کیا کہتے ہیں راشدؔ کی غزل پر سالم

سپاس نامہ

بخدمت گرامی قدر استاذ الاساتذہ، متکلم اسلام، محدث دوراں، فقیہ زماں، ادیب عہد رواں،

یادگار اکابر حکیم العصر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند ونائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

منجانب: دارالعلوم سعادت دارین سیتون بھروچ گجرات،

بموقع اجلاس تکمیل حفاظ قرآن مجید

مؤرخہ ۱۵ر جنوری ۲۰۱۳ء، ۲ر ربیع الاول ۱۴۳۴ھ منگل

مخدومنا المکرّم! آج ہمارے قلوب فرحت ومسرت اور عقیدت ومحبت کے ملے جلے جذبات سے لبریز ہیں کہ ہمیں چمنستان قاسمی سے وابستہ اس سدا بہار گلشن سعادت کے روح پرور اجلاس میں عصر حاضر کے ایک ایسے مربی عظیم، خطیب شہیر، ادیب جلیل، محدث بے مثیل، فقیہ بے عدیل، یگانہ روزگار عالم ربانی کو خوش آمدید کہنے کا شرف حاصل ہورہا ہے۔ جن کا روحانی ہی نہیں بلکہ روحانی اور نسبتی دونوں رشتہ حجۃ الاسلام حضرت الامام محمد قاسم نانوتویؒ سے جڑا ہوا ہے۔

مرحبا آمد تری اے نازش دارالعلوم
جاں فزا آمد تری اے تابش دارالعلوم
زیب دیتا ہے تمہیں کو آج تاب انتظام
ذات تیری ہوگئی زیبائش دارالعلوم
تیری راہوں میں او آنے والے
ہم تو آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں
تا کی چاروں طرف روشنی ہو
شمع دل ہم جلائے ہوئے ہیں

محترم ما! خانوادۂ قاسمی سے ہمارا قدیم روحانی رشتہ ہے، اشاعت وحفاظت دین کے تئیں اس خانوادے کی زرین خدمات آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اس خانوادے کے احسانات سے گرانبار ہے۔ آپ کا یہ محبوب ادارہ بھی درحقیقت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ،

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا ذوالفقار وحاجی عابد دیوبندی اور دیگر پاکباز اسلاف دیوبند کے دیرینہ خوابوں کی ہی ایک حسین تعبیر، پورے علاقے کے لئے، رشد وہدایت کا مینارۂ نور، ماوراپنی نرالی تعلیم و تربیت کے لئے خاصا معروف ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اساتذہ کرام کی جانکاہ مساعی، انتظامیہ کی بےلوث خدمات، محسنین کے مخلصانہ تعاون اوراکابرواحباب کی مستجاب دعاؤں کی برکت سے صرف ۲۴ سال کی قلیل مدت میں اس نوخیز جامعہ کا شمار گجرات کے ممتاز مدارس میں ہونے لگا ہے اور بحمدہ تعالیٰ قریب ساڑھے تین سوتشنگانِ علم ومعرفت اس روحانی چشمہ فیض سے سیراب ہورہے ہیں جس میں درجات حفظ وفارسی سے لےکر دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم کامکمل نظم ہے۔

کرم فرمائے آنمحترم کی خصوصیات وامتیازات احصاء سے ماوراء ہیں، خالص علمی وعرفانی گھرانہ میں آنکھیں کھولی، فخر روزگار اکابر کی گود میں پرورش پائی، ابتدائی دینیات وحفظ سے دورۂ حدیث شریف تک دارالعلوم دیوبند کے نورانی ماحول میں جنید وشبلی وقت رازی وغزالی جیسے روشن ضمیر اساتذہ کرام سے علوم وفنون کی تکمیل کی، کمال شوق وطلب کوداد دیجئے کہ تھانہ بھون میں ایک ماہ قیام فرماکر حضرت حکیم الامت سے میزان ومنشعب پڑھی، گویا آپ اس وقت روئے زمین پر حضرت تھانویؒ کے شاگردوں کی آخری یادگار ہیں، تحصیل عربی جدید کے جذبے سے صحرا عرب کی خاک چھانی اور مکہ مکرمہ میں ایک سالہ قیام کے دوران عربی زبان وادب میں مہارت واختصاص حاصل کیا۔ رب قدیر کی مہربانیوں سے آپ کی خدمات کا دائرہ بھی بڑا وسیع ہے۔ چھیاسٹھ سالہ طویل تدریسی دورانیہ، نیابت اہتمام کامختصر زمانہ، وقف دارالعلوم کاتیس سالہ اہتمام ہو یا صدرارشاد ومشیخت مجلس مشاورت کی صدارت ہو یا مسلم پرسنل لاء بورڈ، فقہ اکیڈمی کی رکنیت اور صدر عالی قدر کی نیابت، ہرمیدان میں اپنی خداداد صلاحیت اور حذاقت وقابلیت کی گہری چھاپ چھوڑی، ایسا لگتا ہے کہ کسی نے آپ ہی کے لئے کہا ہے

وما انتم ممن یھنی ء منصب
ولکن بکم حقا تھنی ء المناصب

آپ کی زندگی کا ایک اہم اور قابل قدر کارنامہ ۱۹۶۶ء میں 'جامعہ دینیات اردو' کا قیام ہے۔ جس کے تحت آٹھویں کلاس سے لےکر ایم اے تک کے طلبہ وطالبات کے لئے عقائد، تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت اور دعوت وتبلیغ جیسے ضروری مضامین دینیہ پر مشتمل مراسلاتی کورس کا نظام مرتب

ہے۔جس کے ذریعہ مسلمانوں کی نسل نو جدید عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہو رہی ہے، امتحان سینٹروں میں چاروں کورس کے سالانہ امتحانات ہوتے ہیں، جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، کشمیر یونیورسٹی، کاشی یونیورسٹی، ودھیا پیٹھ یونیورسٹی اور عثمانیہ یونیورسٹی سے منظور شدہ ہیں۔

عزت مآب، اخلاق عالم نے جس طرح حضرت والا کو قادر الکلام شاعر اور میدان خطابت کا شہسوار بنایا ہے۔آپ کی پرتاثیر تقریروں سے ہزاروں مردہ دل نفوس کو روح حیات ملی، کتنے ہی گم گشتہ راہ ہدایت کی راہ پر گامزن ہوئے، آل انڈیا ریڈیو، دہلی سے نشر ہونے والی آپ کی عربی تقاریر بہتوں کے لئے آب حیات ثابت ہوئیں۔دست قدرت نے اسی طرح آنجناب کو تحریر وکتابت میں بھی حظ وافر سے نوازا ہے۔دسیوں کتابوں پر منفرد انداز میں لکھی گئی تقریظات اور عربی اردو زبان میں مرتب کئے گئے متعدد مقالات سے آپ کی تحریری قابلیت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔مصر میں پیش کیا گیا 'مبادی التربیۃ الاسلامیہ' نامی عربی مقالہ آپ کے قلم کا ایسا شاہکار ہے کہ اس پر ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔کسی نے سچ کہا ہے

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر أن یجمع العالم في واحد.

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ ہیں اور بے تاب دل ایک

ممنون المعظم! جناب والا نے شبانہ روز بے پناہ مصروفیت، ستاسی سالہ عمر، ضعف ونقاہت اور گوناگوں امراض کے باوجود طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے اپنی تشریف آوری کے ذریعہ جامعہ ہذا کی کلاہ عظمت ورفعت پر چار چاند لگایا، ہماری ہمت وحوصلہ کو مہمیز کیا، اس کرم فرمائی پر ہم خدام جامعہ واہلیان ستوپان دل کی گہرائی سے آپ کے شکر گزار ہیں اور شایان شان خدمت نہ کر سکنے پر دست بدستہ معافی کے خواستگار ہیں۔امید قوی ہے کہ دامن عفو میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ہماری دلی آرزو اور دعا ہے کہ مولائے کریم حضرت والا کے سایہ شفقت عافیت کو بصحت وسالمیت پوری امت کے سروں پر تادیر سالم وقائم فرمائے۔آمین یارب العالمین۔بحرمۃ حبیب سید المرسلین ﷺ

والسلام مع الاحترام

محمد مشتاق ستپونی غفرلہ (مہتمم)

خاتمہ مسک

آئی جو یاد ان کی تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

۵/اپریل ۲۰۱۸ء ۱۷/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ کو ناگپور کے ایک دعوتی سفر میں تھا وہاں بذریعہ فون مجھے اطلاع ملی کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے اور کمزوری برابر روز افزوں ہے، اس سے قبل حضرت مولانا شاہد صاحب مدظلہ سے ۲/اپریل ۲۰۱۸ء ۱۴/رجب ۱۴۳۹ھ کو رابطہ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ طبیعت ذرا ناساز ہوگئی تھی، مگر آج الحمدللہ قدرے افاقہ ہے، حضرت مولانا محمد شاہد صاحب سے یہ عاجز دوسال سے مستقل رابطے میں تھا اور حضرت کی طبیعت کے بارے میں معلومات کرتا رہتا تھا، حضرت مولانا عام طور پر تسلی بخش جواب دیدیتے تو ذرا قلبی اطمینان ہوجاتا۔ بہرحال ۵/اپریل ۲۰۱۸ء کو ناگپور میں اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے، میں نے وہاں سے حضرت کے صاحبزادے، محترم جناب حافظ عاصم قاسمی سے رابطہ کیا، انہوں نے مجھے صحیح صورتحال سے آگاہ فرمایا کہ اچانک کمزوری میں اضافہ ہوگیا تھا، مظفر نگر دکھایا ڈاکٹر نے کہا کہ کمزوری زیادہ ہے اس لئے آہستہ آہستہ ہی کمزوری دور ہوگی، میں نے معلوم کیا کھانے میں کیا دے رہے ہیں تو عاصم بھائی نے بتایا کہ ہلکا پھلکا دلیا لے رہے ہیں ایک دودن کچھ طبیعت سنبھلی سی رہی اور سب لوگوں کے ذہن میں یہ تھا کہ گذشتہ دوسالوں سے اس طرح کئی مرتبہ طبیعت ناساز ہوئی مگر سنبھل گئی، اس مرتبہ بھی یہی ذہن میں تھا کہ ذرا کمزوری بڑھ گئی ہے افاقہ ہوجائے گا، مگر ۵/اپریل ۲۰۱۸ء ۱۷/رجب ۱۴۳۹ھ سے ہی کھانا بالکل نا کے برابر ہوگیا، طیب ہوسپٹل دیوبند سے مستقل ڈاکٹروں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہا، مگر طبیعت افاقہ کے بجائے مزید ناساز ہوتی چلی گئی، چنانچہ ۷/اپریل ۲۰۱۸ء ۱۹/رجب ۱۴۳۹ھ کو دیوبند کے مشہور مقامی ڈاکٹر! ڈی، کے، جین کو دکھایا گیا، سانس اکھڑ سا گیا تھا، سانس لینے میں کافی دشواری محسوس ہورہی تھی، حضرت کو کمزوری کے علاوہ اور کوئی بیماری نہیں تھی مگر چونکہ کمزوری حد درجہ بڑھ گئی اس لئے سانس لینے میں کافی دشواری پیش آرہی ہے، ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ کمزوری

زیادہ ہے، ان کو ادھر اُدھر لیجانے کے بجائے ان کو گھر پر ہی رکھا جائے اور وہیں پر ان کو ضرورت کے مطابق طبی سہولیات فراہم کی جائیں، ان سب حضرات نے مشورے کے بعد حضرت کو گھر منتقل کر دیا اور حضرت کے خاص کمرہ میں اطباء و معالجین کے مشورہ سے ''کارڈی اک مانیٹر'' (Cardiac Moniter) لگا دی جائے جس سے سانس اور دل کی دھڑکن کو مربوط رکھا جائے چنانچہ گھر پر ہی یہ مشین اور دیگر طبی سہولیات فراہم کر دی گئیں۔

بقول عاصم بھائی ''ڈاکٹر نے کہا کہ اگر آپ ان کو میرٹھ یا دہلی یا دیگر مشہور ہسپتالوں مثلا چندی گڑھ، یا دہرہ دون وغیرہ دکھائیں گے ڈاکٹر سوائے ''وینٹی لیٹر'' (Venti Later) لگانے کے اور کچھ نہیں کریں گے مریض کو مزید تکلیف ہوگی اور اندر کسی کو آنے جانے بھی نہیں دیں گے، آپ الگ ان کی خدمت سے محروم ہوں گے ان کو گھر پر لیجا کر ان کی خدمت کریں ہر اعتبار سے ان کو اور آپ کو وہاں بڑی سہولت ہوگی'' اور یہی رائے ''طیب ہوسپٹل'' کے ڈاکٹروں کی بھی تھی چنانچہ حضرت کو ۸/ اپریل کو گھر پر ''طیب منزل'' میں لے آئے اور حضرت کے خاص کمرہ میں ایمرجنسی بیڈ کا انتظام کر دیا گیا اور جو سہولت طبی اعتبار سے فراہم ہو سکتی تھیں ان تمام سہولیات کا انتظام گھر پر ہی کر دیا گیا۔

میں ۷/اپریل شام بذریعہ ہوائی جہاز دہلی آ گیا اور صبح ہی نظام الدین تا دیوبند جانے والی بس سے تقریبا پونے گیارہ بجے دیوبند پہنچا اور سیدھا حضرت کی خدمت میں پہنچا، حضرت کے پاس اس وقت حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی، محترم جناب عاصم قاسمی، محترم مولانا شاہد صاحب، عزیزم مولانا شکیب قاسمی، جناب بھائی اسماعیل (مولانا شاہد صاحب کے چھوٹے بھائی) اور دیگر اہل خانہ موجود تھے، تھوڑی دیر میں نانوتہ سے والد محترم حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی اور عزیزم قاری عبدالرحمان سلمہ اللہ بھی بغرض عیادت تشریف لائے۔

جب میں حضرت کے پاس پہنچا تو حضرت کی کیفیت یہ تھی کہ سانس لینے میں پریشانی سی محسوس کر رہے تھے اور آکسیجن رساں مشین کے ذریعہ مصنوعی تنفس دیا جا رہا تھا، حضرت پر غنودگی سی طاری تھی اس میں کبھی آنکھیں کھول لیتے اور کبھی آنکھیں بند فرما لیتے مگر شناخت اور ہوش وحواس بدستور باقی تھے، بس کمزوری کی وجہ گاہ بگاہ آنکھیں بند ہو رہی تھیں، اسی کیفیت میں جب ذرا آنکھ کھلی تو میں نے حضرت کو سلام کیا، حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی نے ذرا جھک کر میرے بارے میں بتایا کہ ''نانوتہ'' سے اسامہ ہیں، حضرت نے اشارہ سے فرمایا کہ میں نے پہچان لیا اور پھر میرے سر پر دونوں

ہاتھ رکھے جب تھوڑی دیر میں والد محترم نانوتہ سے تشریف لائے تو ان کو بھی پہچانا اور جس طرح زندگی بھر سروں پر دست شفقت رکھتے آئے والد صاحب کے سر پر بھی دست شفقت رکھا میں نے محسوس کیا کہ کچھ کلمات دعائیہ بھی کہنا چاہتے تھے مگر طاقت تاب سخن نہ تھی مگر ہاتھوں کے اشارہ سے خیر وعافیت اور دعاء کا مفہوم ادا کر دیا تھا پھر تین چار منٹ بعد آنکھیں بند ہوگئیں۔

حضرت کی خدمت میں ''طیب ہوسپٹل'' سے مستقل ایک ڈاکٹر دن رات مامورایک لمحہ کے لئے بھی جدانہیں ہوئے، ان معالجین میں محترم جناب ڈاکٹر نوید صاحب، جناب ڈاکٹر نریش کمار، ڈاکٹر عتیق صاحب اور ڈاکٹر دانش صاحب وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام حضرات دن رات الگ الگ اوقات میں حضرت کے پاس رہے۔ (اللہ رب العزت ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرماوے) اپنی سعادت سمجھ کر حضرت کی خدمت میں مصروف تھے، نہ صرف مسلم ڈاکٹرس بلکہ غیر مسلم ڈاکٹرس بھی، ان میں ایک ڈاکٹر ایسے بھی تھے جنھوں نے حضرت کے آخری ایام کا اور بہت سی مخصوص کیفیات کا بذات خود مشاہدہ کیا جن کا نام جناب نریش کمار تھا۔

انہوں نے حضرت کی ان آخری ایام کی جو کیفیات مشاہدہ کیں وہ حضرت سے بے حد متأثر ہوئے، مجھے موقع ملا میں نے ان کو وہیں اسلام کی دعوت دی، انہوں نے کہا کہ قبول کرنے کے لائق مذہب اسلام ہی ہے، اللہ ان کو مکمل طور پر کفر کی ظلمت سے نکال کر ایمان میں داخل فرمادے (امین)

مثل مشہور ہے کہ خدمت کو عظمت ہے خواہ وہ کسی کی بھی ہو اور اگر وہ خدمت کسی خوش نصیب کو کسی ایسے بزرگ کی کرنے کی سعادت ملے جو صاحب نسبت بزرگ، صاحب علم وفضل اور اپنے وقت کا بڑا محدث بھی ہو تو بلا تأمل یہ کہا جائے گا کہ اس کو سعادت کبری ملی اور اس کا نصیب چمکا، مخدومی حضرت مولانا شاہد صاحب مدھوبنی مدظلہ ان ہی صاحب نصیب لوگوں میں ہیں جن کو حضرت خطیب الاسلام کی خدمت اور خادم خاص بننے کا شرف ملا، مولانا حضرت کے ساتھ سفر وحضر میں مستقل بحیثیت خادم ساتھ رہتے اور اخیر تک حضرت کے ساتھ رہے، اس خدمت کا صلہ میں نے مولانا کی زندگی میں بہت جگہوں پر دنیوی اعتبار سے دیکھا چنانچہ اس خدمت کا صلہ مولانا کو حضرت کی تعلق نوازی اور خصوصی محبت کی شکل میں ملا چنانچہ حضرت نے آخری گفتگو جو فرمائی ہے وہ حضرت مولانا شاہد صاحب سے فرمائی وہ گفتگو مولانا نے ریکارڈ بھی کر لی تھی، اس کو میں یہاں نقل کر رہا ہوں:

حضرت نے آخری گفتگو کی، آواز میں بڑی نقاہت ہے۔ فرمایا:

’’کہاں کہاں کے رہنے والے مگر اتنے قریب ہو گئے کہ چین نہیں آتا ایک دوسرے کے بغیر، مولانا شاہد نے فرمایا کہ دعا کیجئے ہمارے لئے (حضرت نے دعا دی) اللہ تعالیٰ دارین کی ترقیات عطا فرمائے۔‘‘

یہ تھی حضرت کی آخری گفتگو ’’خطیب الاسلام‘‘ لقب پانے والی شخصیت جس نے زندگی بھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے دین کو انسانوں تک پہنچایا ہو اوران کی زبان سے جب بھی کلمات نکلے وہ کلمات خیر ہی نکلے، آج وہ زبان کسی انسان سے آخری گفتگو کر رہی ہے اس کے بعد حضرت کی کسی سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی، گویا کہ زبان کا رابطہ مخلوق سے ختم ہوا، زندگی کے آخری ایام میں صرف یہ زبان یادالٰہی وذکر الٰہی میں مشغول رہی، ذکر بھی عجیب وغریب ذکر لسانی وذکر قلبی معاً جاری رہا۔

حضرت خطیب الاسلام کا آخری کلام

اس گفتگو کے بعد حضرت کی زبان پر جو ذکر جاری ہوا وہ یاد حق کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا زبان بھی اسم ذات کے ذکر میں مشغول اور سانس کی دھڑکنیں بھی وحدہ لاشریک ہونے کی گواہی دے رہی تھیں حضرت کی زبان کی حرکت اور سانس کی دھڑکنیں اس قدر واضح تھیں کہ ہر آنے والے نے محسوس کیا کہ ان کی زبان پر اللہ اللہ جاری ہے، یہاں تک کہ غیر مسلم ڈاکٹر بھی کہہ گئے کہ یہ اب دوسری دنیا میں ہیں اور مالک کی یاد میں مصروف ہیں، ان کو کسی طرح کی کوئی بیماری نہیں اور قلب کی حرکت اپنی جگہ بالکل صحیح کام کر رہی ہے، ہاں بس کمزوری ہے وہ ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ ان کے قلب کو کسی طرح کی کوئی بیماری نہیں، میں ڈاکٹر کے الفاظ کھڑا ہوا سن رہا تھا اور دل میں کہہ رہا تھا، جس کے ذکر کا یہ حال ہو اس کا دل بیمار ہو یہ ناممکن ہے، مجھے حدیث کا مضمون یاد آرہا تھا کہ حدیث میں ذاکر اور غیر ذاکر کے بارے میں فرمایا گیا کہ ذاکر کی مثال زندہ شخص کی ہے اور غیر ذاکر کی مثال مردہ شخص کی ہے بہر حال حضرت کی زبان پر زندگی کے آخری لمحات تک ذکر کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

اور حدیث پاک میں بیان کردہ ’’مَنْ كَانَ آخِرُ كلامِهِ لَا اله الا الله دَخَلَ الْجَنَّةَ‘‘ کی بشارت عظمیٰ سے مشرف ہو کر حسن خاتمہ جیسی سعادت کبریٰ نصیب ہوئی۔ ان شاء اللہ

اللهم ادخله برحمتك في عبادك الصالحين

اساتذہ وطلبا اور اہل تعلق کی آمد کا غیر منقطع سلسلہ

حضرت کی طبیعت کی ناسازی کی خبر بہت جلد ہندوستان کے کونے کونے اور دیگر ممالک میں پھیل گئی، لوگوں کے فون جانشین خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہ العالی اور مولانا شکیب صاحب قاسمی کے پاس آنے لگے، مستقل محبین اور متوسلین کے فون آرہے تھے، لوگ فون پر حضرت کی عیادت کررہے تھے اور یہ حضرات مستقل ان کے جوابات دینے میں لگے ہوئے تھے۔ راقم نے دیکھا کہ ان دونوں حضرات کو اس درمیان میں ذرا فرصت نہ ملی ایک فون ختم نہ ہوتا کہ دوسرے کا آجاتا اس طرح چھ دن تک دور ودراز علاقوں، دانشوروں معززین شہر کے الگ الگ شہروں سے اور مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران کے، ملک بھر میں پھیلے ہوئے تلامذہ کے، حضرت کے متوسلین اور اعزہ و اقرباء کے، اسی طرح دنیا بھر کے ملکوں سے فون آنے کا ایک مستقل سلسلہ جاری رہا، حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی کو دیکھا کہ چند جملے تو ان کی زبان پر مستقل تھے، مثلاً کسی کے فون آنے پر فرماتے: حضرت کی طبیعت ابھی اطمینان بخش نہیں کمزوری حد سے زیادہ ہے، آپ دعاء فرمایئے، اسی طرح اساتذہ دارالعلوم وقف دیوبند اور اساتذہ دارالعلوم دیوبند اور طلباء کی آمد کا اور حضرت کی عیادت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھ کر آنے والوں کا غیر منقطع سلسلہ ان آخری ایام میں جاری رہا۔

دن میں آنے والے حضرات کا یہ حال تھا کہ دو آرہے ہیں چار جارہے ہیں، یہاں تک کہ گھر کی خواتین کو دن میں اتنا موقع میسر نہ آسکا کہ وہ حضرت کے پاس چند لمحات باطمینان بیٹھ سکیں دو چار مرتبہ دن میں پردہ کرواکر خواتین کو حضرت کے پاس بلایا گیا مگر چند منٹ بعد ہی باہر سے تقاضا ہوا کہ مہمان آگئے ہیں، آپ لوگ پردہ کرلیں، ایک مرتبہ خود میں نے پردہ کرواکر حضرت کی صاحبزادیوں اور گھر کی دیگر خواتین کو اندر بلوایا کہ فوراً ہی حضرت کے چھوٹے صاحبزادے محترم جناب حافظ عاصم قاسمی مدظلہ نے مجھ سے فرمایا کہ باہر مہمان آگئے آپ اندر پردہ کروالیں بہرحال آنے والے حضرات کا بغرض عیادت تانتا بندھا ہوا تھا اس لئے نظام ان چھ سات دن میں اس طرح رکھا گیا کہ شب بھر ساڑھے گیارہ سے لے کر ڈھائی تین بجے رات اہل خانہ حضرت کے پاس رہتے۔

۹؍۱۰ اور ۱۱؍اپریل میں تو اس عاجز کو شب بھر حضرت کی خدمت کی سعادت ملی، اس کے بعد حضرت کی صاحبزادی محترمہ عظمی ناہید صاحبہ، جناب حافظ عاصم قاسمی صاحب اور حضرت مولانا محمد

سفیان قاسمی صاحب نے مجھ سے آرام کے لئے کہا کہ آپ بھی آرام کرلیں تو باقی تین دن میں ۱۲ سے لے کر ۳ بجے شب تک میں اوپر مہمان خانہ میں آرام کے لئے چلا جاتا مگر دل دماغ حضرت کے پاس رہتا کبھی نیند آئی اور کبھی حضرت کی بیماری اور تکلیف کا تصور بندھ جاتا تو نیند نہ آتی۔ میں نے تین بجے شب کا الارم لگا رکھا تھا، اس کے بعد حضرت کی خدمت میں راقم، حضرت مولانا شاہد صاحب اور جانشین خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی اور حضرت کے دوسرے صاجبزادے محترم جناب عدنان قاسمی صاحب فجر کے بعد تک رہتے۔

عیادت کے لئے آنے والے چند مخصوص حضرات

یوں تو حضرت کے پاس آنے والے حضرات کا مستقل ایک سلسلہ تھا مگر چند نام یہاں قابل ذکر ہیں، عصر کی نماز کے بعد میں ذرا تاخیر سے مسجد قدیم سے حضرت کے دولت کدہ پر جا رہا تھا کہ راستے میں حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم سے مہمان خانہ دارالعلوم دیوبند کے سامنے ملاقات ہوئی، میں نے حضرت سے سلام دعاء کی اور حضرت کے لئے صحت کی درخواست کی، حضرت مہتمم صاحب نے بتایا کہ میں ابھی حضرت ہی کے پاس سے آ رہا ہوں۔

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور دیگر کچھ حضرات ان کے ساتھ حضرت کی عیادت کے لئے تشریف لائے حضرت کی حالت اور کیفیت کو دیکھ چہرہ پر ایک غم کی سی کیفیت طاری تھی، اسی طرح حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی معاون مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی کچھ حضرات کے ساتھ حضرت کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی سے اطباء و معالجین کی رائے کے بارے میں دریافت فرمایا، اسی طرح حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب مدظلہ العالی بھی اپنے استاذ محترم کی عیادت کے لئے تشریف لائے حضرت کی طبیعت دریافت فرمائی اور کچھ دیر بالکل خاموش بیٹھے رہے، جیسے یاد ماضی اور حضرت کے ساتھ بیتے درس کے لمحات کو یاد کر رہے ہوں، اسی طرح حضرت مولانا احمد خضر شاہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند بارہا عیادت کے لئے تشریف لائے اور کافی دیر تک بیٹھے رہے، اسی طرح حضرت مولانا نسیم اختر شاہ قیصر استاد دارالعلوم وقف دیوبند اس ربط قلبی کی بنیاد پر جو ان کو حضرت خطیب الاسلام سے تھا بار بار تشریف لاتے رہے۔

اسی طرح اس دوران بارہا تشریف لانے والوں میں راقم کے والد محترم حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتوی رکن مجلس مشاورت دارالعلوم وقف دیوبند بھی بار بار تشریف لاتے۔

دارالعلوم دیوبند کے استاذ ادب عربی راقم کے استاذ محترم حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اپنی طبیعت کی ناسازی کے باوجود ''طیب منزل'' خدمت اقدس میں بغرض عیادت تشریف لائے، حضرت خود ہی اپنی حاضری بغرض عیادت کو لکھتے ہیں:

''جمعرات: ۲۴؍رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۲؍اپریل ۲۰۱۸ء کو کوئی ۱۰ بجے راقم الحروف جامعہ انور دیوبند کے استاذ عزیز مکرم مولانا وصی احمد قاسمی کے ہمراہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدے پر عیادت کے لئے پہنچا اور لرزیدہ قدم ان کے مکان کے دروازے میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ ''نانوتہ'' (ان کے آبائی وطن سے کچھ مرد وخواتین ان کی عیادت کو آئی ہوئی ہیں۔ ان کے ہمہ وقت کے خادم مولانا شاہد مدھوبنی بغل کے کمرے میں دو چار منٹ انتظار کرنے کے لئے ہمیں بیٹھنے کی دعوت دے ہی رہے تھے کہ اندر کسی ذریعے سے مولانا سفیان قاسمی کو راقم کی آمد کی خبر ہوگئی۔ وہ اور ان کے صاحب زادے مولانا شکیب قاسمی ڈائرکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف لپک کر ہماری طرف کو آنے اور مذکورہ مرد وخواتین کو کسی اور کمرے میں کر کے فوراً حضرت مولانا کے کمرہ میں بلا لیا (راقم الحروف حضرت کی تشریف آوری کے وقت حضرت ہی کی خدمت میں تھا) جیسے ہی ان کے چہرے پر نظر پڑی ایسا لگا کہ مسافر جنت لیٹا ہوا اپنی راہ تک رہا ہے اور رفیق سفر فرشتے انتظار میں بے چین لمحوں کو بمشکل گزار رہا ہے۔''[۱]

یہ تھا حضرت کا اقتباس، جب حضرت استاذ محترم حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی دامت برکاتہم العالیہ اندر کمرہ میں حضرت خطیب الاسلام کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا قرآن کریم پڑھ رہا تھا اور سورہ یسین مکمل ہوگئی تھی، میں نے حضرت کو دیکھا کہ حضرت کے ہاتھ میں بینت ہے اور قدم واقعی لرزیدہ تھے۔ میں نے حضرت کو سلام کیا، حضرت نے اس طرح شفقت کا اظہار فرمایا کہ نہ صرف سلام کا جواب دیا بلکہ سر پر دست شفقت بھی رکھا اور دعاء دی۔

اسی طرح عیادت کرنے والوں میں ایک نام حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب مدظلہ العالی کا بھی ہے، جو حضرت کے پاس کئی مرتبہ تشریف لائے، حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی اور محترم جناب

[۱] حضرت مولانا کا نور عالم خلیل امینی کے حضرت پر لکھے ہوئے مضمون کا اقتباس ص ۲

حافظ عاصم قاسمی صاحب سے حضرت کی طبیعت اور اطباء ومعالجین کی رائے معلوم کی مگر کمزوری میں حد درجہ روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا، کچھ اور حضرات بھی وہاں پہلے سے موجود تھے، حضرت مولانا ندیم الواجدی کے تعلق سے حضرت مولانا سفیان صاحب نے راقم کو بتایا کہ مولانا کے بھی کچھ مخصوص تجربات ہیں ان سے بھی رابطہ کر سکتے ہیں مگر حضرت کے انتقال سے قبل تو کوئی ملاقات کا موقع نہیں تھا اور حضرت کے وصال کے بعد ایک بڑا صدمہ، مزید دعوتی اسفار، اُدھر رمضان المبارک کی آمد، پھر حضرت کی سوانح حیات لکھنے میں مصروف رہا بہر حال حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب مدظلہ سے کوئی ملاقات کا موقع میسر نہ آسکا اُدھر مولانا کا مضمون بھی حضرت خطیب الاسلام پر وہاٹس اپ پر نظر سے گذرا، اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی طرح عزیز مکرم جناب مولانا دلشاد صاحب صدیقی بن جناب قاری اخلاق صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی دارالعلوم وقف دیوبند کے تعلیمی اوقات کے علاوہ روزانہ ہی حضرت کی خدمت میں تشریف لاتے اور ہمارے ساتھ حضرت کی خدمت میں کافی دیر رہتے، میں نے ایک دومرتبہ ان کی طبیعت کی ناسازگی کی وجہ سے ان سے درخواست کی کہ آپ آرام فرمالیں ہم لوگ حضرت کے پاس موجود ہیں مگر پھر بھی کافی دیر تک بیٹھے رہتے۔ اسی طرح طیب ٹرسٹ سے بھائی فاروق بن اشفاق صاحب مرحوم بھی مستقل آتے جاتے رہے دارالعلوم وقف دیوبند کے تقریبا تمام اساتذہ و دیگر اراکین الگ الگ اوقات میں تقریباً حضرت کی عیادت کے لئے آتے رہے، غرض یہ کہ دارالعلوم وقف دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے اکثر اساتذہ حضرت کی عیادت کے لئے تشریف لائے، اُدھر دونوں اداروں کے طلباء کی غیر منقطع آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ کا بھی غیر منقطع عیادت کا سلسلہ جاری رہا۔ گھر میں شہر کی خواتین حضرت کی عیادت کے لئے مستقل آتی رہیں تقریباً چھ سات روز تک مستقل یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔

کچھ حضرات حضرت سے تعلق رکھنے والوں میں ایسے بھی تھے جو ہندوستان کے مختلف شہروں سے حضرت کی علالت کی خبر سن کر اپنی گوناگوں مصروفیات کو نظر انداز کر کے فوراً حضرت کی خدمت میں تشریف لائے، ان ہی لوگوں میں حضرت کے خلیفہ و مجاز محترم جناب حافظ اقبال صاحب جوگیشوری رکن مجلس مشاورت دارالعلوم وقف دیوبند، حضرت مولانا مبین صاحب ٹانڈا خلیفہ و مجاز حضرت خطیب الاسلام اور وجے واڑہ سے حضرت مولانا فاروق صاحب دامت برکاتہم خلیفہ و مجاز

حضرت خطیب الاسلام، محترم جناب حضرت مولانا عاصم قاسمی علی گڈھ خاص طور پر اس لئے تشریف لائے کہ حضرت کی زیارت ہوجائے گی چنانچہ مولانا عاصم نے مجھے بتایا کہ یہ میری سعادت ہے کہ مجھے حضرت کی زندگی ہی میں زیارت کا شرف نصیب ہوگیا۔ جب سے میں نے سنا کہ حضرت کی طبیعت علیل ہے تو کسی طرح سرزمین علی گڈھ میں قرار نہ تھا، اس لئے میں نے فوراً سفر کیا، مولانا کی آواز بھرارہی تھی اور یہ فرمارہے تھے کہ: ہمارے پاس اپنے بزرگوں کی اپنے اسلاف دیوبند کی ایک نشانی باقی تھی، شاید رخصت ہوا چاہتی ہے پوری جماعت حضرت کے جانے سے یتیم ہوجائے گی، اب اس انداز سے علم وادب کی مجلسیں نہ مل پائیں گی۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

لَیْسَ الیَتِیْمُ الَّذِیْ قَدْمَاتَ وَالِدُہٗ

بَلِ الْیَتِیْمُ یَتِیْمُ الْعِلْمِ وَالْأَدَبِ

حسن ظن اور اشتیاق ملاقات رب

۹ نو اپریل ۲۰۱۸ء ہی کو مجھے محسوس ہوگیا تھا کہ اب حضرت پر وہ کیفیات ہیں جو ایک مؤمن کامل پر زندگی کے آخری لمحات میں ہوتی ہیں، یعنی اشتیاق ملاقات رب اور اپنے رب سے حسن ظن اور یہ کیفیات آخری وقت میں جب ہی پیدا ہوتی ہیں جب اس کے قلب میں اللہ کی محبت پہلے سے موجود و موجزن ہو کیونکہ اخیر لمحات میں مؤمن سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے اللہ سے اس طرح ملاقات کرے کہ اللہ کی محبت سے اس کا دل سرشار ہو، اس کے دل میں محبت کے فوارے پھوٹ رہے ہیں چنانچہ شریعت مطہرہ نے اسی کا حکم ہر صاحب ایمان کو دیا، ارشاد فرمایا گیا:

''وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ'' اسی طرح حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: ''وَلَایَمُوْتُنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِرَبِّہٖ'' (رواہ مسلم) تم میں کسی کی موت نہ آوے مگر یہ کہ وہ اپنے رب سے حسن ظن قائم رکھے۔ حضرت پر یہ کیفیات طاری تھیں اور اس عالم سے گویا کہ تعلق ختم سا ہی کرلیا تھا چنانچہ بے شمار علماء نے اس کا اظہار راقم سے بھی کیا کہ حضرت پر اب اشتیاق لقائے رب اور حسن ظن کی کیفیات طاری ہیں چنانچہ جانشین خطیب الاسلام مولانا سفیان صاحب نے اس عاجز سے فرمایا کہ ''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب دوسرے عالم کی کیفیات شروع ہوگئیں''۔

چنانچہ حضرت کی زبان وقلب مستقل ذکر اللہ میں مشغول تھے اور جنت کا مسافر اپنی زندگی کے

آخری مرحلے سے گذر کر منزل مقصود کا بے قراری وبے تابی سے منتظر بھی تھا اور مشتاق بھی۔

زندگی جس ذکر وفکر کے ساتھ گذاری آج زبان وقلب پر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "کما تحیون تموتون وکما تموتون تحشرون" کے مطابق ذکر الٰہی جاری ہے اور اس طرح ذکر وفکر میں مشغول ہونا علامت ہے اس بات کی کہ حضرت کے ذہن میں ہے کہ میری ملاقات اب اس رب کریم آقا سے ہونے جارہی جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔ دنیا میں اس نے مجھ پر بے شمار انعامات کئے، تا زندگی اس کے احسان وکرم کی بارشیں مجھ پر ہوتی رہیں، اب جب کہ میری ملاقات اس کریم ذات سے ہونے والی ہے تو مجھ کو اپنی آغوش رحمت میں لینے سے کیسے انکار کرے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں اس بات کی تائید فرمائی کہ بندہ اپنے اللہ سے حسن قائم رکھے جیسا کہ امام مسلم نے حضرت جابر سے حدیث نقل کی ہے:

"أَنَّهُ سَمِعَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قبل موته بثلاثة أيَّام يَقُوْلُ لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحسِنُ الظَّنَّ بالله عز و جل" حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی وفات سے تین دن قبل یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی کو موت نہ آئے مگر یہ کہ اللہ رب العزت سے اس کا حسن ظن قائم ہو۔

قرآن کریم کی تلاوت اور مرض وفات

حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی، محترم جناب حافظ عاصم قاسمی صاحب، محترم جناب عدنان قاسمی صاحب محترم جناب مولانا شاہد صاحب، عزیزم مولانا شکیب قاسمی اور احقر مستقل حضرت کی خدمت میں موجود تھے۔ ۱۹ اپریل ۲۰۱۸ء ۲۱ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ کو ۱۰ بجے بوقت صبح اس عاجز نے حضرت خطیب الاسلام کو سب سے قبل یٰسین شریف سنائی اور کئی مرتبہ یسین شریف پڑھنے کی سعادت میسر آئی اور اس کے بعد حضرت کے پاس قرآن کریم پڑھنے والوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تو پھر شنبہ ۲۶؍ رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴؍ اپریل ۲۰۱۸ء کو ۲ بج کر ۱۷ منٹ پر انتقال تک یہ دن رات مسلسل قرآن کریم اور خاص طور پر سورہ یٰسین پڑھنے والوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا، بڑے بڑے علماء، حضرت کے تلامذہ، متوسلین، دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ وقراء حضرات بغرض عیادت تشریف لاتے اور قرآن کریم اور خاص طور پر سورہ یسین پڑھتے، باقاعدہ دو تین کرسیاں حضرت کے دائیں اور بائیں

رکھی ہوئی تھیں علماء وحفاظ کرام تشریف لاتے اور حضرت کو قرآن کریم سنا کر چلے جاتے دن میں علماء اور طلباء آتے اور قرآن کریم پڑھتے جاتے اور رات میں اہل خانہ مستقل حضرت کے پاس قرآن کریم کی تلاوت اور دیگر ذکر و اذکار میں مشغول رہتے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت کے تمام اعضاء و جوارح قلب کے تابع بن کر جیسے ذکرواذکار میں مصروف ہوں چنانچہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت حضرت کا حال یہ تھا کہ قلب بھی ذکر میں مشغول، زبان بھی مسلسل ذکر الٰہی سے تر اور کان قرآن کریم کی تلاوت سننے میں محو، حقیقت یہ ہے کہ آخری چند دنوں میں جو واقعات پیش آئے اور جو کیفیات محسوس کی گئیں وہ عام آدمی نے بھی محسوس کر لیں مثلاً پورے کمرہ میں ایک ایسی عجیب وغریب خوشبو کا پھیل جانا کہ ہم سب لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کسی نے کوئی خوشبو تو نہیں لگائی مولانا شاہد صاحب اور دیگر حضرات نے یہاں تک کہ غیر مسلم ڈاکٹر جو طیب ٹرسٹ کی طرف سے وہاں پر موجود تھے سب نے محسوس کی کہ بالکل عجیب خوشبو تھی اس طرح کی خوشبو اس عاجز نے تو کبھی نہیں سونگھی۔

اہل خانہ میں سب ہی حضرات تھوڑی تھوڑی دیر حضرت کے دائیں اور بائیں جانب پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ کر قرآن کریم سناتے اور پھر دوسرے کو موقع دیدیتے۔ میں بھی دائیں جانب والی کرسی پر بیٹھ کر تلاوت کلام اللہ خاص طور پر سورہ یٰسین پڑھ رہا تھا، میں نے تلاوت ختم کی اور اس کرسی پر سے اٹھنا چاہا لیکن محترمہ عظمیٰ ناہید صاحبہ صاحبزادی حضرت خطیب الاسلام نے منع فرمایا کہ تم وہیں بیٹھے رہو بہرحال میں حضرت کی دائیں جانب والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ محترم حافظ عاصم قاسمی دامت برکاتہم نے سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر سورہ ''یٰسین'' پڑھنی شروع کی، قرآن کریم کا سرور اور خانوادۂ قاسمی کی آواز کہ ایک سماں بندھ گیا، قرآن کریم جیسے نازل ہورہا ہو، سبحان اللہ، میں خود ان کی تلاوت سننے میں اس قدر محو ہوا کہ بعد میں یہ خیال آیا کہ کاش میں ان کی تلاوت کو ریکارڈ کر لیتا۔

۲۵ رجب المرجب مطابق ۱۳ راپریل میں جب کمزوری حد درجہ بڑھی تو تلاوت کلام اللہ کی ساتھ ساتھ عزیزم مولانا شکیب قاسمی سلمہ اللہ، مولانا شاہد صاحب خود یہ عاجز تلقین شہادتین کرنے لگے اور **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد أن محمد رسول اللہ** اسی طرح کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اور **اللھم باالرفیق الاعلی.** جیسے کلمات حضرت کے قریب جھک کر پڑھتے مگر حضرت کی زبان خود مستقل اسم ذات ''اللہ اللہ'' میں مصروف تھی، اس کثرت ذکر کی وجہ سے زبان پر

خشکی کی پپڑی جم گئی، پپڑی اتاری دوبارہ پھر پپڑی جم گئی مگر مستقل زبان ذکر الٰہی میں مشغول تھی، میں بار بار حضرت کے منہ میں چمچہ سے زمزم ڈالتا، جمعہ کے دن صبح ہی سے حالت یہ ہوگئی تھی کہ بس اب جدائیگی کا وقت بالکل قریب آ گیا اور چند لمحات اب اس دارفانی سے رخصت ہونے کے باقی رہ گئے مگر موت کا وقت ایسا مقرر ہے کہ ﴿اِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ.﴾ (سورۃ یونس: ۴۹)
چنانچہ اسی کشمکش میں جمعہ کا وقت ہوگیا، جانشین حضرت خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی نے فرمایا کہ کچھ حضرات جمعہ کی نماز ایک بجے مسجد قدیم دارالعلوم دیوبند میں پڑھ لیں اور کچھ حضرات بعد میں پڑھ لیں چنانچہ حضرت مولانا سفیان قاسمی صاحب، محترم جناب عدنان قاسمی صاحب، محترم جناب حافظ عاصم قاسمی صاحب، عزیزم مولانا شکیب قاسمی، عزیزم جناب صہیب قاسمی، یاسر قاسمی اور راقم ہم سب نے دارالعلوم دیوبند کی مسجد قدیم میں نماز جمعہ ادا کی اور نماز کے بعد ہم لوگ حضرت کے پاس پہنچ گئے باقی ماندہ لوگوں نے پھر نماز جمعہ ادا کی۔ دہلی اور نانوتہ سے اور بہت سی جگہوں سے میرے پاس فون آرہے تھے حضرت کی طبیعت معلوم کرنے کے بارے میں برادر مکرم حضرت مولانا محمد اویس صاحب مستقل حضرت کی طبیعت کے بارے میں مجھ سے رابطے میں تھے۔ ادھر نانوتہ سے والد مکرم حضرت مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم کے مستقل فون آرہے تھے اور حضرت کی طبیعت کے بارے میں مجھ سے معلومات لے رہے تھے، حضرت کو سانس لینے میں پریشانی تھی وہی مرض مزید بڑھتا رہا، آخر کے دو دن جمعہ اور ہفتہ میں خشکی میں بھی اضافہ ہوگیا تھا اس لئے دس منٹ کے وقفے سے یہ عاجز حضرت کے ایک چمچہ یا دو چمچے زمزم کے پلاتا رہا، حضرت کو سانس کی تکلیف ضرور تھی مگر چہرہ پر ایک عجیب سا سکون وقرار تھا۔

کسی طرح کی بیقراری وبے چینی نہیں تھی، ایسا قرار واقعی تھا جیسے کوئی مسافر منزل مقصود پر پہنچ کر ایک طرح کا قرار حاصل کرتا ہے۔ جمعہ کا پورا دن اس کشمکش میں گذرا کہ بس حضرت اب چند لمحوں کے مہمان ہیں عنقریب ہم سے رخصت ہو جائیں گے، مگر جمعہ کے دن بھی مکمل گذر گیا یہ رات حضرت کی آخری رات تھی، رات میں تمام اہل خانہ متفکر تھے اور حضرت کے ارد گرد جمع تھے، رات بھر مولانا محمد سفیان قاسمی حضرت ہی کے پاس بیٹھے رہے، ڈھائی بجے کے قریب راقم نے کہا کہ آپ تھوڑا آرام فرما لیں، کیونکہ مستقل مہمانوں کی آمد رفت کا سلسلہ جاری ہے آپ کو کل شاید آرام نہ مل پائے، آپ نے ایک چھوٹے کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے سامنے حضرت والے کمرہ ہی میں آپ لیٹ گئے۔

حضرت کی زندگی کا آخری دن

جمعہ کا دن اور ہفتہ کی شب گذر گئی اور جو کیفیت حضرت کی جمعہ کے دن ۱۳ اپریل ۲۵ رجب ۱۴۳۹ھ کو تھی وہی کیفیت اگلے دن بروز شنبہ میں باقی رہی، قرآن کریم کی تلاوت کا مستقل معمول جاری تھا، ہر پندرہ منٹ بعد میں ایک چمچہ حضرت کو زم زم پلا رہا تھا۔ ۱۱ بجے دن میں قلب کی حرکت کم ہوگئی اور اہل خانہ میں سب لوگ حضرت کے ارد گرد جمع ہوگئے، مگر دس منٹ بعد پھر وہ حرکت معمول پر آ گئی۔ آج بھائی جان چھٹی کی وجہ سے دہلی سے دیوبند تشریف لا رہے تھے، تقریباً ۱۱ بجے وہ حضرت کے پاس پہنچ گئے، حضرت کو دیکھ کر بے قابو سے ہو گئے اور اوپر مہمان خانہ میں جا کر رونے لگے۔ مجھ سے روتے ہوئے فرمایا کہ حضرت کے بعد ہم سب یتیم سے ہو جائیں گے۔ سانس اسی طرح اکھڑ اکھڑ کر آ رہا تھا، اس کے بعد دو بجے تک اسی طرح حرکت قلب کا نظام چلتا رہا، کبھی کم ہو جاتی اور کبھی معمول پر آ جاتی، اسی طرح دو بجے تک حرکت قلب کا نظام اوپر نیچے تک چلتا رہا کہ ۲ بج کر ۱۳ منٹ پر قلب کی حرکت آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی گئی اور حضرت کے چہرہ پر ہلکی سی کپکپاہٹ ہوئی، راقم نے زم زم پلایا، تین گھونٹ زم زم پینے کے بعد حضرت نے خود سے سر کو دائیں کروٹ کر لیا، سب لوگ اہل خانہ حضرت کے ارد گرد جمع ہو گئے اور بآواز بلند کلمہ طیبہ وکلمہ شہادت پڑھنے لگے، اس عاجز کی زبان پر "**اللھم باالرفیق الاعلی**" کے کلمات کا ورد تھا، سب لوگ اہل خانہ اس مسافر جنت کو تلقین شہادتین کے ساتھ رخصت کر رہے تھے، چنانچہ ۲ بج کر ۱۷ منٹ پر حضرت خطیب الاسلام نے اپنے دولت کدہ پر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون

رحمہ اللہ رحمتہ واسعتہ، وادخلہ برحمنک فی عبادک الصالحین،
واسکنہ الجنہ جنة الفردوس مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین.

اس عاجز نے حضرت کے چہرہ پر ہاتھ رکھا تو حضرت کا وصال ہو چکا تھا، میں نے حضرت کے چہرہ پر بوسہ دیا، حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی، محترم جناب عدنان قاسمی، محترم جناب حافظ عاصم قاسمی، عزیزم مولانا شکیب قاسمی، حضرت مولانا شاھد صاحب اور بھائی جان ودیگر اہل خانہ سب کے سب اشکبار تھے۔ انتقال کے بعد محسوس ہوا کہ ہم دینی وروحانی اعتبار سے واقعی یتیم ہو گئے۔ اور مجھے اس شخص کی بات بار بار یاد آتی کہ جس نے ۱۲/اپریل ۲۰۱۸ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر سعیدیہ ہوٹل میں

بیٹھ کر کہا تھا کہ ''مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کی طبیعت ناساز ہے آپ کے انتقال کے بعد پورا دیوبند نہیں بلکہ پورا علاقہ یتیم ہو جائے گا۔'' اور یہی بات آپ کے وصال سے تین گھنٹہ قبل مجھ سے بھائی جان نے کہی تھی۔

وصال کے فوراً بعد ہی میں نے، مولانا شاہد صاحب نے حضرت کے سر پر پٹی باندھی، اور ایک لال چادر لائی گئی وہ حضرت کو اوڑھا دی گئی، وصال کی خبر برق رفتاری کے ساتھ پورے دیوبند بلکہ پورے ملک میں پھیل گئی۔ فوری طور پر اسٹریچر لایا گیا اور حضرت کو ''طیب منزل'' قدیم میں منتقل کر دیا گیا یہ سب کام تقریباً چار یا پانچ منٹ میں ہو گئے، جب ہم حضرت کو لے کر باھر نکلے تو طلباء کا ایک ھجوم باھر منتظر تھا، بڑی تیزی سے راستہ بنا کر حضرت کے جنازے کو اُدھر منتقل کیا گیا۔ حضرت کے جنازے کو ابھی گھر میں لیجا کر رکھا ہی تھا تا کہ اہل خانہ زیارت کر لیں، معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران تشریف لائے ہیں۔ فوری طور پر پردہ کرایا گیا اور ان کو اندر ہی بلا لیا گیا، حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم نے حضرت کو دیکھا، حضرت بہت روئے، اسی طرح حضرت مولانا عبدالخالق مدراسی دامت برکاتہم نے بھی حضرت کی زیارت کی۔ معززین شہر طیب منزل کی طرف رواں دواں تھے، اور دیوبند میں پڑھنے والے طلبہ جوق در جوق طیب منزل کے اردگرد جمع ہونا شروع ہو گئے، دارالعلوم کی قدیم مسجد سے وصال کا اعلان کیا گیا اسی طرح جامع مسجد دیوبند سے مسلسل اس اندوہناک خبر کا اعلان ہوتا رہا، ہندوستان اور بیرون ملک سے تعزیتی پیغامات آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور آس پاس کے علاقوں سے جو لوگ پہنچ سکتے تھے، وہ سب دیوبند کی طرف رواں دواں تھے، ذمہ داران مدارس اسلامیہ، ملی اور سیاسی تنظیموں کے نمائندے تعزیت کے لئے آنے لگے، دارالعلوم وقف دیوبند اور دارالعلوم کے اساتذہ یکے بعد دیگرے آنے لگے، تمام ہی حضرات نے جسد خاکی کی زیارت کی۔

اس کے بعد تجہیز و تکفین کے متعلق مشورہ ہوا، جانشین خطیب الاسلام حضرت مولانا سفیان صاحب نے اس عاجز کو غسل کی ذمہ داری دی، میں نے کفن کے بارے میں معلوم کیا تو مجھے بتایا کہ کفن حضرت خطیب الاسلام نے خود ہی تیار کروا کر رکھ رکھا تھا، جس میں دو چادر حج کے احرام کی بھی ہیں، اسی طرح حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی مدظلہ نے مجھے الگ لیجا کر ایک کالے کپڑے کا ٹکڑا اور ایک پڑیا دی جس میں مٹی تھی، راقم نے اس مٹی کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عظیم

تبرک ہے، وہ مٹی روزہ اقدس میں اندر قبر اطہر کی ہے، جو حضرت خطیب الاسلام کو پاکستان کے کسی انجینئر نے دی تھی جن کو روضۂ اقدس میں اندر جانے کا شرف حاصل ہوا تھا، بڑی خوش نصیبی کہ جانشین خطیب الاسلام نے مجھے یہ شرف بخشا کہ اس عظیم امانت کو راقم کے سپرد کیا کہ غسل کے بعد بھائی صاحب (حضرت خطیب الاسلام) کی وصیت کے مطابق اس مٹی کو سینے پر رکھ دینا۔

مولانا اویس صاحب صدیقی نانوتوی نے عزیز مکرم جناب صہیب قاسمی صاحبزادے حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب سے پانی گرم کروانے کے لئے کہا۔ عزیزم جناب صہیب قاسمی صاحب نے گرم پانی کا انتظام کیا، اور عزیزم یاسر قاسمی صاحبزادے محترم جناب عدنان قاسمی صاحب نے غسل کے لئے دیگر انتظامات کیئے، بہرحال وقت مقررہ پر حضرت کو غسل دیا، بحمداللہ غسل دینے کا شرف بھی اس عاجز ہی کو حاصل ہوا، دیگر معاونین اور موجودین میں وہاں مولانا محمد سفیان قاسمی دامت برکاتہم، والد مکرم حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتوی، جناب عدنان قاسمی، محترم جناب حافظ عاصم قاسمی صاحب، عزیزم جناب صہیب قاسمی صاحب، عزیزم مولانا شکیب قاسمی صاحب، مولانا شاہد صاحب، بھائی جان مولانا محمد اویس صدیقی نانوتوی، عزیزم جناب قاری عبدالرحمان صاحب نانوتوی، محترم جناب مفتی واصف صاحب وغیرہ موجود تھے۔

مکمل تیار کرنے کے بعد جنازہ کو اندر صحن میں رکھا گیا، وہاں پر میں نے حضرت کے کفن میں غلاف کعبہ کا ٹکڑا اور روزہ اقدس کی مٹی حسب وصیت رکھدی، پھر گھر میں خواتین میں پندرہ بیس منٹ جنازے کو رکھ کر جنازہ کو باھر لے آئے ایک جم غفیر حضرت کے دیدار کے لئے طیب منزل کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بعد طالبان علوم نبوت حضرت کے آخری دیدار کے لئے بالترتیب آتے رہے اور گھنٹوں یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا۔

حضرت کے چہرے کو جو بھی دیکھتا اس کے دل کی یہی آواز ہوتی کہ ایک جنت کا مسافر لیٹا ہوا ہے جو چند گھنٹوں بعد اپنی آخری آرام گاہ اور طویل سفر کے بعد اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔

چہرہ اس قدر روشن اور منور تھا کہ جو بھی دیدار کرتا وہ اس کی شہادت دیتا:

جہاں سے بٹ رہی ہے دولتِ عقبیٰ زمانے کو
خود اپنی آنکھوں سے وہ گنج گوھر دیکھ آئے ہو

اور چہرہ اس قدر تاباں و نورانی تھا کہ محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ بلکہ مجھے تو ایسا لگ رہا تھا

کہ جیسے آپ سورہے ہوں بقول مولانا اخلاق صاحب دیوبندی۔

جگاؤ نہ حضرت کو نیند آ گئی ہے۔

جناب وقت مقررہ پر دارالحدیث کے تحتانی میں لایا گیا اور عام زیارت کے لئے وہیں رکھا گیا، دس بجے کا چونکہ اعلان تھا، اس لئے ہم لوگوں نے نماز عشاء دارالحدیث میں پڑھی، ٹھیک دس بجے جنازے کو احاطۂ مولسری میں لایا گیا، جہاں ہزاروں محبین ومتوسلین حضرت خطیب الاسلام اور طالبان علوم نبوت علماء اور صلحاء ذمہ داران مدارس، معززین دیوبند سراپا انتظار تھے، بس فوراً ہی نماز جنازہ شروع ہوگئی، صاحبزادۂ خطیب الاسلام مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، اور پھر جنازہ باب قاسم سے قبرستان قاسمی لے جایا گیا، پھر حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی، جناب بھائی عدنان قاسمی اور مولانا شکیب قاسمی نے جسد خاکی کو قبر میں رکھا اور اس طرح تقریباً سوا گیارہ بجے تدفین ہوگئی۔

ایام علالت سے متعلق چند اہم باتیں

حضرت کے اخیر کے ایام میں راقم الحروف کو بفضلہٖ تعالیٰ حاضر باش رہنے اور حضرت کے قدموں میں کھڑے رہنے کی سعادت میسر آئی، حضرت کو گرچہ مصنوعی سانس دیا جارہا ہے اور کمزوری بھی حد درجہ کی ہے مگر دل ودماغ کے اعتبار سے بالکل مطمئن، بی پی صحیح اور نارمل، اس دوران راقم الحروف، حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی، جناب عاصم قاسمی، حضرت کے خادم خاص حضرت مولانا شاہد صاحب، عزیز مکرم مولانا شکیب صاحب قاسمی اور حافظ اقبال صاحب جوگیشوری ممبئی ہم سب لوگ مستقل حضرت کی خدمت میں رہے ہم سب نے شدید ترین علالت کے باوجود مشترکہ طور پر جو باتیں محسوس کیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آکسیجن لگنے کے باوجود زبان پر مستقل لفظ اللہ کا ورد تھا، زبان اسم ذات سے مستقل متحرک ہے اور سانس کا اتار چڑھاؤ بھی ذکر قلبی کی طرف مشیر تھا، نبی کریم ﷺ کا جو معمول حدیث میں بیان کیا گیا ہے 'کان یذکر اللہ علی کل أحیانہ' اس ذکر قلبی اور ذکر لسانی کا مشاہدہ راقم الحروف اور دیگر یہاں موجود حضرات نے کیا، ذکر قلبی وذکر لسانی معا بڑی ریاضتوں کے بعد کسی کو نصیب ہوتا ہے، حضرت خطیب الاسلام کی آخری پانچ دن کی کیفیات کو دیکھتے ہوئے حدیث 'کما تحیون

تـمـوتـون وکـمـا تموتون تحشرون'' کوسامنے رکھتے ہوئے بلا تامل یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت خطیب الاسلام کا ذکر لسانی و ذکر قلبی کا مستقل معمول رہا جس کے اثرات حدیث کی روشنی میں ہم جیسے نااہلوں پر بھی آخری وقت میں ظاہر ہوئے۔

دوسری بات آخری چھ ایام میں جو مجھ جیسے نااہل تک کو محسوس ہوئی کہ شہادت کی انگلی کو تشہد کی حالت کی طرح رکھی اور پھر بار بار انگلی کو اٹھاتے، بار بار اس انگلی کو اٹھانا بلا وجہ یا بے مقصد نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ جس طرح ہم لوگ تشہد کی حالت میں اشھد ان لا الـه الا اللّٰه پر انگلی اٹھاتے ہیں بالکل اسی کیفیت اور اتنے ہی وقت کے لئے انگشت شہادت کو اٹھا کر گرا دینا خود بتا رہا ہے کہ نہ صرف قلب ہر طرح کے شیطانی وسوسوں سے پاک ہے بلکہ اعضاء و جوارح بھی حق جل مجدہ کی وحدانیت میں قلبی شہادت کے مؤید و تابع تھے، اور اعضاء و جوارح کا باری تعالیٰ کی وحدانیت کے سلسلے میں قلب کا تابع بن جانا اس امر کی دلیل ہے کہ زندگی میں ظاہر و باطن میں یکسانیت اور اعضاء و جوارح اور قلب میں مستقل ہم آہنگی رہی۔ اس کے معنی مذکور بالا حدیث ''کـمـا تـحیـون تـموتون وکما تـموتون تحشرون'' کے مضمون کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ہیں کہ زندگی بھر دل نفاق سے پاک رہا، نفاق جیسی مذموم خصلت سے کسی کے دل کا پاک ہونا صالحین، متقین اور اولیاء اللہ کا شیوہ رہا۔

تیسری بات جس کو ہم سب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ یہ کہ بظاہر حضرت خطیب الاسلام پر غنودگی کی کیفیات رہیں، مگر اس غنودگی کے عالم میں اتنا با ہوش کہ مستقل یہ عمل رہا کہ اپنے تمام اعضا کی قوتوں کو مجتمع فرما کر آپ دونوں ہاتھوں کو کانوں تک لے جاتے اور پھر ناف کے نیچے بالکل اسی طرح نیت باندھتے جیسے ہم لوگ نیت باندھتے ہیں، حالانکہ ایک ہاتھ میں ڈرپ لگی ہوئی ہے اور دوسرے ہاتھ میں 'وائٹیل مونٹیل' (سانس لینے کا آلہ) لگا ہوا ہے مگر نماز کا اس قدر استحضار اگر ہم لوگ ان دونوں ہاتھوں کو سیدھا کرتے بھی تو پھر نیت باندھ لیتے، اس حدیث 'قرۃ عینی الصلاۃ' کا عملی نمونہ حضرت خطیب الاسلام کی ذات میں دیکھنے کو ملا کہ مستقل نیت پر نیت باندھ رہے ہیں۔ میرا ذہن بار بار منتقل ہو رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کے آخری لمحات اور امت کے نام آپ کی آخری وصیت کی طرف کہ آپ نے امت کو دو باتوں کی خاص طور پر تاکید فرمائی کہ کسی بھی حال میں ان دو باتوں سے غافل مت ہو جانا، ان میں ایک وصیت نماز قائم کرنے اور حفاظت کرنے کی کی ہے۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنا، غفلت مت برتنا اور دوسری بات اپنے ماتحتوں پر ظلم نہ کرنا۔ حضرت

خطیب الاسلام چونکہ وارث نبی کریم ﷺ تھے اور زندگی بھر ہوگئی نبی کریم ﷺ کی وارثت کو تقسیم کرتے ہوئے جب زبان بند ہوگئی تو ہم جیسے نااہلوں کو اپنے عمل سے گویا بتا رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ایک عظیم ترین آخری وصیت سے کسی بھی حال میں غافل مت رہنا۔ علماء نے یہ بات لکھی ہے کہ اولیاء اللہ کا کوئی عمل کسی بھی وقت اور کسی بھی حال میں لایعنی نہیں ہوتا، یہ تو ممکن ہے کہ فوری طور پر لوگ اس کی حکمت سمجھ نہ پائیں اور بعد میں کچھ دن گذرنے کے بعد سمجھ میں آئے، مگر یہ ممکن نہیں کہ ان کا عمل یا ان کی بات لایعنی اور بے سود ہو۔ مجھے بارہا ایسا محسوس ہوا کہ حضرت خطیب الاسلام ہم میں سے ہر ایک سے گویا اپنی زبان حال سے یہ فرما رہے ہیں کہ زندگی کی ہر خیر کو اللہ رب العزت نے نماز سے وابستہ کر دیا ہے۔ یہ تمہارا متاع عزیز ہے اس کو ضائع مت کر دینا۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ 'من ضیع الصلاۃ فھو لما سواھا اضیع' اور قاعدہ یہ ہے کہ ضیاع نعمت کے بعد کفران نعمت کی سیاہ مہر قلب پر لگ جاتی ہے، اس مہر کے لگنے کے بعد انسان کی زندگی میں پھر کوئی خیر باقی نہیں رہتی۔ اسی وجہ سے اللہ کے نبی نے اخیر میں ایک ایسی چیز کی وصیت فرمائی جو تمام خیر کی جامع ہے، یعنی نماز۔

چھوتھی بات جو اس آخری پانچ دن میں محسوس کی گئی کہ حضرت کو اپنے رب سے ملاقات کا اشتیاق تھا، کیونکہ ہوش وحواس سب باقی ہیں مگر اشتیاق الی لقاء الرب میں محویت اس قدر ہے کہ طعام وکلام سب کچھ ترک ہے بس سوال پوچھنے پر اشارۃً جواب ہے ورنہ ذات رب میں فنائیت ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جس کو اصطلاح میں ''فنا فی اللہ'' کہا جاتا ہے اس مقام پر پہنچنے کے بعد حق تعالیٰ شانہ اس کے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں

'یا ایتھا النفس المطمئنہ، ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی.

پانچویں اہم بات اس پانچ روز میں حضرت کے تمام فرزندان صلبی ہوں یا روحانی کی حاضر باشی جس کو قرآن کریم نے 'وبنین شھودا' سے تعبیر فرمایا یعنی حاضر باش بیٹے، ہم نے دیکھا کہ حضرت کے پاس حاضر باش فرزندان صلبی وروحانی کا غیر منقطع سلسلہ رہا، جو آتا تھا قرآن کریم سنا کر چلا جاتا تھا۔

چھٹی چیز اس دوران حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب سے ایک روز فرمایا کہ سب لوگ

میری وجہ سے پریشان ہورہے ہیں جس پر مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب نے فرمایا کہ یہ ہم سب کے لئے عین سعادت، اس حالت میں بھی اپنی اولاد سے فرمایا کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے تو حالت صحت میں کیا کسی کو تکلیف دی ہوگی۔

بات مستقل اسم ذات کا ذکر ہے اور چہرہ پر انتہائی سکون اور اطمینان ہے، کسی طرح کی گھبراہٹ ہے نہ پسینہ ہے بلکہ غیر معمولی طور پر زادسفر ساتھ ہے اور سفر آخرت کے لئے پابہ رکاب ہیں۔

۸۔آخری چار دن سے خاص طور پر گذشتہ دو دن سے کلام اللہ کی مستقل تلاوت ہورہی تھی، بڑے اور چھوٹے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں سورہ یٰسین سناتے تھے اور چلے جاتے تھے۔

۹) اپنی بیماری اور علالت کے درمیان کوئی ایک کلمہ بھی زبان سے ایسا نہیں نکلا جو مقام عبدیت کے خلاف ہو اور نہ ہی زبان پر ایسا کوئی کلمہ آیا جو کلمہ شطحیہ ہو، مکمل تسلیم ورضا کے پیکر بنے رہے، زندگی بھر اس حدیث

ان رضيت بما قسمتة لک ارحت قلبک وبدنک وكنت عندى محمودا

پر عمل پیرا رہے، اور اپنی علالت کے دوران بھی اسی قدر تحمل، برداشت، راضی بتقدیر خالق اس حدیث پر عمل کرنے والوں کو تین بشارتیں بیک وقت ہیں (۱) سکون دل اور راحت قلب میسر آجائے گی (۲) بدن اور اعضا و جوراح (قلب کے تابع بن کر) قرار مل جائے گا۔ (۳) اللہ رب العزت کے یہاں محمودیت کا مقام مل جائے گا۔ یہ درجات مذکورہ حضرت خطیب الاسلام میں بدرجہ اتم حاصل ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آنکھ لگی ہوئی ہے اور پرسکون نیند کی آغوش میں ہیں۔

۱۰) ایک فارسی کا شعر ہم نے کثرت سے اپنے اساتذہ سے اور گھر میں اپنے بزرگوں کی زبانی سنا تھا، مگر کبھی اس کا عملی مصداق دیکھنے میں نہیں آیا تھا، حضرت خطیب الاسلام کے زندگی کے آخری چھ ایام میں اس شعر کا صحیح عملی مصداق ان کی ذات کی شکل میں نظر آیا کہ جب تمام اعضاء جوارح نے کام کرنا بند کردیا اور ہر چیز متاثر ہوگئی مگر ان کا دل اسے قرار نہ تھا کہ وہ مستقل ذکر اللہ میں مشغول اور اعضاء میں زبان اس کی تابع وہ بھی ذکر اللہ میں مشغول ذکر قلبی اور ذکر لسانی کا ایک ساتھ اجتماع۔ میں نے سنا تھا مگر دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا وہ مشہور شعر مندرجہ ذیل ہے:

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

عشق کی سلگتی ہوئی انگیٹھی نے جس قلب کو گرما دیا وہ قلب مرتا نہیں ہے بلکہ اپنے سوز وگداز کی کیفیات سے آس پاس کے ماحول کو بھی گرما دیتا ہے۔ راقم الحروف کو یہ سعادت ان آخری چھ ایام میں ملی کہ حضرت کے بالکل قریب رہنے کا موقع میسر آیا، میں نے دیکھا کہ آخر تک قلب اپنی تمام حرکات وسکنات کے ساتھ اپنا کام کرتا رہا، نہ اس کی حرکت میں کمی آئی۔

بلکہ میری ہمشیرہ ڈاکٹر سارہ صدیقی عیادت کے لئے آئیں تو انہوں نے بتایا کہ عجیب بات ہے کہ دل کس قدر صحیح کام کر رہا ہے۔ اتنا نارمل دل تو کسی تندرست وتوانا کا بھی نہیں ہوتا، دراصل یہ سکون اور یہ اطمینان قلب اس ذکر وفکر کی وجہ سے تھا جو حضرت خطیب الاسلام کو زندگی بھر حاصل رہا اور جس کا تذکرہ خود قرآن کریم نے کیا ارشاد فرمایا

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے وہ آخری لمحات میں جو میں نے حضرت کے پاس گذارے وہ میری زندگی کا قیمتی سرمایہ اور متاع عزیز ہے جس کی کوئی قیمت نہیں بقول ظفر بجنوری

ہیں کتنے عزیز اس محفل کے انفاس حیات افروز ہمیں
اس سازِ معانی کے نغمے دیتے ہیں یقیں کا سوز ہمیں

باب ہفتم

قال الله تعالیٰ:

﴿يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً.
فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ. وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ.﴾

(سورۃ الفجر: ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰)

قال الله رسول الله صلى الله عليه وسلم:

"إن في الله عزاء من كل فائت"

(الحديث)

شعر

نگاہ دل میں رہیں گے تمام عمر مرے
اتر سکے گا نہ احسان لطف پیہم کا
ملے مقام وہ جنت میں آپ کو اے شیخ
کہ جس میں قرب ہو حاصل رسول اکرم کا

حضرت خطیب الاسلام فرماتے ہیں:

’’علم تو ہم کتابوں سے حاصل کرلیں اور عشق شخصیات سے حاصل کریں، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے کیا خوب فرمایا کہ:

اگر کتابیں نہ ہوں تو علم رخصت
اگر شخصیتیں نہ ہوں تو عشق رخصت

(خطبات خطیب الاسلام، ج۱،ص ۲۵۷)

باب ہفتم اس اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے حضرت خطیب الاسلام کا لوگوں کی، اداروں اور تنظیموں کی نظر میں مقام ومرتبہ اور اداروں کے ساتھ حضرت کی مسلسل وابستگی اور دینی، علمی، روحانی اور دعوتی تعاون وسرپرستی کا اندازہ ہوگا، اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت کی ذات والا صفات کے اندر کس قدر وسیع المشربی اور اعلیٰ ظرفی تھی اور حضرت خطیب الاسلام نے کس قدر ہمہ جہت دعوتی، دینی، ملی، قومی اور تعلیمی خدمات بیک وقت انجام دیتے ہوئے زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال وتوازن کو برقرار رکھا، جو شریعت اسلامیہ کی خاصیت اور جامع اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی انتہائی اہم اور زریں خصوصیت ہے، جس کے رہتے ہوئے انسان صالح بھی ہوتا ہے اور مصلحیت کی بھی شان اس کے اندر اللہ تعالیٰ پیدا فرما دیتے ہیں، اور پھر اس کا نفع عام وتام ہوکر اس سے اللہ کے بندوں، اللہ کی مخلوقات کو نفع اور راحت پہنچتی ہے اور یوں وہ مرجع خلائق بن جاتا ہے، اللہ کی طرف سے مقبولیت عامہ کے فیصلے ہوتے ہیں، اور چھوٹے وبڑے ان سے یکساں طور پر مستفید ہوتے ہیں، نہ صرف ان کو اخروی فائدہ پہنچتا ہے، بلکہ ان کو دنیوی واخروی فائدہ پہنچتا ہے۔عوام الناس اور لوگوں میں یہ مقبولیت جب ہی ہوتی ہے جب اللہ کی طرف سے مقبولیت کا محبوبیت کا اعلان ہوتا ہے، اور پھر ان کی محبت اہل آسمان میں عام ہوجاتی ہے، اور پھر پوری دنیا میں لوگوں کے دل اس کی طرف کھنچ کھنچ آتے ہیں، کیونکہ اس کی محبت کا حکم اللہ تعالیٰ اہل آسمان اور اہل زمین کو دیتے ہیں۔ان تعزیتی خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت خطیب الاسلام رحمہ اللہ کو عوام الناس، اہل علم صلحاء اور اتقیائے امت میں کیسا عظیم مقام حاصل ہے کہ ہر آدمی آپ کی محبت اور جذبۂ احسان مندی سے سرشار ہے۔

اس باب کے تین الگ حصے ہیں، پہلے حصے میں تمام نثر یہ اجتماعی وانفرادی تعزیتی پیغام اور مکاتیب ہیں جو ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور دوسرے یورپی ممالک، یا پھر ہندوستان کے اندر موجود مختلف ملکوں کے سفارت خانوں، مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران، قومی وملی تنظیموں اور سیاسی جماعتوں کے راہ نماؤں کی طرف سے وفات کے فورا بعد موصول ہوئے۔جن میں ان تمام افراد اور تنظیموں نے ان کی دینی، دعوتی، ملی خدمات کو نہ صرف سراہا ہے، بلکہ حضرت کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار ہے، تقریباً سبھی مکاتیب اور تعزیتی خطوط حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی جانشین خطیب الاسلام کے نام ہیں، اور بعض خطوط میں دیگر برادران اور عزیز مکرم جناب مولانا شکیب قاسمی کا بھی تذکرہ ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اکثر خطوط میں جانشین خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب کو یہ اطلاع بھی دی گئی ہے کہ، اہل مدرسہ نے ان کے انتقال کی اطلاع ملتے ہی قرآن خوانی اورتعزیتی نشستوں اور جلسوں کا انعقاد کیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا کے ہر گوشے میں جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور محبین ہیں، سب نے اجتماعی قرآن خوانی کا نظم کرایا اور ایصال ثواب کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے لئے دنیا کے گوشے گوشے میں محبین واہل تعلق نے ایصال ثواب کیا جو اپنے آپ خود عند اللہ وعند الناس مقبولیت کی دلیل ہے۔ تمام تعزیتی خطوط میں اس بات کا بھی اظہار ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس دور قحط الرجال میں حضرت قاسم العلوم والخیرات اور اکابر علمائے دیوبند کے امین و وارث تھے، اور آپ کے انتقال پر ملال سے دارالعلوم کی عظیم الشان، علمی، دعوتی، دینی، اصلاحی کوششوں کے ایک زریں عہد کا خاتمہ ہوگیا، اس لئے حضرت کی وفات کسی ایک خانوادہ کا علمی ودعوتی نقصان نہیں، بلکہ پوری امت کا بڑا خسارہ ہے، اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائے۔

میرے بھائی جان، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور متکلم اسلام مولانا اسلم قاسمی رحمۃ اللہ علیہما کے بارے میں ایک بات کہتے ہیں، کہ ہمارے سامنے بچپن ہی سے جب کسی عالم کا تذکرہ ہوتا تھا تو ذہن میں عالم وداعی اور سچے وارثین انبیاء کا جو خاکہ ابھرتا وہ حضرت مولانا سالم اور حضرت مولانا اسلم صاحب رحمہما اللہ کا ابھرتا ہے کہ عالم دین ایسا ہوتا ہے یعنی ان دونوں حضرات کی شکل وسورت دیکھتے ہی لوگوں کو عالم دین اور سچے وارث نبی کا تصور بندھ جاتا، عالمانہ وقار، محدثانہ شان، نبوی اخلاق، رحمت و رأفت خوش لباسی وخوش مذاق سب کچھ ان کے منور چہروں سے چھلکتی ہوئی محسوس ہوتی اور صرف ایک نظر دیکھ کر ہی سر عقیدت ومحبت کے جذبات سے جھک جاتا۔ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی چہرہ دیکھتے ہی نظریں عقیدت سے جھکا دیتے، کیونکہ ان کا سراپا اور منور چہرہ اسلام کی شفافیت اور صداقت کا آئینہ دار تھا۔

تعزیتی مکاتیب میں ملک و بیرون ملک کے مختلف علاقوں کے ذمہ دار علمائے کرام نے اپنے اپنے مکاتیب میں اپنے اداروں کی سرپرستی، اور حضرت کی متعدد بار تشریف آوری کا بہت ہی عقیدت اور محبت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، اسی طرح اس بات کا بھی تذکرہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام احادیث کے سلسلوں سے علمائے کرام کو مختلف جگہوں پر حدیث کی اجازت مرحمت فرماتی ہے۔

ان تعزیتی خطوط میں یہ بات بھی کہیں کہیں ملتی ہے کہ متعلقہ حضرات میں سے حضرت کے متعلقین اور محبین نے کئی جگہوں پر حضرت کی غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی ہے۔

اس باب کا دوسرا حصہ ان تمام منظوم تعزیت ناموں پر مشتمل ہے جو کتاب کا مواد جمع کرتے وقت ہم تک آسکے، ورنہ بہت سارے منظوم تعزیت نامے لوگوں نے لکھے جو اخبارات ورسائل نے لکھے اور واٹس اپ وغیرہ پر آئے۔

باب ہفتم کا تیسرا حصہ ان تاریخی منثور و منظوم قطعات پر مشتمل ہے جن میں حضرت کا سن وفات نکالا گیا، اسی طرح سب سے اخیر میں علمائے امت کی آراء بھی شامل کتاب ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد جو تعزیت نامے آئے، وہ سب کتاب میں شامل نہیں ہیں، بلکہ چند منتخب تعزیتی خطوط کو ہی طوالت کتاب کے خوف سے شامل کتاب کیا گیا ہے۔ آیئے ان تعزیتی خطوط کی تفصیلات کا مطالعہ کریں۔

حضرت خطیب الاسلام فرماتے ہیں:

جو علم نافع نہ ہو وہ عذابِ الٰہی ہے

”واقعات میں ہے بزرگوں نے فرمایا کہ علم دین اور دعوت حق میں اشتغال رکھنے والا یا تو اصول صحیحہ کا تابع اور مہلک خطرات سے مجتنب رہ کر سعادت ابدی حاصل کرلیتا ہے یا پھر اس مقام سے گرتا ہے تو شقاوت ابدی کی طرف جاتا ہے، اس کا درمیان میں رہنا بہت مستبعد ہے، کیونکہ جو علم نافع نہ ہو عذاب ہی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **”اشد الناس عذابا یوم القیامة عالم لم ینفعه الله بعلمه.“**

(مجالس خطیب الاسلام: ص۲۲۹)

دینی درسگاہوں، ملی تنظیموں

اور مشاہیر امت کے

تعزیتی پیغامات

دارالعلوم دیوبند کی طرف سے تعزیتی مکتوب

باسمہ تعالیٰ

عزیز مکرم جناب مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی زید لطفکم
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی کے سانحۂ وفات کی خبر معلوم ہوکر قلبی رنج وافسوس ہوا، حضرت مرحوم، عالمی شہرت کے حامل جید عالمِ دین اور خطیب ومتکلم تھے۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے معروف فاضل اور متعدد اہم اداروں کے سربراہ تھے۔ آپ خاندان قاسمی کے چشم و چراغ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے جانشین تھے۔

آپ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء میں دارالعلوم میں داخل ہوئے اور پوری تعلیم یہیں حاصل کی۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ودیگر اساتذۂ کرام سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء سے دارالعلوم میں تدریس کا آغاز کیا اور ترقی کرتے ہوئے درجۂ علیا تک پہنچے۔ دارالعلوم دیوبند میں تین دہائیوں تک تدریسی وانتظامی خدمات انجام دیں اور ابتدائی درجات سے دورۂ حدیث تک کی کتابیں کامیابی کے ساتھ پڑھائیں۔ پھر دارالعلوم وقف میں پہلے مہتمم اور پھر صدر مہتمم کے عہدوں پر فائز رہے۔ علاوہ ازیں، آپ مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر، آل انڈیا مجلس مشاورت کے صدر، اسلامک فقہ اکیڈمی کے سرپرست اور فقہ کونسل ازہر مصر کے مستقل رکن بھی رہے۔ آپ نے متعدد کتابیں بھی لکھیں اور قاسم المعارف نام کی ایک اکیڈمی قائم کی اور اس سے متعدد اہم اور تحقیقی کتابیں شائع کیں۔ اللہ عزوجل حضرت مولانا کی علمی وملی خدمات کو قبول فرمائے۔

دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام، کارکنان اور طلبہ کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ دارالعلوم وقف کو مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور آپ تمام حضرات کو حضرت کے نقوش پر گامزن فرمائے۔ آمین

(مولانا مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۶/۷/۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴/۴/۲۰۱۸ء

مظاہرِ عُلوم سہارنپور کی جانب سے تعزیتی مکتوب

باسمہ سبحانہ و تعالی

محترم ومکرم حضرت مولانا محمد سفیان صاحب، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل گذشتہ دوپہر ہی آپ کے والد بزرگوار خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب نوراللہ مرقدہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر موصول ہوئی،انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، اللہ تعالی مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

مولانا مرحوم اس دورِ قحط الرجال میں علماء دین اور بزرگانِ ملت کی ایک یادگار تھے،اللہ تعالی نے دین وملت کی فلاح و بہبود کے لئے ان سے بہت کام لئے ، اللہ رب العزت اپنی بارگاہ سے ان کی خدماتِ علمیہ، دینیہ اور ملّیہ کا اجر عطا فرمائے۔

وفات کی خبر ملتے ہی مدرسہ کے مکاتب میں قرآن خوانی، دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے، اور آئندہ بھی جاری رہے گا (ان شاء اللہ) اللہ تعالی اپنی شایان شان حضرت مولانا مرحوم کو اپنی رحمت وغفران سے نوازے۔

گھٹنوں کی معذوری کی وجہ سے جنازہ اور تجہیز وتکفین میں بندہ خود تو شریک نہ ہو سکا جس کا افسوس بھی ہے لیکن اکابر اساتذۂ مظاہر علوم کا ایک وفد من جانب مدرسہ شریک ہوا۔

اللہ تعالی آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر وسکون کی دولت سے نوازے اور امت کو حضرت مولانا مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔فقط والسلام

محمد سلمان

ناظم مدرسہ مظاہر عُلوم سہارنپور

دارالعلوم ندوۃ العُلَماء لکھنؤ کی جانب سے تعزیتی مکتوب

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

عزیزِ مکرم ومحترم مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی زید لطفہ
فرزندِ ارجمند مولانا محمد سالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امتِ مسلمہ ہندیہ کی عظیم القدر شخصیت اور خاندان قاسمی کے مقبول ومعروف جانشین مولانا محمد سالم صاحب قاسمی کی وفات کی خبر باعثِ رنج اور علماء برصغیر میں خسارے کا باعث ہوئی۔ ﴿إنا لله و إنا إليه راجعون﴾ اللہ رب العزت ان کو مغفرت ورحمت سے نوازے اور درجات بلند فرمائے، آمین۔

وفات سے کچھ ذرا پہلے آپ سے فون پر بات ہوئی تھی، اور آپ نے علالت کی نوعیت کا ذکر کرتے ہوئے خطرے کا اظہار کیا تھا، اس سے اندیشہ ہو گیا تھا۔ علم ہونے پر فون کی کوشش کی لیکن وہ نہ ہوسکا۔ میں نے اپنا تاثر اخبار کو دیا ہے اور اپنے اور ندوۃ العلماء کی طرف سے برائے تعزیت تین محترم استادوں کو تجویز کررہا ہوں: مولانا فخرالحسن ندوی، مولانا محمد اسلم مظاہری اور مولانا مشہود السلام ندوی۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ ہمارے ندوے کی مجلسِ انتظامی کے رکن تھے اور اس کے جلسوں میں شرکت بھی فرماتے تھے۔ مجھ سے ان کا رابطہ شخصی بھی تھا، مجھے ان کی ہم درسی کا شرف بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور آپ سب بھائیوں واعزہ کو اجر وثواب عطا فرمائے۔ والسلام

شریکِ غم

محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۷/۰۷/۱۴۳۹ھ
۱۵/۰۴/۲۰۱۸ء

نوٹ: میری یہ تعزیت ذاتی ہونے کے ساتھ بحیثیت ناظم ندوۃ العلماء اور بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بھی ہے جس کے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نائب صدر تھے۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم
بنگلہ والی مسجد، مدرسہ کاشف العلوم حضرت نظام الدین، نئی دہلی

باسمہ سبحانہ

مکرمین ومحترمین! حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی و حافظ عاصم صاحب و حافظ سلمان صاحب وحافظ عدنان صاحب ومولانا فاروق صاحب قاسمی ومولانا شکیب صاحب قاسمی ودیگر اہل خانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی یہ خبر سنکر انتہائی افسوس ہوا کہ ہمارے اور سب کے بڑے حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے، إنا للہ و إنا إلیہ راجعون. اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ سبکو اور ہم سبکو اور تمام محبان حضرتؒ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کوئی ایسی نہیں تھی کہ جس میں بعض مخصوص احباب کی تعزیت کافی ہو بلکہ عمومی تعزیت کی ضرورت ہے۔ حضرت کا انتقال علمی دنیا کا بہت بڑا خسارہ ہے جس کا پُر ہونا آسان نہیں اگرچہ اللہ کی قدرت کاملہ سے باہر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے۔ میں خود حاضر ہوتا لیکن اس وقت بنگلہ دیش کے احباب اپنی کارگزاری سنانے اور اپنے مسائل کے حل کے لئے ہدایات لینے بڑی تعداد میں آئے ہوئے ہیں جس کی مشغولی کی وجہ سے میں حاضر نہ ہو سکا۔

تمام اہل خانہ کو سلام مسنون اور دعا کی درخواست ہے۔

بندہ سعد غفرلہٗ

از بنگلا والی مسجد، مدرسہ کاشف العلوم

حضرت نظام الدینؒ، نئی دھلی ۱۳

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی غیر معمولی صفات وخصوصیات کے مالک تھے!

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء کے ناظم اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا: حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی جو دارالعلوم دیوبند کے مؤسس حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پوتے، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی کے صاحبزادے ہونے کے ساتھ علوم دینیہ اور اصلاح وارشاد کا کام مؤثر ڈھنگ سے انجام دے رہے تھے، وہ دارالعلوم دیوبند کے سابق دور میں استاذ اور نائب مہتمم رہے تھے، اور دارالعلوم کے دوسرے دور میں اس کے وقف کے مہتمم رہے۔ ان کو اس برصغیر میں بڑی علمی دینی حیثیت سے شہرت حاصل تھی، اور ان کے خطابات بہت توجہ اور پسندیدگی سے سنے جاتے تھے، وہ اپنی ان خصوصیات میں اپنے عظیم والد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے صحیح جانشین کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے، اور ان کو اپنی صفات وخصوصیات کی وجہ سے بلند مقامی حاصل تھی، وہ کچھ دنوں مریض رہ کر اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے مالک وپروردگار سے جا ملے، إنا للّٰہ و إنا إلیه راجعون.

مولانا محمد سالم قاسمی صاحب سے میری واقفیت شروع ہی سے رہی ہے، دارالعلوم دیوبند میں مجھے طالبعلمی کا ایک سال کا موقع ملا، اس میں دو کتابوں میں میرا روزانہ چار گھنٹے ان کا ساتھ رہا، اور درس میں رفاقت حاصل رہی، یہ کتابیں ہدایہ اور تفسیر جلالین تھیں، اس وقت میرا ان کا قریبی رابطہ رہا، اور مجھے ان کے اخلاق ومحبت کا بھی ربط حاصل رہا۔

ان کے دنیا میں نہ رہ جانے پر مجھے افسوس اور رنج فطری بات ہے، لیکن ہر ایک کی زندگی کی مدت پیدائش سے پہلے ہی مقرر ہو چکی ہوتی ہے، اور اس کا وقت آجانے پر کوئی اس میں تبدیلی نہیں کر سکتا، لیکن صاحب تعلق کا جدا ہونا رنج کا باعث ہوتا ہے، اور اس پر اظہار تاثر کے ساتھ مغفرت و رحمت کی دعا پیش کی جاتی ہے، اللہ تعالی ان کو اپنے مقربین میں شامل فرمائے اور رحمتوں سے نوازے۔ وہ ہمارے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر تھے، اور ہمارے ندوۃ العلماء کی مجلس

انتظامی کے موٴقر رکن تھے، اور جب تک صحت رہی میٹنگوں اور جلسوں میں شرکت فرماتے رہے، کئی میٹنگوں میں صدارت بھی فرمائی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے کہا: مولانا محمد سالم قاسمی ایک معتبر عالم دین اور باکمال خطیب تھے، خاندانی خصوصیات کے امین اور علمی وراثت کے حامل تھے، پوری زندگی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ گذاری اور عالم اسلام پر اپنے گہرے نقوش ثبت کئے، مولانا محمد سالم قاسمی کی علمی وعملی کوششیں لائق صدافتخار ہیں، انہوں نے پوری زندگی نسل نو کی تربیت اور دین اسلام کی تبلیغ میں گذاری، ان کا انتقال عالم اسلام کے لئے ایک بڑا خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس مقبول بندے کی مغفرت فرمائیں، اور جنت الفردوس کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام میں جگہ عطا فرمائیں۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کا تعزیتی مکتوب

بسم الله الرحمن الرحیم

گرامی قدر مکرم حضرت مولانا سفیان قاسمی صاحب زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

ہم سب کے بزرگ یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شدید بیماری کی اطلاع بندہ کو اس وقت ہوئی جب بندہ برطانیہ میں تھا۔ وہاں سے ٹیلی فون پر حضرتؒ کی خیریت معلوم کرتا رہا۔ ہر مرتبہ یہی معلوم ہوتا کہ حالت نازک ہے۔ بالآخران کی وفات کی خبر ایک صاعقہ بن کر گری۔ انا لله و انا الیه راجعون۔

اس کے بعد بندہ نے آپ سے اور مولانا شکیب صاحب سے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی، لیکن ظاہر ہے کہ ان حالات میں آپ حضرات کی مشغولیت اتنی ہوگی کہ ٹیلی فون نہ مل سکا۔ البتہ بندہ نے اسی وقت واٹسپ پر آنجناب کے نام ایک مختصر تعزیتی پیغام ارسال کیا تھا، دیوبند کے بعض اعزہ نے ذکر کیا کہ وہ وہاں کے اخبارات میں بھی شائع ہوا۔

اس کے بعد سے اس سوچ میں رہا کہ آپ کو ایک مفصل عریضہ لکھوں، لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا لکھوں؟ حضرت قدس سرہ کی وفات پوری امت کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں اپنے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کا خلفِ رشید بنایا تھا۔ اب تو بظاہر روئے زمین پر مردوں میں سے ان کی شخصیت اس لحاظ سے منفرد تھی کہ ان کے سوا اب کوئی شخص ایسا نہیں تھا جسے براہ راست حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے بیعت اور تلمذ کا شرف حاصل ہو۔ ہمارے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت حکیم الاسلام قدس سرہما کے درمیان بچپن ہی سے اخوت ومحبت کا جو قابلِ رشک تعلق تھا، اس کی بنا پر بکثرت دونوں ایک ہی وقت میں خانقاہِ تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے لئے ہفتوں قیام فرماتے تھے۔ اس وقت ہمارے بھائی

جان جناب محمد زکی کیفی صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب رحمتہ اللہ علیہما بھی لڑکپن کے دور میں تھے، دونوں کے درمیان دوستی بھی تھی، اور پھر دونوں نے حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے بارہا سنا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے علوم انتہائی دقیق تھے، اوران کی مؤلفات سے اچھے اچھے علماء بھی بآسانی استفادہ نہیں کر پاتے تھے، کیونکہ اول تو علوم ہی نہایت دقیق تھے، دوسرے تعبیرات بھی انہی دقیق علوم کے مطابق دقیق ہوتی تھیں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو دو زبانیں عطا فرمائیں، جنہوں نے ان کے علوم کو ہم جیسوں کے لئے قابلِ استفادہ بنا کر انہیں نشر فرمایا۔ ایک زبان حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اور دوسری حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہما۔ ان حضرات نے حضرت نانوتویؒ کے علوم کو پانی کر کے اپنے مواعظ اور تالیفات کے ذریعے اہلِ علم اور عام مسلمانوں کو پہنچایا۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ کی زبان حکیم الاسلام قدس سرہ کی طویل صحبت سفر وحضر میں عطا فرمائی، اور حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کے علوم سے طویل عرصے تک براہِ راست مستفید ہوئے، اور پھر ان علوم کا عکس ان کے مواعظ و خطبات میں واضح طور پر نظر آنے لگا، اور حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات کے بعد بھی انہوں نے ان علوم کو پھیلانے اور پھیلاتے رہنے کا مبارک سلسلہ جاری رکھا۔ چونکہ امت کی فکر انہیں اپنے والد ماجدؒ سے ورثے میں ملی تھی۔ اس لئے دارالعلوم دیوبند کی تقسیم کے بعد اختلاف کی جو ناگوار صورتِ حال پیدا ہوئی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں جذبۂ وحدت وایثار کے تحت اسے ختم کر کے وحدت ویگانگت پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ ان کے ذریعے دارالعلوم وقف کے تحت دین کی قابلِ قدر خدمات اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ اور اب بفضلہٖ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم وقف ہم آہنگی کے ساتھ اپنے کابر کے فیوض جاری رکھے ہوئے ہیں۔

مجھ ناکارہ اور میرے برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم، صدر دارالعلوم کراچی کے ساتھ بھی حضرت مولانا محمد سالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا انتہائی مخلصانہ محبت وشفقت کا تعلق تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں حافظہ بھی غیر معمولی عطا فرمایا تھا۔ اور اپنی مجلسوں میں جب سلف صالحین اور اپنے بزرگوں کے واقعات سنایا کرتے تو ہم نہال ہو جاتے تھے۔ میں نے حضرتؒ سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ آپ ان واقعات کے امین ہیں اور اگر یہ باتیں قلم بند ہو جائیں تو نسلوں

تک کے لئے کارآمد ہوں گی، معلوم نہیں کہ پھر اس کا موقع مل سکا یا نہیں۔

علوم ومعارف کے ذخیرے کے علاوہ حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کی طرح ان کا شعر وادب کا بھی نہایت پاکیزہ اور ستھرا ذوق تھا، اور ان کے اشعار کے انتخاب میں بھی وہ ذوق پوری طرح جھلکتا تھا۔لکھنو کے ایک شاعر کی ایک نظم، بحرِ طویل میں اردو ادب کا شاہکار سمجھی جاتی تھی۔ میں نے اس کے کچھ اشعار اپنے بھائی جان مرحوم سے سنے تھے، اور ایک شعر مجھے بھی یاد ہو گیا تھا، بھائی جان نے بتایا تھا کہ انہوں نے یہ اشعار حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب، قدس سرہ سے سنے تھے۔ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لائے تو میں نے ان سے بحرِ طویل کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ انہیں بھی وہ پوری یاد ہے، میری فرمائش پر انہوں نے وہ سنائی اور ریکارڈ بھی کروائی۔ پھر دیوبند جا کر مجھے اس کی کمپوز شدہ کاپی بھی ارسال فرمائی۔

۲۰۱۰ء میں جب میں دیوبند حاضر ہوا تو اس وقت حضرت مولاناؒ سفر پر تھے۔لیکن وہیں سے مجھے خط ارسال فرمایا کہ دیوبند کے قیام کے دوران دارالعلوم وقف میں حاضری دوں۔ میرا پہلے ہی وہاں حاضر ہونے کا ارادہ تھا۔الحمدللہ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور آپ حضرات نے بڑی شفقت کا معاملہ فرمایا اور مختصر مدت میں دارالعلوم وقف کی ترقیات دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

تقریباً ایک سال پہلے حضرت مولانا محمد سالم صاحب قدس سرہ کی علالت کی خبر ملی، تو بندہ نے خیریت معلوم کرنے کے لئے ان کو فون کیا۔اگر چہ صحت کمزور تھی لیکن ٹیلی فون پر بحمداللہ کافی دیر گفتگو فرمائی اور یہ بندے کی ان کے ساتھ آخری بات چیت تھی۔

آج وہ وہاں پہنچ چکے ہیں جہاں ہم سب کو جانا ہے لیکن ان کی خدمات جلیلہ اور ان کے صدقاتِ جاریہ بفضلہٖ تعالیٰ زندہ وجاوید ہیں۔آپ حضرات صاحبزادگان سے پوری امید ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ ان کے مشن اور عظیم کام کو پوری قوت کے ساتھ جاری رکھیں گے۔وفقکم اللہ تعالیٰ لکل خیر.

میری طرف سے تمام اہلِ خانہ کو پیغام تعزیت پہنچا دیں۔اللہ تعالیٰ اس حادثے پر ان کو اور ہم سب کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائیں، اور حضرت مولانا قدس سرہ کو اپنے مقام قرب میں درجات عالیہ عطا فرمائیں۔آمین۔

والسلام

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دارالعلوم کراچی

۱۶/۸/۱۴۳۹ھ

مولانا بدرالدین اجمل قاسمی
رکن شوری دارالعلوم دیوبند ورکن پارلیمنٹ کا تعزیتی مکتوب

باسمہ تعالیٰ

برادر مکرم حضرت مولانا سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خبر یقیناً جان کن تھی کہ علوم نانوتوی کے وارث، خانوادۂ قاسمی کے ایک روشن چراغ، دارالعلوم وقف دیوبند کے صدر مہتمم جلیل القدر محدث، برصغیر کے نامور اور جید عالم دین، آپ کے والد گرامی اور ہم سب کے استاد محترم حضرت مولانا محمد سالم قاسمی نوراللہ مرقدہ نے دار فانی سے دار بقا کی جانب کوچ کرلیا ہے۔ ان کی رحلت کی خبر سے قلبی صدمہ پہونچا ہے کیوں کہ حضرت ہمارے مشفق استاد اور قحط الرجال کے اس دور میں ہم سب کے لئے شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتے تھے جس سے محرومی کا احساس ہورہا ہے۔ آپ یقیناً حضرت حکیم الاسلام کے علمی اور روحانی یادگار اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم وقف دیوبند دونوں کے لئے حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی درسی اور انتظامی خدمات، اسی طرح آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر، اور مسلم مجلس مشاورت کے صدر کی حیثیت سے آپ کی خدمات سنہرے الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ حضرت کی وفات صرف ایک شخص کی رحلت نہیں بلکہ موت العالِم موت العالَم کا مصداق ہے نیز ایک زریں عہد کا خاتمہ ہے۔ یقیناً پوری امت ایک عظیم محدث اور جلیل القدر شخصیت سے محروم ہوگئی۔ غم واندوہ کی اس نازک گھڑی میں اللہ آپ حضرات کو صبر وحوصلہ عطا کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے ذریعہ حضرت کی علمی وروحانی وراثت اور علومِ قاسمیہ کے فیض کا سلسلہ جاری وساری رکھے۔ بارگاہِ ایزدی میں دست بدعاء ہوں کہ اللہ حضرت کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

دعاؤں کا طلبگار

(مولانا) بدرالدین اجمل قاسمی، رکن شوری دارالعلوم دیوبند، ورکن پارلیمنٹ

مولانا اسرار الحق قاسمی، صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاونڈیشن کا تعزیتی مکتوب

گرامی قدر حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند (وقف)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا!

جماعتِ دیوبند کے بزرگ وسرپرست اور جلیل القدر عالم دین، آپ کے والد محترم اور میرے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ کی وفات یقیناً آپ کے اہل خانہ کی طرح ہم سب کے لئے بھی سخت رنج والم کا باعث ہے، مگر ہر انسان کی ایک عمر متعین ہے اور موت سے ہر متنفس کو سابقہ پڑنا ہے لہذا ہمیں نہ چاہتے ہوئے بھی اس حقیقت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑ رہا ہے۔ (إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.) حضرت مولانا میرے استاد تھے اور آپ علمی صلاحیتوں کے علاوہ بے شمار اخلاقی وعملی خوبیوں سے لیس تھے، آپ نے پوری زندگی ملک کے نامور اور مرکزی علمی، سماجی ورفاہی اداروں کی سرپرستی ورہنمائی کی اور آپ کی قیادت میں ان اداروں نے بے شمار کارنامے انجام دیے۔ حضرت رحمۃ اللہ سے طالب علمی کے زمانہ میں استفادہ کرنے کے علاوہ عملی زندگی میں بھی مختلف مواقع پر استفادہ واستفاضہ کا سلسلہ قائم رہا اور متعدد ملی وسماجی معاملات میں آپ سے مشاورت و تبادلۂ خیال کی نوبت آئی، حضرت مولانا جب بھی ملے نہایت شفقت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت مرحوم خالص علمی سرگرمیوں میں مصروف رہنے کے ساتھ ملی مسائل ومعاملات سے خصوصی دلچسپی رکھتے تھے، انھیں ہمیشہ مسلمانوں کے حق میں نہایت مخلص اور امت مسلمہ کی مشکلات کے تئیں فکرمند پایا اور اسی فکرمندی کے زیر اثر آپ نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور مسلم مجلس مشاورت جیسے قومی سطح کے اداروں کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی سماجی خدمت بھی کی۔ آپ کے وجود سے لاکھوں تشنگانِ علوم سیراب ہوئے اور ہزاروں طالبانِ علوم نبوت نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ان

گنت افراد نے آپ کی صحبت سے فیض حاصل کر کے اپنی زندگیوں میں صالح انقلاب برپا کیا، اس طرح ایک عالم حضرت کے روشن کارناموں اور مخلصانہ خدمات سے درخشاں ہے اور اس کا اجر ان شاء اللہ تا قیامت آپ کو ملتا رہیگا۔

مجھے یہ معلوم کر کے قلبی مسرت ہوئی کہ آں جناب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا باضابطہ علمی وروحانی جانشین مقرر کیا ہے، میں اس مناسبت سے خوشی کا بھی اظہار کرتا ہوں اور دعاء بھی کرتا ہوں کہ جس طرح آپ اپنے والد گرامی کی حیات میں مختلف علمی وملی سرگرمیوں میں ان کے دست وبازو کے طور پر کام کرتے رہے، اب اور بھی مضبوطی اور اس خصوصیت کے ساتھ آپ کی دینی، علمی وملی سرگرمیاں سامنے آئیں گی جو آپ کے معزز خانوادۂ قاسمی کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور جس کی وجہ سے پورا برصغیر آپ کے خانوادہ کا ممنون احسان ہے۔ اللہ پاک آپ کو اور تمام اہل خانہ کو مصیبت کی اس گھڑی میں صبر و استقامت عطاء فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ کے ذریعہ شروع کیے گئے تمام علمی کاموں اور اداروں کو پوری خوبی وافادیت کے ساتھ سرگرم عمل رکھے۔ (آمین)

محمد اسرار الحق قاسمی
ممبر آف پارلیمنٹ (لوک سبھا) کشن گنج، بہار
وصدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا تعزیتی مکتوب

حضرت مولانا محمد سالم صاحب کی وفات ملت اسلامیہ کے لئے بڑا اخسارہ اور علمی نقصان

خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ، متکلم اسلام، استاذ الأساتذہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی وفات ملت اسلامیہ کے لئے بہت بڑا خسارہ اور علمی دنیا کے لئے ایک عظیم نقصان ہے، وہ نہ صرف ایک مقبول خطیب، باکمال استاذ، صاحب نظر مصنف اور زمانہ شناس مفکر تھے، بلکہ اپنی خاندانی روایات اور بلند اخلاق واوصاف کے حامل تھے، وہ اپنی قائدانہ صلاحیت، خلوص، انکساری اور زبان وقلم کے اعتدال کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے تمام حلقوں میں مقبول تھے، اسی لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تاسیس کے وقت سے ہی وہ اس کے رکن تھے، اور ایک عرصہ سے نائب صدر کے عہدہ پر فائز تھے، وہ مسلم مجلس مشاورت کے بھی صدر رہے، دارالعلوم وقف دیوبند کے صدر مہتمم ہونے کے علاوہ دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) جامعہ مظاہر العلوم وقف سہارنپور اور ڈھیر سارے اداروں کی مجلس انتظامی کے رکن رکین تھے، اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا جیسے علمی وتحقیقی ادارہ کے وہ حین حیات سرپرست تھے، فکر رسا اور زمانہ آگہی کی وجہ سے ان کے مشوروں کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا، اس حقیر کے لئے یہ ایک ذاتی نقصان بھی ہے، کیوں کہ اس کو دارالعلوم دیوبند میں جن اساتذہ سے کسب فیض کا شرف حاصل ہوا، ان میں تنہا وہی باقی رہ گئے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور جو خلاء پیدا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پُر ہونے کی صورت پیدا ہو جائے۔

خالد سیف اللہ، ناظم
المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد

مفتی عبدالرزاق بھوپالی کا تعزیتی مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بگرامی خدمت عالی مرتبت حضرت مولانا محمد سفیان صاحب دام فیوضکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج اقدس بخیر وعافیت ہوں گے۔

حضرت استاذی مولانا محمد سالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر سن کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور مجھ پر سکتہ وسناٹا چھا گیا کیونکہ بندہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کا شاگرد ہے۔ شرح وقایہ میں نے حضرت سے پڑھی۔ موجودہ وقت میں میرے صرف ایک استاذ باقی تھے جس پر میں فخر کرتا تھا اب میرے کوئی استاذ حیات نہیں رہے۔ دوسال قبل بندہ دیوبند حاضر ہوا تھا حضرت نے مجھے خلافت بھی تحریری عنایت فرمائی تھی۔ فی الحال اب کوئی استاذ نہیں رہے آپ ہی میرے استاذ کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ میری درخواست پر دومرتبہ بھوپال تشریف لا چکے تھے اور مجھ پر شفقتوں اور محبتوں کا اظہار فرماتے رہتے تھے۔ بغیر میری طلب کے مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ میں نے مولانا مرحوم کے لئے مدرسہ میں تعزیتی جلسہ اور قرآن خوانی کرا کر ایصال ثواب کیا اللہ قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

آنجناب سے بھی تعلق رکھوں گا فون نمبر نہیں ہے ورنہ گفتگو ہو جاتی، آئندہ بات ہوتی رہے گی اور آپ کو بھوپال کی دعوت بھی انشاء اللہ دوں گا۔ میری جانب سے خاندان کو اور احباب کو سلام عرض ہے اور دعائے مغفرت بھی کرتا ہوں، امید ہے کہ میری درخواست قبول فرمائیں گے۔ فقط والسلام

دعا گو

(مفتی) عبدالرزاق خاں غفرلہ

رئیس جامعہ اسلامیہ عربیہ مسجد ترجمہ والی موتیا پارک، بھوپال

نائب صدر جمعیۃ علماء ہند وصدر جمعیۃ علماء مدھیہ پردیش

جامعہ اشرفُ العُلوم ''رشیدی'' گنگوہ ضلع سہارنپور کی طرف سے تعزیتی مکتوب

باسمہ تعالی

مطاعی ومحترمی عالی قدر حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند وقف

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

عافیت خواہ بخیر وسلامت ہے۔

کل جیسے ہی مخدومنا المکرّم، استاذ الاساتذہ، عالم بے بدل، ترجمان دیوبند اور خانوادۂ قاسمی کی یادگار شخصیت خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی علیہ الرحمہ کے سانحۂ وفات کی دلخراش اطلاع ملی تو قلب وجگر بھی صدمات سے دوچار ہوکر رہ گیا، **اللهم اغفر له وارحمه واعف عنه وادخله في جنات النعيم والهم أهله وذويه الصبر والسلوان فانا لله وانا اليه راجعون،** نماز جنازہ میں ناچیز اور اساتذہ جامعہ کے ایک بڑے وفد نے بھی شرکت کی۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ اپنے علم وکمال، فیضانِ رشد وخطابت، تبلیغ دین متین اور شارح دیوبند کے طور پر امت کے ان محبوبین میں سے تھے جن کے اقوال وافعال کو سرمۂ بصارت سمجھا جاتا، بنابریں خواص کا طبقہ بھی ان کی تشریحات وتعبیراتِ دین سے استفادہ کرتا تھا، دین وملت کے مسائل میں ان کی پیش کردہ توجیہات سے ان کے تعمق فی العلم رسوخ فی الدین اور اعتدال سے بھرپور ایک ہمہ جہت میر کارواں کا تصور ابھرتا ہے، حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم النانوتویؒ سے نسلاً بعد نسلِ علم وفکر کا جو ذہبی سلسلہ ہے بجا طور پر آپ اس کی حسین کڑی تھے، تشت وافتراق کی برق و باد جب اپنے ہی نشیمن خاکستر کر رہی تھی تو حضرت مولانا بھی اپنے نام و روالد کی طرح صبر و استقامت کی تصویر بنے ہوئے تھے، کاتب الحروف کے لئے اس حادثہ کی کسک اس لئے بھی زیادہ

ہے کہ والد گرامی مرتبت حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہی قدس سرہ کے آپ تھوڑے سے تقدم و تاخر کے ساتھ تقریباً ساتھی بھی شمار ہوتے تھے اور والد صاحب کی فرمائش پر بسلسلۂ امتحان یہاں متعدد بار تشریف بھی لائے، ان کے حادثۂ رحلت سے دیوبند کے ایک بابرکت اور روشن عہد کا خاتمہ ہوگیا، اللہ حضرت کے درجات بلند فرمائے، خدمات کو مقبول فرمائے اور امت کو ان کا بہتر متبادل موفق فرمائے، آمین۔

میری طرف سے اساتذۂ جامعہ اور طلبہ کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں۔ والسلام

شریکِ غم

خالد سیف اللہ گنگوہی نقشبندی

(مدیر) جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سہارنپور

۲۷/۷/۱۴۳۹ھ / ۱۵/۴/۲۰۱۸ء

جَامِعهُ اَشْرَفُ الْمَدَارِسْ کَراچِیْ
کی جانب سے موصول شدہ تعزیتی خط

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب مولانا سفیان قاسمی صاحب زید لطفہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد ماجد خطیب الاسلام حضرت مولانا سالم قاسمی رحمہ اللہ کی وفات کے حادثۂ فاجعہ کی خبر بندے نے رنج وغم کے ساتھ سنی۔

ان لله ما آخذ وله مااعطى وكل شئ، عنده بأجل مسمى فلنصبر ولنحتسب

بے ساختہ وہ تعزیت بھی یاد آئی جو ایک بدوی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کی وفات پر ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

وخيـــر مــن الــعبـــاس أجــرک بـعــده
والــلّٰــــه خيـــر مـــنک لــلــعبـــاس

اللہ تعالیٰ بے حساب مغفرت فرمائیں، اللهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنا بعده. اور ہم سب کو موت سے پہلے موت کی تیاری نصیب فرمائیں۔ سب ہی کو اپنے اپنے وقت پر رخصت ہونا ہے، ''آنا دلیل ہے جانے کی''۔

انسان کو چاہئے کہ خیال قضا رہے
ہم کیا رہیں گے جب نہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رہے

حضرت رحمہ اللہ کو بندے سے اور بندے کے والد ماجد رحمہ اللہ سے، جامعہ اشرف المدارس کراچی اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سے جو تعلق تھا اس کا اندازہ صرف اسی بات سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ ویسے تو اپنے ہر سفر میں وہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ (واقع گلشن اقبال، کراچی) تشریف لایا کرتے

تھے لیکن آخری دوسفروں میں کراچی میں قیام کے دوران انہوں نے رہائش کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا انتخاب فرمایا۔ کئی مرتبہ جامعہ اشرف المدارس کراچی واقع گلستان جوہر تشریف لائے اور اساتذہ کرام اور طلبہ کو خود دستخط فرما کر اجازت حدیث کی سند عطا فرمائی، ایک مرتبہ ان کا سفر ایک ایسے وقت پر ہوا جب ہمارے یہاں دستار بندی کا جلسہ تھا، انہوں نے اپنے دست مبارک سے طلبہ کی دستار بندی فرمائی اور نصائح سے نوازا، یہی وجہ ہے کہ جامعہ اشرف المدارس کراچی کے اساتذہ کرام اور طلبہ ان سے خوب واقف تھے۔ ان کی وفات کے اگلے روز جامعہ اشرف المدارس کراچی کی مسجد میں بعد نماز فجر اساتذہ کرام اور طلبہ نے نیز اہل محلّہ نے ختم خواجگان کا اہتمام کر کے حضرت رحمہ اللہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی۔

ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا بھی ہے اور مشاہدہ بھی کیا ہے کہ حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرّہ کو اللہ تعالیٰ نے جو علوم عطا فرمائے تھے، انعام الٰہی سے ان علوم کے ترجمان دو حضرات بنے ایک آپ کے دادا حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اور دوسرے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور اس کے بعد ان علوم کے وارث آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ بنے اور اب بجا طور پر آپ ان علوم کے امین ہیں دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علوم میں مزید جلا عطا فرمائیں، آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرمائیں، آپ کو صبر جمیل نصیب فرمائیں اور علوم قاسمی کی تقسیم کے لیے آپ کو اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کا قائم مقام بنادیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین

فقط والسلام

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر عفا اللہ عنہ

مہتمم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ جامعہ اشرف المدارس کراچی

الجامعۃ الاسلامیۃ الإمدادیۃ، فیصل آباد، پاکستان کی جانب سے موصول تعزیت

بخدمت محترم المقام جامع المحاسن حضرت مولانا محمد سفیان القاسمی صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جانشین حکیم الاسلام خطیب الاسلام جامع المحاسن حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے سانحہء ارتحال اور ٹھنڈا سایہ سر سے اٹھنے سے نہایت صدمہ ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون، اس عظیم صدمہ کے موقع پر بندہ، جملہ اساتذہ واراکینِ جامعہ اسلامیہ امدادیہ اور تمام متوسلین غم میں آپ کے برابر کے شریک ہیں۔

ہمارے والد حضرت مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (شاگردِ خاص حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ وخلیفہ خاص حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی رحمہ اللہ) کے زمانہ حیات میں اور حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد متعدد بار جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد تشریف لاکر اور کئی کئی دن قیام فرما کر اہلیان فیصل آباد کو اپنے علوم وفیوض سے سیراب فرمایا اور ہم ناچیزوں کو شرفِ میزبانی بخشا۔

حضرت والا رحمہ اللہ علومِ ظاہری، فصاحت وبلاغت، اخلاص وللھیت اور باطنی فیوض میں اپنے اسلاف کی عظیم نسبتوں کے امین تھے، اور ظاہری وباطنی نسبتوں کے ساتھ خاندانی شرافت جمع ہوجائے تو کمالات میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصلوۃ والسلام، حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کے ساتھ ان کی جو تواضع کتابوں میں پڑھی تھی اس کا حضرت میں کافی عکس نظر آتا تھا۔

جانے والی شخصیات کا خلا تو پُر نہیں ہوسکتا البتہ ہمارے اکابر ہمیشہ سے اپنے پیچھے الباقیات الصالحات چھوڑ کر جاتے ہیں جو بعد والوں کے لئے سرمایہ تسلی ہوتا ہے اور ان پر شکر کرنا واجب ہے،

اللہ تعالیٰ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تذکرہ کے بعد **وسیجزی الله الشاکرین** فرمایا۔

ہمارے حضرت رحمہ اللہ کی وفات جہاں ایک عظیم صدمہ ہے وہاں آپ جیسے علم وفضل اورنسب کے وارثین اور دنیا میں پھیلے ہوئے حضرت کے صدقاتِ جاریہ تسلی کا سامان ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام اکابر اور خصوصاً خاندان قاسمی کے فیوض وبرکات آپ کے ساتھ رہیں اور ہمارے سمیت تمام متوسلین آپ کے فیوض سے متمتع ہوتے رہیں، ہم سب حضرت رحمہ اللہ کے رفع درجات اور تمام متعلقین کے صبر کے لئے دعا گو ہیں۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

محمد طیب

۳۰ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

مولانا عبدالجلیل صاحب، جنوبی افریقہ کا تعزیت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مؤرخہ: یکم شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

ان اللّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطی و کل شیئ عندہ باجل مسمی

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ، کل ہماری باری ہے

محترم جناب حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی زیدمجدہ السامی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مؤرخہ ۲۷ رجب ۱۴۳۹ ہجری بمطابق ۱۴ اپریل ۲۰۱۸ء جنوبی افریقہ کے وقت کے حساب سے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے صبح، خانوادہ قاسمی کے نامور چشم و چراغ، دارالعلوم وقف دیوبند کے صدر مہتمم، معارف قاسمیہ کے امین، خطیب الاسلام حضرت الاستاذ مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کے سانحۂ ارتحال کی جانکاہ خبر ملی۔إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون.

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد
ولکنہ بنیان قوم قد تھدما

حضرت مولانا سالم صاحب کے انتقال پر ملال سے امت مسلمہ اور مدارس دینیہ کو بالعموم اور دارالعلوم دیوبند وقف کو بالخصوص نا قابل تلافی نقصان پہونچا ہے، حضرت الاستاد معارف قاسمیہ کے شارح وامین، علوم اسلامیہ میں کامل دستگاہ اور بصیرت رکھنے والے، اسلام کے عظیم ترجمان، علم وعمل کے جامع، نمونہ اسلاف، ہمہ جہت اوصاف وکمالات کے حامل، اور معاصرین اصحاب علم وفن میں امتیازی شان سے متصف تھے۔ بلاشبہ حضرت مولانا جیسی شخصیت کی وفات کو ہی ''موت العالم موت

العالم‘‘ کہا گیا ہے۔ مولانا مرحوم کا سانحہ ارتحال خانوادۂ قاسمیہ ہی نہیں، بلکہ تمام اہل علم، بالخصوص آپ کے علوم و معارف سے فیضیاب ہونے والے ہزاروں علما اور طالبین علم نبوت کے لیے حزن و ملال اور صدمہ کا باعث ہے۔ جنوبی افریقہ کے علما، مدارس اسلامیہ کے طلبا اور عوام وخواص بھی حضرت الاستاذ کی وفات سے غمزدہ ہیں۔ آپ کی بے پناہ شفقت و محبت اور اخلاق کریمانہ کی وجہ سے جنوبی افریقہ کے عوام وخواص آپ کے گرویدہ تھے۔ آج ان سب پر رنج وغم طاری ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دار فانی میں کس کو دوام حاصل ہے۔ ہر ایک جانے ہی کے لیے آیا ہے۔ باقی رہنے والی ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ کی بال بال مغفرت فرمائے، اپنے قرب خاص سے نوازے، جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے اور تمام متعلقین و پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت کرے۔ **اللهم اكرم نزله و وسع مدخله و نور قبره وابدله دارا خيرا من داره و أهلا خيراً من أهله، و بلغه الدرجات العلى من الجنة، آمين**

طالب دعا
(حضرت مولانا مفتی) سید عبدالجلیل غفرلہ
مہتمم مدرسہ فاطمۃ الزہراء، ڈربن، جنوبی افریقہ

جامعہ عربیہ برکات الاسلام کھیروا، لچھمن گڑھ، ضلع سیکھر، راجستھان کی طرف سے موصول شدہ تعزیتی خط

مکرمی جناب حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی - دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کل مؤرخہ ۲۶؍رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴؍اپریل ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ دو پہر قریب ۲؍بجے بذریعہ فون یہ غمناک خبر موصول ہوئی کہ حضرت الاستاذ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی -نور الله مرقده وبرد مضجعه- اس دارِفانی سے دار بقا کو رحلت فرما گئے۔ (إنا لله و إنا إليه راجعون.)

خبر سن کر یکدم بڑا رنج وغم اور افسوس ہوا، مگر سوائے افسوس کے انسان کے بس میں ہے بھی تو کچھ نہیں، کیوں کہ موت اور زندگی کا اختیار تو صرف رب ذوالجلال کے پاس ہے، وہ جسے جب چاہے اپنے پاس بلالے۔ حضرت -رحمہ اللہ- کی وفات کی خبر سن کر دلی صدمہ پہنچا۔

حضرت مولاناؒ کی وفات صرف ایک عام انسان کی وفات نہیں بلکہ امت اسلامیہ کے ایک عظیم قائدو راہ نما کی وفات ہے نیز مدارس اسلامیہ، اور دینی، ملی وسماجی جماعتوں اور تنظیموں کے لیے ایسا خسارہ ہے جو ناقابلِ تلافی ہے۔

جامعہ ہذا اور قرب و جوار کے مدارس اسلامیہ میں حضرتؒ کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا اور ان شاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

دعاء ہے اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، اپنی مغفرت کی وسیع چادر میں چھپالے، جنت الفردوس عطا فرمائے، آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو یہ ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنے کی ہمت وحوصلہ دے اور امت مسلمہ کو نعم البدل عطا فرمائے!! آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حسن محمود القاسمی

رئیس الجامعۃ العربیۃ برکات الاسلام مقام کھیرو،

ورکن شوریٰ دار العلوم دیوبند، یوپی

۲۷؍۷؍۱۴۳۹ھ

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز، دہلی کی طرف سے تعزیتی مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر محترم مولانا محمد سفیان قاسمی!
مہتمم دارالعلوم دیوبند وقف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے آپ بخیر وعافیت ہوں۔

ابھی یہ اندوہ ناک خبر ملی کہ ملت اسلامیہ ہندیہ کے عظیم رہنما، بے مثال عالم دین، روشن دماغ مربی اور ہم سب کے مخدوم وسرپرست خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون.

یقیناً ہر شخص کو اس دنیا سے جانا ہے۔کوئی یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا ہے۔لیکن بعض شخصیات اس مقام ومرتبے کی ہوتی ہیں کہ ان کے جانے سے پوری ملت کو یتیمی اور بے یاری کا احساس ہوتا ہے۔حضرت مولانا محمد سالم قاسمی بھی انہیں عظیم شخصیات میں سے تھے۔قحط الرجال کے اس دور میں آپ کی شخصیت ہر ادارے اور ہر تنظیم کے لیے شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتی تھی، جس کی چھاؤں میں ہر شخص اطمینان وسکون محسوس کرتا تھا۔افسوس! آج ہم سب اس سایے سے محروم ہو گئے۔

ذاتی طور پر حضرت مولانا سے میرے بہت اچھے مراسم تھے۔میں نے ہمیشہ ان کی ہدایات اور رہنمائی کو اپنے لیے قیمتی سوغات سمجھا اور انہیں حرز جاں بنانے کی کوشش کی۔انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز کے ساتھ بھی وہ بڑی شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے۔انسٹی ٹیوٹ کی ۲۵ر سالہ تقریبات کی مناسبت سے انہوں نے اپنا وقیع پیغام بھی عطا فرمایا تھا۔اس پیغام کے اس ایک جملے نے اپنے اندر انسٹی ٹیوٹ کی پوری تاریخ سمیٹ لی ہے، فرمایا: ''یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آئی او ایس نے گزشتہ ۲۵ر برسوں میں جو کچھ کیا ہے وہ دراصل باعزت زندگی کا عملی درس ہے۔''

میں نے پکا ارادہ کیا تھا کہ ۲۰، ۲۱ر اپریل ۲۰۱۸ کو دہلی میں ہونے والی انسٹی ٹیوٹ کی عالمی کانفرنس سے فارغ ہوتے ہی ۲۲ر اپریل کو حضرت کی خدمت میں دیوبند حاضری دوں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا۔ اپنی اس محرومی کا افسوس مجھے تادیر رہے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی دینی، ملی، علمی، اصلاحی اور تعلیمی خدمات کو قبول فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آپ تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنے اندر ان جیسی کشادہ ظرفی اور دانش مندی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

(ڈاکٹر محمد منظور عالم)

چیئر مین

دارالہدیٰ پانڈولی، ناگل، سہارنپور کی طرف سے موصول تعزیتی خط

باسمہٖ تعالیٰ

محترم المقام قابل صد احترام حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی
مہتمم دارالعلوم وقف، دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ و دیگر اہل خاندان بخیر و عافیت ہوں گے، خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ فکر نانوتویؒ کے شارح اور اسلاف کے علمی و روحانی کارناموں کے امین و پاسبان خطیب الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ و سرپرست دارالعلوم وقف دیوبند کی وفات حسرت آیات کی اطلاع سے انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا، اکابر پے بہ پے رخصت ہو رہے ہیں، اور ہم لوگ ان کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوتے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہماری ناقدری کو معاف فرمائے۔ آمین

خدائے ذوالجلال کے فیصلہ کے آگے کیا کیا جا سکتا ہے، تسلی کے لئے ان دیہاتی بزرگ کے تعزیتی کلمات کافی ہیں، جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں ان کے والد حضرت عباسؓ کی وفات پر پیش کئے۔

خیر من العباس اجرک بعدہٗ
واللہ خیر منک للعباس

بندہ سفر حرمین شریفین کی وجہ سے شریک جنازہ نہ ہو سکا، جس کا ہمیشہ قلق رہے گا، البتہ اپنے دونوں ادارے مرکز دارالہدیٰ پانڈولی و خورشیدیہ محمودیہ اسکول پانڈولی کے اساتذہ و دیگر احباب شریک ہوئے۔ دل سے دعاء کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مرحوم کی مغفرت تامہ فرمائے، اور اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آپ کو ان کا سچا جانشین بنائے، آمین......گھر کے دیگر افراد کو تعزیت مسنونہ پیش فرمادیں۔ فقط

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

حسین احمد
ناظم مرکز دارالہدیٰ پانڈولی

جامعہ مرکز المعارف بٹھنڈی جموں (جموں وکشمیر) کی طرف سے تعزیتی مکتوب

بسم الله الرحمن الرحيم

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد ماجد نبیرہ حجۃ الاسلام صاحبزادہ حکیم الاسلام، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے انتقال پر ملال کی خبر دلوں پر بجلی بن کے گری اور دل سے یہی حقیقت الفاظ کے لباس میں زباں پر آئی کہ: **لله ما اخذ، ولله ما اعطى، وكل شیء عنده بأجل مسمى، ''انا لله وانا اليه راجعون''**

یوں تو دنیا میں بہت سوں کے چھوٹ جانے سے غم والم کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں مگر ایسے بہت کم ہوتے ہیں کہ جن کے جانے سے پورا عالم سوگوار ہو جاتا ہے، اور جن کا آفتاب اگر مشرق میں غروب ہو تو مغرب والے بھی اندھیرا محسوس کریں۔ حضرت والا کی ذاتِ عالی اسی مقام ومرتبے کی حامل تھی، ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ کے خوشہ چیں ہی نہیں بلکہ علوم قاسمی کے حقیقی وارث، اور ہزاروں فیض یافتگاں کے منبع ومحور، استاذ دوراں، شیخی مربی اور اپنے وقت کے واحد وہ شخص جن کا علمی استناد بلا واسطہ حضرت حکیم الامت سے جڑتا ہو۔ یہ آپ ہی کی مبارک ذات تھی۔ خیر آپ کی ذات کی خوبیوں اور بھلائیوں کو بیان کرنا مقصود نہیں، اس پر مستقل طور پر لکھنے والے لکھ رہے ہیں، اور لکھتے رہیں گے۔ اس وقت پیشِ نظر حضرت والا رحمہ اللہ کے فرزندوں، متوسلین، دارالعلوم وقف دیوبند کے تمام اساتذہ کارکنان، آپ کے تمام محبین ومتعلقین، وتلامذہ وطلبہ دارالعلوم خصوصاً آپ اور حضرت مولانا محمد شکیب صاحب نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند سے اظہار تعزیت ہے۔ جوکہ حضرت والا سے تعلق، آپ کے چشمۂ حیواں سے فیض یافتہ ہونے، اور آپکی عنایات کے تئیں جو مجھ عاجز پر تھیں، فرض ہے۔ آپ تمام حضرات کے غم میں شریک اور آپکے درد کی ٹیسوں کے احساس سے پر، مزید اس

عقیدے کے کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور اس دنیا کی ہر شخصیت خواہ وہ کتنی ہی دلکش، کتنی ہی پر بہار، کتنی ہی ہر دلعزیز کیوں نہ ہو بالآخر اسے اس دنیا سے جانا ہی ہے۔حتی کہ آقائے دو جہاں کو بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا اور فرمایا گیا: ''**انک میت وانھم میتون**'' ان تمام حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اوران تمام بشری تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ایسے مواقع پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں، درد کی ٹیسیں اٹھتی ہیں، کسی عزیز کے اٹھ جانے سے آدمی اپنے آپ میں ایک اجنبیت محسوس کرتا ہے حتی کہ غم یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ اولوالعزم پیغمبر بھی فرماتے ہیں: ''**القلب یحزن، والعین تبکی، وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون**'' یہ سب بجا!! مگر جب واقعہ کو دوسری حیثیت سے دیکھتے ہیں تو یہ خوشی بھی ہوتی ہے کہ یہ انتقال کسی دنیادار کا انتقال نہیں ہے جس نے اپنی زندگی کا منشور یہ ٹھہرالیا ہو کہ:

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اور جس کی نگاہ صرف اس جہانِ فانی پر ہو، بلکہ یہ انتقال ایک وارث نبی، عالم باعمل، داعی حق کا انتقال ہے جن کا طریقہ کار قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے:

﴿ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الھک والہ آبائک ابراھیم واسماعیل واسحاق الٰھاً واحداً، ونحن لہ مسلمون﴾

الحمدللہ! حضرت والا کی مبارک ہستی اسی قرآنی پہلو کی آئینہ دار ہے اور آپ نے اپنے پیچھے اپنے مبارک ومسعود فرزندوں، اور اپنے متعلقین ومتوسلین کو جس رخ پر ڈال دیا ہے، یہ وہی طریق انبیاء ہے اور نہجِ صلحاء ہے جس کے ذریعہ آپکی روح مبارک ان شاءاللہ شاداں وفرحاں ہورہی ہوگی۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مخدوم ومکرم ہم سب آپ کے غم میں شریک ہیں۔اور جامعہ میں تعزیت کے لیے ایک مجلس بھی ہوئی جس میں کثیر تعداد میں شرکاء حاضر ہوئے۔حق تو یہ تھا کہ میں خود آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوتا مگر طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا، لہذا جامعہ کے ناظم تعلیمات مفتی صغیر احمد صاحب قاسمی کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ والسلام

فیض الوحید قاسمی

صدر المدرسین، جامعہ مرکز المعارف، بٹھنڈی جموں

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کی طرف سے تعزیتی خط

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

بخدمت گرامی حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی مدظلہم
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
حال طرفین یکساں ہے

وما کان قیس هلکه هلک واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

آنجناب کے والد گرامی عالم اسلام کی عظیم شخصیت اور ہمارے مخدوم بزرگ مبلغ اسلام دارالعلوم دیوبند (وقف) کے رئیس اور حصرت حکیم الاسلام قدس سرہ کے جانشین حضرت مولانا محمد سالم قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات سے شدید صدمہ ہوا، آں موصوف کی رحلت سے جوخلا پیدا ہوا وہ پر ہونے والا نہیں ہے۔

اس حادثۂ فاجعہ سے صرف آنجناب اور خاندان قاسمی ہی متاثر نہیں ہوا بلکہ پورا عالم اسلام متاثر ہے، یہ حادثہ موت العالم موت العالم کا مصداق ہے، حق تعالی حضرت والا کے درجات بلند فرمائیں، انہیں جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اوران کے تمام پسماندگان اور متوسلین کو صبر واجر سے نوازیں، آنجناب کوان کا صحیح جانشین اور دارالعلوم کوان کے لیے بہترین صدقہ جاریہ بنائیں، آمین۔

شریک غم
احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
(ابن حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ، فاضل دارالعلوم دیوبند)

ایرانی کلچر ہاؤس، دہلی کی طرف سے تعزیتی مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موت العالم۔موت العالم

محترم عالی جناب مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہ العالی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند یوپی

یہ ہمارے لئے رنج وغم کا باعث ہے کہ آپ کے والد محترم برصغیر کے مشہور علمی اور مذہبی قاسمی خاندان کے چشم و چراغ دارالعلوم وقف کے صدر مہتمم حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہر نفس کو موت کو کا مزہ چکھنا ہے لیکن بعض شخصیات اس مقام ومرتبے کی حامل ہوتی ہیں کہ ان کے جانے سے پوری ملت کو یتیمی اور بے یاری کا احساس ہوتا ہے۔ حضرت مولانا سالم قاسمی بھی انہیں عظیم شخصیات میں سے تھے۔

۲۰۰۹ء میں ایران کلچر ہاؤس نئی دہلی کی جانب سے منعقد ہونے والے آل انڈیا حج سمینار میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کے خطبہ سے ملت اِسلامیہ ہند استفادہ کر چکے ہیں، حضرت مولانا ایران میں منعقد ہونے والے ختم بخاری شریف کے عالمی کانفرنس دارالعلوم زاہدان ایران تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے وہاں سامعین کو خطاب کیا۔

میں مرحوم کے خانوادۂ فرزندگان وتمام متعلقین خصوصاً آپ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی دینی، ملی، علمی، اصلاحی اور تعلیمی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

IRAN CULTURE HOUSE, Tilak Marg, NewDelhi-110001
TEL: 0091-11-23383232\34 FAX:+23387547
newdelhi@icro.k http:\\newdelhi.icro.

دارالعلوم جامعہ محمودیہ جموں وکشمیر کی طرف سے تعزیتی خط

قاسم نگر تحصیل مہینڈر، ضلع پونچھ، جموں کشمیر (الہند)

قابل صد احترام جناب صاحبزادہ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہ العالی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حق سبحانہ وتعالی سے امید ہے کہ آنجناب بخیر ہوں گے۔

خطیب الاسلام صاحبزادہ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال سے جہاں خانوادہ قاسمی رنج وغم کے حال میں ہے وہاں سارا عالم اسلام اس عظیم المرتبت محسنِ امت شخصیت کے اس دار فانی سے چلے جانے کے موقع پر رنجیدہ ہے، ایسے عالم میں پوری ملت اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ریاست جموں کشمیر کا ایک چھوٹا ادارہ دارالعلوم محمودیہ قاسم نگر مہینڈر، اور اسکے جملہ اراکین وخدام بھی رنجیدہ ہیں اور آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، تمام ملت اسلامیہ بالعموم اور مدارس اسلامیہ پر بالخصوص خانوادہ قاسمی کے بے شمار احسانات ہیں، دارالعلوم جو ریاست کے پسماندہ دور دراز سرحدی علاقہ میں واقع ہے، اس پسماندہ ضلع میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی برکت ہے کہ آج اس ضلع میں بیشتر دینی مدارس قیام پذیر ہوکر دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، آپ کے عظیم المرتبت خانوادہ کے احسانات کیلئے ہم رب کریم کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ پاک آپ سب حضرات کو اپنے شایانِ شان اجر عظیم عطا فرمائے اور قدم قدم پر آپ سب حضرات کی حفاظت فرمائے اور حضرت خطیب الاسلام کی بال بال مغفرت فرمائے اور انکے درجات بلند فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جامعہ میں حضرت کے لئے قرآن خوانی کی گئی اور رفع درجات کے لئے دعائیں کی گئیں اللہ پاک آنجناب کو خانوادہ قاسمی کا سچا جانشین بنا کر بلند ہمتی عطا فرمائے کہ آپ انکے خوابوں کی سچی تعبیر بن سکیں اور جانشینی کا حق ادا کرسکیں۔ والسلام مع الاحترام

آپ کا دعا گو

(مولانا) فتح محمد غفرلہ

مہتمم دارالعلوم محمودیہ قاسم نگر مہینڈر ضلع پونچھ، جموں وکشمیر

جامعہ ضیاء العلوم جامعۃ الطیبات کی طرف سے تعزیتی مکتوب

بسم الله الرحمن الرحیم

قابل صد احترام صاحبزادہ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہ العالی

مہتمم دارالعلوم وقف دیو بند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدائے لم یزل سے امید ہے کہ آنجناب بخیر ہوں گے!

خطیب الاسلام صاحبزادہ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال سے جہاں خانوادہ قاسمی رنج وغم کے حال میں ہے وہاں سارا عالم اسلام اس عظیم المرتبت اور نابغۂ روزگار شخصیت کے اس دارفانی سے چلے جانے کے موقعہ پر رنجیدہ ہے ایسے عالم میں پوری ملت اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ریاست جموں وکشمیر کا قدیم دینی ادارہ جامعہ ضیاء العلوم، پونچھ اور اس کے جملہ اراکین بھی رنجیدہ اور غمزدہ ہیں اور آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، ریاست جموں وکشمیر بالعموم اور جامعہ ضیاء العلوم پونچھ پر بالخصوص خانوادہ قاسمی کے ایسے بے شمار احسانات ہیں جن کی حق ادائیگی ہمارے لئے ناممکن ہے، جامعہ جو ریاست کے پسماندہ اور دور دراز خطہ میں ہے، ۱۹۷۴ء میں اپنے قیام کے صرف ایک سال بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس ادارہ میں تشریف آوری کی برکت ہے کہ آج یہ ادارہ قومی سطح پر متعارف ہے آپ کے عظیم المرتبت خانوادہ کے بیشمار احسانات کے لئے ہم رب کریم کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ پاک آپ سب کو آپ کے شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے اور قدم قدم پر آپ سب کی حفاظت فرمائے۔ اور حضرت خطیب الاسلام کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ تمام کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جامعہ میں حضرت کے لئے قرآن خوانی اور دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے اللہ پاک آنجناب کو اپنے آباؤ اجداد کا سچا جانشین بنائے اور آپ کے حوصلوں کو قوت عطا فرمائے کہ آپ ان کے خوابوں کی سچی تعبیر بن سکیں اور جانشینی کا حق ادا کر سکیں۔

والسلام مع الاحترام

آپ کا دعا گو

(مولانا) غلام سادر غفرلہ

مہتمم جامعہ ضیاء العلوم وجامعۃ الطیبات پونچھ (جموں وکشمیر)

جامعہ عربیہ صادقیہ جامع مسجد مہراج گنج (یوپی) کی جانب سے موصول تعزیتی مکتوب

مکرم المقام واجب الاحترام حضرت مولانا محمد سفیان صاحب دامت برکاتہم،
مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ کل آنجناب کے والد محترم علماء دیوبند کے سرخیل خانوادۂ قاسمی کے عظیم چشم و چراغ جانشین حکیم الامت خطیب اسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کی رحلت سے پوری علمی دنیا غم میں ڈوبی ہوئی ہے۔ حضرت کی علمی روشنی سے دشت و بیاباں بحر و بر آب و ہوا، قریہ وشہر مدارس مکاتب مساجد و خانقاہیں، اسکول، کالج، یونیورسٹیاں مقررین، مصنفین، مولفین، محررین، واعظین خطباء، رائٹرس مقالہ نگار، حفاظ، علماء فقہاادبا، دینی و دنیوی علوم میں مہارت رکھنے والے سب آپ کے علمی و عملی قولی فعلی، ظاہری و باطنی، حسن اخلاق، بہتر کردار کے شاہد ہیں، اور آپ کے نورانی علم کی خشبو سے معطر ہیں۔

آپ دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر، ورکن مجلس مشاورت دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و مظاہر علوم وقف سہارنپور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کورٹ کے ممبر و سرپرست کل ہند رابطہ مساجد، اور برصغیر کے ممتاز عالم دین تھے۔

آپ نے درس وتدریس تصنیف وتالیف میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور قوم مسلم کی ذھن سازی کے لیے، تاجدار ارض حرم کا پیغام، مرد غازی کتابیں تاریخی خدمات میں اہم ہیں۔ آپ کی قلم کی روانی دید کے لائق ہے، جو بیک وقت عربی دونوں میں کتابیں تصنیف کرتے تھے، آپ نے والد مرحوم کی بہت خدمت کی ہے، دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اپنے مقام قرب میں درجات رفیعہ سے نوازے۔ **اللھم اکرم نزلہ و وسع مدخلہ واسکنہ جنات النعیم.**

آپ کا یہ روحانی دینی علمی سلسلہ دارالعلوم وقف دیوبند کی شکل میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، ان کے جانشین حضرت مولانا محمد احمد صاحب ان کے جانشین حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب ان کے جانشین، آپ کے والد محترم خطیب الاسلام حضرت مولانا

محمد سالم صاحب، ان کے جانشیں آپ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے وقت میں دارالعلوم وقف دیوبند و جملہ منسلک مدارس کو بام عروج پر پہونچائے اور یہ دینی علمی سلسلہ سلف صالحین کے لیے صدقہ جاریہ رہے اور آنے والی نسلوں کے لیے ہدایت کا شیریں چشمہ رواں دواں رہے، آمین۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آنجناب کو اور پورے رشتہ دار اقرباء اہل خاندان مادر علمی دارالعلوم بلکہ ساری علمی ودینی برادری کو صبر جمیل عطاء کریں۔

فقط

شبیر احمد قاسمی

دارالعلوم الاسلامیہ ضلع بستی کا تعزیتی مکتوب

برادرِ مکرم ومحترم حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند، سہارن پور، یوپی۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

یہ اندوہناک خبر دل ودماغ پر بجلی بن کر گری کہ آپ کے نامور والد گرامی حضرت حکیم الاسلامؒ کے صلبی وعلمی جانشین، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے صحبت یافتہ اور شاگرد، علوم نانوتویؒ کے امین و پاسبان اور اپنے زمانہ کے نامور خطیب، ممتاز عالم دین، خطیب الاسلام، استاذ محترم حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کا ایک طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ إنا لِلّٰہِ و انّا إلَیْہِ رَاجعُون.

فوراً تحفیظ القرآن الکریم کے تمام درجات میں ختمِ قرآن کریم کرا کر حضرت مولاناؒ کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔

بلاشبہ حضرت خطیب الاسلامؒ علم وکمال، حکمت وبصیرت، فہم وفراست، اخلاق واعمال، پاکیزگی اور تقدس کی ایک خوبصورت تصویر تھے، مسلک دیوبند کے ترجمان اور علمائے ربانیین کی سیرت و کردار کے عکسِ جمیل تھے اور اپنے علمی کمالات اور گوناگوں صلاحیتوں کی وجہ سے اکابر علمائے دیوبند میں ایک امتیازی شان کے مالک تھے اس وقت تو ان کی ذاتِ گرامی ہر خاص وعام کا مرجع تھی، یقیناً یہ ایک ایسا زبردست علمی سانحہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے جس پر علمائے دیوبند کے ساتھ پوری علمی دنیا سوگوار ہے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے اس کا پُر ہونا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ ملک و بیرونِ ملک پھیلے ہوئے ان کے ہزاروں تلامذہ ان کے لئے صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے۔ نیز ان کا قائم کردہ عظیم الشان ادارہ ''وقف دارالعلوم دیوبند'' بھی ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز، دارالعلوم الاسلامیہ اور اس کے بانی والد ماجد حضرت مولانا محمد باقر حسین

قاسمیؒ اور ہم نیازمندوں سے حضرت خطیب الاسلامؒ کو خاص تعلق تھا، اسی تعلق خاطر کی وجہ سے وہ متعدد بار دارالعلوم الاسلامیہ تشریف لائے اور طلبہ واساتذہ کے سامنے بڑا فکرانگیز اور بصیرت افروز خطابات فرمائے اور کتاب المعائنہ میں اپنے قیمتی تاثرات بھی تحریر فرمائے۔اس عظیم سانحہ پر راقم دارالعلوم الاسلامیہ کے تمام طلبہ، اساتذہ اور کارکنان کی طرف سے آپ کی، آپ کے برادران، برادرم مولانا محمد فاروق قاسمی، اور عزیز مکرم مولانا محمد شکیب قاسمی صاحبان اور تمام افرادِ خاندان قاسمی کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہے کہ خداوند قدوس حضرت خطیب الاسلامؒ کی خدماتِ جلیلہ کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس میں مقام کریم سے نوازے اور وقف دارالعلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

دعواتِ صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

(مولانا) محمد اسد قاسمی (صاحب)
ناظم دارالعلوم الاسلامیہ بستی، یوپی

مجلس دارالقضاء دہرہ دون کی طرف سے موصول تعزیتی مکتوب

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

جناب مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد ماجد حضرت اقدس جناب مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کی خبر ڈاکٹر سید فاروق صاحب کے واسطے سے سن کر نہایت افسوس ہوا(**انا للہ وانا الیہ راجعون**)

ہم تمام اراکین منتظمہ کمیٹی مجلس دارالقضاء دہرہ دون آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور خداوند قدوس سے دست بدعاء ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے اور آپ کو مع اہل خانہ اور دارالعلوم کے اساتذہ کرام وطلبائے عظام اور سبھی متعلقین کو اس غم کو برداشت کرنے کی ہمت دے اور صبر جمیل عطاء کرے۔آمین

والسلام

(مفتی) محمد وصی اللہ قاسمی

معاون سکریٹری

دار العلوم ملا محمود قصبہ منگلور کے ذمہ داران کی جانب سے تعزیت نامہ

باسمہ تعالیٰ

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب
جانشین خطیب الاسلامؒ و مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

جناب عالی! خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کی رحلت کی خبر سے احقر کو دلی صدمہ پہنچا، لیکن خدائی نظام میں کیا دخل، جبکہ حضرت کا اس دار فانی سے کوچ کرنا امت مسلمہ کے لئے بڑا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ خطیب الاسلامؒ ایک بلند پایہ عالم، علمی میدان کے سچے مجاہد، عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ حضرتؒ ایک مدبر اور اعلیٰ انسان، بہترین مقرر، خطیب وادیب اور ملت پرست عالم، علم والوں کے قدرداں، فصاحت وبلاغت کے علمبردار، گلشن نانوتوی کے مہکتے ہوئے گل، حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی، اصلاحی، دینی اور مجاہدانہ کارناموں کو قریہ قریہ پھیلا رہے تھے۔ اللہ رب العزت نے مولانا مرحوم کو دینی اور اصلاحی خدمات کے سلسلہ میں جو عظمت و شوکت عطا کی تھی، وہ اس دور میں کسی دوسرے میں نظر نہیں آتی، اللہ نے انہیں زبردست خدا داد صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ان کی خدمات اہل علم کے لئے بصیرتوں کا خزانہ ہیں۔

مدرسہ دار العلوم ملا محمود منگلور میں تعزیتی میٹنگ کا انعقاد کر کے حضرتؒ کے لئے ایصال ثواب کرایا گیا۔ اللہ رب العزت خطیب الاسلامؒ کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین

فقط

ننگ اسلاف
(قاری) نسیم احمد منگلوری
ضلع ہردوار، اتراکھنڈ

مدرسہ جامع العلوم کے ذمہ داران کی جانب سے تعزیت نامہ

لائق صد عزت وتکریم حضرت اقدس مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
متعنا الله بحياتكم الطيبة و ابقاكم الله حرز للإسلام
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۶/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء کی صبح جامع المنقول والمعقول منبع اسرار ورموز مخزن شریعت وطریقت صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند، نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وسرپرست مدرسہ جامع العلوم پڑکاپور کانپور کی انتہائی تشویشناک علالت کی خبر سن کر دلگیر ہوا، اور پونے تین بجے سانحۂ ارتحال کی اندوہناک خبر سن کر سکتہ طاری ہوگیا، فرط رنج وغم سے کلیجے منہ کو آ گئے اور بزبان حال یہ کہنے پر مجبور ہوگیا۔

اٹھتے جاتے ہیں اب اس بزم سے ارباب نظر
گھٹتے جاتے ہیں میرے دل کو بڑھانے والے

۲۷/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء کو بعد نماز فجر حضرت کے لئے قرآن خوانی کی گئی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا (انشاءاللہ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا) پھر دس بجے صبح تعزیتی مجلس منعقد کی گئی جس میں طلباء واساتذہ اور ذمہ داران مدرسہ وغیرہ نے والہانہ انداز سے شرکت کی، مقررین نے آپ کی حیات وخدمات اور اصلاحی کارناموں پر بصیرت افروز خطاب کیا۔

محترم! حضرت کی وفات حسرت آیات گویا ایک دور کا خاتمہ ہے اس سے تبلیغی واصلاحی، روحانی وعرفانی حلقوں میں اک خلاء پیدا ہوگیا ہے پوری ملت اسلامیہ اپنے ہر دل عزیز ملی قائد سے محروم ہونے کی وجہ سے صدمہ سے دوچار ہوچکی ہے۔

آپ یکتائے روزگار شخصیت کے مالک تھے، حسن درس وتدریس، سہل انگیز ودلنشیں طرز افہام وتفہیم موثر دعوت وتبلیغ اور سحر انگیز موعظت وخطابت میں آپ کو ملکہ حاصل تھا، علمی تبحر وفقہی تعمق میں

رازی زمانہ تھے، امانت ودیانت سلوک ومعرفت، احسان وتصوف، توکل وتقوی اوراتباع سنت میں امتیازی شان رکھتے تھے، وہ حسن اخلاق وحسن سلوک، تواضع خاکساری اورملنساری اورمہمان نوازی میں ممتاز تھے، ان کی نورانیت اورروحانیت کی وجہ سے ایسامحسوس ہوتا تھا کہ ان کا روئے انور جمال ربانی کا مظہر ہے، ان کے رعب وجلال سے ایسا منظر طاری ہوتا تھا کہ جیسے تجلیات ربانی کے شعلے ان کی نگاہوں سے چھن چھن کرنکل رہے ہیں، کسی کونگاہ ملانے کی جرآت نہ ہوتی تھی وہ اپنی حالت سے کہہ اٹھتا تھا۔

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
تو آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

حضرت ۲۰۰۷ء سے تادم حیات اس تاریخی ومرکزی ادارے کے سرپرست رہے وہ اپنی باطنی اورروحانی توجہات اوردعائے نیم شبی وغیرہ سے فیضیاب وسیراب کرتے رہے۔

محترم! یقیناً اس پرعظمت وپرشفقت ہستی کی حیات آپ اورہم سب کے لئے نعمت ورحمت تھی، ان کے دیدار سے ایمانی تازگی اورروحانی ترقی ہوتی تھی، ان کا احترام انسان تو انسان جنات بھی کرتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ وہ قطب یا رجال غیب کے ممبر ہیں، ایسی مقدس ہستی کے دارفانی سے رحلت کرجانے کے بعدبھی ان کی یادیں تادم حیات قائم رہیں گی۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہیگا
دل کی بستی میں جلا کرتے ہیں یادوں کے چراغ
یوں تو جانے کو چلے جاتے ہیں جانے والے

اخیر میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا گوہوں کہ مولائے کریم ان کواپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت کرے، ان کی تربت کوپرتونوراور روضة من ریاض الجنة بناوےاور جنت الفردوس سے سرفرازفرما کرتمام متعلقین ومنتسبین کوصبرجمیل کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام

محی الدین خسروتاج

مہتمم، مدرس جامع العلوم جامع مسجد پٹکا پورکان پور

جامعہ رحمانیہ عربیہ ہاپوڑ کے ذمہ داران کی جانب سے تعزیت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

۱۴؍اپریل ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ تقریباً ۲ بجے بوقت ظہر ایشیا کے دینی مرکز دارالعلوم وقف دیوبند کے رئیس، خانوادہ قاسمی کے اوصاف حمیدہ کے وارث، مکتبہءفکر دیوبند و اکابر علماء دیوبند کے علوم و معارف کے امین، فکر ولی اللہ کے ترجمان، عالم ربانی طبیب روحانی خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی قدس سرہ کی دار فانی سے عالم جاودانی میں منتقلی کی خبر ملی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون موصوف کا نرم اندام سراپا اور پرکشش نورانی چہرہ نگاہوں کے سامنے تھا، ان کے لبوں سے قال اللہ وقال الرسول کی مشکبار صدائیں کانوں میں رس گھولنے لگیں۔ ملی، سماجی اور دینی جلسوں کے اسٹیج سے بے باک باوقار لہجہ میں عوام وخواص سے محو گفتگو نظر آئے، مشفق باپ کی طرح امت کی فکر میں کڑھتے اور ملت کی صلاح وفلاح کے تئیں بے چین ومضطرب آپ کی کتاب زندگی کے سنہرے اوراق یکے بعد دیگرے پلٹنے لگے کہ تبھی فون کی گھنٹی بجی اور یہ محو ٹوٹا۔۔۔قرب وجوار اور دور دراز سے فون کا سلسلہ شروع ہوا، ہرلب پر ایک ہی چرچا، ہر جا ایک ہی بات کہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی اللہ کے جوار رحمت میں پہونچ گئے۔ **اللھم اغفر لہ وارحمہ وادخلہ فی جنات النعیم مع النبیین و الصدیقین والشھداء والصالحین و حسن اولئک رفیقا.**

حضرت مولانا ممتاز کمالات کے مالک، بلند فکر، بالغ نظر اور غیر معمولی شخصیت کے حامل تھے، آپ ہمیشہ علمی کاموں کے محرک رہے، درس وتدریس، خطابت وتقریر اور تحقیق وتصنیف کی خدمات بحسن وخوبی انجام دیں، مصری حکومت کی طرف سے ’’برصغیر کے ممتاز عالم دین کا نشان امتیاز‘‘ جنوبی افریقہ میں ’’حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایوارڈ‘‘ اور ’’حضرت شاہ ولی اللہؒ ایوارڈ‘‘ آپ کی خدمات جلیلہ کا قابل ذکر اقرار واعتراف ہیں۔ آپ کے الفاظ نپے تلے معانی سے لبریز، گفتگو چاشنی سے پر، حکمت وفلسفہ کا کارواں، کتاب وسنت کا سیل رواں اور انداز بیاں اتنا جاذب کہ ہر شخص کی توجہ اپنی طرف کھینچ لے:۔

وہ قربتیں کہ جہاں درس خلق ملتے ہیں
وہ صحبتیں کہ جہاں چاک دل کے سلتے ہیں
وہ کیسے لوگ تھے یا رب کہاں ملیں گے ہمیں
کہ جن کے نالوں سے دیر و حرم بھی ہلتے ہیں

حضرت والا کے اوصاف کریمہ میں ایک خاص وصف تصوف وسلوک کا ہے جو آپ کو عارفین و سالکین کی جماعت میں صف اول سے جوڑتا ہے دراصل یہ شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ کی توجہ و دعا اور فیضان تربیت کا ثمر خوش اثر ہے جو انھیں معرفت کی گہرائی اور تزکیہ کی گیرائی تک پہونچاتا ہے اس میدان میں آپ کی سیادت وامامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے پروردہ مجاز بیعت خلفاء متوسلین کی تعداد ۱۰۰ کے عدد کو متجاوز ہے۔

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کو فراست مومن وراثتا ودیعت کی گئی، تدبر، تعمق، تحقیق اور تفقہ فی الدین آپ کی حیات فیض کے وہ روشن اوراق ہیں جن کے ایک ایک صفحہ پر کئی کئی کتابیں تصنیف کی جاسکتی ہیں آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے الہامی علم سے نوازا تھا، تفسیر وحدیث کے بابت، فلسفہ وکلام کے ضمن میں اور علوم شرعیہ وفقہیہ کے تعلق سے متعدد اشکالات ومسائل کی حکیمانہ تشریح وتوضیح سے معلوم ہوتا جیسے علم کی بارش ہورہی ہے اور فراست مومن کی زندہ مثال میرے سامنے موجود ہے اور اس پر نور علی نور یہ کہ اسلوب بیان اتنا شستہ وشگفتہ ہوتا کہ لذت علم وحلم کی حلاوت حواس خمسہ کو اپنے آغوش میں لے لیتی اور وہاں سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا۔

ہمارے والد ماجد حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب قاسمی علیہ الرحمہ جو حضرت کے شاگرد رشید اور مجاز بیعت ہیں اکثر فرماتے تھے کہ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی برصغیر کے چنیدہ علمائے دین میں سے ایک ہیں، ان کو بعد کے لوگ چراغ لے کر ڈھونڈیں گے اور ان کی مفارقت پر کف افسوس ملیں گے۔ آج والد محترمؒ کے الفاظ میرے وجود میں بازگشت کررہے ہیں اور کف افسوس داغ فرقت کی ضرب کاری اور خطیب الاسلام کی نایابی پر شاہد ہیں:۔

ڈھونڈوگے ہمیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

مولانا قاری ضیاء الرحمٰن قاسمی
مہتمم، جامعہ رحمانیہ عربیہ ہاپوڑ

مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور کے ذمہ داران کی جانب سے تعزیت نامہ

تعزیتی اجلاس

آج بتاریخ ۱۷/اپریل ۲۰۱۸ء بعد نماز ظہر مدرسہ تجوید القرآن محلّہ قاضی سہارنپور میں عالم اسلام کی باوقار شخصیت قاسمی خاندان کے روشن چراغ جلیل القدر محدث خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ سرپرست وصدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند کی وفات پر قرآن خوانی، ایصال ثواب اور تعزیتی پروگرام کا اہتمام کیا گیا جس میں ذمہ داران مدرسہ، اساتذہ اور طلباء نے بارگاہ الٰہی میں دعائے مغفرت اور ملت اسلامیہ کو بہتر نعم البدل عطا فرمانے کی دعا کی۔

برصغیر کے ممتاز عالم حضرت مولانا سالم قاسمی صاحبؒ کے انتقال سے جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم نقصان ہے۔ مولانا موصوف جید عالم، دیوبندی مکتب فکر کے ترجمان اور بین الاقوامی شہرت کے حامل ملی رہنما و سربراہ تھے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا سالم صاحبؒ نے جس حسن وانتظام اور خصوصی شعور کیساتھ دارالعلوم وقف کی آبیاری کی نیز تاحیات علمی خدمات وملی قیادت کی، وہ لائق تحسین ہے۔ مولانا موصوف میں اللہ رب العزت نے وہ ساری صفات بخشی تھیں جو ایک عالم دین اور خداترس انسان میں ہونی چاہئیں۔

عالی نسبت وضعداری اور شفقتوں کے امین حضرت مولانا سالم صاحبؒ کے لئے دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور سبھی متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

از

ڈاکٹر سید فاروق

بتاریخ: ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء

باسمہٖ تعالیٰ شانہ

محترم جناب مولانا سفیان احمد قاسمی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کے والد محترم رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال پُر ملال کی خبر معلوم ہوئی یہ غم اندوہ خبر سن کر نہایت افسوس ہوا(**انا لله وانا اليه راجعون**)

حضرت والا رحمتہ اللہ ایک نیک صفت، خوش اخلاق، بردبار، سادہ طبیعت، منکسر المزاج اور بزرگ شخصیت تھے ہمیشہ ان کے چہرے سے خوشی کے آثار ٹپکتے تھے ان کا کھلتا ہوا چہرہ ہمیشہ ہمارے سامنے رہتا ہے۔اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔حضرت والا نے دینی وملی خدمات انجام دینے کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کردی تھی جس کا ثمرہ آج یہ دارالعلوم جیسا عظیم الشان ادارہ ہے جو الحمدللہ حضرت والا کی محنت وکاوش اور قلبی خواہش سے ترقی کے اس بام عروج پر پہنچا ہے۔

حضرت والا کی شفقت بارہا ہمیں ملتی رہی ہے اللہ رب العزت انہیں غریق رحمت کرے، ان کے درجات کو بلند کرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے۔آمین

ہم اور ہمارے سبھی اہل خانہ حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کے وفات پر آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ تعالی سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے اور دارالعلوم کے تمام اساتذہ کرام وطلبائے عظام اور آپ کے اہل خانہ اور متعلقین کو ہمت دے اور صبر جمیل عطاء کرے۔آمین

والسلام

دعاؤں کا طالب

(ڈاکٹر سید فاروق)

مولانا خورشید حسن قاسمی کا تعزیتی مکتوب

علوم حضرت نانوتویؒ کے امین وترجمان

استاذ المکرّم خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ

صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے خانوادہ سے راقم الحروف کے خانوادہ کا تعلق تقریباً ایک صدی پر محیط ہے۔ اس دیرینہ ترین تعلق کی مختصر سی وضاحت یہ ہے کہ حضرت خطیب الاسلامؒ کے جدمکرم حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند راقم الحروف کے جدالمکرّ حضرت مولانا نبیہ حسن صاحبؒ سابق استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں سے ہیں جن کے تاریخی اور یادگار دستخط کی سند تقریباً نصف صدی کے زائد سے راقم الحروف کے پاس خاندان کے بزرگوں کے توسط سے محفوظ وموجود چلی آرہی ہے اس کے علاوہ حضرت خطیب الاسلامؒ کے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ راقم الحروف کے خانوادہ کی برگزیدہ ترین شخصیت فقیہ ملّت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے معاصرین میں سے ہیں (جدمکرم حضرت مولانا نبیہ حسنؒ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں) اور خود حضرت خطیب الاسلام مولانا سالم صاحب قاسمیؒ راقم الحروف کے والد ماجد حضرت مولانا سیّد حسن صاحبؒ سابق استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں اور راقم الحروف کے حضرت آخری استاذ ہیں۔

دورانِ تعلیم راقم الحروف کے حضرتؒ سے علمی کسب فیض کے بعد مادر علمی دارالعلوم میں بھی حضرتؒ سے راقم کی طویل شعبہ جاتی رفاقت بھی رہی ہے، مادر علمی دارالعلوم کی سابقہ انتظامیہ کے دور میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ اور امیر شریعت حضرت مولانا سیّد منّت اللہ رحمانی کی تحریک وتجویز پر دارالعلوم دیوبند میں محکمہ عدلیہ شرعیہ دارالقضاء کا قیام ہوا جو کہ از سن ۱۳۹۶ھ تا تقریباً ۱۴۰۰ھ جس کا قیام رہا جس کے اراکین واساطین شیخ الحدیث حضرت مولانا شریف الحسن صاحب

دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ، حضرت مولانا خورشید عالم صاحبؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند، حضرت مولانا مفتی سیّد احمد علی سعید صاحب قاضی مقرر رہے اور راقم الحروف خورشید حسن قاسمی معتمد شعبہ دارالقضاء رہا اس طویل شعبہ جاتی رفاقت میں حضرتؒ کی ہمیشہ عنایات وخصوصی توجہات شامل حال رہیں یہی وجہ ہے کہ اس گوناگوں قسم کا حضرتؒ نے ہمیشہ لحاظ فرمایا اور دارالعلوم دیوبند کا نظام تبدیل ہونے کے بعد بھی حضرتؒ کی ہمیشہ شفقت وعنایت جاری و ساری رہی اور راقم کے یہاں تقریباً تمام ہی تقریبات میں حضرتؒ کی شرکت اور دعائیہ کلمات کا موقع ملتا رہا اس کے علاوہ حضرتؒ کی ہمیشہ غیر معمولی شفقت وعنایت رہی۔

ماضی قریب میں حضرتؒ کے دست مقدس سے راقم الحروف کے اشاعتی ادارے سے شائع شدہ کتاب جو کہ حضرت نانوتویؒ کی گرامی قدر شخصیت پر مشتمل تھی حضرت نے علالت ومعذوری کے باوجود مذکورہ کتاب کا تاریخی اجراء بھی فرمایا اور اس پیرانہ سالی وضعف نقاہت میں بھی حضرتؒ نے راقم الحروف کے فرزندار جمند مولوی واصف حسن سلمہٗ کی تقریباً تمام ہی کتب پر تقریظ ورائے گرامی میں خاص طور پر تحریر فرمائی۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے عظیم علمی یادگار کارناموں میں وقف دارالعلوم کے قیام کے علاوہ ادارہ تاج المعارف کا قیام اور ادارہ جامعہ دینیات کا قیام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

مادر علمی دارالعلوم دیوبند اور وقف دارالعلوم دیوبند میں حضرتؒ کی مجموعی خدمات تقریباً نصف صدی کے زائد سے عرصہ پر محیط ہیں۔ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک حضرتؒ کے تلامذہ تدریسی، تصنیفی، ادبی وتاریخی خدمات میں مشغول ہیں۔

عالم اسلام کو حضرتؒ کی وفات حسرت آیات سے جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی مشکل ہے آج تمام ہی حلقے حضرتؒ کی وفات سے آہ بلب اور اشک بار ہیں۔

خداوند قدوس حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے اور حضرتؒ کے جملہ ورثاء کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

خورشید حسن قاسمی

دارالعلوم دیوبند

۱۶/اپریل ۲۰۱۸ء

مؤسسۃ النور لکھنؤ کے ذمہ داران کی جانب سے تعزیتی مکتوب

رفیع القدر، عظیم المرتبت، جانشین خطیب الاسلام، مخدومی ومکرمی جناب حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم،
مہتمم مادر علمی دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

سید الطائفہ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نوراللہ مرقدہ کے انتقال کی جاں گداز خبر ملی، غم کی انتہاء نہ رہی، دل رو پڑا اور آنکھیں بھی دل کا ساتھ دینے سے نہ رک سکیں، افسوس اس بات کا ہے کہ درمیان میں حائل فاصلے اور دیگر ناگزیر مشغولیات نے چاہتے ہوئے بھی حاضر نہ ہونے دیا اور حضرت کے آخری دیدار سے محرومی رہی جس کا تازندگی افسوس رہے گا۔

کائنات کی وسعتوں میں کسی شخص کی کمی کا احساس دیرپا نہیں ہوتا، دنیا کی ہلچل میں روزانہ کتنے جنازے اٹھتے ہیں، کتنی قبریں بنتی ہیں اور کتنے چاند تاروں کو اپنے آغوش میں سمیٹ لیتی ہیں، ہر موت بے شمار آنکھوں میں آنسو اور دلوں میں زخم چھوڑ جاتی ہیں، سوگواروں کی سسکیاں اور آہیں کتنے دلوں کو مجروح کرتی ہیں، پھر رفتہ رفتہ وقت کا مرہم زخم مندمل اور ماحول بحال کر دیتا ہے، یہ ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا، موت وزیست کی کہانی روز ازل سے کہی اور سنی جاتی رہی ہے اور ابد تک دہرائی جاتی رہے گی، لیکن بعض اموات ایسی ضرور ہوتی ہیں جن کی خبر بجلی بن کر گرتی ہے اور گردش زمانہ کو ساکت اور کائنات کو ویران واداس کر دیتی ہے، اور ایک کنبہ اور ایک خاندان ہی نہیں بلکہ پورے عالم کو بےقرار و بےچین کر دیتی ہے، یقیناً یہ موت انہیں میں سے ایک تھی۔

گزرتے وقت کے ساتھ یقیناً آنکھوں میں جھملاتے آنسو خشک ہو جائیں گے، آہیں اور سسکیاں معدوم ہو جائیں گی، کاروبار حیات معمول پر آ جائے گا، پھر وہی صبح وہی شام، وہی رواں دواں زندگی، وہی ہماہمی، وہی محافل طرب وغم، سب جوں کا توں۔

دارالعلوم میں علمی محفلیں سجیں گی، اکیڈمی سرگرم رہے گی، طلبہ کشاں کشاں آئیں گے، سب کچھ ہوگا لیکن خطیب الاسلام نہیں ہوں گے، تذکرہ ہوگا، لکھا جائے گا، پڑھا جائے گا، سنا جائے گا، لیکن نام کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' لگا ہوا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کی قبر کو تا حد نگاہ وسیع کر دے اور فردوس بریں میں حضرت کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا کرے اور آپ سمیت پورے خانوادۂ قاسمی کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین!

دنیا آنی جانی کا نام ہے، جو یہاں آیا ہے اس کو ایک دن جانا ہے (**لكل اجل مسمى**) ایسے موقعہ پر غم ہونا فطری ہے اور یقیناً اس وقت آپ کے غم کا اندازہ کرنا مشکل ہے، لہذا ہم آپ سے اظہار تعزیت کرتے ہیں، اور ہم خود کو آپ کے غم میں برابر کے شریک سمجھتے ہیں، آپ کے خاندان نے امت مسلمہ کو کیا دیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، لہذا ہم یہ امید کرتے ہیں کہ خانوادۂ قاسمی کا وہ فیضان جو پوری دنیا میں عام تھا، جس کے اصل وارث و جانشیں اس وقت آپ ہیں، وہ یونہی اپنا فیض جاری رکھے گا، اور اپنی ضیاء بار کرنوں سے پوری دنیا کو منور کرتا رہے گا، اور بالخصوص اسلامیان ہند کی علمی وروحانی تشنگی کو بجھاتا رہے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے زیر اہتمام دارالعلوم کو یونہی ترقیات سے نوازتا رہے، جماعت دیوبند اور بالخصوص ''حجۃ الاسلام اکیڈمی'' کے عملہ کو علمی، تحقیقی اور تجدیدی کاموں کو انجام دینے کی مزید توفیق دے اور آپ کے فرزند لائق مند مولانا ڈاکٹر شکیب قاسمی کی زیر نگرانی ان علمی و تحقیقی سرگرمیوں کو سدا جاری وساری رکھے اور خاندان قاسمی کے علوم ومعارف کے تناور درخت کو ہمیشہ کے لیے شادابی عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

سیف الرحمٰن ندوی
مدیر مؤسسۃ النور لکھنؤ

مدرسۃ الباقیات الصالحات کے ذمہ داران کی جانب سے تعزیتی مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت گرامی! حضرت اقدس مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند و جانشین خطیب الاسلام مولانا محمد سالم صاحب نوراللہ مرقدہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

دیگر عرض یہ ہے کہ ہم جامعہ باقیات صالحات، ویلور کے جمیع اساتذہ کرام وطلباءعزیز اور جمیع خدام جامعہ آنجناب کے والدگرامی حضرت مولانا محمد سالم صاحب صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے ملک وملت کا عظیم خسارہ قرار دیتے ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم خاندان قاسمی کے چشم و چراغ اور اسرۂ طیبہ کے علم وفضل کے امین و امیر تھے، وہ جانشین شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے تلامذہ میں سے تھے وہیں دوسری طرف حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور اپنے والد ماجد قاری محمد طیبؒ کے مجاز بیعت وارشاد ہوئے، مولانا مرحوم نے اپنے دور حیات میں ان دونوں نسبتوں کا حق ادا کر دیا، ایک طرف درس حدیث کے ذریعہ ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا وہیں بیعت وارشاد کے ذریعہ بھی سالکین کو فیض پہنچایا۔

ہمارے جامعہ میں بھی حضرت والاؒ کے لئے قرآن خوانی اور دعائیں ہوئیں۔

ہم جامعہ باقیات صالحات ویلور کے تمام خدام، اساتذہ وطلبہ برابر آپ کے غم میں شریک ہیں اور بارگاہ رب العزت میں دعاگو ہیں کہ اللہ تعالی حضرت مرحوم کے فیض کو تمام عالم میں جاری وساری فرمائے، اور امت مسلمہ کو حضرت مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے، اور آپ کو حضرت کا خیر خلف بنالے، آمین۔

والسلام

شرح دستخط حضرت مولانا الحاج مفتی عثمان محی الدین صاحب دامت برکاتہم

DAILY ISLAM ONLINE EDITION
www.dailyislam.com

مولانا سالم قاسمی کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا

مولانا عبدالحلیم چشتی

کراچی (پ ر) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے پڑپوتے اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ کے جانشین حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا، موصوف تدریس اور دعوت وارشاد کے ساتھ ساتھ شیخ وقت بھی تھے۔ مرحوم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے آخری شاگرد ہونے کے علاوہ اس وقت روئے زمین پر بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے آخری شاگرد تھے۔ موصوف نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ مرحوم کے انتقال پر مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی، مولانا نعیم الدین مجلس احرار اسلام مولانا سید کفیل بخاری، مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری، قاری رشید احمد، مولانا تنویر احمد شریفی، مولانا حسن الرحمٰن، محمد نعمان ارشدی، حافظ محمد اشھد شریفی، مولانا شفیق احمد بستوی اور دیگر نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان، تلامذہ و مریدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ دارالعلوم وقف دیوبند اور دیگر خدمات کو شرف مقبولیت بخشے، دریں اثنا گزشتہ ہفتے مرحوم نے پاکستان کا ممتاز سالانہ مجلّہ یادگار اکابر کا حجۃ الاسلام نمبر دیوبند سے شائع کرایا اور اس پر اپنی انتہائی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا یہ اشاعتی خدمت مرحوم کی یادگار رہے گی۔

جامعہ عربیہ، ہتھورا باندہ کے ذمہ داران کی جانب سے تعزیتی مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی
مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

علوم قاسمی کے امین شارح یادگار اسلاف واکابر تاجدار جماعت دیوبند حضرت حکیم الاسلام کے نورنظر حضرت شیخ الاسلام کے شاگرد رشید وقف دارالعلوم دیوبند کے بانی وسرپرست مہتمم حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی ۱۵/ اپریل ۲۰۱۸ء بعد زوال اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے اِنّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

کوئی کیسے بتائے کہ اس جانکاہ حادثہ کا دل ودماغ پر کیسا اثر ہوا، ایک شفیق مربی سے ملت ہندیہ محروم ہوگئی، مسلک حق کا ترجمان ہم سے دور جا بسا، میں کہاں سے وہ الفاظ لاؤں جن کو احساسات دل کی نمائندگی اور ترجمانی کا وسیلہ بناؤں! مرحوم کی ایک دید قلب حزیں کے غموں کا مداویٰ ثابت ہوتی تھی، وہ بزرگوں کی روایات کے پاسبان تھے ہم ان سے ملکر باغ باغ ہو جاتے تھے، اللہ مرحوم کو کروٹ کروٹ سکون نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، ادارہ کو مخلص سرپرست ملے، میں آپکے حضور اپنی اور ادارہ کی جانب سے تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں۔

خادم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

خدایا آرزو میری یہی ہے مرا نورِ بصیرت عام کردے

خواجہ معین الدین چشتی اردو، عربی- فارسی یونیورسٹی، لکھنؤ کے ذمہ داران کی جانب سے موصول شدہ تعزیت نامہ

گرامی قدر حضرت مولانا سفیان احمد قاسمی (حفظہ اللہ ورعاہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

اللہ کے سوا کسی کو بقا نہیں ہے، ہوا وہی جو روز ازل سے ہوتا آیا ہے اور تقریباً سالہا سال عالم اسلام کے علمی اور روحانی قیادت کرنے والا قائد، قاسمی علوم و معارف کا امین، چمنستان دارالعلوم وقف کی تقریباً ۳۶ سالوں تک آبیاری کرنے والا خانوادۂ قاسمی کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ جو دارالعلوم وقف دیوبند کے مؤسس حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پڑپوتے، حضرت قاری محمد طیبؒ کے صاحبزادے ہونے کے ساتھ علوم دینیہ اور اصلاح وارشاد کا کام مؤثر ڈھنگ سے انجام دے رہے تھے، وہ دارالعلوم کے سابقہ دور میں استاذ اور نائب مہتمم رہے تھے۔ ان کو اس برصغیر اور اس کے علاوہ عالم اسلامی وعربی میں دینی وعلمی حیثیت سے شہرت حاصل تھی، انہوں نے پوری زندگی نسل نو کی تربیت اور دین اسلام کی تبلیغ میں گزاری، ان کا انتقال عالم اسلام کے لئے ایک بڑا خسارہ ہے، اللہ تعالیٰ اس مقبول بندے کی مغفرت فرمائے، اور جنت الفردوس کے اعلی مقام میں جگہ عطا فرمائے اور پورے خانوادۂ قاسمی کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

دنیا آنی جانی ہے، جو یہاں آیا ہے اس کو ایک دن جانا ہے (لکل اجل مسمی) اس موقع پر غم ہونا فطری ہے اور یقیناً اس وقت آپ کے غم کا اندازہ کرنا مشکل ہے لہذا میں اپنی طرف سے اور شعبۂ عربی کے تمام اساتذہ (ڈاکٹر عبدالحفیظ، ڈاکٹر انور حفیظ، ڈاکٹر شہنواز، ڈاکٹر عائشہ شہناز فاطمہ، ڈاکٹر اعجاز احمد و ڈاکٹر سعود الظفر)، طلبہ و کارکنان کی طرف سے تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں اور میں خود کو آپ کے غم میں برابر کے شریک سمجھتا ہوں۔

فقط والسلام

(پروفیسر ڈاکٹر مسعود عالم فلاحی)

صدر شعبۂ عربی

خواجہ معین الدین چشتی اردو عربی فارسی یونیورسٹی، لکھنؤ

جناب خالد مبشر صاحب کا تعزیتی مکتوب

مولانا سالم قاسمی صاحب!

ایک تو یہ امت یوں ہی بے سہارا ہوتی جارہی ہے، آپ بھی چھوڑ کر چلے گئے۔

حق مغفرت کرے۔

آپ کو میں نے یکم نومبر 1995 میں ایس آئی او کی شمالی ہند پٹنہ کانفرنس میں دیکھا اور سنا تھا، آپ کا ایک جملہ آج بھی ذہن پر نقش ہے، آپ نے بہت دردمندی کے ساتھ کہا تھا کہ ''رسول اور صحابہ نے دین کی دعوت دی۔ تابعین کے زمانے میں مسلک کی تبلیغ ہونے لگی۔ پھر تبع تابعین کے زمانے میں ''مشرب کو ترجیح دی جانے لگی اور آج لوگ اپنے اپنے ذاتی ذوق کی اشاعت کررہے ہیں۔ لوگو آؤ مسلک، مشرب اور ذوق کے بجائے دین کی دعوت دو آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے جشن عید میلا دالنبی کے جلسے میں تشریف لائے تو آپ نے کنیڈی ہال میں موجود سینکڑوں دانشوروں کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے اپیل کی تھی کہ رسول کی سیرت کو عصر حاضر کے تمام مسائل کے حل کے لیے ایک تحریک کے طور پہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

میرے ایک دوست مولانا عبدالسلام قاسمی صاحب جنہیں آپ کی شاگردی نصیب تھی انہوں نے نماز عصر کے بعد آپ کی مجلسوں میں آپ سے فیض اٹھایا تھا، انہوں نے ایک بار مجھے آپ کی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ نے اس بات پہ زور دیا کہ علما فتوے پہ اکتفا نہ کریں، فتوے کے بجائے متبادل پیش کریں، آپ نے مثال دی تھی کہ پہلے جائز مشروبات دودھ، پانی، شربت وغیرہ پیش کریں پھر شراب کے حرام ہونے کا فتوی کارگر ہوگا۔

آہ مولانا اب آپ کی طرح روشن دماغ اور دردمند دل کہاں رہا، امت کو آپ کا نعم البدل عطا ہو۔ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب ہو۔

ڈاکٹر خالد مبشر

جامعہ ملیہ اسلامیہ (نئی دہلی)

حق ایجوکیشن اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن کانپور کے ذمہ داران کی جانب سے تعزیت نامہ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

قابل صد احترام جناب مولانا محمد شکیب صاحب قاسمی دامت برکاتہم
ڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت حکیم الاسلام نوراللہ مرقدہ کے علوم ظاہری و باطنی کے سچے ترجمان، خانوادۂ قاسمی کے امین حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے سفر آخرت پر ہم سب خدام حق ایجوکیشن، اساتذہ وطلباء مغموم ہیں۔ اور اس عظیم سانحہ پر آپ اور آپ کے والد ماجد کی خدمت میں نیز تمام اعزاء اواقرباء متوسلین ومحبین کوتعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی وفات کسی ایک فرد اور کسی ایک خاندان کا نہیں بلکہ پوری امت کا سانحہ ہے، اور ایسا نا قابل تلافی خسارہ ہے کہ مستقبل قریب میں اس کی تلافی نظر بھی نہیں آتی۔ اس وقت کون کس کی تعزیت کرے، ہر فرد امت تعزیت کا مستحق ہے۔ اللہ سب کوصبر اور اجر نصیب فرمائے۔

دنیا کے پیدا کرنے والے خالق و مالک نے دنیا کا نظام ہی ایسا بنایا ہے کہ جو یہاں آیا ہے اسے ایک دن جانا ہے لیکن یہ عارضی جدائی ہے کچھ مدت کا وقفہ ہے ان شاء اللہ ایک دن سب سے ملاقات ہوگی اور وہ ایسی ملاقات ہوگی کہ اس کے بعد جدائیگی کا کوئی تصور بھی نہ ہوگا۔ پھر اس عارضی جدائی میں بھی انسانوں کے شفیق پروردگار نے اپنے متعلقین سے رابطہ کے طریقے بھی بتا دیے۔ ایصال ثواب کے ذریعہ ہم اپنے مرحومین سے رابطہ کر سکتے ہیں، فرشتے نام کے ساتھ ہمارا بھیجا ہوا ہدیہ مرحومین تک پہنچاتے ہیں۔ نیز کبھی خواب کے ذریعہ بھی اللہ تعالی دیدار کروا دیتے ہیں۔

حضرت مفتی شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ کے والد ماجد مولانا یاسین صاحب نوراللہ مرقدہ کے انتقال پر علامہ ظفر احمد عثانی نوراللہ مرقدہ نے حضرت مفتی صاحب کوتعزیت پیش کرتے ہوئے فرمایا

تھا کہ **مـامات من خلف مثلک** جو آپ جیسا خلف چھوڑ جائے اس کی حقیقی موت نہیں ہوتی، اس لئے کہ خلف ان کے کاموں کو اوران کے سلسلہ فیض کو رکنے نہیں دیتے۔ یہ عاجز علامہ کا یہی جملہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ یقیناً آپ سر الاب والجد ہیں۔ اللہ رب العزت والجلال کی ذات سے امید ہے کہ اللہ تعالی آپ کے ذریعہ فکر قاسمی کے فیوض و برکات سارے عالم میں جاری وساری فرمائیں گے، نیز حضرت کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اللہ تعالی آپ کو اس کانعم البدل بنائیں گے۔ اللہ تعالی آپ کو مزید صلاح وفلاح سے مالا مال فرمائے۔

اللہ سے دعا ہے کہ حضرت کے لگائے ہوئے علمی اور روحانی باغ کو سرسبز و شاداب رکھے۔ حضرت کو جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام نصیب فرمائے۔ آمین

والسلام

حفظ الرحمٰن قاسمی

ڈائریکٹر حق ایجوکیشن اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن، کانپور

وجملہ اساتذہ وطلباء مورخہ ۲۹ ررجب المرجب ۱۴۳۹ھ

دہلی اقلیتی کمیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر محترم ومکرم جناب مولانا سفیان قاسمی صاحب
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد ماجد اور ہم سب کے بزرگ ورہنما مولانا محمد سالم قاسمی کے انتقال کی خبر میرے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ مولانا مرحوم کے انتقال سے امت اسلامیہ ہند میں ایک بڑا خلاء پیدا ہوا ہے۔ مجھے حضرت مولانا مرحوم، آپ کے دادا مرحوم مولانا طیب صاحب اور خود آپ سے کچھ ربط رہا ہے جس کی وجہ سے اس خانوادے سے بڑی امیدیں اور عقیدت وابستہ ہیں۔ مولانا مرحوم کی مغفرت کی دعا کرتے ہوئے اللہ پاک سے دعا گوہوں کہ حضرت کو جنت الفردوس میں جگہ دیں اور ان کے اخلاف کو اسی جادۂ حق پر چلنے اور امت کی رہنمائی کرنے کی سعادت عطا فرمائیں جس پر آپ کے اسلاف کرام چلتے رہے ہیں۔ تمام متعلقین کو میری طرف سے تعزیت قلبی پہنچا دیں۔ ان سب کے لئے اللہ پاک سے صبر وسلوان کی دعا کرتا ہوں۔ آمین۔ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے فی الحال سفر سے معذور ہوں ورنہ خود حاضر ہوکر نماز جنازہ میں شرکت کرتا اور تعزیت بھی پیش کرتا۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ
ڈاکٹر ظفر الاسلام خان
صدر دہلی اقلیتی کمیشن

مدرسہ اسلامیہ کنز العلوم، سیتا پور کی جانب سے موصول شدہ تعزیتی مکتوب

بسم الله الرحمن الرحیم

مکرمی ومخدومی جناب حضرت مولانا محمد سفیان صاحب
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب عافیت بحمد اللہ بعافیت ہے

بعدہٗ بذریعہ فون اطلاع ملی کہ ہمارے مربی اور آپکے والد محترم خطیب الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب قاسمی صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند و نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔انا للہ وانا الیه راجعون

بے انتہا کرب ہوا اطلاع ملتے ہی حضرتؒ کے لئے مدرسہ ہذا کے تمام شعبوں میں اور بطور خاص تحفیظ القرآن کے جملہ درجات میں ایصال ثواب کیا گیا اور دعاء مغفرت کی گئی اور یہ سلسلہ انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا، حضرت والاؒ کا حادثہ اگر چہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم حادثہ ہے لیکن جناب والا واہل خانہ کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کا اندازہ مشکل ہے۔اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے آپ کے اہل خانہ اور ہم متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو حضرت والا کے طریقہ پر قائم رکھے اور حضرت والاؒ کو جوار رحمت وجنت علیا میں اعلیٰ مقامات سے سرفراز فرمائے۔(آمین)۔

ہم آنجناب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

نوٹ: جناب حاجی محمد عثمان صاحب مالک ہلدیٔ وَوٹ فیکٹری جہانگیر آباد سیتا پور آپکی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش فرمارہے ہیں اور ہدیہ سلام بھی۔

تنظیم القرآن والحفاظ، پاکستان کی جانب سے موصول شدہ تعزیتی مکتوب

محترم المقام حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی مدظلہ
برادر مکرم مولانا شکیب صاحب قاسمی زادمجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۴/اپریل کو متکلم اسلام، شبیہہ حضرت حکیم الاسلامؒ، حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی (نور اللہ مرقدہ) کی وفات کی اطلاع سے ہم خدام دارالعلوم کو انتہائی رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ مولانا علیہ الرحمہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگانِ نسبی اور روحانی کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا مرحوم کی خدماتِ دینیہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ وفات کی اطلاع حضرت مولانا مرحوم کا وہ زمانہ آنکھوں میں آ گیا جس وقت وہ اپنے گرامی قدر والد محترم حضرت حکیم الاسلامؒ کے ساتھ پاکستان تشریف لائے تھے، اور وہ ان کا جوانی کا دور تھا۔

ہمارے مدرسے میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ درس قرآن کا ثواب بھی پہنچایا گیا اور حسب توفیق یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہم سب آپ کے ساتھ غم میں شریک ہیں۔

یہاں اخبارات میں جو خبریں آئی ہیں، کوشش کر کے جناب کو ارسال کرتا رہوں گا، تاکہ ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ دعا گو و عاجز!

والسلام
غم زدہ: تنویر احمد اشرفی عفی عنہ
۲۹/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ
۱۷/اپریل ۲۰۱۸ء

جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے مہتمم مولانا مقبول ندوی کا تعزیتی مکتوب

حضرت مولانا سالم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت ملت کا بہت بڑا خسارہ

مؤرخہ ۲۶ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶/اپریل ۲۰۱۸ء بروز پیر بعد نماز ظہر جامعہ اسلامیہ کی مسجد میں حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) کے سانحہ ارتحال پر ایک تعزیتی نشست کا انعقاد ہوا جس کا آغاز عزیزی انس حاجی فقیہ متعلم پنجم عربی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔

اس کے بعد مہتمم جامعہ مولانا مقبول احمد صاحب ندوی نے حضرت کا تذکرہ کرتے ہوئے جامعہ اور بھٹکل سے آپ کے تعلق پر روشنی ڈالی اور مرحوم کی وفات پر نہات ہی رنج وغم کا اظہار کیا، نیز اس کو ملت کا بہت بڑا خسارہ بتایا۔

استاد تفسیر جامعہ مولانا الیاس صاحب ندوی نے تعزیتی نشست کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مرحومین کی خدمات اوران کی خوبیوں کا تذکرہ اس لیے کیا جاتا ہے تا کہ طلبہ ان کے احسانات کو یاد کر کے شکر ادا کریں اسی کا نام احسان شناسی ہے۔ نیز مولانا نے شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مولانا حسین احمد مدنی، حضرت سید احمد شہید اور حضرت نانوتویؒ کے خاندان کی تاریخ مختصراً بیان کی، حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا سالم صاحب ،حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے علمی وروحانی جانشین تھے۔

نیز آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ جامعہ اسلامیہ کی ترقی میں جن بزرگوں کی دعائیں ہیں ان میں مرحوم کا خاصا حصہ رہا۔ حضرت والا کو بھٹکل سے گہرا تعلق رہا ہے، اپنی پیرانہ سالی کے باوجود کئی اسفار آپ کے بھٹکل کے ہوئے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند/مجلس مشاورت اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے تعلق سے آپ کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائے گی۔

صدر جامعہ حضرت مولانا اقبال صاحب ملا ندوی نے بھی مرحوم کی خوبیوں کو گناتے ہوئے ان

کی رحلت پر اظہار افسوس کیا، اورفرمایا کہ ہمیں بھی ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اخیر میں حضرت مولانا ہی کی دعا پر مجلس برخواست ہوئی، جلسہ میں اساتذہ جامعہ وطلبائے جامعہ کے علاوہ ایک بڑی تعداد موجود تھی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے، پسماندگان کو صبر جمیل اورامت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

مؤرخہ ۳ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ بھٹکل کی تمام جمعہ مساجد میں آپ کی غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی گئی۔

مولانا مقبول ندوی

علاقات عامہ

جامعہ اسلامیہ بھٹکل

مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی مغربی چمپارن بہار (الہند)
کے ذمہ داران کی طرف سے موصول شدہ تعزیتی مکتوب

بخدمت حضرت مولانا محمد سفیان صاحب
مہتمم دارالعلوم وقف دیو بند دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمتہ اللہ

خدا کرے مزاج اقدس مع متعلقین بہم وجوہ بخیر ہوں اللہ کا کرم ہے ہند و بیرون ہند میں پھیلے ہوئے علمائے کرام وخدام دین وملت کے مربیٔ اعظم - استاد الأ ساتذہ بقیۃ السلف اور گلزار قاسمی کے امین آنجناب کے والد بزرگوار کے انتقال پر ملال کی اندوہناک خبر سے مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی ضلع مغربی چمپارن بہار اور علاقۂ ساٹھی کی پوری فضاء پر ایک عجیب اداسی چھا گئی۔ رنج وغم میں ڈوبے ہوئے اساتذہ وطلبہ نے قرآن خوانی کے سلسلہ کو جاری رکھا اور بعد نماز عصر تمام اساتذہ - طلبہ اور علاقۂ ساٹھی کے خواص پر مشتمل تعزیتی نشست میں مولانا مرحوم کی خدمات جلیلہ ذاتی اوصاف و کمالات اور نسبتی عظمت پر روشنی ڈالی گئی۔ پھر اجتماعی طور پر ایصال ثواب کے بعد حضرت کی مغفرت و ترقی درجات کے لئے دعاء کی گئی۔

ہمیں شدید احساس ہے کہ حضرت کی رحلت سے صرف خاندان قاسمی کے افراد ہی نہیں بلکہ پوری قوم اور اپنی ملت کے سارے افراد مولانا کے علم وفضل اور فیوض و برکات کے ابلتے چشمہ سے فیضیاب ہوتے رہنے سے محروم ہو گئے۔

بلاشبہ اس قومی وعلمی حادثہ کا درد ہم سبھی اسی طرح محسوس کر رہے ہیں جس طرح آپ حضرات محسوس کر رہے ہوں گے۔ تاحال قرآن خوانی کا سلسلہ جزوی وقت میں جاری ہے۔ ہماری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے خاندان کے سارے افراد کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی۔ مغربی چمپارن بہار کے ذمہ داران۔ اساتذہ۔ طلبہ اور علاقۂ ساٹھی کے افراد آپ کو اور پورے خاندان قاسمی کے افراد کو اپنی تعزیت پیش کرتے ہیں۔

شریک غم
انوار الحق

المدرسۃ الاسلامیۃ العربیۃ فیض العلوم، تھانہ ٹین، رامپور (الہند) کے ذمہ داران کا تعزیتی مکتوب

جامع العلوم والفیوض ذوالمجد والکرم حضرت اقدس مولانا محمد سفیان صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ احقر اپنے رفقا رواحباب کی طرف سے آنجناب کے والد گرامی عظیم المرتبت خادم الملۃ والدین نمونہ اسلاف خانوادۂ قاسمیہ کے چشم و چراغ کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور بصمیم قلب دعا گو ہے کہ باری تعالیٰ حضرت کی حسنات کو شرف قبولیت عطا فرمائے فیوض و برکات کو تا قیامت جاری رکھے۔ بلا شبہ حضرت مرحوم ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن حضرت کا خلوص وللّٰہیت، خوش مزاجی، بلند اخلاقی علوم عقلیہ نقلیہ میں گہرائی وگیرائی، زہد وتقویٰ، توکل ووفاء ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

باری تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور بافیض مقبول بندوں میں شامل فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور قبر اطہر کو جنت کی کیاری بنائے۔ امت کو حضرت مرحوم کا نعم البدل عطا فرما کر متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

احقر کو اپنی مخصوص دعاؤں میں یاد فرما کر احسان فرمائیں۔ جزاکم اللّٰہ خیر الجزاء۔

والسلام
دعاؤں کا طالب

مولانا محمد طیب مظاہری بنارسی کا تعزیتی مکتوب

محترم ومعظم سامی وقار حضرت مولانا محمد سفیان صاحب
مہتمم دارالعلوم وقف مدظلہ عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آن محترم کے والد معظم حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب نوراللہ مرقدہ کے سانحہ فاجعہ کی خبر سن کر سخت صدمہ پہنچا۔ یہ اندوہناک حادثہ ملت اسلامیہ کے لئے عموما اور اہل ہند کے لئے خصوصاً بہت ہی المناک رہا۔ میرے والد ماجد مولانا محمد یونس صاحب بنارسی علیہ الرحمہ کا تعلق حضرت سے بہت ہی گہرا اور مخلصانہ تھا اور حضرت کو بھی میرے والد محترم سے خاص مناسبت تھی۔ احقر نے اپنے بچپن سے ہی حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ کے کمالات وعظمت والد محترم کی زبان وکردار سے سنے اور دیکھے ہیں، اور حضرت کی بنارس تشریف آوری پر جو آداب واہتمام دیکھے ہیں وہ دوسرے اکابرین کے متعلق دیکھنے میں نہیں آئے، حالانکہ دوسرے اکابرین سے والد محترم کے تعلقات ہمیشہ خادمانہ ومخلصانہ رہے، حضرت جلال آبادی، حضرت ہردوئی، حضرت پرتاپ گڑھی، مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی علیہم الرحمہ اور انکے معاصر اکابرین سے والد ماجد کے روابط بکثرت رہے، لیکن خاندان قاسمی بالخصوص حضرت حکیم الاسلام اور حضرت استاذ العلماء مولانا محمد سالم صاحب نوراللہ مرقدہما سے جو مخلصانہ اور محبانہ تعلقات تھے وہ سب پر فائق اور مثالی تھے، اس لئے خاندان قاسمی بالخصوص مذکورہ دونوں بزرگوں کی غیر معمولی عظمت ومحبت احقر کے حواس کی بنیادوں میں داخل ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت کے وصال پر احقر کو جو قلبی صدمہ ہوا وہ کئی قرابتداروں کی وفات پر بھی نہ ہوا۔

حضرت اس وقت دنیا میں حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے واحد شاگرد تھے، قدرت فیاض نے حضرت کی ذات عالی میں علوم قاسمی کو اس کے صحیح فکر وتشریح کے ساتھ جمع فرما دیا تھا یہی وجہ ہے کہ اکابر علماء دیوبند کے فکر کی صحیح معنوں میں عکاسی کرنا آپ ہی کا وصف تھا، اکابر علماء دیوبند کے اوصاف و واقعات جو کتابوں میں پڑھے آپ ان کی جیتی جاگتی مثال تھے اور انکے مخلصانہ کردار اور مثالی

اوصاف کی آپ آخری کڑی تھے۔

اس اندوہناک حادثے پر ہم تمام اہل خانہ آپ کو تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام اہل خانہ کو اور حضرت کے جملہ مخلصین ومحبین اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ملت کو حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے۔آمین

(احقر تقریباً ۱۳/روز کے سفر سے لوٹا ہے اس لئے تعزیت میں تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہے)

حضرت کی وفات کے غم والم سے متاثر، خادم

محمد طیب مظاہری بنارسی

۱۲/شعبان ۱۴۳۹ھ

مولانا محمد برھان الدین سنبھلی کا تعزیتی مکتوب

محترم ومکرم، مخدوم زادۂ من جناب مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب زید کرمکم
السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

جناب کی طرف سے مخدوم اہل علم وفن جملہ اساطینِ امت حضرت خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمیؒ (آہ جنہیں آج رحمۃ اللہ علیہ لکھنے پر قلم مجبور ہو رہا ہے) ان کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع اور آئندہ منعقد ہونے والے اجتماع کی دعوت پر مشتمل کرم نامہ موصول ہوا، یادفرمائی وعزت افزائی کا تہ دل سے شکریہ۔ ان شاء اللہ۔ تعمیل حکم میں مقررہ موضوع پر ٹوٹی پھوٹی زبان میں تحریری خراج عقیدت لیکر حاضر ہونے کا پختہ ارادہ ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق دے، کیونکہ مسلسل وطویل علالت اور معذوری کے سبب کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کب فرمانِ خداوندی حاضری کے لیے موصول ہو جائے۔

والسلام
محتاجِ دعا
محمد برہان الدین قاسمی سنبھلی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو

مدرسہ اسلامیہ عربیہ ضیاء القرآن، بوڑیہ (ہریانہ) کا تعزیتی مکتوب

آنکھ پھاڑے دیکھتا سارا زمانہ رہ گیا
اڑ گیا پنچھی چمن سے آشیانہ رہ گیا
دنیا سے ایک دین کا رہبر چلا گیا
افسوس آج حضرت طیبؒ کا جگر چلا گیا
سارا شہر ایک آن میں ماتم کدہ ہوا
جس نے بھی یہ خبر سنی وہ غمزدہ ہوا
ہر شخص کے لبوں پہ تھا افسوس یہ کیا ہوا
روحانی بھائی ہم سے ہمارا جدا ہوا

محترم المقام خطیب العصر ولیٔ کامل رہبر دین وملت حضرت الحاج مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہ خانوادۂ قاسم کے چشم و چراغ اور حقیقی جانشیں تھے! اور اپنے دادا حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ اور والد محترم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی علیہ الرحمہ کے طرز پر علوم دینیہ و اصلاح وارشاد کا کام بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے! آپ کافی عرصہ سے بیمار تھے اب اس دنیائے فانی کو الوداع کہکر دار البقا کی طرف کوچ کر گئے اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سانحہ ءارتحال کی خبر سے قلبی رنج وافسوس ہوا حضرت علیہ الرحمہ اسلاف کا نمونہ تھے ملنساری خوش مزاجی اور خوش اخلاقی کے پیکر تھے! پوری دنیا میں حضرت کے روحانی فیضان سے خواص و عام مستفیض ہو رہے تھے! باری تعالیٰ حضرتؒ کی دینی اصلاحی علمی اور درسی خدمات کو قبولیت عطا فرمائے! اور اس کے صلہ میں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو و جملہ متعلقین منسلکین اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین ثم آمین) مدرسہ ضیاء القرآن پوڑیہ میں جیسے ہی حضرتؒ کے وصال کی خبر موصول ہوئی ایصال ثواب کا اہتمام کر دیا گیا؟ بندہ اپنی ضعف طبیعت اور مسلسل علالت کی وجہ سے حضرت نور اللہ مرقدہ کی نماز جنازہ میں شرکت کے شرف کی سعادت سے محروم

رہا، البتہ میرے بیٹے مولانا عبدالجبار اور دیگر اساتذہ وطلبہ نے حضرتؒ کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ حضرت علیہ الرحمۃ کی دینی وملی خدمات کا جو عظیم حلقہ اور وسیع دائرہ تھا! ظاہر ہے کہ وہ سارا ہی حلقہ آج سوگوار و ماتم کناں ہے: ان کی ذات ستودہ تمام امت مسلمہ کے لئے جس حد تک نافع اور مثمر برکات تھی اس حادثۂ ناگہاں کے سبب ان منافع اور برکات سے احساس محرومی سے تمام ہی امت مسلمہ باچشم وگریاں اندوہ وملال کی بے قرارانہ اور بے تابانہ کیفیات سے دوچار ہوگئی! بلاشبہ سب ہی لوگ اپنی جگہ مستحق تعزیت ہیں! ضرورت ہے کہ سبھوں کو تلقین صبر کیا جائے کیونکہ ایسے نافع خلائق اور عظیم خادم دین کی وفات حسرت آیات کسی ایک خاندان یا کسی ایک ادارہ کا خسارہ نہیں بلکہ تمام امت مسلمہ کا اجتماعی خسارہ ہے، اللہ تبارک وتعالی ہم سبکو انکا نعم البدل عطا فرمائے (آمین) کل نفس ذائقة الموت کے تحت ایک دن ہم سب کو اس راہ سے گذرنا ہے اور موت کا مزہ چکھنا ہے؟ تو محض غم وحسرت کی بدلیوں میں چہرہ چھپانا کوئی بلند ہمتی نہیں ہوگی بلکہ حضرتؒ کے ساتھ حقیقی محبت اور ان کی عزت وعظمت کے جو احساسات ہمارے دلوں میں ہیں اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم تمام لوگ ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کو ان ہی کے نہج پر انجام دیں اور درجۂ کمال تک پہنچانے کی فکر وسعی کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کریں، اللہ رب العزت حضرتؒ کو اپنے خصوصی فضل میں چھپا کر غریق رحمت فرمائے ارفع درجات کے ساتھ انکی بے بہا دینی وملی خدمات کا اپنی شایان شان صلہ عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

والسلام

احقر عبدالستار مفتاحی، خادم

مدرسہ اسلامیہ عربیہ ضیاء القرآن قصبہ بوڑیہ

ضلع یمنا نگر ہریانہ

دارالعلوم جامع الہدیٰ، مرادآباد (کے ذمہ داران کی طرف سے موصول شدہ تعزیتی مکتوب

محترم ومکرم حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی حفظہ اللہ
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے جلیل القدر والد، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی علیہ الرحمۃ کے سانحہ وفات کا علم ہوکر نہایت رنج وافسوس ہوا۔(انا للہ و انا الیہ راجعون)

قحط الرجال کے دور میں ایسی نابغۂ روزگار ہستی کا اس دنیا سے چلے جانا پوری ملت اسلامیہ بالخصوص ارباب مدارس کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ اسلاف کی نشانی اوراس علمی خاندان کے چشم و چراغ اور قابل فخر فرزند تھے کہ جنہوں نے ملک میں توحید وسنت کی شمع فروزاں کی جسکی روشنی سے ایک عالم نے رہنمائی حاصل کی۔ **فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء.**

حضرتؒ کا خود بندہ سے نیز ہمارے ادارہ جامع الہدی سے خصوصی تعلق تھا، وہ کئی بار ختم بخاری وغیرہ کے موقع پر مدرسہ میں تشریف لائے۔اوراپنے علمی فیضان سے تشنگان علوم نبوت کو مستفید فرمایا۔

راقم الحروف اور جملہ اساتذہ وکارکنان مدرسہ حضرت والا علیہ الرحمۃ کے اہل خاندان اور وقف دارالعلوم دیوبند سے دلی تعزیت اورصبر وسلامتی کی دعا دیتے ہیں۔

غفر اللہ لہ وأسکنہ فسیح جناتہ آمین

والسلام
محمد اعلم قاسمی غفرلہٗ
مقیم دارالعلوم جامع الہدی مرادآباد (الہند)

معہد طیب نور چک بہار کے ذمہ داران کی طرف سے تعزیتی مکتوب

قابل قدر عظیم المرتبت حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ
جانشین خطیب الاسلام ومہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے، بعدہٗ عرض ہے کہ مورخہ ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ مطابق ۲۷/رجب المرجب بروز شنبہ کی دوپہر کے بعد جیسے ہی جانکاہ حادثہ کی خبر بذریعہ فون موصول ہوئی کہ علوم قاسمیہ کی ممتاز شخصیت خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ اب اس دنیائے فانی سے رحلت فرما کر مسافر آخرت ہو گئے، علمی حلقوں کی فضا مغموم ہو گئی۔

حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ دور حاضر کے اخلاف اور اکابر واسلاف کے حقیقی وارث وامین تھے۔ آپ بہترین خطیب، باکمال مفسر ومحدث، عربی زبان وادب کے بہترین محقق اور تزکیہ سلوک کے امام تھے۔ حضرت کا سانحہ ارتحال پوری ملت کا سانحہ ہے اور ایک تابناک عہد کا خاتمہ ہے۔ حضرت والا بہت سی صفات کے حامل اور بہت سی خوبیوں سے متصف تھے۔

احقر بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہے کہ باری تعالیٰ حضرت خطیب الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کو غریق رحمت فرما کر اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے آمین۔

اخیر میں یہ ناچیز حضرت والا کے اہل خانہ سے تعزیت پیش کرتا ہے۔ اور آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے، رب ذوالجلال آپکو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت والا اس ادارہ معہد طیب نور چک کے سرپرست تھے۔ اب آپ حضرت سے مودبانہ درخواست ہے کہ اس ادارہ کی سرپرستی قبول فرما کر ایک سرپرستی نامہ ارسال فرمائیں، نوازش ہوگی۔

آپ کی دعاؤں کا طالب
محمد جسیم الدین القاسمی
ناظم معہد طیب نور چک، بسفی مدھوبنی بہار

مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں کے ذمہ داران کا تعزیت نامہ

گرامئی قدر حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون!

عرض خدمت یہ ہے کہ مورخہ ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء بروز سنیچر، دوپہر میں یعنی ظہر کی نماز کے بعد یہ خبر ملی کہ آپ کے والد بزرگوار خانوادۂ نانوتوی کے علوم کے امین، بے مثال واعظ وخطیب متکلم اسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب اپنے خاندان، بے شمار شاگردوں اور اہل تعلق کو چھوڑ کر داعیٔ اجل کولبیک کہہ گئے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت والا کا مدرسہ بیت العلوم، عبداللہ نگر، مالیگاؤں اور اس کے اراکین سے بالخصوص مدرسہ کے چیف ٹرسٹی جناب الحاج خالد عمر صدیقی صاحب سے بہت گہرا ربط وتعلق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں میں متعدد بار حضرت کی حاضری ہوئی۔ چند سال قبل دارالعلوم وقف میں تعمیر ہونے والی مسجد اطیب المساجد کی تعمیر کے سلسلے میں فراہمیٔ مال کیلئے حضرت والا کا جو دورہ مالیگاؤں کا ہوا تھا، اس وقت مدرسہ بیت العلوم عبداللہ نگر ہی کے چیف ٹرسٹی جناب الحاج خالد عمر صدیقی صاحب کے یہاں حضرت کا قیام تھا۔

حضرت والا کے انتقال پر ملال کی وجہ سے جہاں خانوادۂ قاسمی اور دارالعلوم وقف کے اساتذہ و طلباء کو رنج اور صدمہ پہنچا، وہیں بیت العلوم سے گہرے ربط کی بنا پر بیت العلوم کا پورا عملہ اراکین اساتذہ سب اپنے گہرے دکھ اور رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ اللہ حضرت والا کی مغفرت فرمائیں، جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔

صدرالمدرسین

مدرسہ بیت العلوم، عبداللہ نگر مالیگاؤں (ناسک) مہاراشٹر

مفتی احمد دیولوی، گجرات کا تعزیتی مکتوب

تاریخ: ۶؍شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ مطابق: ۲۳؍اپریل ۲۰۱۸ء

محترم المقام حضرت مولانا سفیان صاحب زید مجدہٗ
جانشین خطیب الاسلام مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد التسلیم المسنون! امید ہے آنمحترم وجملہ متعلقین واحباب واندرون خانہ عافیت، مسرت اور شادمانی سے ہم کنار ہوں گے، آمین۔ بعدہٗ: خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب ''رحمۃ اللہ علیہ'' کا سانحۂ ارتحال ملت اسلامیہ کے لئے عموماً اور ملت ہندیہ کے لئے خصوصاً ایک ناقابل تلافی سانحہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم وقف، مسلم پرسنل لا بورڈ، اسلامک فقہ اکیڈمی اور ندوۃ العلماء جیسے دسیوں بھاری بھرکم ادارے جہاں آپ کی خدمت سے محروم ہو گئے وہیں ملت اسلامیہ جو اس وقت قیادت کی سخت محتاج تھی اپنے زمانے میں بہترین قائد سے محروم ہوئی۔ اصلاح وموعظت کی مجلس سونی ہوگئی، علم وادب کی محفل ماند پڑ گئی، خواص کا مقتدا رخصت ہوا، عوام کا مخلص رہبران سے بچھڑ گیا۔ پوری امت سوگوار ہے اور اس غم فراق میں جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات بھی برابر شامل ہے، اس لئے کہ حضرت کی بے شمار یادیں جامعہ سے وابستہ ہیں، کئی بار حضرت جامعہ آکر جامعہ کے انتہائی اہم پروگرام میں شامل رہے ہیں، بالخصوص اسلامک فقہ اکیڈمی کے جامعہ میں منعقد ہونے والے سیمینار میں اور مجلس تحفظ مدارس گجرات کی جانب سے سورت میں منعقد ہونے والی دہشت گردی مخالف کانفرنس میں حضرت کا اہم رول رہا ہے، گجرات آمد کے موقع سے بھی آپ جامعہ میں حاضری کا اہتمام فرماتے تھے، المختصر جانے والا شجرۃ طیبۃ کا ثمر طیب تھا جس سے امت ایک زمانے تک مستفید ہوتی رہی، اللہ تعالیٰ پورے خانوادہ کی خدمت کو قبول فرمائے اور یہ سلسلہ اس گھرانے میں تادیر جاری ساری فرمائے، آمین۔

میں جامعہ کے اساتذہ، اراکین اور محسنین کی جانب سے تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں، **اعظم اللہ اجر کم واحسن عزاکم و غفر لمیتکم**. اللہ تعالیٰ حسنات قبول فرمائے، لغزشوں کو حسنات سے مبدل فرمائے، جنت الفردوس میں جوار رسول ﷺ میں جگہ عنایت کرے۔ آمین

فقط والسلام

(حضرت مولانا مفتی) احمد دیولوی (دامت برکاتہم)

بانی رئیس: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات

عبدالغفور پاریک صاحب کا تعزیت نامہ

وکان امر اللّٰه قدرا مقدورا اوراللہ کاامرواقع ہوکرہی رہتاہے۔

اللہ کے فیصلے پرمومن کوراضی ہوناہی پڑتاہے۔
جونہیں رہااس پرصبر۔جوکچھ ہےاس پرشکر۔بس یہی کچھ توہمارےبس میں ہے۔
اللہ رب کائنات حضرت مولانا سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بال بال مغفرت فرمائے۔
اوراہل خانہ وخاندان ومتعلقین کوانتہادرجہ کاصبرعطافرمائے۔
دارالعلوم دیوبند(وقف) کےایک استاذ کےالفاظ ہیں۔
''مولانامرحوم صبروضبط،قوت برداشت بےانتہارکھتے تھے،بڑےسے بڑےمسائل کوچٹکیوں میں حل کردیاکرتے تھے۔''
کتنی بڑی بات ہواگرہم کم مایہ لوگوں میں بھی یہ خوبیاں آجائیں۔
یوپی رابطہ کمیٹی کےذمہ دارکےالفاظ ہیں:
''وقت کی پابندی،غیبت سے پرہیز معاملات کی صفائی مولانا مرحوم میں بدرجۂ اتم موجود تھیں''۔
ہم نااہل اگرحضرت مولانامرحومؒ کی خوبیوں کواپنی زندگی میں عملی طورپرلےآئیں تویہ سب سےبڑااخراج عقیدت ہوگا۔

وماتو فيقى الا باللّٰه.
خاکسارمحتاجِ دعا

مدرسہ احیاء العلوم کے ذمہ داران تعزیتی مکتوب

سراپا فضل وکمال حضرت مولانا سفیان صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبراتہ

بعد تحیہ مسنونہ خیریت طرفین مطلوب ومعروض ہے۔

رئیس المتکلین خطیب الاسلام حضرت مولانا سالم صاحب کی وفات ایک زریں دور کا خاتمہ ہے وہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے آخری شاگرد رشید اور علوم قاسمیہ کے امین ووارث تھے۔ حضرت رحمہ اللہ کے وصال سے امت مسلمہ اپنے اس عظیم رہنما سے محروم ہوگئی جو ۹ دہائی تک اپنے خون جگر سے نئی نسل کی صدیقی جذبہ کے ساتھ آبیاری کرتا رہا۔ وہ اب ایسے سفر پر روانہ ہو گئے جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی تمام مساعئ جمیلہ قبول فرمائیں اور اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائیں۔

یہ اہل مدرسہ حضرت کے تمام پسماندگان تلامذہ متوسلین مسترشدین اور اہل دارالعلوم وقف کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں۔

نیز اطلاعاً عرض خدمت ہے کہ مدرسہ میں ختم قرآن شریف اور ایصال ثواب کرایا گیا ہے۔

فقط والسلام
بندہ روح الأمین حاجی محمد شفیع مالونیا
خادم مدرسہ ھذا
لوناواڈہ ضلع مہی ساگر (گجرات)

مولانا اختر ریڑھی تاجپورہ کا تعزیتی مکتوب

محترم المقام حضرت مولانا محمد سفیان صاحب
خلف الرشید حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ
زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء بروز شنبہ بوقت ۳/بجے بذریعہ فون یہ اندوہناک خبر ملی کہ نمونۂ اسلاف حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کے امین، حکیم الاسلام جناب حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے لخت جگر حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید حضرت اقدس مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا، انا للہ و انا الیہ راجعون.

موت العَالِم مَوتُ العَالَم ایسے ہی اشخاص کیلئے منطبق ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں ربّ ذوالجلال نے بے حد کمالات وصفات ودیعت فرمائے تھے، دارالعلوم کے قضیہ نامرضیہ سے پہلے دارالعلوم میں مرحوم کی شناخت مقبول استاد اور بے مثال خطیب کے ساتھ ہوتی تھی، اسی لئے انکے مبارک نام کا ایک حصہ خطیب العصر بھی ہے، حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت نے انہیں کندن بنادیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسی لئے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہر میدان میں انہیں عروج بخشا تھا۔

مسلک دیوبند کی صحیح ترجمانی کا کمال اگر حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا تو اسی میدان میں خطیب العصر مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کچھ کم نہ تھے، جو انکے وصال سے بظاہر خالی نظر آتا ہے۔

اخلاق کریمانہ تو اس درجہ اعلیٰ کہ ہر کس وناکس یہ محسوس کرتا کہ حضرت والا سے ہماری مدتوں کی شناسائی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے قضیہ نامرضیہ کو جس خوش اسلوبی سے انہوں نے اقدام کر کے اختتام تک پہونچایا وہ اس دور کا یقیناً ایک اعجوبہ ہے، جس پر اللہ کی کتنی رحمتوں کے حضرت مرحوم مستحق ہوئے، اور علماء کے وقار کو کس حد تک مجروح ہونے سے بچایا اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

بہرحال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال وقف دارالعلوم، خانوادۂ حضرت نانوتوی ہی کیلئے سانحہ نہیں بلکہ امت مسلمہ کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے، جسکی وجہ سے ہر ایک کا دل رنجیدہ ہے، مگر اللہ کے فیصلے اٹل ہیں، سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں، انا للہ ما اخذ و لہ ما اعطی ہم سب کیلئے تسکین کا باعث ہے، جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ ضلع سہارنپور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کیلئے جامعہ کے تمام طلباء واساتذہ نے قرآن مجید کی تلاوت کر کے ایصال ثواب کیا اور دعا کی، اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق فرمائے، اور انکی وجہ سے جو ملی نقصان ہوا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اسکی تلافی فرمائے، آمین

والسلام

(مولانا) محمد اختر (صاحب)

مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم خلیل آباد سنت کبیر نگر کے ذمہ داران کا تعزیت نامہ

مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا سفیان احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت خواہ بعافیت تمام ہے............ بقیۃ السلف خطیب الاسلام حضرت اقدس مولانا وسیدنا محمد سالم صاحب قاسمی نوراللہ مرقدہ کا سانحہ ارتحال ہم سب کے لئے نہایت ہی رنج والم کا سبب بنا۔ حضرت کی ذات اقدس تمام مسلمانان ہند کیلئے خاص طور پر امید کی آخری کرن تھی صد افسوس وہ بھی ٹوٹ گئی۔ خانوادہ قاسمی کے سچے جانشین اور حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی وارث دارالعلوم دیوبند کی کشتی کے کھیون ہار، ہم سب کے ماوی وملجأ اور خاص طور سے میرے اس حقیر دارالعلوم کے سرپرست وخیراندیش دعاؤں اور ڈھیر ساری برکتوں سے نوازنے والی ذات گرامی کی جدائیگی پر ہمارے اساتذہ طلبہ اور تمام خدام کے لئے ناقابل برداشت دکھ، تکلیف، اور کلفت کا پہاڑ ٹوٹ گیا، انسانی عاجزی وبے بسی کے ساتھ ہم سب خدام تعزیت کے لئے مسجد میں جمع ہو گئے۔

آج سے تقریباً بارے سال پہلے ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب گورکھپور کے واسطے سے حضرت کی تشریف آوری ہم سب کے درمیان ہوئی تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ وعظ ونصیحت کے انمول موتیوں اور جواہر پاروں سے نوازتے رہے۔ اطراف کے اہل بدعت کا بہت بڑا مجمع بھی شریک ہوا اور حضرت کی صورت وسیرت اور نصائح کو انمول موتیوں کی شکل میں اپنے دامنوں میں سمیٹ کر یہ کہتے ہوئے گئے کہ عالم ربانی کی صورت وسیرت اور ارشادات دارالعلوم دیوبند کے ترجمان کی حیثیت سے ایسی ہونی ہی چاہئے۔

ہم سب خدام نے نم آنکھوں سے ایصال ثواب اور دعاؤں کا اہتمام کیا اور کرتے رہیں گے، رسم ورواج کی حیثیت سے بھی اور اسلئے بھی کہ آپ محترم حضرت کے حقیقی جانشین ہیں یہ حقیر تعزیت پیش کرتا ہے۔

حق تعالی دارالعلوم دیو بند وقف کو تا قیام قیامت ثبات وقیام اور برکتوں سے مالا مال فرماتا رہے اور حضرت کے اس لگائے ہوئے پودے کو پھل پھول سے مالا مال فرماتا رہے اور آپ حضرت کو اور آپ کے اہل خانہ کو صبر جمیل کیساتھ حکمت قاسمیہ کی وراثت سنبھالنے، نبھانے اور پوری دنیا میں تقسیم کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے اور حضرت کے درجات عالیہ کو بلند سے بلند فرمائے اور اپنے جوار خاص اور اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور آپ سے بھی دعاؤں کی درخواست ہے۔

فقط والسلام

احقر وسیم احمد قاسمی

مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم خلیل آباد سنت کبیر نگر یوپی

مدرسہ نورالاسلام کی طرف سے تعزیت نامہ

تعزیت نامہ بموقع وفات خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب

رحمة الله رحمة واسعه

صاحبزادۂ خطیب الاسلام حضرت مولانا سفیان صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بعد سلام مسنون جانبین سے خیریت مطلوب ہے۔

بہت ہی رنج وغم کے ساتھ مدرسہ نورالاسلام گودھراپولن بازار کے جملہ اساتذہ و منتظمین تعزیت پیش کرتے ہیں کہ جانشین حکیم الاسلام خطیب الاسلام علوم نانوتوی کے امین و پاسباں خانوادۂ قاسمی کے چمکتے دمکتے چشم و چراغ فخرِ ہند، سرخیل علماء دیوبند محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد سالم صاحب کا انتقال ملکِ ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم کے لئے علمی و دینی خسارہ ہے۔ دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے، پسماندگان ومتوسلین ومحبین وشاگردان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور امت کو نعم البدل عطا فرمائے۔ (آمین)

گلشنِ دین و شریعت پر رہی جس کی بہار
ہائے افسوس اک دنیا ہوئی پھر سوگوار
ناز تھا ملت کو جس کے طرز پر انداز پر
جھوم اٹھتا تھا زمانہ جس کی اک آواز پر
جس کے فیض عام سے معمور تھا دارالعلوم
خوشہ چیں جس بدر کامل سے رہے ہر پل نجوم
اے خدا سالم کو بھیج اب اعلی اعلیین میں
خوب تھی پرواز علم و فن کی اس شاہین میں
صرف کنبہ ہی نہیں عالم ہے صدمہ سے نڈھال
اے خدا نعم البدل دے کر تو صدمے سے نکال

دارالعلوم صفہ جودھپور کے ذمہ داران کا تعزیت نامہ

بخدمت اقدس مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا سفیان صاحب دام ظلکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تقدیر الٰہی کے سربستہ راز دنیا کو بتانا جنکا خاندانی پیشہ ہو، ان پر کوئی کیا تقدیر کی حکمتیں افشا کرے گا، سوائے اسکے کہ اس موقع پر ثواب کی نیت سے ایک حکمت آمیز آیت کریمہ کی تلاوت کر لی جائے: ﴿ماأصاب من مصيبة فى الارض ولافى انفسكم الافى كتاب من قبل أن نبرأها ان ذلك على الله يسير، لكيلا تأسوا على مافاتكم ولا تفرحوابما آتاكم.﴾ البتہ طبعی صدمہ فطری چیز ہے، جس پر ہم ''پورے خانوادہ قاسمی'' کو قلبی تعزیت پیش کرتے ہیں، یہ مصیبت سب کے لئے مصیبت عظمی ہے، یہ درد تنہا آپکا درد نہیں ہم سب کا اور پوری ملت اسلامیہ کا درد ہے، اسوہ اسلاف، نمونہ اکابر علوم قاسمی کے وارث حضرت نور اللہ مرقدہ کے سانحہ ارتحال پر ہم سب کے دل زخمی ہیں، مگر ہم ان زخموں پر اسوہ نبوی اور حکم قرآنی کی اتباع میں یوں مرہم رکھ لیں گے: انا لله وانا اليه راجعون، اللهم اجر نافى مصيبتنا واخلف لنا خيرا منها، اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه.

حضرت مرحوم نور اللہ مرقدہ کی باقیات صالحات کی فہرست بہت طویل ہے، ذات، خاندان، مدارس، تحریکات، ملک عالم ہر سطح پر انکے کارنامے بے شمار ہیں، واقعی انکی زندگی کا ایک ایک لمحہ قابل رشک گذرا، صبر وثبات اور استقلال وعزیمت کا ایک نیا باب تاریخ میں رقم کر گئے، اس دور پر فتن میں اعتدال استقلال اور عزیمت کا حقیقی مفہوم دنیا کو بتا گئے، صرف قول سے نہیں بلکہ عمل سے بھی سمجھا گئے، زمانہ نے انکے ساتھ بہت کم وفا کی مگر وہ مسلسل عہد وفا کی داستانیں سناتے رہے اسی کو کہتے ہیں۔

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں جن کو زمانہ بنا گیا

حالات وحوادث سے مجبور ہوکر نہ اپنا طرز فکر بدلا، نہ ادا بدلی، نہ انداز بدلا بلکہ خود حالات کو بدل کر نئے رخ پہ ڈال دیا اور زمانے کی مرمت کر کے آنیوالی نسلوں کو ایک پیغام جاوداں دے گئے:

ہم اپنی کیوں طرز فکر چھوڑیں ہم اپنی کیوں وضع خاص بدلیں
کہ انقلابات نو بہ نو تو ہوا کئے ہیں ہوا کریں گے

حضرت مرحوم نور اللہ مرقدہ کے ظل توجہات وعنایات سے پوری مخلوق نے فیض پایا، چناچہ ہمارے صوبہ راجستھان کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت نے اخیر عمر میں پیرانہ سالی اور ضعف و نقاہت کے باوجود تشریف آوری کے اعزاز سے سرفراز فرمایا، خصوصاً ادارۂ ھذا تا حیات انکے ورود مسعود کے احساس سے منور رہے گا، اور انشاء اللہ حضرت کی روحانی توجہ ہمیشہ ہم سب کے ساتھ رہے گی، ہم پر امید ہیں کہ حضرتؒ کے اخلاف انکے تمام نقوش قدم کو آباد رکھیں گے اور اہالیان راجستھان اور ادارہ ھذا کو کسی موقعہ پر فراموش نہ فرمائیں گے اور اپنی خصوصی دعوات صالحہ میں یاد رکھیں گے۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اخوکم فی اللہ (مفتی) حبیب اللہ نعمانی ناظم اعلیٰ
دارالعلوم صفہ جوڑ تحصیل پھلودی ضلع جودھپور راجستھان
مورخہ: ۱۴۳۹/۸/۲ھ

جمعیت علماء کرناٹک کے ذمہ داران کی طرف سے تعزیتی مکتوب

محترم حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم وقف، دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے!

آنمحترم کے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ کی وفات صرف آپ کیلئے نہیں، ہمارے لئے بھی بڑا خسارہ ہے۔ آپ کے غم میں ہم بھی برابر شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم کے وارث، حضرت تھانویؒ کے بحیثیت شاگرد آخری نشانی تھے۔ سب سے معمر اور بہت باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ شہر بنگلور سے آپ کا گہرا تعلق تھا، خاص کر جمعیۃ علماء کرناٹک کی طرف سے ۲۰۰۵ میں منعقد فقہی سیمینار میں شرکت یادگار سفر رہا، لمبے عرصہ تک آپکی یاد تازہ رہے گی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

الحمد للہ حضرتؒ کیلئے یہاں ایصال ثواب کیا گیا، ان شاء اللہ مزید کیا جائیگا۔

فقط

والسلام

عبدالرحیم رشیدی
صدر جمعیۃ علماء کرناٹک

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم چھٹمل پور کی طرف سے تعزیتی مکتوب

مخدوم المکرّم جناب حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

دارالعلوم وقف دیوبند کے صدر مہتمم وآل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر، خانوادۂ قاسمی کی یادگار شخصیت، ترجمان دیوبند، استاد محترم خطیب الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال نے اضطراب وقلق میں مبتلا کردیا ہے۔

حضرت کے انتقال سے صرف خانوادۂ قاسمی ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ یتیم ہوگئی ہے، وہ اسلاف کی یادگار اور نمونہ تھے۔ یقیناً اس عظیم شخصیت کا ہمارے درمیان سے چلے جانا کسی عظیم سانحہ سے کم نہیں، حضرت علیہ الرحمہ میرے استاذ ہیں، میں نے حضرت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے یہی وجہ ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت کی ملاقات کے لئے گیا لیکن خادم صاحب نے بالکل منع کردیا کہ حضرت سے ملاقات نہیں ہوسکتی، میں نے کہا کہ بھائی آپ صرف حضرت سے یوں کہہ دیجئے کہ چھٹمل پور سے محمد ہاشم ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوا ہے، حضرت کو مجھ سے اتنی محبت تھی کہ فوراً اجازت دے دی، اور اسی طرح اپنے ادارہ جامعہ اردو دینیات کی خدمت کے لئے لیٹر لکھ کر مجھکو باقاعدہ بلایا تھا، فرمایا کہ اس وقت آپ جامعہ دینیات میں کام کرلیں اس کے بعد موقع ملنے پر دارالعلوم دیوبند میں بھی خدمت کا موقع مل سکتا ہے، لیکن اپنی چند مجبوریوں کی وجہ سے میں خدمت سے محروم رہا اس کا زندگی بھر افسوس رہے گا۔

دیوبند میں پڑھتے ہوئے اکثر دیکھا ہے کہ حضرت ہر وقت کتب بینی میں مشغول رہتے تھے آپ سراپا علم وتقویٰ وطہارت کے پیکر تھے، آپ کی پوری زندگی تعلیم وتعلم اور خدمتِ دین وملت ہی میں گزری ہے، آپ کا خطیبانہ انداز آپ کے والد محترم حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کی طرح تھا، جچۃ

اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے نسلاً بعد نسلٍ علم وفکر کا جو سلسلہ جاری ہے آپ اسکی ایک عظیم اور حسین کڑی تھے۔

افسوس کہ ہم حضرت مولانا کی ذات سے محروم ہو گئے، جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم چھٹمل پور میں ایک تعزیتی پروگرام منعقد ہوا جس میں تمام اساتذہ اور طلباء نے شرکت کی اور حضرت مولانا محمد آصف صاحب قاسمی وندوی ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم نے ایک شاگرد ہونے کے ناطے بڑے دکھ اور تکلیف کا اظہار کیا اور حضرت علیہ الرحمہ کی خدماتِ جلیلہ پر روشنی ڈالی، حضرت کے لئے ایصالِ ثواب کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔

باری تعالیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

والسلام

ڈاکٹر تقی الدین الندوی کا تعزیتی مکتوب

عزیز گرامی قدر مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی
ناظم دار العلوم وقف، دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی کے حادثۂ وفات کی خبر اچانک معلوم ہوئی، ان کی ذات گرامی سے ناچیز کا پچاس سال سے تعلق رہا ہے، اس خبر کو سن کر قلب ودماغ پر بہت اثر ہے، مرحوم کے انتقال سے ایک دور کا خاتمہ ہوگیا، ان کے لئے ناچیز نے شخصی طور پر بھی اور اپنے ادارہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ میں بھی ایصال ثواب کرایا، آپ کے والد مرحوم کا جو مقام ہندوستانی مسلمانوں کے قلوب میں رہا ہے اللہ کرے کہ آپ کی ذات سے وہ سلسلہ قائم ودائم رہے، میں اس وقت ابوظبی سے یہ تحریر سپرد قلم کر رہا ہوں۔

آپ اور آپ کے خاندان کے تمام لوگوں کے لئے تعزیت پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی ذات گرامی تو ایسی ہے کہ ان پر مستقل ایک مقالہ لکھا جائے جو ان شاء اللہ کسی موقع پر تحریر کروں گا۔

والسلام
مخلص
(مولانا ڈاکٹر) تقی الدین ندوی
بانی وسرپرست: جامعہ اسلامیہ مظفر پور
ورئیس مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی

دار العلوم فلاح دارین ترکیسور (سورت) کے ذمہ داران کا تعزیت نامہ

محترم حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہ اور جمیع افراد خاندان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون!

گذشتہ کل دوپہر کو یہ افسوس ناک اطلاع موصول ہوئی کہ آپ کے والد بزرگوار خطیب الاسلام، جانشین حکیم الاسلام، محبوب العلماء استاذ الاساتذہ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب ہم سب کو اشک بار چھوڑ کر دار آخرت کی طرف رحلت فرما گئے ہیں، انا للہ و إنا الیہ راجعون.

یہ اطلاع ملتے ہی یہاں پورا ماحول غمزدہ اور سوگوار ہو گیا۔

اللہ پاک نے آپ کے اجداد کی طرح والد مرحوم سے بھی دینی علوم کی اشاعت وخدمت کا بہت بڑا کام لیا یہ من جانب اللہ آپ کی مقبولیت کی علامت ہے، متوکلا علی اللہ دار العلوم وقف کی بنیاد رکھی جس سے تشنگان علوم نبوت کی بہت بڑی تعداد سیراب ہو رہی ہے جو یقیناً آپ سب کے ساتھ ساتھ مرحوم کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

یہاں سب ہی سوگوار ہیں، کون کس کو تسلی دے؟ ہم سب ہی تسلی کے محتاج نظر آرہے ہیں، اللہ پاک مرحوم کی خدمات کو قبول فرما کر کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اور آپ سب کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

اپنے تمام ہی بھائی بہنوں اور اہل خاندان کو ہماری طرف سے تعزیت پیش فرمائیں، یہاں فجر میں قرآن خوانی کے بعد مرحوم کے لئے ایصال ثواب، دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرائی گئی ہے نیز اساتذۂ کرام سے بھی اس کی گذارش کی گئی ہے۔

ہم سب آپ کے غم میں شریک ہیں، اللہ پاک ادارہ کو اور امت مسلمہ کو حضرت کا نعم البدل عطا کرے، آمین۔ دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

احقر نے فون پر رابطہ کیا لیکن گھنٹی بجتی رہی۔ ہماری طرف سے بھی تعزیت قبول فرمائیں۔ ہم بھی آپکے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

والسلام

آپ کے غم میں شریک

احقر: رشید احمد خانپوری

(محمد ارشد لولات)
نائب مہتمم دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر

دارالعلوم الاسلامیہ بستی کے ذمہ داران کا تعزیتی مکتوب

محترمی ومکرمی حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ کے مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی (رحمۃ اللہ علیہ) کے انتقال پُر ملال کی خبر سے ہم سب کو شدید دلی صدمہ پہنچا، حضرت کی علالت کی خبر ہی سے ہم سب پریشان تھے، پھر بھی صحت کی آس لگائے ہوئے تھے، مگر مشیت الٰہی یہی تھی، **فإن لله ما اعطىٰ وله ما أخذ وكل شئ عنده بأجل مسمىٰ. انا لله و إنا اليه راجعون.**

حضرت کی وفات علمی، اصلاحی، دعوتی دنیا کا عظیم سانحہ ہے، تاریخ کا ایک زرّیں باب بند ہوگیا، حضرت والا بلاشبہ حضرت نانوتویؒ کے علوم ومعارف کے امین اور حضرت حکیم الاسلامؒ کے علوم ظاہری وباطنی کے صحیح جانشین تھے، ہم سب نے مسلک دیوبند کے ایک عظیم ترجمان کو کھودیا، تواضع وانکساری، کریمانہ اخلاق، وسعتِ ظرفی میں اپنے اسلاف کا بہترین نمونہ تھے، بلاشبہ ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت کی وفات عالم اسلام اور تمام مدارس اسلامیہ کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے، علماء دیوبند کی صفوں میں حضرت مرحوم اپنی ایک الگ شان رکھتے تھے، دارالعلوم الاسلامیہ بستی اور اس کے اساتذہ وکارکنان سے حضرت مولانا مرحوم کو دلی تعلق تھا۔ دارالعلوم الاسلامیہ بستی کو اپنی تشریف آوری سے بھی نواز چکے تھے۔

حضرت مولانا مرحوم کی وفات کا صدمہ پوری ملت کو ہے، دارالعلوم الاسلامیہ بستی میں قرآن کریم کا ختم کرا کے ان کے حق میں ایصالِ ثواب کرا دیا گیا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، اور اپنی جوارِ خاص میں جگہ عنایت فرمائے، آپ صاحبزادگان اور دیگر پسماندگان ومتعلقین نیز ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

سارے اساتذہ اور طلبہ اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

شریک غم
ظہیر انوار قاسمی
مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ بستی

۱۷/اپریل ۲۰۱۸ء

مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڑھ کے ذمہ داران کی طرف سے موصول شدہ تعزیتی مکتوب

مکرمی ومحترمی! زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج عالی بخیر ہو۔

کل صبح سویرے جب حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کے سانحۂ ارتحال کی خبر، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر پہنچی تو یہاں کی فضا سوگوار ہوگئی۔ ہر شخص مولانا کی یاد اور تذکرے میں مصروف ہوگیا۔ تقریباً گیارہ بجے مولانا کی یاد میں تعزیتی نشست منعقد ہوئی، جس میں مولانا کے حوالہ سے خانوادۂ نانوتوی کی علمی ودینی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا کو خاندانی روایات کا حقیقی حامل ونمائندہ قرار دیا گیا۔ اور مولانا کی علمی، دعوتی اور قومی وملی سرگرمیوں کو سراہتے ہوئے ان کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس مشکل دور میں جب ملت اسلامیہ ہند سخت آزمائش سے دوچار ہے مولانا کی وفات کو بہت بڑا خسارہ قرار دیتے ہوئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی گئی۔ اور درج ذیل تعزیتی قرارداد منظور کی گئی۔

''ہم اہل مدرسۃ الاصلاح سرائے میر'' معروف عالم دین، داعی وخطیب، قومی وملی رہنما، نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کی وفات حسرت آیات پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں۔ مولانا مرحوم خاندان نانوتوی کے چشم وچراغ، از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے علمی وفکری میراث کے سچے امین اور ترجمان تھے۔ درس وتدریس، دعوت وارشاد، تصنیف وتالیف اور قومی وملی خدمت سے ان کی زندگی عبارت تھی۔ متعدد قومی وملی اور تعلیمی وعلمی اداروں اور انجمنوں کے رکن رکین، صدر نشین اور سرپرست رہے۔ ان کا علمی وفکری فیض ملک و بیرون ملک ہر جگہ عام ہوا۔ مہر ومروت، شرافت وسنجیدگی، کریم النفسی، وضع داری اور رواداری میں نمونۂ سلف تھے۔ اس دور قحط الرجال میں ان کا وجود بسا غنیمت تھا۔ اس لئے ان کی رحلت قوم وملت کا بڑا خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ

مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے......ان کی خدمات جلیلہ کوشرف قبولیت سے نواز کر شہداء صدیقین کے زمرہ میں شامل کرے۔ نیز اہل خاندان اور قوم وملت کو ان کانعم البدل عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔'' آمین

محترمی! خاندان قاسمی کے اس غم میں ہم اہل مدرسۃ الاصلاح برابر کے شریک ہیں۔ اور بارگاہ رب العزت میں صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کا حامی و ناصر ہو اور مولانا کے درجات بلند کرے اور اپنی رضا سے نوازے۔

والسلام
شریک غم سیف الاسلام اصلاحی، قاسمی
صدر مدرس مدرسۃ الاصلاح سرائے میر

مدرسہ عالیہ عربیہ پتراٹولی کانکے رانچی، جھارکھنڈ کے ذمہ داران کا تعزیت نامہ

الحمد لولیه والصلوٰۃ علی نبیه، امابعد!

محترمی ومکرمی قابل قدر جناب حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی مدظلہ العالی

مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند وجانشین خطیب الاسلام ورئیس المتکلمین حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نوراللہ مرقدہ وسقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

اللہ تبارک وتعالیٰ آپکو اور آپکے جملہ خاندان ومتعلقین ومتوسلین اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور نعم البدل عطا فرمائیں۔

ایک ماہ قبل کل ہند رابطۂ مدارس کے موقع پر ہمارے مدرسہ عالیہ عربیہ کے اساتذہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت وعیادت کی تھی اس وقت سے مسلسل حضرت کی علالتِ طبع کی خبر موصول ہوتی رہی اور ہم سب شفایابی کی دعائیں کرتے رہے، لیکن ایک دن اچانک یہ اطلاع ملی کہ حضرت اس دار فانی سے دارالبقا کی طرف کوچ کر گئے تو اہل مدرسہ اور حضرت کے متعلقین ومتوسلین کو بڑا صدمہ ورنج ہوا، اور فوراً تمام طلبہ کو جمع کر کے حضرتؒ کی حیات اور تقریباً چالیس سالوں سے مدرسہ عالیہ کی سرپرستی کے بارے میں طلبہ اور حاضرین کو گوش گزار کیا گیا اور پھر حضرت کے حق میں ایصال ثواب ہوا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عالیہ کے سرپرست اعلیٰ تھے، کثرت اسفار اور بے پناہ مشغولیات کے باوجود ہر جلسہ دستار بندی میں شریک ہوتے تھے، مدرسہ واہل مدرسہ سے حد درجہ محبت کرتے حتی کہ رانچی سے ہر آنے والے مہمان سے مدرسہ کے احوال وکوائف دریافت کرتے تھے۔ خیر ہم سب کو بھی ایک دن دارفانی سے رخصت ہونا ہے اللہ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے، آمین۔ فقط والسلام

یکم شعبان ۱۴۳۹ھ

اختر غفرلہ مظاہری
خادم مدرسہ عالیہ عربیہ، کانکے، رانچی

مولانا فاروق صاحب (یو، کے،) کا تعزیتی مکتوب
’’موت العالم موت العالم‘‘

حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ وجمیع اہل خانہ

بعد سلام مسنون

دیر سے بیٹھا ہوں ہاتھوں میں لئے اپنے قلم
کیا لکھوں کیسے لکھوں دل پر ہے طاری شام غم

بندہ نماز فجر کے لئے اٹھا تو اس اطلاع نے کہ آپ کے والد محترم حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی اللہ کو پیارے ہوگئے، انتہائی حزن وملال کے ساتھ بے پایاں حیرت وافسوس میں ڈال دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

حضرت مولانا مرحوم کی وفات دارالعلوم وقف دیوبند کے لئے ایک بہت بڑا خلا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں ایسے گوناگوں اوصاف جمع کردیے تھے جو کسی ایک فرد میں کم ہی جمع ہوتے ہیں جس سے ان کی شخصیت میں جامعیت کی شان پیدا ہوگئی تھی جیسا کہ اگر آپ رسوخ فی العلم، قوت استنباط، سلاست بیان، فکروتدبر، اصابت رائے، صبر وقناعت زھد واستغفاء، تقوی وپاک دامنی، خوش گفتار، ذھانت، ظرافت، کامل تواضع اعلی تدریس اور سادگی کا مجسم نمونہ دیکھنا چاہیں تو وہ مرحوم حضرت مولانا کی شخصیت تھی

تیرے بغیر رونقِ دیوار و در کہاں
شام و سحر کا نام ہے شام و سحر کہاں

موت تو ہر ایک کو آنی ہے اور آتی ہے مگر اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی موت اکیلے کی نہیں بلکہ ایک آبادی اور ہری بھری دنیا کو ویران کردیتی ہے، حضرت مولانا کی وفات حسرت آیات بھی ایسی ہی ایک رحلت ہے جس کی کسک ہر خاص وعام کو مدتوں رہے گی۔

کیا لوگ تھے کہ راہِ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں‘‘

اللہ تعالیٰ آپ کو اور جمیع اہل خانہ و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے ہم سب آپ کے ساتھ غم میں شریک ہیں۔

فقط والسلام
بندہ محمد فاروق بن قاری اسماعیل سمنوی
خادم مدرسہ تعلیم القرآن بولٹن یو کے

ابو عاصم اعظمی کا تعزیتی مکتوب

برادرم سفیان صاحب! سلام ورحمت

آپ کے والدِ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہ کے انتقال پُر ملال کی خبر سن کر انتہائی درجہ صدمہ ہوا۔ میں ہی کیا پورے عالم میں عقیدت مندانِ قاسمیہ ایک صدمہ جانکاہ سے گزرے۔ ان کی علمی صلاحیت اور عظیم المرتبتی کا ہر ایک قائل تھا اور ہر دور میں قوم مستفیض بھی ہوئی۔

ذاتی طور پر میری جب بھی ان سے ملاقات ہوئی ان کی شخصیت نے مجھے حد درجہ متاثر ومرعوب کیا۔ اب جبکہ وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن ان کی خدمات اور قدم بہ قدم چھوڑے ہوئے انمٹ نقوش یونہی ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے۔ باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ بلندی درجات کے ساتھ انہیں غریقِ رحمت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے نیز حضرت کے مشن کو آگے بڑھانے کی آپ لوگوں کو توفیق عطا فرمائے۔

(آمین یارب العالمین)

والسلام

شریک غم

ابو عاصم اعظمی (ایم ایل اے)

صدر سماج وادی پارٹی ممبئی ومہاراشٹر

OFFICE OF GURUDEV SRI RAVI SHANKAR

MESSAGE

Hazrat Maulana Muhammad Salim was a great scholar and a fine gumanitarian.

Gurudev and the Art of Living stand with his family and prays for their peace and inner strength.

Gurudev Sri sri Ravi shankar

عزت مآب جناب ملائم سنگھ یادو صاحب (سابق وزیراعلیٰ، یوپی) کا تعزیتی مکتوب

मुलायम सिंह यादव
संसद सदस्य (लोकसभा)
नेता समाजवादी संसदीय पार्टी

पत्रांकः621

प्रिय मोहम्मद सुफियान कासमी जी,

आपके वालिद मौलाना हजरत मोहम्मद सालिम कासमी साहब के निधन से गहरा दुख हुआ। इस असहनीय दुख में हम आपके साथ हैं।

मौलाना हजरत मोहम्मद सालिम क़ासमी साहब मोहतमिम दारूल–उलूम देवबन्द एवं मुस्लिम पर्सनल लॉ बोर्ड के उपाध्यक्ष उनका इस्लामिक शिक्षा जगत में अहम योगदान है जिसको कभी भुलाया नहीं जा सकता। विश्व प्रसिद्व धर्मगुरूओं में इनका नाम आदर सहित लिया जाता है। मौलाना हज़रत मोहम्मद सालिम क़ासमी साहब से हमारा व्यक्तिगत सम्बन्ध था। मौलाना साहब के निधन से हमें व्यक्तिगत क्षति हुई है।

दिवंगत आत्मा की शान्ति, आपको और शोक–संतप्त परिवार को इस दुख को सहन करने की शक्ति प्रदान करने की कामना करता हूं।

आपका
मुलायम सिंह यादव

श्री मोहम्मद सुफियान कासमी
मोहतमिम
वक्फ दारूल उलूम देवबन्द
जिला सहारनपुर उत्तर प्रदेश।

نالۂ فراق

﴿حضرت الاستاد مولانا محمد سالم قاسمی کی رحلت پر﴾

الفراق اے ملتِ بیضا کے فرزند جلیل
عالم دیں، رہ برِ قوم و وطن مردِ نبیل
پیکر رشد وہدیٰ اے داعیِ دین نبیؐ
آب رو ملت کی تیرے دیدۂ پُر نم سے تھی
اس جہانِ علم و فن میں بجھ گئے لاکھوں دیے
تیری رحلت بھی خسارہ ہے زمانے کے لیے
حضرت طیب کے فکر و فن کی تو زندہ مثال
اے خطیب عصر نو اے صاحب فضل و کمال
اے ولی اللہ کے فکر و عمل کے ترجماں
اے امام علم و دانش، نازشِ ہندوستان
قاسمِ علمِ نبوت کے چمن سے فیض یاب
گیسوئے حکمت میں جس نے عمر بھر شانہ کیا
ہے کوئی ہندوستاں میں تجھ سا دیوانہ کیا؟
مرجع اہل نظر بنتا گیا تیرا چمن
رشکِ شیراز کہن ہے آج تیری انجمن
ساز دل پر نغمۂ صبر و رضا گاتا رہا
آیت لاتقنطوا سے دل کو بہلاتا رہا
اے کہ فقرِ بوذریؓ ہر دم رہا تیرا شعار

حلمِ عثمانِ غنیؓ تھا ہر ادا سے آشکار
ظلم کیا شے ہے ذرا مل کر کسی ظالم سے پوچھ
ڈر کی بات لیکن ہم نوا: سالم سے پوچھ
چودہ، انتالیس میں اے وارثِ نوحہ کناں
سالمِ شیریں بیاں بھی جا چکے سوے جناں

سوگوار: وارث ریاضی
کاشانۂ ادب لیکٹا دیوراج
پوسٹ۔ بسوریا، مغربی چمپارن

منظوم تعزیت نامہ

از: ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی

ہوگئے رخصت جہاں سے آج سالم قاسمی
مظہرِ حسنِ عمل تھی جن کی عملی زندگی
ضوفگن تھی ان کے دم سے محفلِ دارالعلوم
تھے چراغِ قاری طیب کی وہاں وہ روشنی
اہل ِ ایماں کر رہے تھے جن سے حاصل کسب فیض
کر رہے ہیں ان کی وہ محسوس شدت سے کمی
مٹ نہیں سکتے کبھی ان کے نقوشِ جاوداں
کم نہ ہوگا تاقیامت ان کا فیض معنوی
اپنے شاگردوں کے تھے وہ درمیاں ہر دلعزیز
اب وہ دیں گے کس کے در پر جا کے اپنی حاضری
ان کی صحبت میں جنھیں ملتا تھا روحانی سکوں
ہو گئی ہے آج غائب ان کے ہونٹوں سے ہنسی
آج مسلم پرسنل لا بورڈ بھی ہے غمزدہ
ان کے ارشادات کی جو کر رہا تھا پیروی
ان کے غم ہیں سبھی علماء و فضلاء سوگوار
ہر طرف سوزِ دروں سے چھائی ہے افسردگی
تھے وہ اپنے عہد کے قومی و ملی رہنما
در حقیقت شخصیت تھی ان کی برقی عبقری

نالۂ غم

بروفات حسرت آیات خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نور اللہ مرقدہ

یہ منظوم تعزیت نامہ اس تعزیتی اجلاس میں بھی دارالعلوم وقف دیوبند کے ایک طالب علم نے پڑھنے کی سعادت حاصل کی جو دارالعلوم وقف دیوبند کے احاطہ میں واقع 'اطیب المساجد' میں حضرت کی وفات کے اگلے روز منعقد ہوا۔ جس میں ملک بھر سے آئے ہوئے مشاہیر علمائے امت، اساتذہ دارالعلوم (وقف) دیوبند اور تمام طلباء نے شرکت کی، اور مختلف جگہوں سے آئے ہوئے متوسلین ومحبین خطیب الاسلام نے اپنے تأثرات کا اظہار کیا۔

حضرتِ سالمؒ رہے ہیں عالموں کے تاجدار
وہ فدائے مصطفیٰ تھے، عاشقِ پروردگار
پیکرِ علم و عمل تھے، ماہرِ جملہ علوم
تھے نگہبانِ شریعت، دینِ حق کے پاسدار
قومِ مسلم کی لئے پھرتے تھے وہ فکر و کڑھن
خادم ملت رہے، اسلام کے تھے جاں نثار
عالموں کے درمیاں وہ معتبر مانے گئے
اور علمی سلطنت کے وہ رہے ہیں شہر یار
جس جگہ اسٹیج پر پہنچے، رہے ہیں کامیاب
وہ خطیبانِ زمانہ میں رہے ہیں نامدار
ان کی برکت سے تھی روشن علم وفن کی انجمن
وہ رہے دارالعلوم ِ وقف کی علمی بہار
ناز فرماتا تھا ان پر گلشنِ دارالعلوم

تھے چمن زارِ رسالت کے شگفتہ گلعذار
وہ تھے نبّاضِ زمانہ، عارفوں کے تھے امیر
عالمِ روحانیت کے تھے رئیسِ باوقار
مسندِ تدریس پر سلجھاتے علمی گتھیاں
برسرِ اسٹیج ہوتے تھے خطیب شاندار
موہ لیتے تھے دلوں کو پُر اثر تقریر سے
ان کی ہر تقریر ہوتی تھی بڑی ہی جاندار
ان کی ہستی مغتنم تھی، قابلِ صد حرزِ جاں
دیکھ کر حضرت کو حاصل ہوتا تھا صبر و قرار
پیش فرماتے تھے برجستہ وہ اقوالِ سلف
اور فرماتے تھے اسرار و معارف آشکار
عقل و دانش کے جہاں کے تھے امینِ معتبر
مینھ برساتی حِکَم کے تھی زبانِ دُرِ فشار
اک جھلک پانے کی خاطر ہوتے تھے بے چین لوگ
گھیر لیتے تھے، انہیں سب لوگ ہی پروانہ وار
ناز فرماتی رہے گی نسلِ نو تا زندگی
وہ رہے انمول موتی باعثِ صد افتخار
خاندانِ قاسمی کے وہ رہے چشم و چراغ
ملتِ اسلامیہ کے آفتابِ زرنگار
احمد نانوتوی کے تھے حفیدِ محترم
مادرِ علمی کے وہ تھے ایک ابنِ ہونہار
طیبِ مرحوم کے اصلی رہے ہیں جانشیں
عالمانِ عہد نو میں وہ تھے اہل اقتدار
تھے حکیمِ امتِ مرحوم کے شاگردِ خاص

آخری شاگرد ان کے یہ رہے ہیں نامدار
حضرتِ اسلم کی فرقت کا رہا ہے تازہ غم
حضرتِ سالم کی فرقت لائی ہے غم بے شمار
وائے ناکامی کہ وہ داغ جدائی دے گئے
اور رخصت ہو گئے وہ جانبِ پروردگار
خانداں والوں پہ رنج و غم کی بجلی گر پڑی
ہر کوئی چھوٹا بڑا غم سے ہوا سینہ فگار
حضرتِ سفیان کے سر پر ہے کوہِ غم گرا
والدِ مرحوم کی فرقت پہ ہیں وہ اشکبار
عاصم و اعظم کی خوشیوں کا گلستاں لٹ گیا
گونجی ہے عدنان و سلماں کی صدائے اضطرار
پتلۂ رنج والم ہیں یہ شکیب ڈاکٹر
یہ صہیب احمد خضر اب رو رہے ہیں بار بار
بحرِ غم میں آج ڈوبے ہیں یہ فاروق و ہشام
حضرتِ شاہد کو حاصل غم ہوا ہے پائیدار
اہل خانہ اور اہلِ خانداں غمگیں ہوئے
عالمِ اسلام سارا ہو گیا ہے اشکبار
سب دعائیں دے رہے ہیں حضرتِ مرحوم کو
مغفرت فرمائے ان کی حشر میں پروردگار
ہے ولی کی یہ دعائے دل اے رب مہر باں
حضرتِ سالم کو دینا قصرِ جنت شاندار

منجانب: طلبۂ دارالعلوم وقف دیوبند

نالۂ فراق

بہ سانحۂ ارتحال خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دے گئے داغِ جدائی سالمِ اہلِ ہنر
وہ زمانے میں رہے عرفان کی نوری سحر
گردشِ دوراں مٹاسکتی نہیں ہے ان کا نام
کارنامے ہو گئے ہیں ان کے نقشِ کا الحجر
گلشنِ دارالعلومِ وقف کی روحِ بہار
جن کی محنت سے سجا تھا علم و فن کا لالہ زار
لذتِ گفتار کیا حاصل رہی مرحوم کو
استفادہ کر رہے تھے اہل دنیا بار بار
ان کے ہونٹوں پر رہا ہر آن وردِ لا الٰہ
اور وہ سیرت نگاروں کے رہے ہیں بادشاہ
عزت و اکرام سے اسٹیج پر آتے تھے وہ
ہوتے تھے علمی مجالس کے وہی تو سربراہ
ان کا نقشِ جاودانی ہو گیا دارالعلوم
وقف کی ہے سر زمیں جو گہہِ ماہ و نجوم
ساری دنیا میں لئے پھرتے تھے وہ پیغامِ حق
بادۂ علمِ نبوت بانٹتے تھے گھوم گھوم
خونِ دل دے کر جسے سینچا وہی گلشن ہے یہ
علم و فن کی موتیوں سے اک بھرا خرمن ہے یہ
اس ادارے سے چلی علمی ہوائے مشک بار
ٹوٹ کر دنیا پہ جو برسا وہی ساون ہے یہ
علم کی خلدِ بریں ہے گلشنِ دارالعلوم

قلعۂ شرعِ متیں ہے گلشنِ دارالعلوم
حضرتِ سالم کی محنت کا ثمر ہے یہ چمن
ضو فشاں شمعِ یقیں ہے گلشنِ دارالعلوم
سینۂ بیدار میں ان کے دلِ بیدار تھا
جو کہ اسرارِ دروں کا موجۂ ذخار تھا
عالمِ اسلام کے وہ تھے مسلم شخصیت
ان کی محنت سے مزیّن دیں کا یہ گلزار تھا
تھے ملنسار و خلیق و مہرباں، مہماں نواز
عشقِ ربّانی کا دل میں رکھتے تھے وہ سوز ساز
کامیابی چومتی تھی ان کے خود بڑھ کے قدم
تادمِ آخر محافظ تھا خدائے بے نیاز
تھے مخالف آندھیوں کے سامنے سینۂ سپر
خدمتِ اسلام وہ کرتے رہے شام و سحر
تھی فضیلت عالموں کے درمیاں حاصل انہیں
معرفت کا نور تھا ان کی جبیں پر جلوہ گر
جلوۂ علم و عمل سے بزم چمکاتے رہے
خوشبوئے خلقِ حسن سے باغ مہکاتے رہے
نغمۂ توحید وہ گاتے رہے ہیں جھوم جھوم
عظمتِ اسلاف کی تاریخ دہراتے رہے
ہے ولی کی یہ دعا، ہوں سرخرو روزِ شمار
گلشن فردوس میں پائیں جگہ وہ باوقار
حضرتِ سالم کی یا رب! نیکیاں مقبول ہوں
قبر پر سایہ فگن ہو رحمتِ پروردگار

پیش کش: مولوی محمد اسعد قاسمی پرتاپ گڑھی، مولوی توصیف عالم غازیپوری

نالۂ فرقت

بموقع رحلت خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از: مولانا ولی صاحب

جانب گلزارِ جنت حضرتِ سالم گئے
سوئے سبزہ زارِ رحمت حضرتِ سالم گئے
ہو گیا جس وقت پورا جن کا دورانِ حیات
آ گیا اللہ کی جانب سے پیغامِ وفات
کہہ پڑے لبیک آیا جس گھڑی حکم قضا
چھوڑ کر اہلِ جہاں کو چل بسے سوئے خدا
ہو گئی خارج بدن سے جب کہ روحِ مطمئن
آ گئی پسماندگوں کے واسطے منزل کٹھن
بندۂ مؤمن تھے سچے خوبیوں سے متّصِف
ان کی شخصیت کے تھے اپنے پرائے معترف
خادمِ دین مبیں تھے باغبانِ گلستاں
تھے علم بردارِ سنت اور حق کے ترجماں
وہ سخی تھے، وہ غنی تھے اور تھے مہماں نواز
پیش کرتے تھے خدا کے سامنے عجز و نیاز
خوب تھا ذوقِ عبادت، تھی حفاظت میں زباں
وسعتِ قلبی میں ان کے تھا سمایا اک جہاں
وہ تواضع، خاکساری، سادگی میں بھی تھے طاق
اک اکابر کا نمونہ وہ رہے بالاتفاق
چھوٹوں پہ شفقت، بڑوں کا کر رہے تھے احترام

کرتے تھے سنن و نوافل کا بڑا ہی اہتمام
راس ان کو آگئی تھی خدمتِ خلقِ خدا
عالمِ اسلام کے مانے گئے تھے مقتدا
تھے صلہ رحمی کے قائل اور ہنس مکھ، خوش مزاج
غیرت و اُنس و مودّت کا عجب تھا امتزاج
وہ امانت میں تھے کامل، تھے دیانت میں عجیب
پیکرِ علم و عمل زہد و قناعت میں عجیب
امّر بالمعروف کرتے، نہی منکر بھی تھا کام
عالمِ اسلام میں ان کا رہا ہے فیض عام
تھے وسیع الظّرف، عالی حوصلہ، دانا، فہیم
حاملِ خلقِ حسن تھے، صاحب قلب سلیم
مختصر کہ، خوبیاں ان میں رہی ہیں بے شمار
چھوڑ کر دنیا گئے وہ جانب پروردگار
زندگی کا دور ان کا آخری جب آ گیا
تو نحافت کا اثر سارے بدن پر چھا گیا
گھیر رکھا تھا کئی امراض نے ان کو مدام
اور آخر ہو گیا اِک روز ہی قصہ تمام
وقت تھا موعود ان کا آیا پیغام اجل
ٹل نہ سکتا تھا کسی سے موت کا حکم اٹل
مدتوں جاری رہا ہے بہتریں ان کا علاج
ان کی بیماری مگر ثابت ہوئی تھی لا علاج
فکر میں ڈوبا ہوا تھا ان کا سارا خانداں
لگ رہا تھا کہ خزاں پا جائے گا اب گلستاں
چودہ انتالیس ہجری، دن وہ شنبہ کا رہا

وہ رجب چھبیس تھی جس روز کوہِ غم گرا
دو ہزار اٹھارہ عیسوی سن رہا وہ الحذر
چودہ تھی اپریل کی وقت تھا وہ دوپہر
یہ خبر گونجی کہ سالم آج رخصت ہوگئے
عالمانِ عہد کے سرتاج رخصت ہوگئے
اس خبر سے ہر طرف گونجی صدائے اضطرار
دل پھٹے، اور ہو گئیں آنکھیں ہزاروں اشکبار
مظہر رنج والم سارے ہوئے پسماندگاں
اور بحرِ غم میں ڈوبے سارے ہی پیر و جواں
گلستاں سونا ہوا ہے حضرتِ سفیان کا
ہو گیا ہے آہ کہ غمِ بیکراں عدنان کا
یہ اسیرِ رنج و کلفت عاصم و اعظم رہے
جو کہ سالم کے لئے کرتے دعا پیہم رہے
ہیں شکیب محترم کی آج آنکھیں اشکبار
حضرتِ سالم کو کرتے یاد ہیں جو بار بار
اب صہیب احمد خضر کی ہو گئی ہے سونی شام
غم زدہ آتے نظر ہیں آج فاروق و ہشام
شاہد و اسعد وہاں پر تادم آخر رہے
خوب اسماعیل ہر لمحہ وہاں حاضر رہے
یاسر و زکریّا کا دل شدّتِ غم سے پھٹا
یہ اویس احمد اسامہ کا گلستاں ہے لٹا
جب بجے تھے ڈھائی دن کے نکلی روحِ مستعار
اس خبر وحشت اثر سے ہو گئے سب اشکبار
دوڑے بھاگے لوگ پہنچے تھے مکانِ خاص پر

غمِ کی چھریاں چل گئیں سب کے رگِ احساس پر
زائرینِ غمزدہ کی تھی لگی لمبی قطار
چار جانب تھا بپا ہنگامہ چیخ و پکار
بج رہے تھے جب گھڑی میں سنئے، دن کے ساڑھے چار
غسل تب دینے لگے تھے چند اہلِ اعتبار
لائے پھر نعشِ مبارک تھے زیارت کے لئے
اور سارے لوگ آئے تھے زیارت کے لئے
مولسری میں لائے پھر تاکہ رہے دیدارِ عام
لگ رہا تھا ہے کسی سلطان کا دربار عام
دس بجے شب میں ہوئی ان کے جنازے کی نماز
حضرتِ مرحوم کو حاصل رہا ہے امتیاز
حضرت سفیان تھے ان کے جنازے کے امام
غمگساروں کا رہا ہے ان کے پیچھے ازدحام
لے چلے مرحوم کو سوئے مزارِ قاسمی
آخری مسکن بنا کوئے مزارِ قاسمی
جب بجے تھے گیارہ شب کے ہو گئی آخر دعا
حاضریں کے ہونٹوں پر پھر ہو گئی ظاہر دعا
سب دعائیں کر رہے تھے خوب ہو کر اشکبار
کلفت وغم کی لکیریں تھیں رگوں پر آشکار
تھی دعا،آرام سے محظوظ یہ سالم رہیں
اور عذابِ قبر سے محفوظ یہ سالم رہیں
نامۂ اعمال میں ان کے رہیں سب نیکیاں
ان کی تربت میں رہیں فردوس کی رعنائیاں
پائیں وہ روزِ قیامت سایۂ عرشِ عظیم

اور فرمائے ضیافت مالکِ عرشِ عظیم
قبر میں راحت ملے، ہو خلد میں اعلیٰ مقام
حشر کے میدان میں ان کو ملے کوثر کا جام
کر خطا سے درگذر یا رب! انہیں کر دے معاف
یا الٰہی ! کر گناہوں سے انہیں تو پاک و صاف
اعلیٰ عِلیئین میں کر دے جگہ ان کو نصیب
اور تو روزِ قیامت دے انہیں قربِ حبیب
صبر کی توفیق دے پسماندگوں کو اے خدا
سایہ افگن قبر پر تیری رہے رحمت سدا
ہے ولی کی یہ دعا فردوس کی آئے بہار
پیشِ رب ہوں سرخ رو، ہوں ساکن دارِ قرار

حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نانوتوی رحمہ اللہ

از: مولانا ریاض احمد انصاری رشادی

نانوتوی علوم کے عالم چلے گئے
دارالعلوم چھوڑ کے سالم چلے گئے
دارالعلوم ! اب تری خدمت کرے گا کون
ہر شخص کہہ رہا ہے کہ خادم چلے گئے
اخلاص تھا، اخلاق تھے، احسان جس سے تھا
ہر جذبہ جس سے تھا قائم چلے گئے
بعدِ وصال، چہرۂ انوار کا منظر
ایسے لگے کہ آپ ہیں نائم، چلے گئے
اشرف علی سے، قاریِ طیب سے جا ملے
نانوتوی علوم کے قاسم چلے گئے
انصاری، بات اتنی تسلی کی سن لے اب
دنیائے دوں سے جنت دائم چلے گئے

قطعۂ تاریخ وفات

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ

از: ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی

شیخ کبیر محمد سالم — صاحبِ علم وفکر و حکمت
مومنِ کامل، مسلم عاقل — آئنہ دارِ دین و شریعت
محکم مذہب، صالح مشرب — حامیِ سنت، ماحیِ بدعت
پاک شمائل دشمنِ باطل — راہ نمای راہ حقیقت
ماہرِ فقہ و حدیث و قرآن — راہی جادۂ سنت و سیرت
پیرو اسوہ، سرورِ عالمؐ — نور چراغِ دیدۂ امت
درس دہِ احادیث نبوی — شارحِ تعلیماتِ رسالت
دوش، بہ أمرِ خالقِ اکبر — کرد بسوی جنت رحلت
برنمود سال وفا ئش — کرد رئیسِ زار چو رمّت
باسروپای شاد برآمد — حاصلِ فکرش: ''رفت بہ جنت''

۴+۳۰۰=۳۰۴

۱۱۳۵
۳۰۴
۱۴۳۹ھ
(۲۰۱۸ء)

تواریخ وفات حضرت مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند ہندوستان

از۔ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی
ادارہ اشرف التحقیق جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

(۱) مولانا محمد سالم قاسمی | ولد جناب مولینا محمد طبیب | وفات پاگئے

۵۶۲ + ۳۴۶ + ۵۳۰ = ۱۴۳۸ھ

(۲) صاحب بیان | مولانا محمد سالم قاسمی | فردوس بریں رفت

۱۶۴ + ۵۶۲ + ۱۲۹۲ = ۲۰۱۸ء

(۳) پیردانا علامہ مولانا محمد سالم قاسمی | مہتمم دارالعلوم دیوبند ہند

۹۷۶ + ۱۰۴۲ = ۲۰۱۸ء

(۴) ہادی انجمن مولانا محمد سالم قاسمی | فردوس بریں رفت

۷۲۶ + ۱۲۹۲ = ۲۰۱۸ء

(۵) لحد فرزند شیخ الاسلام | مولانا محمد سالم قاسمی

۱۴۵۶ + ۵۶۲ = ۲۰۱۸ء

(۶) جناب | مولانا محمد سالم | بہشتی شدی

۵۶ + ۳۵۱ + ۱۰۳۱ = ۱۴۳۸ھ

(۷) وقد قال اللّٰہ جل کلامه | فهو فی عيشة راضية

۴۳۶ + ۱۵۸۲ = ۲۰۱۸ء

(۸) لقد قال الله جل قوله | حسنت مستقرا ومقاما

۵۵۱ + ۱۵۰۷ = ۲۰۱۸ء

(۹) جناب | مولینا محمد سالم قاسمی | یغفر اللّٰہ لہ

۵۶ + ۵۷۱ + ۱۳۹۱ = ۲۰۱۸ء

(۱۰) قلب محزون | خلیل احمد تھانوی

۲۴۳ + ۱۱۹۵ = ۱۴۳۸ھ

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم کا ملت اسلامیہ کے نام ایک ضروری پیغام

آج ملت اسلامیہ پریشان حال ہے لیکن اسلام کی درج ذیل فطری تعلیمات اور ہدایات پر عمل کے ذریعہ ہی ان پریشانیوں سے نجات مل سکتی ہے اس لئے بطور پیغام یہ ہدایات اسلامیہ پیش خدمت ہیں۔

(۱) ارشاد نبوی ہے ’قرۃ عینی فی الصلوٰۃ‘‘ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے، رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اپنے لئے بلکہ ساری امت کے لئے نماز کو راحتِ دل وجان بتایا، اس لئے خاص طور سے مسلمانوں پر نماز کی پابندی ضروری ہے، یہی مومن کی شناخت بھی ہے، اور نماز بہت سی برائیوں سے روکتی بھی ہے، نماز پنجگانہ کے علاوہ حتی الامکان صلوٰۃ الحاجۃ بھی ادا کرنی چاہئے۔

(۲) ارشاد نبوی ہے ’اعمالکم عمالکم‘ یعنی اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں کا سبب دوسروں کو قرار دینے سے پہلے اپنے اعمال پر بھی نگاہ ڈالو اور اپنے ساتھ حاکموں کے طرز عمل کو اپنے اعمال کے آئینے میں دیکھو، ان کی نرم دلی تمہارے نیک اعمال کا ثمرہ ہوتی ہے، اور ان کی سختی تمہارے برے اعمال کے نتیجے کے طور پر سامنے آتی ہے کیونکہ انسانی دلوں کو نرمی یا سختی کی جانب مائل کرنا صرف اللہ رب العزت ہی کے قبضے میں ہے، اس لئے ہمارا سب سے پہلا اور مؤمنانہ فریضہ یہ ہے کہ ہم خوف خدا کے ساتھ اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی عادت ڈالیں، اور انہیں درست کرنے کی زیادہ کوشش کریں۔

(۳) ’کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع بالمرء‘ فتنوں کا سد باب کرنے کے لئے یہ شرعی ہدایت بھی غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے، کہ ’آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر اس بات کو جو کان میں پڑے بلا تحقیق دوسروں کے سامنے نقل کردے‘ اس لئے کان میں پڑی کسی بات کو بلا تحقیق ہرگز زبان پر نہ لایا جائے۔ کیونکہ یہ افواہ ہے، اور افواہیں ہی بسا اوقات بڑے بڑے حادثوں کا سبب بن جاتی ہیں۔

(۴) اپنے جان و مال، عزت وآبرو اور دین وایمان کی حفاظت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے کیونکہ اسی میں خدائی مدد شامل حال ہوتی ہے، بخلاف من گھڑت اور خود ساختہ طریقوں کے ان میں نہ مدد خداوندی شامل ہوتی ہے اور نہ وہ اللہ کے یہاں مقبول ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعہ حفاظت بننے کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔

(۵) یہ تجرباتی حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ پیش آمدہ مشکل اور پریشانی کا جذبات کی رو میں حل کیا نکلتا مزید تکلیف دہ مسئلے ضرور پیدا ہوجاتے ہیں، اس لئے جذبات کی رو کے بجائے غیرت قومی وحمیت دینی کے ساتھ شعور کی روشنی میں مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جانی ضروری ہے۔

(۶) ایک حل طلب مسئلے کے ساتھ دوسرے غیر متعلق حل طلب مسئلے کو جوڑ دینا تجربۃً دونوں مسئلوں کو حل نہیں ہونے دیتا ہے بلکہ اور زیادہ پُر پیچ بنادیتا ہے۔ اس لئے اس غلطی سے مکمل پرہیز کرنا ضروری ہے۔

(۷) ہر زمانے میں اس شرعی رہنما اصول کو پیش نظر رکھنے کو مومنانہ ذمہ داری سمجھنا چاہئے کہ کسی سے دوستی یا دشمنی میں حد سے آگے نہ بڑھو بلکہ اعتدال پر رہو کیونکہ آج کا دشمن کل کا دوست بھی ہوسکتا ہے اور آج کا دوست کل کا دشمن بھی ہوسکتا ہے۔

(۸) وقت اور حالات امید کے خلاف ہوجانے کی صورت میں ہمت اور حوصلہ کو اللہ کے بھروسے برقرار رکھو، اسی ہمت وحوصلے سے وہ صحیح راہ سامنے آسکتی ہے کہ جو وقت وحالات کو صحیح رخ دے کر امیدوں کو پورا کرسکتی ہے۔

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۳۹)

(۹) یاد رکھئے کہ بلا لحاظ مذہب وملت، ہر مظلوم اور مصیبت زدہ انسان کو ظلم اور مصیبت سے نجات دلانے کے لئے ضروری تیاری کرنا، اور تیار رہنا انسانی ضرورت بھی ہے اور شرعی ہدایت بھی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''تمام انسان اللہ کا کنبہ ہیں پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ انسان وہی ہے جو اس کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(۱۰) پریشانی کے وقت ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ کا ورد کریں اور اگر یہ یاد نہ ہو تو 'یا سلامُ' زیادہ سے زیادہ پڑھتے رہیں، عام مسلمانوں کے لئے مندرجہ ذیل

دعاؤں کا ورد بھی بہتر ہے

(۱) ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۃیونس:۸۵)

(۲) ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (سورۃ الممتحنۃ:۵)

اور حفاظ قرآن عام طور پر سورۂ یٰسین، سورۂ نوح اور سورۂ فتح کا ورد کرتے رہیں۔

محمد سالم قاسمی، صدر مہتمم، دارالعلوم (وقف) دیوبند
۱۲/ جولائی ۲۰۱۶ء

آخری التماس

حضرت خطیب الاسلام نور اللہ مرقدہ کی حیات مبارکہ سے متعلق جو باتیں اللہ نے لکھوائیں وہ لکھ دی گئیں، لیکن حضرت کی حیات مبارکہ کے ہر گوشے پر لکھنے کے بعد یہی احساس دامن گیر رہا کہ

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

اس عظیم الشان اور موسوعی شخصیت کے نہ جانے کتنے پہلو ایسے رہ گئے ہیں جن کا ہم جیسے کم علموں کو احساس نہیں ہوا، یا پھر جن پہلوؤں پر حسب مقدور لکھا گیا ہے ان کا بھی نہ جانے کتنا حصہ ہمیں معلوم نہیں، البتہ راقم کے لئے یہ بات انتہائی امید افزاء ہے کہ سوانح لکھنے کی اجازت مجھے خود حضرت خطیب الاسلام نور اللہ مرقدہ نے دی تھی۔ اسی بات کے سہارے انشاءاللہ پر امید ہوں کہ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ مقبولیت سے سرفراز فرمائیں گے اور اگر اس میں غلطیاں رہ گئی ہوں تو اہل علم سے گذارش ہے کہ وہ ان کو معاف فرما کر راقم کی لاعلمی پر محمول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ اس کتاب کو حضرت خطیب الاسلام نور اللہ مرقدہ کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائے، اور راقم کے لئے بھی ہر طرح کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمدا و آلهٖ وصحبه وازواجه و اهل بیته
وعلیٰ من تبعهم باحسان الیٰ یوم الدین

مصادر ومراجع

نام کتاب	مقام اشاعت	مؤلفین
قرآن کریم		
بخاری شریف	فیصل پبلیکیشنز دیوبند	
مسلم شریف	فیصل پبلیکیشنز دیوبند	
ابوداؤد	فیصل پبلیکیشنز دیوبند	
ترمذیم	فیصل پبلیکیشنز دیوبند	
نسائی	فیصل پبلیکیشنز دیوبند	
طبرانی	مکتبہ تھانوی دیوبند	
ابن ماجہ	فیصل پبلیکیشنز دیوبند	
شعب الایمان، الامام البیہقی		
دیوان حضرت علی رضی اللہ عنہ	دارالمعارف دیوبند	
مصنف ابن ابی شیبة		
مستدرک حاکم مکتبہ الرسالہ، مصر		
بیاض یعقوبی	خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون	امیر احمد عشرتی
تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتوی	کراچی، پاکستان	محمد ایوب قادری
نسب نامہ صدیقیان نانوتہ	(غیر مطبوعہ، قلمی نسخہ)	مفتی محمود نانوتوی
شجرہ خاندان صدیقی نانوتہ	جمعیۃ الامام محمد قاسم النانوتوی،	محمد اسامہ صدیقی نانوتوی
حیات طیب جلد اول، دوم	حجۃ الاسلام اکیڈمی، دیوبند	مولانا شکیب قاسمی ومولانا غلام نبی کشمیری
نقدالوکیل	لاھور	مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ
سوانح الامام الکبیر	لاہور، پاکستان	عبدالقیوم حقانی
سوانح قاسمی	مکتبہ دارالعلوم دیوبند	مولانا مناظر احسن گیلانی
قصص الاکابر		حضرت تھانوی

شرح وقایہ	زکریا بک ڈپو، دیوبند	
سوانح حضرت حافظ محمد ضامن شہید	جمعیۃ الامام محمد قاسم النانوتوی	محمد اسامہ صدیقی نانوتوی
جذبات الم	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان	مولانا قاری محمد طیب
دارالعلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ	مکتبہ دارالعلوم دیوبند	
کلیات اقبال	مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی	
بانگ درا		
بیس مردان حق	مکتبہ رشیدیہ لاہور	عبدالرشید ارشد
پرانے چراغ	مجلس نشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
نقوش رفتگاں	ادارۃ المعارف، کراچی،	مفتی تقی عثمانی
تذکرے	اریب پبلیکیشنز، پٹودی ہاؤس، دریا گنج	مفتی تقی عثمانی
دیوان الامام الشافعی	دارالمعارف دیوبند	
مشکوۃ شریف	زکریا بک ڈپو دیوبند	
کلیات اکبر	فرید بک ڈپو پرائیویٹ لمیٹیڈ دہلی	
تفسیر ابن کثیر	دارالعلم للملایین، لبنان	ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر
تعلیم وتدریس کی اسلامی ذمہ داریاں	مطبوعہ عبدالسلام منزل، نانوتہ	محمد اویس صدیقی نانوتوی
دیوان حافظ فارسی		
چراغ رہگذر	ہریانہ وقف بورڈ	قاری اسحاق حافظؔ سہارنپوری
اقتراف الکبائر		عادل بن مبارک
حسن خاتمہ، سوء خاتمہ	جمعیۃ الامام محمد قاسم النانوتوی	محمد اسامہ صدیقی نانوتوی
پس مرگ زندہ	ادارہ علم وادب، افریقی منزل قدیم، دیوبند	مولانا نور عالم خلیل الامینی
البصائر والدخائر	مکتبۃ الرسالۃ، مصر	
استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ	مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی
سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری	مجلس نشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ	مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی
تفہیمات الٰہیہ		حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
نقوش سیرت نمبر	مطبوعہ دہلی	

سیرت کی جامعیت کے چند بنیادی اصول		مضمون حضرت حکیم الاسلام
دبستان معرفت کے ایک گوھر	رائے پوری ٹرسٹ، رائپور	از سلیم احمد ابوکلم اللہ ناظور قاسمی
معارف القرآن	مطبوعہ دیوبند	از مفتی شفیع صاحبؒ
مجالس حکیم الاسلام	ادارہ تصنیفات اولیاء دہلی	مولانا حبیب اللہ قاسمی
گلستان	مطبوعہ دیوبند	شیخ سعدی
شجرہ طیبہ	مدرسہ سراج العلوم، ہلالی سرائے سنبھل	خطیب الاسلام
سوانح مسعودہ بیگم رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ دعوت اسلام، نانوتہ	محمد اسامہ صدیقی نانوتوی
مجالس خطیب الاسلام	دارالاشاعت، شاہین نگر، حیدرآباد	
الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع	مطبوعہ دارالعلم للملایین، لبنان	خطیب البغدادی
دیوان المتنبی	مکتبۃ الرسالۃ، مصر	
المجموع شرح المهذب الامام النووي		
المدرس۔ ومہارات التوجیہ		محمد بن عبداللہ الدویش
احیاء علوم الدین	مکتبہ تھانوی، دیوبند	امام غزالیؒ
قصیدہ بردہ	علامہ بوصیری	
تذکرہ السامع والمتکلم لابن جماعۃ	دارالعلم للملایین، لبنان	
جامع بیان العلم وفضلہ		ابن عبدوس
اخلاق أهل القرآن		الآجري
کریما۔ مطبوعہ دیوبند		شیخ سعدی
خطبات حکیم الاسلام		
فرشتہ صفات	مکتبہ صوت القرآن دیوبند	قاری ابوالحسن صاحب
فضلائے دیوبند کی فقہی خدمات		
شاہنامہ اسلام	فرید بک ڈپو، دہلی	حفیظ جالندھری
تنقیحات حکیم الاسلام	مطبوعہ فرید بک ڈپو، دہلی	
علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج	مکتبہ دارالعلوم دیوبند	از حکیم الاسلام
تاریخ دارالعلوم دیوبند	مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند	سید محبوب رضوی

مسند احمد مطبوعہ	مکتبۃ الرسالۃ، مصر	
بیاض حکیم الاسلام	(غیر مطبوعہ)	
بیاض خطیب الاسلام	(غیر مطبوعہ)	
حدیث اور فہم حدیث	مکتبہ عثمانیہ، دیوبند	مولانا عبداللہ معروفی
تاجدار ارض حرم	ادارہ تاج المعارف دیوبند	حضرت خطیب الاسلام
سفر نامہ برما	مطبوعہ حجۃ الاسلام اکیڈمی	حضرت خطیب الاسلام
حقیقت معراج	ادارہ نشر واشاعت دارالعلوم دیوبند	حضرت خطیب الاسلام
ایک عظیم تاریخی خدمت	ادارہ تاج المعارف دیوبند	حضرت خطیب الاسلام
مقالات خطیب الاسلام	مطبوعہ تاج المعارف دیوبند	مولانا شاہد صاحب
مردانِ غازی	ادارہ مطبوعات انجمن شمع ادب جالندھر	حضرت خطیب الاسلام
مبادی تربیۃ الأطفال الأساسیۃ (عربی)	طبع ونشر دارالاہتمام دارالعلوم دیوبند	حضرت خطیب الاسلام
القاموس الجدید عربی اردو	کتب خانہ حسینیہ دیوبند	مولانا وحیدالزماں صاحب کیرانوی
القاموس الوحید عربی اردو	کتب خانہ حسینیہ دیوبند	مولانا وحیدالزماں صاحب کیرانوی
القاموس الاصطلاحی اردو عربی،	کتب خانہ حسینیہ دیوبند	مولانا وحیدالزماں صاحب کیرانوی
المعجم الوسیط	مطبوعہ مکتبۃ الرسالۃ، مصر	
ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند 'خاص نمبر'	شعبۂ نشر واشاعت دارالعلوم وقف دیوبند	
ماہنامہ دارالعلوم دیوبند		
پچاس مثالی شخصیات	مکتبہ فیض القرآن دیوبند	
نگارشات اکابر	حجۃ الاسلام اکیڈمی	
حیاۃ الصحابہ	المکتبۃ المدنیۃ دیوبند	
ریاض الصالحین	مکتبہ فیصل انٹرنیشنل، دہلی	
قرآن کریم کا معجزانہ پیغام	حکیم الاسلام بک ڈپو، دیوبند	
السیرۃ النبویۃ ابن ہشام	دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان	
لطائف علمیہ	مکتبہ فیض القرآن دیوبند	
الامام محمد قاسم النانوتوی	اکادمیۃ الامام محمد قاسم النانوتوی، نانوتہ	محمد اویس صدیقی

مؤسسة جامعة الاسلامية دارالعلوم دیوبند وجهوده فی اعلاء کلمة الله

گلدستۂ احادیث	فیصل انٹرنیشنل دہلی	
تفسیر مظہری	زکریا بک ڈپو دیوبند	
جزیرۃ العرب	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ	
دارالعلوم اور دیوبند کی تاریخی شخصیات	مکتبہ تفسیر القرآن، دیوبند	
ذکر رفتگان	مرکز نشر وتحقیق، لال باغ، مرادآباد	
امداد السلوک 'اردو'	دارالکتاب دیوبند	مولانا رشید احمد گنگوہی
صحبتے با اولیاء	جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ	ملفوظ حضرت شیخ الحدیثؒ
مشاہیر علماء دارالعلوم دیوبند	دفتر اجلاس صد سالہ دارالعلوم دیوبند	مفتی ظفیر الدین صاحبؒ

حجۃ الاسلام اکیڈمی
دارالعلوم وقف دیوبند

اسلام نے اپنی تاریخ میں ہر آن اور ہر لمحہ یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ اس کا چمن ہر موسم میں نئے نئے پھول کھلا سکتا ہے۔ عقل وادراک کے کارواں نے سے نقل ووحی کی روشنی میں سفر شروع کیا ہے، اس کے سامنے علم وحکمت، فکر وبصیرت اور فضل وکمال کی ایک وسیع الآفاق کائنات بے نقاب ہوتی چلی گئی۔ عقل ونقل کے اس حیرت زدہ ارتباط، اور روایت ودرایت کے اس محیر العقول اتفاق نے ابتدائے اسلام میں رجالِ دین کا ایک کہکشانی افق دریافت کیا، جس کو کرۂ ارضی پر ''اصحابِ رسول'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے جانا گیا، اور اس پاکیزہ گروہِ انسانی کے پایۂ استناد کوالم نشرح کرنے کے لیے ربِّ کائنات نے ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کی شہادتِ افتخار اور سندِ اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

اسلام کے اس عہدِ زریں کے بعد پھر ہر دور میں سیدنا الامام الاعظم ابوحنیفہؒ، سیدنا الامام مالک بن انسؒ، سیدنا الاما الشافعیؒ اور امام غزالیؒ جیسی شخصیات وجود میں آئیں۔ تیرہویں صدی کے موسم اور دینی احوال کے مناسب حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتوی علیہ الرحمہ کو وجود بخشا۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اس بزم میں گو آخر میں آئے؛ لیکن پیچھے نہیں بیٹھے۔ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور حیرت انگیز علم وحکمت کی بلندیوں سے ہر دور کے اساطینِ علم اور رجالِ معرفت کی تصویر پیش کی۔

دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کے انقلابی کارنامے اور برِّصغیر میں دین کی وقیع اور رفیع خدمات کے حوالے سے وہ کون شخص ہے، جو ان کے بارِ احسان سے زیر بار، اور ان کے دینی وتعلیمی کارناموں کا منت کش نہیں ہے۔ ضرورت تھی کہ حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ کے علوم ومعارف اور افکار کو سہل زبان میں پیش کیا جائے، ان کی شخصیت اور انقلابی کارناموں سے دنیا کو متعارف کرایا جائے۔ یہ ایک ایسا اہم اور گراں قدر کام تھا کہ جس کی انجام دہی حلقۂ دارالعلوم دیوبند، قاسمی برادری اور فکرِ دیوبند کے ہر علمبردار کے کاندھوں پر فرض اور قرض کے درجے سے کم نہ تھی۔

حجۃ الاسلام اکیڈمی کا قیام بھی اسی سلسلہ کی ایک مفید کڑی ہے، حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند کو اس قلیل مدت کے اندر اربابِ علم ودانش کے حلقوں میں جو مقام حاصل ہوا ہے وہ خالص نصرتِ الٰہی ہی ہے، خدا تعالی کے فضلِ عمیم اور احسانِ عظیم کا نتیجہ ہے۔



Ḥujjat al-Islām Academy
Al-jamia al-Islamia Darululoom Waqf, Deoband
Eidgah Road, P.O. Deoband-247554, Distt: Saharanpur U.P. India
Tel : + 91-1336-222352, Mob: + 91-9897076726
Website: www.dud.edu.in
Email: hujjatulislamacademy@dud.edu.in, hujjatulislamacademy2013@gmail.com

www.dud.edu.in ₹ 1000
ISBN 9789384775094



ḤUJJAT AL-ISLĀM ACADEMY